صحیح
مسلم
شریف
مع مختصر شرح نووی مترجم
۷،۴۲۲ احادیث نبوی کا روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ
ترجمہ: علامہ وحید الزمان
ناشر: خالد احسان پبلشرز لاہور

صحیح
مسلم
شریف

۴۲۲۲، احادیثِ نبوی کا رُوح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ

امام مسلم بن الحجاج ؒ نے کئی لاکھ احادیث نبوی ؐ سے انتخاب فرما کر
مستند اور صحیح احادیث جمع فرمائی ہیں۔

ترجمہ:
علامہ وحید الزمان ؒ

نام کتاب

صحیح مسلم شریف

تالیف: امام مسلم بن الحجاج ؒ

ترجمہ: علامہ وحید الزماں ؒ

جلد: اوّل

تاریخ اشاعت: اگست ۲۰۰۴ء

COPY RIGHT

All rights reserved

Exclusive rights by nomani kutab khana Lahore Pakistan. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means or stored in a data base retrieval system, without the prior written permission of the publisher.
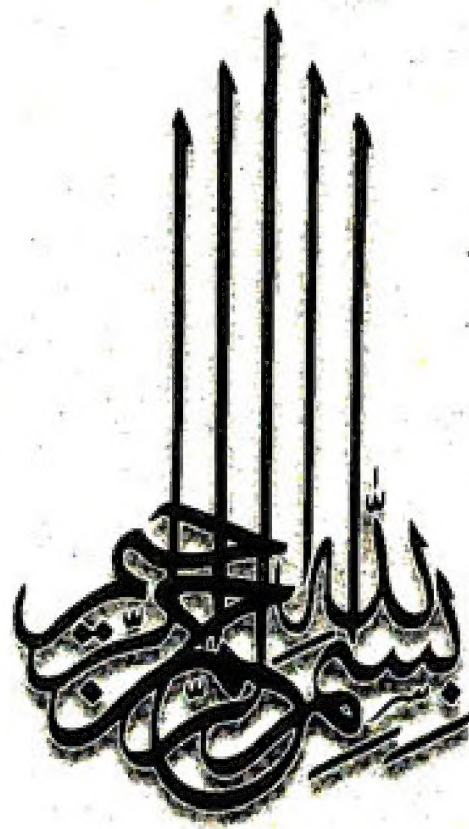
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرست صحیح مسلم مترجم مع شرح نووی جلد اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ ناشر

﴿الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين و على آله و اصحابه اجمعين﴾

محترم قارئین!

حدیثِ رسولؐ اور اس کے علوم کے ساتھ اشتغال اللہ تعالیٰ کے خاص کرم اور نعمتوں میں سے ہے۔ یہ مشغولیت اللہ تعالیٰ محض اپنے اُن بندوں کو عطا فرماتے ہیں کہ جن پر اس کی خاص رحمت اور نظرِ کرم ہوتی ہے۔

الحمدللہ یہ اعزاز والد گرامیؒ (بشیر احمد نعمانی) کو نعمانی کتب خانہ کے قیام کے فوراً بعد ہی حاصل ہوا کہ علوم حدیثِ رسولؐ میں صحاح ستہ کی کتب کے تراجم اور ان کی اُردو زبان میں شروحات کی وسیع پیمانے پر اشاعت کرنے کی پاکستان میں ابتداء ہمارے ادارہ نے کی اور عوام الناس، اُردو پڑھے لکھے لوگ اور علوم جدیدہ کے حامل علماء وطلباء ہر ایک کو حدیث اور علوم حدیث کی تشنگی دُور کرنے کا موقع ملا۔

ان تراجم میں علامہ وحید الزماںؒ کا نام ان خوش قسمت لوگوں کی فہرست میں شامل ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور فرمودات سے اظہارِ محبت کرتے ہوئے علم حدیث کے میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں آج تک ہونے والے دیگر تراجم میں انہی سے بکثرت استفادہ کیا جا رہا ہے۔

''نعمانی کتب خانہ'' کے شائع کردہ ان تراجم احادیث کی اشاعت کے لیے اُس دور کے تقاضوں کے مطابق دُور دراز علاقوں سے کہنہ مشق خطاط حضرات کی خدمات سے استفادہ کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ تراجم صحاح ستہ میں ہمارے ادارہ کے شائع شدہ نسخے کم و بیش گذشتہ پچاس برس سے تاحال بیشتر دینی وعلمی لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

علمی وتحقیقی میدان میں کمپیوٹر کی آمد سے جو انقلابی تبدیلیاں رُونما ہوئی ہیں ان کی روشنی میں ہم (مسلم شریف مع مختصر شرح النوویؒ) موجودہ ایڈیشن نئی کمپوزنگ اور جدت کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں موجودہ ایڈیشن کو درج ذیل طباعتی خوبیوں سے مزین کیا گیا ہے۔ جس سے اُمید کی جا سکتی ہے کہ ''مسلم شریف'' کا موجودہ ایڈیشن مارکیٹ میں موجود دیگر اُردو نسخوں میں منفرد اہمیت کا حامل ہے۔

- تمام احادیث کو نئے سرے سے جدید اُردو کمپیوٹر کمپوزنگ سے آراستہ کیا گیا ہے اور راوی حدیث کے بعد متن حدیث کا مرکزی حصہ الگ فونٹ (سٹائل) میں لکھا گیا ہے تاکہ حدیث میں فرمان رسول کا حصہ نمایاں ہو جائے۔

- تمام احادیث کی نئے سرے سے نمبرنگ کی گئی ہے تا کہ قارئین کو دیگر کسی اردو کتاب سے حوالہ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔اس سلسلہ میں جو عالمی معیار کے مطابق نمبر رائج ہیں انہی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔
- اردو زبان میں شائع شدہ دیگر تراجم میں بعض احادیث سرے سے موجود ہی نہ تھیں ان کو عربی کے سابقہ اصل نسخہ سے نقل کروا کر ترجمہ بھی کروایا گیا ہے۔الحمدللہ اب اس نسخہ میں مکمل احادیث موجود ہیں۔
- عربی اعراب کی درستگی کے ساتھ ساتھ بعض جگہوں پر اردو زبان کے پرانے الفاظ کو جدید الفاظ میں تبدیل کیا گیا ہے۔

بحیثیت ناشر کسی دینی کتاب کی اصل اشاعتی خوبصورتی کا اندازہ ہمیں اس وقت ہوتا ہے جب کوئی قاری کتاب کے نفس مضمون کو آسانی اور خوبصورتی سے پڑھ کر سمجھ لے اور اس پر عمل کرے یہ تمام تبدیلیاں اور کاوشیں اسی سلسلہ میں کی جاتی ہیں۔

اس عظیم الشان کتاب کی کمپوزنگ' پروف ریڈنگ' ڈیزائننگ اور نظر ثانی میں ہمیں اپنے نہایت قابل احترام دوست جناب ابوبکر قدوسی صاحب اور ان کے معاونین کا خصوصی تعاون حاصل رہا ہے ہم دل کی گہرائیوں سے اُن کے شکر گزار ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس مساعیٔ حسنہ میں شرکت کرنے والے ہم تمام کارکنان کو دین اور آخرت کی کامیابی و کامرانی سے نوازے۔(آمین)

آخر میں ہم اللہ کے حضور نہایت عاجزی وانکساری سے سربسجود دعاءگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم کوشش کو قبول و منظور فرمائے اور ہمیں اور ہمارے والدین کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

محمد ضیاء الحق نعمانی ومحمد عثمان ظفر
نعمانی کتب خانہ(لاہور۔گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

مسلمان اس حقیقت سے بے خبر نہیں کہ قرآن وحدیث دین اسلام کے دو بنیادی ماخذ ہیں اور جملہ تعلیمات دین کی اساس یہی دو چیزیں ہیں۔ نیز ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ایسا گہرا ربط ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ کتاب اللہ اگر متن ہے تو احادیث نبویہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اسی کتاب اللہ کے مجمل احکام وہدایات کی شرح وتفسیر ہیں۔

قرآن کو سب سے زیادہ اس نے سمجھا جس پر وہ نازل ہوا' پھر اُن صحابہ کرامؓ نے سمجھا جن کے سامنے وہ نازل ہوا' انہوں نے براہ راست شمع نبوت سے اکتساب نور کیا۔ ظاہر ہے کہ ان کے قابل رشک اعمال' حکیمانہ اقوال اور پاکیزہ سیرتیں قرآن کریم کے دائرہ کے اندر ہی ہوں گی' اس لئے قرآن کریم کے بعد آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال اور صحابہ اکرام کے اعمال واخلاق کو اسلام میں ایک ستون کی حیثیت حاصل ہے اور ان کا مطالعہ اور ان پر عمل اپنی دنیا وآخرت سنوارنے کے لئے ناگزیر ہے۔

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ صحاح ستہ (حدیث کی ۶ صحیح کتابیں: بخاری' مسلم' نسائی' ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ) کتب احادیث میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور محدثین نے ان کتابوں کے باہم درجات قائم کر کے ایک خاص ترتیب دے دی ہے۔ زیرنظر کتاب الصحیح المسلم (صحیح مسلم شریف) صحاح ستہ میں صحیح بخاریؒ کے بعد دوسرے درجے کی کتاب تسلیم کی جاتی ہے، جسے امام مسلم بن الحجاج نے کئی لاکھ احادیث نبویہ کے مجموعہ سے منتخب فرما کر بڑی کاوش وجانفشانی سے مرتب فرمایا تھا۔

عرصہ سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ امام موصوف کی اس عظیم تالیف کا اس کے شایان شان اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسے ہم نے علامہ وحید الزمان کے اردو ترجمہ کے ساتھ مع فوائد ضروریہ از شرح نوویؒ نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے' کاغذ' طباعت اور تجلید کے اعتبار سے بھی معیار خاصا بلند رکھا ہے۔

اردو دان حضرات جو علمی ذوق اور شرعی مسائل کا شوق رکھتے ہیں ان کی خدمت میں یہ کتاب پیش کرتے ہوئے ہمیں ایک

گونہ مسرت محسوس ہورہی ہے کہ یہ کتاب مسائل کے سمجھنے میں بے حد ممدومعاون ہوگی اور خواص کے لئے بھی اس کی افادیت محتاج بیان نہیں۔

قرآن وحدیث کی خدمت اوران کی تشریح وتفہیم کے ذرائع کو عام کرنا ہمارا نصب العین ہے اور یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔امید ہے کہ ناظرین کرام ہماری اس کوشش کو بنظر استحسان دیکھیں گے اوراس پر عمل پیرا ہوکر دعائے خیر کے ساتھ یاد فرمائیں گے۔

بشیراحمد نعمانی

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام المحدثین حجۃ الاسلام حضرت امام مسلمؒ کے مختصر حالات زندگی:

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ محدثین کرام میں جو بلند پایہ رکھتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں نہیں۔ علمائے اسلام کا اگر چہ متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ میں قرآن مجید کے بعد پہلا مرتبہ صحیح بخاری شریف کا ہے اور پھر صحیح مسلم شریف کا' جس سے صحیح مسلم کے جامع حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا کافی اندازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض علماء کا خیال یہ بھی ہے کہ صحیح مسلم شریف کا درجہ اگر صحیح بخاری شریف سے بلند نہیں تو مساوی ضرور ہے کیونکہ صحیح مسلم شریف کی احادیث کافی تحقیقات کے بعد جمع کی گئی ہیں۔ اور بعض اعتبارات سے تحقیقات میں حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھا ہوا ہے۔

بہر نوع حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا پایہ محدثین کرام رحمہم اللہ میں اس قدر بلند ہے کہ اس درجہ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کوئی دوسرا محدث نہیں پہنچا اور ان کی کتاب صحیح مسلم شریف اس قدر بلند پایہ کتاب ہے کہ صحیح بخاری کے سوا کوئی کتاب اس کے سامنے نہیں رکھی جاسکتی۔

خاندان اور سلسلہ نسب' پیدائش اور وفات:

حضرت امام مسلمؒ کا پورا نام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دروین تھا۔ ابوالحسین آپ کی کنیت تھی اور عساکر الدین لقب تھا۔ قبیلہ بنو قشیر سے آپ تعلق رکھتے تھے جو عرب کا ایک مشہور خاندان تھا اور خراسان کا مشہور شہر نیشاپور آپ کا وطن تھا۔

حضرت امام مسلمؒ ۲۰۲ھ یا ۲۰۶ھ میں باختلاف اقوال پیدا ہوئے لیکن اکثر علماء اور مؤرخین کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کا سن ولادت ۲۰۶ھ زیادہ معتبر ہے۔ حضرت امام نوویؒ شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں کہ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے' ۵۵ سال کی عمر پائی اور ۲۴ رجب ۲۶۱ھ کو اتوار کے دن شام کے وقت وفات پائی اور نیشاپور میں دفن ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے والدین کی نگرانی میں بہترین تربیت حاصل کی اور اس پاکیزہ تربیت ہی کا یہ اثر تھا کہ ابتدائے عمر سے آخری سانس تک آپ نے پرہیزگاری اور دینداری کی زندگی بسر کی' کبھی کسی کو اپنی زبان سے برا نہ کہا یہاں تک کہ کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا پیٹا۔

ابتدائی تعلیم آپ نے نیشاپور میں حاصل کی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی ذکاوت وذہانت اور قوت حافظہ عطا کی تھی کہ بہت تھوڑے عرصہ میں آپ نے رسمی علوم وفنون کو حاصل کر لیا اور پھر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وتحصیل کی جانب توجہ کی۔

علم حدیث کی تعلیم و تحصیل:

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت امام مسلم رحمۃ علیہ نے علم حدیث کی تعلیم حضرت محمد بن یحییٰ ذہلی نیشاپوریؒ اور حضرت یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوریؒ سے حاصل کی۔ یہ دونوں حضرات اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث تھے اور ان کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا یہاں تک کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکابر محدثین نے بھی ان ہی سے علم حدیث کو حاصل کیا تھا۔

علماء کا بیان ہے کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ تحصیل حدیث کے دوران اپنے استاد محمد بن یحییٰ ذہلیؒ سے ایک مسئلہ میں الجھ پڑے اور یہ نزاع اس قدر بڑھی کہ امام بخاریؒ کے ساتھ امام مسلمؒ کو بھی امام ذہلی کا حلقہ درس ترک کرنا پڑا' یہاں تک کہ حضرت امام مسلمؒ نے اپنی دیانت داری کے باعث امام ذہلیؒ کی ان تمام احادیث کے نوشتوں کو جو احادیث انہوں نے امام ذہلیؒ سے حاصل کی تھیں' امام مذکور کو دے آئے اور پھر ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ یہ اختلاف اصل میں امام بخاریؒ اور امام ذہلیؒ کے درمیان خلق لفظ کے مسئلہ پر ہوا تھا۔ امام بخاریؒ خلق لفظ کے قائل تھے اور امام ذہلی لفظ کو قدیم مانتے تھے۔ امام مسلمؒ نے اس نزاع میں امام بخاریؒ کا ساتھ دیا اور ان کی تائید کرتے رہے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب امام بخاریؒ سے خلق لفظ کے مسئلہ پر امام ذہلیؒ کی نزاع بہت بڑھ گئی تو امام ذہلیؒ نے اپنے حلقۂ درس میں یہ اعلان کر دیا کہ کوئی شخص امام بخاریؒ سے نہ ملے۔ امام ذہلیؒ چونکہ ایک بلند پایہ محدث تھے اور نیشاپور میں ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اس لیے ان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور لوگوں نے امام بخاریؒ کے پاس آنا جانا ترک کر دیا لیکن امام مسلمؒ برابر آتے جاتے رہے۔ شاگردوں نے امام ذہلیؒ سے اس کی شکایت کی کہ امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ کے پاس آنا جانا ترک نہیں کیا ہے۔ ایک روز امام مسلمؒ حلقۂ درس میں شامل تھے کہ امام ذہلیؒ نے حلقۂ درس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''تم میں سے جو شخص خلق لفظ کا قائل ہے اس کو میری مجلس میں شریک ہونا حرام ہے۔'' امام مسلم یہ سنتے ہی اٹھے' اپنی چادر سر پر رکھی اور واپس چلے آئے اور پھر کبھی امام ذہلیؒ کے حلقۂ درس میں شامل نہیں ہوئے یہاں تک کہ حدیث کے ان نوشتوں کو بھی جو انہوں نے امام ذہلیؒ سے سن کر لکھے تھے امام ذہلیؒ کو دے آئے اور اس طرح تعلقات کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔

اس کے بعد امام مسلمؒ نے اطراف و جوانب کے علاقوں میں تحصیل حدیث کے لیے سفر اختیار کیا۔ حجاز' شام' مصر' رے' یمن اور بغداد گئے اور وہاں کے محدثین کرامؒ سے احادیث کو حاصل کیا۔ ان محدثین میں امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، محمد بن مہران جمالؒ، ابوغسال سعید بن منصورؒ اور ابومصیبؒ بہت مشہور ہیں۔

صحیح مسلم شریف کی ترتیب:

ممالک اسلامیہ کے طویل دورے کے بعد حضرت امام مسلمؒ نے چار لاکھ حدیثیں جمع کیں اور ان میں سے ایک لاکھ مکرر حدیثوں کو ترک کر کے تین لاکھ حدیثوں کو یکجا کیا اور پھر ان تین لاکھ حدیثوں کی کافی عرصہ تک جانچ پڑتال کی اور ان میں جو احادیث ہر اعتبار سے مستند و معتمد ثابت ہوئیں ان کا انتخاب کر کے صحیح مسلم شریف کو ترتیب دیا یعنی تین لاکھ حدیثوں میں سے بارہ ہزار سے کچھ زیادہ حدیثیں منتخب کیں اور ان کو صحیح مسلم شریف میں درج کیا اور باقی کو چھوڑ دیا۔

کتب حدیث میں صحیح مسلم شریف کا درجہ:

حدیث کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے علمائے اسلام نے چھ کتابوں کو زیادہ مستند و معتبر قرار دے کر ان کو صحیح کا لقب دیا ہے یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، صحیح ابوداؤد، صحیح نسائی اور صحیح ابن ماجہ۔ اور ان میں سب سے زیادہ مستند صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سے کون زیادہ معتبر ہے اور کس کا پایہ بلند ہے اس میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ بعض صحیح بخاری کو بلند پایہ مانتے ہیں اور بعض صحیح مسلم کو۔ اور بعض نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بعض اعتبارات سے صحیح بخاری کا درجہ بلند ہے اور بعض اعتبارات سے صحیح مسلم کا درجہ بلند ہے۔ چنانچہ ذیل کے اقوال سے اس کی کیفیت واضح ہوتی ہے۔

① حافظ عبدالرحمٰن بن علی الربیع یمنی شافعیؒ کہتے ہیں ۔

تنازع قوم فی البخاری و مسلم لدی وقالوا آی ذین یقدم

فقلت لقد فاق البخاری صحۃ کما فاق فی حسن الصناعۃ مسلم

''لوگوں نے میرے سامنے بخاری و مسلم کی ترجیح و فضیلت کے بارہ میں گفتگو کی۔ میں نے کہا کہ صحت میں بخاری اور ترتیب وغیرہ میں مسلم قابل ترجیح ہے۔''

② ابوعمر بن احمد بن حمدانؒ کہتے ہیں ''میں نے ابوالعباس بن عقدہ سے پوچھا کہ بخاری و مسلم میں کون اچھا ہے؟ انہوں نے فرمایا ''وہ بھی عالم (محدث) ہیں اور یہ بھی۔'' میں نے دوبارہ پوچھا تو کہا ''بخاری اکثر غلط بھی لکھ دیتے ہیں۔ شام کے اکثر راوی ایسے ہیں جن کا ذکر بخاریؒ نے کہیں کنیت سے کیا ہے اور کہیں نام سے جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ دو راوی ہیں لیکن مسلم نے ایسی غلطیاں نہیں کی ہیں اور ہر شخص کی تحقیق کر کے لکھا ہے۔''

③ خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں کہ ''امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں بخاریؒ کی پیروی کی ہے اور بخاریؒ کے قدم بہ قدم چلے ہیں۔''

④ حافظ ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں کہ ''صحیح مسلم تمام کتب حدیث پر ترجیح رکھتی ہے۔ حافظ ممدوح کا قول یہ ہے کہ ''ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم'' (آسمان کے نیچے صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کتاب (قرآن کریم کے بعد) کوئی نہیں ہے۔)

⑤ ابوزرعہ رازیؒ اور ابوحاتم امام مسلمؒ کے تبحر علم حدیث کے سبب امام مسلم رحمہ اللہ کو امام علم حدیث شمار کرتے اور جماعت اہل حدیث کا سرگروہ مانتے ہیں۔

وفات حضرت امام مسلمؒ:

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا عجیب واقعہ مؤرخین نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ مجلس مذاکرہ میں کسی نے امام مسلمؒ سے کوئی حدیث دریافت کی۔ حضرت امام مسلمؒ کو اس وقت اس حدیث کی نسبت صحیح علم نہ تھا اس لیے وہ جواب نہ دے سکے اور

مکان پر واپس آ کر اس حدیث کو تلاش کرنے لگے۔ آپ حدیث کی تلاش میں نوشتوں کی نوشتوں الٹ پلٹ کر رہے تھے' پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا' اس میں سے کھجوریں کھاتے جاتے تھے یہاں تک کہ تلاش حدیث میں انہماک کے سبب کھجوروں کا ٹوکرا خالی کر دیا اور اس وقت اس کا احساس ہوا جب کہ حدیث مل گئی۔ اور آپ نے مڑ کر ٹوکرے پر نظر ڈالی۔ کھجوریں زیادہ کھا جانے سے آپ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں اتوار کی شام کو ۲۴ رجب ۲۶۱ھ کو انتقال فرمایا۔

ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے امام مسلم رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا۔ انہوں نے فرمایا "خداوند تعالیٰ نے میرے لیے جنت کے ہر مقام کو جائز و مباح کر دیا ہے میں جہاں چاہوں رہوں۔"

ابو علی زعونی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کسی نے امام مسلمؒ کو خواب میں جنت کے اندر دیکھا اور پوچھا "کیوں کر نجات نصیب ہوئی۔" امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا "اس جزو سے مجھ کو نجات میسر ہوئی جو میرے ہاتھ میں ہے۔" یہ جزو صحیح مسلم کا تھا۔

امام مسلمؒ کی دوسری تصانیف:

صحیح مسلم شریف کے علاوہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے چند اور نہایت مفید و معتمد کتابیں لکھی ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں (۱) کتاب مسند کبیر (۲) کتاب الاسماء والکنی (۳) کتاب العلل (۴) کتاب العصیان (۵) کتاب حدیث عمرو بن شعیب (۶) کتاب مشائخ مالکؒ (۷) کتاب مشائخ الثوریؒ (۸) کتاب اوہام المحدثین (۹) کتاب الطبقات وغیرہ۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

از مولانا وحید الزمان

الحمد لله الذی من علینا بالهدایة الی دین الاسلام واحکمه فی قلوبنا خیر احکام وجنبنا من بواطیل الوساوس والاوهام بالاقتفاء بسنة نبیه خیر الانام علیه افضل الصلوٰت ماتکررت اللیالی والایام وتعاقبت الانوار و الظلام وعلی اله و اصحابه الکرام۔

بعد حمد ونعت کے فقیر حقیر سراپا تقصیر وحید الزمان عفاعنہ المنان خدمت میں تمامی برادران مسلمین اور شائقین حدیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرض کرتا ہے کہ باوجود ضعف اور ناتوانی اور قلت بضاعت اور بے سروسامانی کے اواخر ۱۳۰۰ھ میں محض بتائید غیبی اور امداد خداوندی چار بڑی بڑی کتابیں حدیث کی منجملہ صحاح ستہ کے اردو میں ترجمہ ہوگئیں یعنی موطا امام مالک اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد اور سنن نسائی اور اللہ جل شانہ نے اپنے فضل کرم سے ان چاروں کتابوں کو مقبول فرمایا اور صدہا ہزار ہا نسخے ان کے طالبین نے ہر چہار طرف ولایت ہند کے خرید فرمائے۔ اب شروع چودھویں صدی یعنی ۱۳۰۱ ہجری ماہ محرم سے یہ فکر پیدا ہوئی کہ اگرچہ حیات مستعار کا اعتبار نہیں اور زندگانی دنیا محض ایک حباب ہے مگر جب تک چند نفس باقی ہیں وہ بھی اگر خدمت حدیث میں صرف ہوں تو اس سے بڑھ کر کونسی نعمت ہے۔ پس اس خیال سے صرف خداوند کریم کی مدد پر بھروسا کر کے میں نے صحیحین کے ترجمہ میں وقت کو صرف کرنا مناسب جانا اور چونکہ صحیح بخاری کی شروحات اور ترجمے عربی اور فارسی زبان میں بہت ہو چکے ہیں بلکہ حال ہی میں ایک ترجمہ اردو زبان میں بھی شہر مدارس میں چھپنا شروع ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ جناب نواب فیض ماب معلے القاب خادم سنت سید المرسلین وارث الانبیاء والمرسلین حامی شریعت مبین ناصر دین متین قامع بدعات ماحی ظلمات مجدد قرن ثالث عشر از مقرن رابع عشر فخر العلماء والمجتہدین راس المفسرین والمحدثین جناب نواب والا جاہ امیر الملک مولانا سید محمد صدیق حسن صاحب بہادر نے

جن کی ہمت والا ہمیشہ اشاعت دین اور حمایت شریعت متین کی طرف متوجہ رہتی ہے اپنی عالی ہمتی اور اولوالعزمی سے کتاب مستطاب نادر الوجود فتح الباری شرح صحیح بخاری کا چھپوانا مصر میں شروع فرمایا اور ظاہر ہے کہ شروح بخاری میں فتح الباری کی مثل کوئی شرح نہ بنی تھی نہ بنے گی اس لیے ترجمہ بخاری میں اس شرح کے میسر ہونے سے بڑی آسانی کا خیال تھا۔ میں نے ترجمہ بخاری کو بالفعل ملتوی رکھ کر حسب ایماء واشارت جناب ممدوح صحیح مسلم کا ترجمہ شروع کیا۔ صحیح مسلم بھی صحت حدیث اور جودت اسناد میں صحیح بخاری سے کم نہیں اور باتفاق علماء یہ کتاب بھی صحیح بخاری کے ہم پلہ ہے اسی وجہ سے ان دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں اگرچہ اکثر علماء نے صحیح بخاری کو ایک درجہ اس پر مقدم رکھا ہے لیکن حافظ ابوعلی نیشاپوریؒ نے کہا ہے کہ صحیح مسلم بہ نسبت صحیح بخاری کے بھی زیادہ صحیح ہے اور بعض مغرب کے علماء نے بھی اس قول سے اتفاق کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ وہی حدیث نقل کرتے ہیں جس کو دو ثقہ تابعیوںؒ نے دو صحابیوںؓ سے روایت کیا ہو اور اسی طرح ہر طبقہ میں دو ثقہ یعنی معتبر شخص دو شخصوں سے نقل کرتے آئے ہوں لیکن امام بخاریؒ نے اس شرط کا خیال نہیں رکھا اور حدیث: ((انما الاعمال بالنیات)) جو صحیح مسلم میں موجود ہے اگرچہ اس میں یہ شرط نہیں پائی جاتی مگر بنظر تبرک اور بہ خیال صحیح اور مشہور ہونے کے اس کا ذکر کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ صرف یہ حدیث مستثنیٰ ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کا تین لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا ہے اور اگر تمام زمین کے لوگ دو سو برس تک حدیثیں لکھیں تو پھر بھی ان کا اعتماد آخر اسی کتاب پر رہے گا اور میں نے کوئی حدیث اس کتاب میں داخل نہیں کی مگر سمجھ کر دلیل رکھ کر۔ اسی طرح کوئی حدیث نہیں نکالی اس میں سے مگر سمجھ کر دلیل سے۔ احمد بن سلمہؒ نے کہا میں مسلمؒ کے ساتھ اس کتاب کے جمع ہوتے وقت پندرہ برس تک رہا۔ اس کتاب میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں۔ مکی بن عبدان نے کہا میں نے مسلمؒ سے سنا وہ کہتے تھے میں نے اس کتاب کو ابوزرعہ رازیؒ کے سامنے پیش کیا پھر جس حدیث میں انہوں نے کوئی علت بیان کی اس کو میں نے نکال ڈالا اور جس حدیث کو انہوں نے کہا کہ صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے اس کو میں نے داخل کیا۔ اس روایت کو خطیب بغدادیؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ سند امام مسلمؒ کی وہ ہے جس میں مسلمؒ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک چار واسطے ہوں اور جیسے امام بخاریؒ کی ثلاثیات ہیں تین واسطوں کی حدیثیں تو وہ صحیح مسلم میں نہیں ہیں۔ امام نوویؒ نے کہا مسلمؒ نے علم حدیث میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ سب میں مشہور یہ صحیح ہے اور یہ کتاب بتواتر مسلمؒ سے نقل کی گئی ہے اس طرح کہ اس کتاب کو مسلمؒ کی تصنیف یقیناً کہہ سکتے ہیں اور باسانید متصل مسلمؒ تک روایت کی گئی ہے اور ایک فائدہ خاص جو اس کتاب میں ہے وہ یہ ہے کہ مسلمؒ نے ہر ایک حدیث کے لیے ایک خاص مقام جو مناسب تھا مقرر کیا ہے اور وہیں اس حدیث کے تمام طریقوں کو جمع کر دیا ہے اور اس کے مختلف الفاظ کو ایک ہی مقام پر بیان کیا ہے تاکہ ناظر کو آسانی ہو اور تمام طریقوں سے وہ فائدہ اٹھائے اور یہ بات صحیح بخاری میں نہیں ہے۔

امام حافظ عبدالرحمٰن بن علی یمنیؒ نے چند اشعار صحیح مسلم کی تعریف میں لکھے ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ اے پڑھنے والے! صحیح مسلم علم کا دریا ہے جس میں پانی بہنے کے راستے نہیں ہیں (یعنی سب پانی ایک ہی جگہ موجود ہے)۔ اور مسلمؒ کی روایتوں کا ذخیرہ بخاریؒ کی روایتوں سے زیادہ مزا دیتا ہے۔ حافظ ابن الصلاحؒ نے کہا مسلمؒ کی شرط یہ ہے کہ حدیث متصل الاسناد ہو اول سے لے کر آخر تک ایک ثقہ دوسرے ثقہ سے نقل کرتا ہو اور اس میں کسی قسم کا شذوذ یا علت نہ ہو۔ سیوطیؒ نے کہا ثقہ سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی مسلمؒ کے نزدیک ثقہ ہو اگرچہ اوروں کے نزدیک ثقہ نہ ہو اور اسی وجہ سے مسلمؒ نے چھ سو پندرہ ایسے لوگوں سے روایت کی ہے جس سے بخاریؒ نے روایت نہیں کی۔ اسی طرح بخاریؒ نے چار سو چونتیس ایسے شخصوں سے روایت کی ہے جن سے مسلمؒ نے نہیں کی۔ اور کتنی حدیثیں ایسی نکلیں گی جو مسلمؒ کی شرط پر صحیح ہیں اور بخاریؒ کی شرط پر صحیح نہیں اس لیے کہ مسلمؒ کے نزدیک اس کے راویوں میں وہ سب شرطیں پائی جاتی ہیں جو صحیح حدیث کے لیے ضروری ہیں مگر بخاریؒ کے نزدیک نہیں پائی جاتیں۔ پھر مسلم علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں ایک ایسی راہ چلے ہیں کہ اس کی وجہ سے ان کی کتاب کو صحیح بخاری پر فضیلت دی گئی وہ یہ کہ امام مسلم علیہ الرحمۃ حدیث کے تمام متنوں کو اس کے سب طریقوں کے ساتھ ایک ہی مقام میں جمع کر دیتے ہیں اور اس کو مختلف بابوں میں جدا جدا نہیں لاتے اور پوری عبارت اس کی بیان کرتے ہیں اور باب کے ترجموں میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کرتے اور حتی المقدور الفاظ کی رعایت کرتے ہیں اور نقل بالمعنیٰ نہیں کرتے یہاں تک کہ اگر ایک راوی نے دوسرے راوی سے ایک لفظ میں بھی اختلاف کیا ہو اور معنی دونوں لفظوں کے ایک ہوں تب بھی مسلم ہر ایک راوی کے لفظ کو بیان کر دیتے ہیں' یہاں تک احتیاط ہے کہ اگر ایک راوی نے ''حدثنا'' کہا ہو اور دوسرے نے ''اخبرنا'' تو وہ لکھ دیتے ہیں کہ فلاں راوی نے ''حدثنا'' کہا اور فلاں نے ''اخبرنا'' اور حدیث کے ساتھ صحابہؓ کے اقوال اور تابعینؒ وغیرہ کے اقوال اور باب اور ترجموں کو نہیں ملاتے اس لیے کہ ان کو حرص تھی اس بات کی کہ حدیث میں کوئی اور چیز ملنے نہ پائے تو بعد مقدمہ کے اس کتاب میں اور کچھ نہیں ہے سوائے حدیث کے۔ ابن الصلاحؒ نے کہا وہ سب حدیثیں جن کی صحت کا حکم کیا مسلمؒ نے اس کتاب میں یقیناً صحیح ہیں اور ایسی ہی وہ حدیثیں جن کو بخاری نے صحیح کہا ہے اس لیے کہ امت محمدی کے علماء نے ان دونوں کتابوں کی حدیثوں کو قبول کیا ہے اور جو کسی ایک آدھ شخص نے اس میں خلاف کیا ہے اس کے خلاف کا اعتبار نہیں۔ امام الحرمین نے کہا اگر کوئی شخص قسم کھائے اپنی عورت کی طلاق پر کہ بخاریؒ اور مسلمؒ کی جو حدیثیں صحیح ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہیں تو اس کی عورت پر طلاق نہ پڑے گی کیونکہ حقیقت میں ان دونوں کتابوں کی حدیثیں صحیح ہیں اور علماء نے اجماع کیا ہے ان کی صحت پر اور تمام امت محمدی نے اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ جس حدیث کی صحت پر بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں کا اتفاق ہے وہ صحیح ہے۔ ابن الصلاحؒ نے کہا کہ مسلمؒ، ابوزرعہ رازیؒ کے پاس آئے اور ایک ساعت تک بیٹھے اور باتیں کرتے رہے۔ جب اٹھے تو کسی نے کہا

انہوں نے چار ہزار حدیثیں اپنی صحیح میں جمع کی ہیں۔ ابوزرعہؒ نے کہا پھر باقی حدیثیں کس کے لیے چھوڑ دیں۔ شیخ نے کہا مراد اس شخص کی یہ تھی کہ صحیح مسلم میں اصل چار ہزار حدیثیں ہیں سوا مکررات کے اور مکررات کو ملا کر سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں۔

امام مسلمؒ نے اس کتاب کو ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور حقیقت میں باب باب پر مرتب ہے پر باب کے ترجموں کو اس نے متن کتاب میں داخل نہیں کیا تاکہ کتاب کا حجم نہ بڑھے یا اور کسی غرض سے۔ امام نوویؒ نے کہا لوگوں نے صحیح مسلم کے ابواب کا ترجمہ کیا ہے۔ بعضے اچھے ہیں اور بعضے نہیں اس وجہ سے کہ ترجمے کی عبارت میں قصور ہے یا الفاظ اس کے رکیک ہیں اور میں اپنی شرح میں ان ترجموں کو مناسب عبارتوں کے ساتھ بیان کروں گا۔ سیوطیؒ نے کہا کہ یہ جو صحیح مسلم کے ایک نسخہ میں بابوں کے ترجمے پائے جاتے ہیں تو یہ مسلم کے بنائے ہوئے نہیں بلکہ لوگوں نے ان کے بعد بنا دیئے ہیں اور ان میں اچھے برے سب ہیں جیسے نوویؒ نے کہا اور ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ حدیث نکالنے والے کو آسانی ہو لیکن بہتر یہی ہے کہ باب کے ترجمے کتاب میں نہ لکھے جائیں جیسے پرانے نسخوں میں نہیں لکھے ہیں اور جن باتوں کی وجہ سے مسلم کی کتاب بخاری کی کتاب سے ممتاز ہے ان میں سے ایک بات یہی ہے کہ مسلمؒ نے تعلیقات (یعنی بے اسناد روایتیں) بہت کم بیان کی ہیں سوا چند مقاموں کے۔ برخلاف بخاریؒ کے کہ ان کی کتاب میں تعلیقات بہت ہیں۔ نوویؒ نے کہا مسلمؒ نے اپنی کتاب میں عمدہ راہوں کو اختیار کیا ہے نہایت احتیاط اور مضبوطی اور معرفت کے ساتھ اور اس سے ان کا کمال ورع اور نہایت علم اور انتہائی تحقیق اور علو شان مستنبط ہے۔

مسلمؒ نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے حدیث کی تین قسمیں کی ہیں۔ ایک تو وہ جس کو بڑے بڑے عمدہ حافظوں نے روایت کیا ہو۔ دوسرے وہ جس کو متوسط لوگوں نے جن کا عیب ڈھکا ہوا ہے روایت کیا ہو۔ تیسرے وہ جس کو ضعیف اور متروک لوگوں نے روایت کیا ہو تو مسلمؒ جب پہلی قسم کی حدیثوں سے فارغ ہوتے ہیں تو دوسری قسم کی حدیثوں کو لاتے ہیں لیکن تیسری قسم کی حدیثوں کو بالکل نہیں لاتے۔ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اس تقسیم سے کیا مراد ہے۔ حاکمؒ اور بیہقیؒ نے کہا کہ مسلمؒ دوسری قسم کی حدیثوں کو بیان کرنا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے ناگہانی موت آ گئی اور فقط پہلی قسم کی حدیثیں ان کی کتاب میں ہیں۔ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ غور سے یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی اور اس نے اپنی کتاب میں تینوں طرح کی حدیثوں کو بیان کیا ہے۔ ابن عساکر نے کہا کہ مسلمؒ نے اپنی کتاب کو دو قسموں کی حدیثوں پر مرتب کرنا چاہا۔ ایک قسم میں عمدہ عمدہ حافظ اور ثقہ لوگوں کی روایتوں اور دوسری قسم میں مستور اور سچے متوسطین لوگوں کی روایتیں مگر ان کو موت آ گئی اور یہ آرزو پوری نہیں ہوئی۔ اور کتاب کی ترتیب تراجم اور ابواب کے ساتھ رہ گئی۔ باوجود اس کے ان کی کتاب مشہور اور مقبول ہوئی۔ اور تیسری قسم کی حدیثوں کو انہوں نے بالکل بیان نہیں کیا۔ پھر مسلمؒ کے بعد اور لوگوں نے کئی ایک کتابیں مسلمؒ کی صحیح کی طرح لکھیں اور عالی سندوں کو حاصل کیا اور ان میں سے بعضوں نے مسلمؒ کے مشائخ کو پایا اور مسلمؒ کی احادیث کو اپنی کتاب میں نکالا۔ شیخ ابوعمروؒ نے کہا کہ یہ جو کتابیں صحیح مسلم کے طور پر لکھی گئی ہیں اگرچہ ان

میں صحت کی ایک نشانی ہے مگر تمام باتوں میں وہ صحیح مسلم کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ صحیح مسلم پر علماء نے بہت سی شروحات لکھی ہیں۔ سب میں مشہور وہ شرح ہے جس کو امام حافظ ابو زکریا محی الدین نووی شافعیؒ نے تالیف کیا اور وہی شرح شائع جو صحیح مسلم کے ساتھ ہندوستان میں طبع ہوئی ہے اور ایک اس شرح کا خلاصہ ہے جو کو شمس الدین محمد بن یوسف قونویؒ نے مرتب کیا۔ اور ایک شرح ہے قاضی عیاض مالکیؒ کی اس کا نام ''اکمال المعلم فی شرح صحیح المسلم'' ہے اور ایک شرح ہے ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی کی اور یہ مقدم ہے نوویؒ سے بھی۔ اور ایک شرح ہے امام ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ مالکیؒ کی چار جلدوں میں اور ایک شرح ہے ابو عبداللہ محمد بن علی مازری کی جس کا نام ''المعلم بفوائد کتاب المسلم'' ہے اور ایک شرح ہے عماد الدین عبدالرحمٰن بن عبدالعلی مصری کی اور ایک شرح ہے غرائب مسلم کی عبدالغافر بن اسمٰعیل فارسی کی جس کا نام ''المفہم فی شرح غریب المسلم'' ہے۔ اور ایک شرح ہے سبط ابن الجوزی کی اور ایک شرح ہے ابو الفرج عیسیٰ بن مسعود زوادی کی پانچ جلدوں میں اور ایک شرح ہے قاضی زین الدین زکریا بن محمد انصاری کی اور ایک شرح ہے مختصر شیخ جلال الدین سیوطی کی جس کا نام ''الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج'' ہے۔ اور ایک شرح ہے قوام الدین ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد اصفہانی کی اور ایک شرح ہے تقی الدین شافعی کی اور ایک شرح ہے قسطلانی کی اس کا نام ''منہاج الدیباج'' ہے اور ایک شرح ہے ملا علی قاری کی چار جلدوں میں۔

صحیح مسلم کے مختصرات بھی بہت ہیں۔ ایک مختصر ہے ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن عبداللہ مرسی کا اور ایک مختصر ہے زوائد مسلم کا بخاری پر حافظ سراج الدین عمرو بن علی ملقن شافعی کا۔ ایک مختصر ہے حافظ زکی الدین منذری کا اور اس مختصر کی شروحات بھی بہت ہیں اور سب سے عمدہ شرح اس کی ''السراج الوہاج'' ہے جو ہمارے زمانے میں جناب مولانا سید محمد صدیق حسن صاحب بہادر کی تصنیفات میں سے چھپ رہی ہے اور اس ترجمہ میں اس شرح سے بہت فوائد منقول ہوئے ہیں۔

امام مسلمؒ کا حال جو اس کتاب کے مؤلف ہیں۔ نام ان کا مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین کرشاد نیشاپوری ہے۔ امام حافظ ہیں علم حدیث کے انہوں نے سفر کیا حجاز اور شام اور عراق اور مصر کا حدیث حاصل کرنے کے لیے اور مشہور مشائخ ان کے یہ لوگ ہیں۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوریؒ امام احمد بن حنبلؒ اسحاق بن راہویہؒ عبداللہ بن مسلمہ قعنبیؒ، قتیبہ بن سعیدؒ ابو بکر بن ابی شیبہؒ محمد بن بشار محمد بن المثنیٰؒ وغیرہم۔ کئی بار بغداد میں آئے اور اہل بغداد نے ان سے روایت کی۔ سب سے آخر وہ بغداد میں ۲۵۹ھ ہجری میں تشریف لائے' ترمذیؒ نے ان سے روایت کی ہے۔ خطیب بغدادیؒ نے کہا مسلمؒ بخاریؒ کی پیخ کرتے تھے اور لوگوں کے اعتراضوں کو ان کے اوپر سے دفع کرتے تھے یہاں تک کہ ان میں اور ذہلیؒ میں اسی وجہ سے رنجش ہو گئی۔ حافظ محمد بن یعقوبؒ نے کہا بخاریؒ جب نیشاپور میں آئے تو مسلمؒ ان کے پاس بہت آتے جاتے تھے۔ بعد اس کے بخاریؒ اور ذہلیؒ میں ایک مسئلہ پر نزاع ہوا اور ذہلیؒ نے لوگوں کو منع کیا بخاریؒ کے پاس جانے سے لیکن مسلمؒ نے نہ مانا' جب ذہلیؒ کو اس کی خبر ہوئی وہ غصہ ہوا۔ مسلمؒ مجلس سے اٹھے

اور جو کچھ ذہلیؒ سے حدیثیں لکھی تھیں وہ اس کے پاس واپس کر دیں' اس پر ذہلیؒ سے ترک ملاقات ہو گئی۔ بہر حال امام مسلمؒ، علمائے اعلام میں سے ہیں حدیث کے اور حافظ اور امام مقتدا ہیں اس فن کے جن کو امام اہل حدیث نے مسلم کیا ہے اور طلب حدیث کے لیے دنیا کے اطراف و اکناف میں پھرے اور محمد بن مہرانؒ اور ابو غسان اور عمر بن سوادؒ اور حرملہ بن یحییٰؒ اور سعید بن منصورؒ اور ابو مصعبؒ سے سنا اور ان سے روایت کیا ایک جماعت نے علماء اور حفاظ کی جیسے ابو حاتم رازیؒ اور موسیٰ بن ہارونؒ اور احمد بن سلمہؒ اور ابو بکر بن خزیمہؒ اور بہت لوگوں نے جن کا شمار دشوار ہے۔ ابو عمر بن احمد بن حمدان نے کہا میں نے ابو العباس بن عقدہؒ سے پوچھا کہ بخاریؒ اور مسلمؒ میں کون بڑھ کر ہے؟ انہوں نے کہا دونوں عالم ہیں۔ میں نے پھر پوچھا انہوں نے کہا اے ابو عمر! بخاریؒ سے کبھی غلطی ہوتی ہے اہل شام میں کہ ایک جگہ کسی کی کنیت بیان کرتے ہیں اور دوسری جگہ اس کا نام تو خیال ہوتا ہے کہ یہ دو آدمی ہیں اور مسلمؒ سے بہت کم غلطی ہوتی ہے۔ خطیب بغدادیؒ نے کہا مسلمؒ نے پیروی کی ہے بخاریؒ کی اور وہ چلے ہیں بخاریؒ کی راہ پر۔ دار قطنیؒ نے کہا کہ اگر بخاریؒ نہ ہوتے تو مسلمؒ کو بھی یہ راہ نہ ملتی۔ غرض مسلمؒ نے بخاریؒ سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ ابو احمد شیخ حاکم نیشاپوریؒ نے کہا کہ مسلمؒ نے اپنی کتاب میں بہت سی متفرق حدیثیں بخاریؒ کی کتاب سے لی ہیں مگر ان کو بخاریؒ کی طرف نسبت نہیں دی اور نہ اپنی صحیح میں بخاریؒ سے روایت کی ہے۔

مسلمؒ نے سوا اس صحیح کے اور بھی کتابیں لکھی ہیں جیسے مسند کبیر' جامع کبیر' کتاب العلل' کتاب الطبقات' کتاب اوہام المحدثین' کتاب التمیز' کتاب فن لیس لہ الا راو واحد' کتاب اوہام المخضرمین' کتاب الاسماء والکنیٰ' کتاب الوحدان' کتاب حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ' کتاب مشائخ مالکؒ، کتاب مشائخ الثوریؒ۔

اور مسلمؒ کے عجیب حالوں میں سے یہ ہے کہ انہوں نے تمام عمر کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو گالی دی۔ حدیث کے کھوٹے کھرے کے پہچاننے میں اپنے زمانے میں سب پر مقدم تھے یہاں تک کہ بعض امور میں بخاریؒ پر بھی ان کو فضیلت دی گئی ہے جیسے اوپر گزرا۔ ۲۰۶ ہجری میں پیدا ہوئے اور اتوار کی شام کو رجب کی پچیسویں تاریخ ۲۶۱ ہجری میں وفات پائی۔ عمر ان کی پچپن برس کی تھی اور دوشنبہ کے روز دفن ہوئے۔ ان کی وفات کا قصہ یوں لکھا ہے کہ کسی مجلس میں لوگوں نے ان سے ایک حدیث پوچھی۔ ان کو معلوم نہ ہوئی۔ وہ گھر میں آ کر سب کتابوں میں ڈھونڈنے لگے اور ایک ٹوکرا خرما کا ان کے سامنے رکھا تھا۔ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے یہاں تک کہ ٹوکرا تمام ہو گیا۔ اور حدیث کی تلاش میں ایسا استغراق تھا کہ ان کو خبر نہ ہوئی اور اسی وجہ سے مر گئے۔ ابو حاتم رازیؒ نے مسلم رحمہ اللہ کے مرنے کے بعد ان کو خواب میں دیکھا' ان کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا اللہ جل شانہ نے جنت کو میرے لیے مباح کر دیا ہے جہاں چاہوں رہوں۔

مترجم کی سند امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ تک:

اجازت دی مجھ کو صحیح مسلم شریف کی میرے شیخ علامہ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ شرقی حنبلی نے' ان کو اجازت دی شیخ عبدالرحمن بن حسن نے' ان کو اجازت دی شیخ حسن قویسنی مصری نے۔ ان کو اجازت دی شیخ سلیمان بجیری نے۔ ان کو اجازت دی شیخ محمد عشاوی نے' ان کو اجازت دی شیخ عبدالعزیز عجمی نے' ان کو اجازت دی شیخ محمد شوبری نے' ان کو اجازت دی محمد رملی نے' انہوں نے سنا شیخ الاسلام زکریائی انصاری سے۔ انہوں نے امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے پھر حافظ ابن حجرؒ روایت کرتے ہیں اس کتاب کو صلاح بن ابی عمر ومقدسی سے اور وہ علی بن احمد بن بخاری سے اور وہ موید طوسی سے اور وہ عبداللہ فرادی سے اور وہ عبدالغافر فارسی سے اور وہ ابی احمد محمد بن عیسیٰ جلودی سے اور وہ ابی اسحاق ابراہیم بن محمد سے اور وہ امام حافظ مسلم بن الحجاج قشیریؒ سے جو مؤلف ہیں اس صحیح کے۔

راضی ہو اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں سے اور مغفرت کرے میری اور میرے والدین اور بھائیوں اور سب مومنین کی۔ سو مترجم کتاب سے امام مسلمؒ تک سولہ واسطے ہیں اور امام مسلمؒ کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رباعی حدیث میں چار ہیں۔ اس حساب سے مترجم سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اکیس واسطے ہوئے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ

●●●

مقدمہ

صحیح مسلم شریف مترجم اردو

مع مختصر شرح نووی مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ

شروع کرتا ہوں میں اللہ جل جلالہ کے نام سے جو بہت مہربان بے رحم والا۔ سب تعریف لائق ہے اسی پروردگار کو جو پالتا ہے سارے جہان کو اور بہتر انجام انہی لوگوں کا ہے جو پرہیز گار ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اتارے حضرت محمد ﷺ پر جو تمام پیغمبروں کے ختم کرنے والے ہیں (یعنی نبوت کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکت پر ختم کر دیا۔ اب دنیا میں آپ کے بعد کوئی پیغمبر نئی شریعت لے کر نہیں آئے گا اور تمام نبیوں اور پیغمبروں پر جو ہمارے پیغمبر ﷺ سے پہلے گزرے ہیں جیسے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوۃ والسلام۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ بِتَوْفِيقِ خَالِقِكَ ذَكَرْتَ أَنَّكَ هَمَمْتَ بِالْفَحْصِ عَنْ تَعَرُّفِ جُمْلَةِ الْأَخْبَارِ الْمَأْثُورَةِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُنَنِ الدِّينِ وَأَحْكَامِهِ وَمَا كَانَ مِنْهَا فِي الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالتَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ صُنُوفِ الْأَشْيَاءِ بِالْأَسَانِيدِ الَّتِي بِهَا نُقِلَتْ وَتَدَاوَلَهَا أَهْلُ الْعِلْمِ فِيمَا بَيْنَهُمْ فَأَرَدْتَ أَرْشَدَكَ اللّٰهُ أَنْ تُوَقَّفَ عَلَى جُمْلَتِهَا مُؤَلَّفَةً مُحْصَاةً وَسَأَلْتَنِي أَنْ

بعد حمد اور صلوۃ کے خدا تجھ پر رحم کرے تو نے اپنے پروردگار کی توفیق سے ذکر کیا تھا (یہ امام مسلم کسی اور کو فرماتے ہیں) کہ تیرا قصد یہ ہے کہ تلاش کرے ان سب حدیثوں کو جو رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہیں دین کے طریقوں اور حکموں میں (یعنی مسائل کی حدیثیں جو فقہ سے متعلق ہیں) اور ان حدیثوں کو جو ثواب اور عقاب اور خوشخبری اور ڈرانے کے لیے ہیں (یعنی فضائل اور اخلاق کی حدیثیں) اور ان کے سوا اور باتوں کی سندوں کے ساتھ جن کی رو سے وہ حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور جن کو علماء حدیث نے جاری رکھا ہے اپنے میں (یعنی مشہور و معروف سندیں) تو تیرا مطلب یہ تھا خدا تجھ کو ہدایت کرے کہ تو ان سب حدیثوں سے

أُلَخِّصَهَا لَكَ فِي التَّأْلِيفِ بِلَا تَكْرَارٍ يَكْثُرُ فَإِنَّ ذَلِكَ زَعَمْتَ مِمَّا يَشْغَلُكَ عَمَّا لَهُ قَصَدْتَ مِنَ التَّفَهُّمِ فِيهَا وَالِاسْتِنْبَاطِ مِنْهَا وَلِلَّذِي سَأَلْتَ أَكْرَمَكَ اللَّهُ حِينَ رَجَعْتُ إِلَى تَدَبُّرِهِ وَمَا تَئُولُ بِهِ الْحَالُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَاقِبَةٌ مَحْمُودَةٌ وَمَنْفَعَةٌ مَوْجُودَةٌ وَظَنَنْتُ حِينَ سَأَلْتَنِي تَجَشُّمَ ذَلِكَ أَنْ لَوْ عُزِمَ لِي عَلَيْهِ وَقُضِيَ لِي تَمَامُهُ كَانَ أَوَّلُ مَنْ يُصِيبُهُ نَفْعُ ذَلِكَ إِيَّايَ خَاصَّةً قَبْلَ غَيْرِي مِنَ النَّاسِ لِأَسْبَابٍ كَثِيرَةٍ يَطُولُ بِذِكْرِهَا الْوَصْفُ إِلَّا أَنَّ جُمْلَةَ ذَلِكَ أَنَّ ضَبْطَ الْقَلِيلِ مِنْ هَذَا الشَّأْنِ وَإِتْقَانَهُ أَيْسَرُ عَلَى الْمَرْءِ مِنْ مُعَالَجَةِ الْكَثِيرِ مِنْهُ وَلَا سِيَّمَا عِنْدَ مَنْ لَا تَمْيِيزَ عِنْدَهُ مِنَ الْعَوَامِّ إِلَّا بِأَنْ يُوَقِّفَهُ عَلَى التَّمْيِيزِ غَيْرُهُ فَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ فِي هَذَا كَمَا وَصَفْنَا فَالْقَصْدُ مِنْهُ إِلَى الصَّحِيحِ الْقَلِيلِ أَوْلَى بِهِمْ مِنَ ازْدِيَادِ السَّقِيمِ وَإِنَّمَا يُرْجَى بَعْضُ الْمَنْفَعَةِ فِي الِاسْتِكْثَارِ مِنْ هَذَا الشَّأْنِ وَجَمْعِ الْمُكَرَّرَاتِ مِنْهُ لِخَاصَّةٍ مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ رُزِقَ فِيهِ بَعْضَ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ بِأَسْبَابِهِ وَعِلَلِهِ فَذَلِكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ يَهْجُمُ بِمَا أُوتِيَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى الْفَائِدَةِ فِي الِاسْتِكْثَارِ مِنْ جَمْعِهِ فَأَمَّا عَوَامُّ النَّاسِ الَّذِينَ هُمْ بِخِلَافِ مَعَانِي الْخَاصِّ مِنْ أَهْلِ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ فَلَا مَعْنَى لَهُمْ فِي طَلَبِ الْكَثِيرِ وَقَدْ

واقف ہو جائے اس طرح سے کہ وہ سب حدیثیں ایک جگہ جمع ہوں اور تو نے یہ سوال کیا تھا کہ میں ان سب حدیثوں کو اختصار کے ساتھ تیرے لیے جمع کروں اور اس میں تکرار نہ ہو کیونکہ اگر تکرار ہوگی (اور طول ہوگا) تو تیرا مقصد جو حدیثوں کو سمجھنا اور ان میں غور کرنا ہے اور ان سے مسائل نکالنا ہے وہ جاتا رہے گا اور تو نے جس بات کا سوال کیا خدا تجھ کو عزت دے جب میں نے اس میں غور کیا اور اس کے انجام کو دیکھا تو خدا چاہے اس کا انجام اچھا ہوگا اور بالفعل بھی اس میں فائدہ ہے (یعنی حال اور مال دونوں کے فائدے کی بات ہے) اور میں نے یہ خیال کیا جب تو نے مجھے اس بات کی تکلیف دی کہ اگر یہ کام مجھ سے ہو جائے تو سب سے پہلے دوسروں کو تو خیر مجھے خود ہی فائدہ ہوگا کئی سببوں سے جن کا بیان کرنا طول ہے مگر خلاصہ یہ ہے کہ اس طول سے تھوڑی حدیثوں کو یاد رکھنا مضبوطی اور صحت کے ساتھ آسان ہے آدمی پر بہت سی حدیثوں کو روایت کرنے سے (بغیر ضبط اور اتقان کے کیونکہ اس میں ایک طرح کا خلجان پیدا ہوتا ہے) خاص کر عوام کو بڑا فائدہ ہوگا جن کو تمیز نہیں ہوتی کھوٹی کھری حدیث کے بغیر دوسرے کے بتلائے ہوئے اور جب حال ایسا ہوا جیسا ہم نے اوپر بیان کیا تو تھوڑی صحیح حدیثوں کا بیان کرنا ان کے لیے بہتر ہے بہت ضعیف حدیثوں سے اور بہت سی حدیثیں بیان کرنا اور مکررات کو جمع کرنا (خاص خاص شخصوں کو فائدہ دیتا ہے جن کو علم حدیث میں کچھ واقفیت ہے اور حدیث کے اسباب اور علتوں کو وہ پہچانتے ہیں ایسا شخص البتہ بوجہ اپنی واقفیت اور معرفت کے بہت حدیثوں کے جمع کرنے سے فائدہ اٹھائے گا لیکن عام لوگ جو برخلاف ہیں خاص لوگوں کے جو صاحب واقفیت و معرفت ہیں ان کو کچھ حاصل نہیں بہت حدیثوں کے طلب کرنے میں جب کہ وہ تھوڑی حدیثوں کے پہچاننے سے عاجز ہیں (یعنی جس قدر کم حدیثیں انھوں نے دیکھی ہیں ان ہی کے پہچاننے کی اور صحیح کو ضعیف سے

عَجَزُوا عَنْ مَعْرِفَةِ الْقَلِيلِ ثُمَّ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ مُبْتَدِئُونَ فِي تَخْرِيجِ مَا سَأَلْتَ وَتَأْلِيفِهِ عَلَى شَرِيطَةٍ سَوْفَ أَذْكُرُهَا لَكَ وَهُوَ إِنَّا نَعْمِدُ إِلَى جُمْلَةِ مَا أُسْنِدَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَقْسِمُهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَثَلَاثِ طَبَقَاتٍ مِنَ النَّاسِ عَلَى غَيْرِ تَكْرَارٍ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ مَوْضِعٌ لَا يُسْتَغْنَى فِيهِ عَنْ تَرْدَادِ حَدِيثٍ فِيهِ زِيَادَةُ مَعْنًى أَوْ إِسْنَادٌ يَقَعُ إِلَى جَنْبِ إِسْنَادٍ لِعِلَّةٍ تَكُونُ هُنَاكَ لِأَنَّ الْمَعْنَى الزَّائِدَ فِي الْحَدِيثِ الْمُحْتَاجَ إِلَيْهِ يَقُومُ مَقَامَ حَدِيثٍ تَامٍّ فَلَا بُدَّ مِنْ إِعَادَةِ الْحَدِيثِ الَّذِي فِيهِ مَا وَصَفْنَا مِنَ الزِّيَادَةِ أَوْ أَنْ يُفَصَّلَ ذَلِكَ الْمَعْنَى مِنْ جُمْلَةِ الْحَدِيثِ عَلَى اخْتِصَارِهِ إِذَا أَمْكَنَ وَلَكِنْ تَفْصِيلُهُ رُبَّمَا عَسُرَ مِنْ جُمْلَتِهِ فَإِعَادَتُهُ بِهَيْئَتِهِ إِذَا ضَاقَ ذَلِكَ أَسْلَمُ فَأَمَّا مَا وَجَدْنَا بُدًّا مِنْ إِعَادَتِهِ بِجُمْلَتِهِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنَّا إِلَيْهِ فَلَا نَتَوَلَّى فِعْلَهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَأَمَّا الْقِسْمُ الْأَوَّلُ فَإِنَّا نَتَوَخَّى أَنْ نُقَدِّمَ الْأَخْبَارَ الَّتِي هِيَ أَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوبِ مِنْ غَيْرِهَا وَأَنْقَى مِنْ أَنْ يَكُونَ نَاقِلُوهَا أَهْلَ اسْتِقَامَةٍ فِي الْحَدِيثِ وَإِتْقَانٍ لِمَا نَقَلُوا لَمْ يُوجَدْ فِي رِوَايَتِهِمْ اخْتِلَافٌ شَدِيدٌ وَلَا تَخْلِيطٌ فَاحِشٌ كَمَا قَدْ عُثِرَ فِيهِ عَلَى كَثِيرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَبَانَ ذَلِكَ فِي حَدِيثِهِمْ فَإِذَا

تمیز کرنے کی استعداد ان میں نہیں تو بہت حدیثوں سے وہ کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں پھر اگر خدا نے چاہا تو ہم ان حدیثوں کے بیان کرنے میں جن کے لیے تو نے فرمائش کی ہے ایک شرط پر چلیں گے جو بیان کرتے ہیں وہ شرط یہ ہے کہ ہم ان سب حدیثوں کی طرف قصد کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مسنداً (یعنی متصلاً) ایک راوی نے دوسرے سے سنا ہو رسول اللہ ﷺ تک روایت کی گئی ہیں سب حدیثوں سے مراد اکثر حدیثیں ہیں اس لیے کہ سب مسند حدیثیں اس کتاب میں نہیں ہیں) پھر ان کو تقسیم کرتے ہیں تین قسموں پر اور راویوں کے تین طبقوں پر (پہلا طبقہ تو حافظ اور ثقہ لوگوں کی روایتوں کا، دوسرا متوسطین کا تیسرا ضعفاء اور متروکین کا مگر مصنف نے اس کتاب میں پہلی قسم کے بعد دوسری قسم کی حدیثوں کو بیان کیا ہے پر تیسری قسم کو مطلق ذکر نہیں کیا اور حاکم اور بیہقی نے کہا کہ اس کتاب میں سب سے پہلی قسم کی حدیثیں ہیں اور دوسری قسم کی حدیثیں بیان کرنے سے پہلے مسلم مر گئے، بغیر تکرار کے مگر جب کوئی ایسا مقام ہو جہاں دوبارہ حدیث کا لانا ضروری ہو اس وجہ سے کہ اس میں کوئی دوسری بات زیادہ ہو یا کوئی ایسی اسناد ہو جو دوسری اسناد کے پہلو میں واقع ہو کسی علت کی وجہ سے تو وہاں تکرار کرتے ہیں (یعنی دوبارہ اس حدیث کو نقل کرتے ہیں) اس لیے کہ جب کوئی بات زیادہ ہوئی حدیث میں جس کی احتیاج ہے تو وہ مثل ایک پوری حدیث کے ہے پھر ضروری ہے اس سب حدیث کا ذکر کرنا جس میں وہ بات زیادہ ہے یا ہم اس زیادتی کو جدا کر لیں گے پوری حدیث سے اختصار کے ساتھ اگر ممکن ہو یعنی ایک حدیث میں ایک جملہ زیادہ ہے جس سے کوئی بات کام کی نکلتی ہے اور وہ جملہ جدا ہو سکتا ہے تو صرف اس جملہ کو دوسری اسناد بیان کر کے نقل کر دیں گے اور ساری حدیث دوبارہ نہ لائیں گے مگر ایسا جب کریں گے کہ اس جملہ کا علیحدہ ہونا حدیث سے ممکن ہو (نووی نے کہا کہ اس مسئلہ میں علماء

نَحْنُ تَقَصَّيْنَا أَخْبَارَ هٰذَا الصِّنْفِ مِنَ النَّاسِ أَتْبَعْنَاهَا أَخْبَارًا يَقَعُ فِي أَسَانِيدِهَا بَعْضُ مَنْ لَيْسَ بِالْمَوْصُوفِ بِالْحِفْظِ وَالْإِتْقَانِ كَالصِّنْفِ الْمُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ عَلَى أَنَّهُمْ وَإِنْ كَانُوا فِيمَا وَصَفْنَا دُونَهُمْ فَإِنَّ اسْمَ السِّتْرِ وَالصِّدْقِ وَتَعَاطِي الْعِلْمِ يَشْمَلُهُمْ كَعَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ وَلَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ [1]

حدیث کا اختلاف ہے یعنی حدیث کا ایک ٹکڑا علیحدہ روایت کرنے میں بعضوں کے نزدیک مطلقاً منع ہے کیونکہ روایت بالمعنی ان کے نزدیک جائز نہیں بلکہ حدیث کو لفظ بلفظ نقل کرنا چاہیے اور بعضوں کے نزدیک اگرچہ روایت بالمعنی جائز ہے مگر حدیث کا ایک ٹکڑا علیحدہ روایت کرنا اسی صورت میں درست ہے جب پہلے پوری حدیث کو روایت کرلیں اور بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور قاضی عیاضؒ نے کہا کہ مسلم کا یہی قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ علماء اور اہل معرفت کو یہ بات درست ہے بشرطیکہ معنے میں خلل واقع نہ ہو لیکن جب جدا کرنا اس جملہ کا دشوار ہو تو پوری حدیث اپنی خاص وضع سے بیان کرنا بہتر ہے اور جس حدیث کی ہم کو دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہ ہو (یعنی اس میں کوئی ایسی بات زیادہ نہ ہو جس کی احتیاج ہے) تو ہم اس کو دوبارہ بیان نہ کریں گے اگر خدا چاہے پہلی قسم کی حدیثوں میں ان حدیثوں کو پہلے بیان کرتے ہیں جو عیبوں سے پاک اور صاف ہیں اس وجہ سے کہ ان کے روایت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو صاحب استقامت اور اتقان (یعنی مضبوط اور صاف ہیں اپنی روایات میں نہ ان کی روایت میں سخت اختلاف ہے اور نہ خلط ملط ہے (اس لیے کہ جو راوی اور ثقہ لوگوں سے بہت اختلاف کیا کرے یا

---

[1] یہ تینوں راوی دوسرے درجے کے ہیں جو حفظ اور اتقان میں اعلیٰ نہیں ہیں مگر ان کی سچائی میں شبہ نہیں عطاء بن السائب کی کنیت ابو السائب ہے یا ابو یزید یا ابو محمد یا ابو زید وہ ثقہ ہیں مگر اخیر عمر میں ان کے حافظہ میں فتور آگیا تھا اور جن لوگوں نے ان سے اختلاط کے پہلے سنا ہے ان کی روایت صحیح ہے اور جنھوں نے بعد سنا ہے البتہ ان کی حدیث مضطرب ہے۔ سفیان ثوری اور شعبہ نے ان سے اختلاط کے پہلے سنا ہے اور جریر اور خالد بن عبد اللہ اور اسمٰعیل اور علی بن عاصم نے بعد اختلاط کے سنا ہے۔ ایسا ہی کہا احمد بن حنبل نے اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ عطاء سے سب نے اختلاط کے بعد روایت کی ہے مگر شعبہ اور سفیان نے اور ابو عوانہ نے عطا سے صحت اور اختلاط دونوں حالت میں سنا ہے تو ان کی روایت کا بھی اعتبار نہیں۔ یزید بن ابی زیاد یا یزید بن زیاد قرشی دمشقی حفاظ حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ابن نمیر اور یحییٰ بن معین نے کہا وہ [illegible] نہیں اور ابو حاتم نے کہا ضعیف ہے اور نسائی نے کہا متروک الحدیث ہے اور ترمذی نے کہا ضعیف ہے لیث بن ابی سلیم کو جمہور نے ضعیف کیا ہے [illegible] وہ مختلط ہو گیا تھا اور اس کی روایتیں مضطرب ہیں اس کی حدیث لکھی جائے گی احمد بن حنبل نے کہا وہ مضطرب الحدیث ہے [illegible] لوگوں نے ان سے روایت کی ہے دار قطنی اور ابن عدی نے کہا اس کی حدیث لکھی جائے گی اور اکثر لوگوں نے کہا کہ اس کی روایت [illegible] نہیں۔ (نووی)

روایتوں میں بہت خلط ملط کرے وہ قابل اعتبار کے نہیں رہتا) جیسے بعض محدثین کی کیفیت معلوم ہو گئی اور ان کی حدیث میں یہ بات کھل گئی ہے پھر جب ہم بیان کر چکتے اس قسم کے راویوں کی حدیثیں (یعنی جو موصوف ہیں ساتھ کمال حفظ اور ضبط اور اتقان کے) تو اس کے بعد وہ حدیثیں لاتے ہیں جن کی اسناد میں وہ لوگ ہیں جن میں اتنا حفظ اور اتقان نہیں جیسا پہلی قسم کے راویوں میں تھا اور یہ لوگ اگرچہ پہلی قسم کے راویوں سے درجہ میں کم ہیں مگر ان کا عیب ڈھکا ہوا ہے اور سچائی اور حدیث کی روایت میں وہ بھی شامل ہیں (یعنی دوسرے درجے کے راوی بھی سچے اور ٹھیک ہیں اور جو کچھ ان میں عیب تھا وہ چھپایا گیا ہے اہل حدیث نے ان کو متہم نہیں کیا ہے کذب سے نہ ان سے روایت ترک کی ہے) جیسے عطاء بن السائب اور یزید بن ابی زیاد اور لیث بن ابی سلیم۔

وَأَضْرَابِهِمْ مِنْ حُمَّالِ الْآثَارِ وَنُقَّالِ الْأَخْبَارِ فَهُمْ وَإِنْ كَانُوا بِمَا وَصَفْنَا مِنَ الْعِلْمِ وَالسَّتْرِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَعْرُوفِينَ فَغَيْرُهُمْ مِنْ أَقْرَانِهِمْ مِمَّنْ عِنْدَهُمْ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْإِتْقَانِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِي الرِّوَايَةِ يَفْضُلُونَهُمْ فِي الْحَالِ وَالْمَرْتَبَةِ لِأَنَّ هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ دَرَجَةٌ رَفِيعَةٌ وَخَصْلَةٌ سَنِيَّةٌ.

أَلَا تَرَى أَنَّكَ إِذَا وَازَنْتَ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ الَّذِينَ سَمَّيْنَاهُمْ عَطَاءً وَيَزِيدَ وَلَيْثًا بِمَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ وَسُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ وَإِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ فِي إِتْقَانِ الْحَدِيثِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِيهِ وَجَدْتَهُمْ مُبَايِنِينَ لَهُمْ لَا يُدَانُونَهُمْ لَا شَكَّ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فِي ذَلِكَ لِلَّذِي اسْتَفَاضَ عِنْدَهُمْ مِنْ صِحَّةِ حِفْظِ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ وَإِسْمَعِيلَ وَإِتْقَانِهِمْ لِحَدِيثِهِمْ وَأَنَّهُمْ لَمْ يَعْرِفُوا

اور ان کی مانند لوگ حدیث کی روایت کرنے اور خبر کے نقل کرنے والے اگرچہ یہ لوگ مشہور ہیں علم میں اور مستور ہیں اہل حدیث کے نزدیک لیکن ان کے ہم عصر دوسرے لوگ جن کے پاس اتقان اور استقامت ہے روایت میں ان سے بڑھ کر ہیں حال اور مرتبے میں اس واسطے کہ اہل علم کے نزدیک یہ ایک درجہ ہے بلند اور ایک خصلت ہے عمدہ (یعنی ضبط اور اتقان)

کیا تو نہیں دیکھتا اگر تو نے ان تینوں کو جن کا ہم نے نام لیا یعنی عطاء اور یزید اور لیث کو منصور بن معتمر اور سلیمان اعمش اور اسمٰعیل بن ابی خالد کے ساتھ (جو ان تینوں کے ہم عصر ہیں) حدیث کے اتقان اور استقامت میں تو ان کو الگ جدا پائے گا ہرگز ان کے قریب نہ ہونگے اس بات میں کچھ شک نہیں اہل حدیث کے نزدیک اس لیے کہ ان کو ثابت ہو گیا ہے حفظ منصور اور اعمش اور اسمٰعیل کا اور ان کا ضبط اور اتقان حدیث میں جو نہیں ثابت ہوا حفظ اور یزید اور لیث

مِثْلَ ذٰلِكَ مِنْ عَطَاءٍ وَيَزِيدَ وَلَيْثٍ. [۲]

وَفِي مِثْلِ مَجْرَى هٰؤُلَاءِ إِذَا وَازَنْتَ بَيْنَ الْأَقْرَانِ كَابْنِ عَوْنٍ وَأَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ مَعَ عَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ وَأَشْعَثَ الْحُمْرَانِيِّ وَهُمَا صَاحِبَا الْحَسَنِ وَابْنِ سِيرِينَ كَمَا أَنَّ ابْنَ عَوْنٍ وَأَيُّوبَ صَاحِبَاهُمَا إِلَّا أَنَّ الْبَوْنَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ هٰذَيْنِ بَعِيدٌ فِي كَمَالِ الْفَضْلِ وَصِحَّةِ النَّقْلِ وَإِنْ كَانَ عَوْفٌ وَأَشْعَثُ غَيْرَ مَدْفُوعَيْنِ عَنْ صِدْقٍ وَأَمَانَةٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلٰكِنَّ الْحَالَ مَا وَصَفْنَا مِنَ الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِنَّمَا مَثَّلْنَا هٰؤُلَاءِ فِي التَّسْمِيَةِ لِيَكُونَ تَمْثِيلُهُمْ سِمَةً يَصْدُرُ عَنْ فَهْمِهَا مَنْ غَبِيَ عَلَيْهِ طَرِيقُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَرْتِيبِ أَهْلِهِ فِيهِ فَلَا يُقَصَّرُ بِالرَّجُلِ الْعَالِي الْقَدْرِ عَنْ دَرَجَتِهِ وَلَا يُرْفَعُ مُتَّضِعُ الْقَدْرِ فِي الْعِلْمِ فَوْقَ مَنْزِلَتِهِ وَيُعْطَى كُلُّ ذِي حَقٍّ فِيهِ حَقَّهُ وَيُنَزَّلُ مَنْزِلَتَهُ وَقَدْ ذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ)) مَعَ مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ

میں۔

اور ایسی ہی کیفیت ہے جب تو موازنہ کرے (یعنی تو لے ایک کو دوسرے کے ساتھ) ہم عصروں کو جیسے ابن عون اور ایوب سختیانی کو عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث حمرانی کے ساتھ یہ دونوں مصاحب تھے ابن سیرین اور حسن بصری کے (جو مشہور تابعین میں سے ہیں) جیسے ابن عون اور ایوب ان کے مصاحب تھے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے (یعنی ابن عون اور ایوب کا درجہ بہت بڑھ کر ہے) کمال فضل اور صحت روایت میں اگرچہ عوف اور اشعث بھی سچے اور امانت دار ہیں (امام احمد نے کہا عوف، ثقہ ہیں صالح الحدیث اور یحییٰ بن معین نے بھی کہا کہ وہ ثقہ ہیں اسی طرح اشعث حمرانی کو دار قطنی نے کہا کہ وہ ثقہ ہے اہل علم کے نزدیک) مگر اصل حال وہ ہے درجے کا اہل علم کے نزدیک جو ہم نے بیان کیا اور ہم نے مثال کے طور پر بیان کیا ان کا نام لے کر تاکہ ان کی مثال ایک نشانی ہو اور فراغت پائے اس کو سمجھ کر وہ شخص جس پر چھپا ہوا ہے راستہ علم والوں کا اہل علم کی ترتیب میں تو کم نہ کیا جائے بلند درجے والا شخص اپنے درجے سے اور بلند نہ کیا جائے کم درجے والا اپنے درجے پر اور ہر ایک کو اس کا حق دیا جائے اور اپنا درجہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم کیا ہر ایک آدمی کو اس کے مرتبے پر

---

۲ ☆ یعنی عطاء اور یزید اور لیث منصور اور سلیمان اور اسمٰعیل کے سامنے کچھ نہیں اترتے اس لیے کہ عطاء اور یزید اور لیث کا مرتبہ بہت کم ہے جیسے ان کا حال اوپر گزرا اور منصور اور اعمش اور اسمٰعیل یہ حدیث کے حافظوں اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں اسمٰعیل بن ابی خالد تو تابعی مشہور ہیں۔ انھوں نے انس بن مالک اور سلمہ بن الاکوع اور عبداللہ بن ابی اوفی اور عمرو بن حریث اور قیس بن عابد اور ابو جحیفہ کو دیکھا اور یہ سب صحابی ہیں اور سلیمان اعمش بھی تابعی ہیں کیونکہ انھوں نے انس کو دیکھا اور اعمش کہتے ہیں ضعیف البصر کو جس کی بینائی میں فتور ہو یہ ان کا لقب ہو گیا تھا اہل حدیث نے اس قسم کے القاب نقل کرنے میں قباحت نہیں دیکھی کیونکہ یہ القاب معرفت کے لیے بیان کیے جاتے ہیں نہ ذلت و توہین کے لیے منصور بن معتمر اگرچہ تابعی ہیں مگر حفظ اور اتقان میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اس لیے مسلم نے ان کا نام پہلے رکھا۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ منصور سب کوفہ والوں میں سے زیادہ ثقہ ہیں۔

مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ. ۳

رکھنے کا"اور قرآن سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہر علم والے سے بڑھ کر دوسرا علم والا ہے۔" (تو حدیث اور قرآن دونوں سے اہل علم کے تفاوت و درجات کا ثبوت مل گیا۔)

فَعَلٰى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوُجُوهِ نُؤَلِّفُ مَا سَأَلْتَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ مُتَّهَمُونَ أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيجِ حَدِيثِهِمْ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِسْوَرٍ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيِّ وَعَمْرِو بْنِ خَالِدٍ وَعَبْدِ الْقُدُّوسِ الشَّامِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْمَصْلُوبِ. ۴

تو جیسے اوپر ہم نے بیان کیا انہی طریقوں پر ہم جمع کرتے ہیں حدیثوں کو رسول اللہ ﷺ سے جن کا تو نے سوال کیا۔ اب جو حدیثیں ایسے لوگوں سے مروی ہیں جن پر سب اہلحدیث نے کذب کی نسبت کی یا اکثر اہلحدیث نے تو ان کو ہم نہیں روایت کرتے جیسے عبداللہ بن مسور ابی جعفر مدائنی، عمرو بن خالد، عبدالقدوس شامی (جو روایت کرتا ہے عکرمہ اور عطاء سے۔ عمرو بن علی فلاس نے کہا کہ اتفاق کیا اہل علم نے اس کی حدیث کے ترک پر)، محمد بن سعید مصلوب، غیاث بن ابراہیم، سلیمان بن عمرو، ابوداؤد نخعی اور ان کی مانند اور لوگ جن سے حدیث بنانے کی اور خبریں تراشنے کی نسبت کی گئی ہے (یعنی یہ سب لوگ وضاع اور کذاب اور متروک الحدیث تھے۔ ایسے لوگوں کی روایتیں میں نے بالکل نہیں لکھیں اور اسی طرح ہم نے ان لوگوں کی روایت بھی نہیں لکھی جن کی حدیث اکثر منکر (یعنی ثقہ کے خلاف) یا غلط

وَغِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو أَبِي دَاوُدَ النَّخَعِيِّ وَأَشْبَاهِهِمْ مِمَّنِ اتُّهِمَ بِوَضْعِ الْأَحَادِيثِ وَتَوْلِيدِ الْأَخْبَارِ وَكَذٰلِكَ مَنَ الْغَالِبُ عَلٰى حَدِيثِهِ الْمُنْكَرُ أَوِ الْغَلَطُ أَمْسَكْنَا أَيْضًا عَنْ حَدِيثِهِمْ وَعَلَامَةُ الْمُنْكَرِ فِي حَدِيثِ الْمُحَدِّثِ

---

۳ ☆ امام مسلمؒ نے اس حدیث کو معلقاً یعنی بلا اسناد ذکر کیا اور معلق حدیثیں مسلم کی کتاب میں بہت کم ہیں۔ ایک ان میں سے یہ حدیث بھی ہے جس کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے۔ حاکم ابو عبداللہ حافظ نے اپنی کتاب "معرفہ علوم الحدیث" میں اس کو صحیح بتلایا ہے اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا میمون بن ابی شبیب سے اس نے عائشہؓ سے۔ مگر میمون نے عائشہؓ سے نہیں سنا تو یہ حدیث منقطع ہوئی حالانکہ مسلم نے شرط کی ہے کہ حدیث متصل اور مسند ہو، اس کا جواب یوں دیا ہے کہ میمون نے مغیرہ بن شعبہ کو پایا اور مغیرہؓ حضرت عائشہؓ سے پہلے مرے اور شرط مسلم کی یہ ہے کہ ہم عصر ہو اور ملاقات ممکن ہو، تو روایت حدیث کی ملاقات پر دلیل ہے۔ البتہ اگر میمون یہ کہتے کہ میں عائشہؓ سے نہیں ملا تو اعتراض درست ہوتا۔ سوائے اس کے بزار نے اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا کہ مرفوعاً یہ حدیث اسی طور سے مروی ہے لیکن موقوفاً اور طریقوں سے بھی روایت کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴ ☆ دمشقی جس کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی یا ابو عبداللہ یا ابو قیس، اس کے نسب اور نام میں بڑا اختلاف ہے۔ حافظ عبدالغنی نے کہا وہ اپنے نام کو سو طریق پر بدلتا ہے۔ ابو حاتم نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور قتل کیا گیا اور سولی دیا گیا بے دینی کی وجہ سے اور اس کی حدیث موضوع ہے۔ اور خالد بن یزید نے کہا کہ میں نے اس سے سنا، وہ کہتا تھا جب میں کوئی عمدہ بات سنوں تو اس کی اسناد بنانے میں کچھ قباحت نہیں۔ احمد بن صالح نے کہا کہ اس نے چار ہزار حدیثیں بنائیں۔

إِذَا مَا عُرِضَتْ رِوَايَتُهُ لِلْحَدِيثِ عَلَى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْحِفْظِ وَالرِّضَا خَالَفَتْ رِوَايَتُهُ رِوَايَتَهُمْ أَوْ لَمْ تَكَدْ تُوَافِقُهَا فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيثِهِ كَذَلِكَ كَانَ مَهْجُورَ الْحَدِيثِ غَيْرَ مَقْبُولِهِ وَلَا مُسْتَعْمَلِهِ. ۵

ہوتی ہے۔ اور منکر کی نشانی محدث کی حدیث میں یہ ہے کہ جب اس کی روایت کا مقابلہ دوسرے لوگوں کی روایت سے کیا جائے جو اچھے اور حافظے والے ہیں تو اس کی روایت ان کی روایت کے خلاف ہو ساری کی ساری یا کچھ موافق ہو اور اگر اکثر اس قسم کی روایتیں ہوں تو وہ مہجور الحدیث ہے یعنی اس کی روایت مقبول و مستعمل نہ ہوگی۔

فَمِنْ هَذَا الضَّرْبِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَرَّرٍ وَيَحْيَى بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ وَالْجَرَّاحُ بْنُ الْمِنْهَالِ أَبُو الْعَطُوفِ وَعَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ وَحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ضُمَيْرَةَ وَعُمَرُ بْنُ صُهْبَانَ وَمَنْ نَحَا نَحْوَهُمْ فِي رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْحَدِيثِ. ۶

اس قسم کے راویوں میں سے عبداللہ بن محرر' یحییٰ بن ابی انیسہ' جراح بن منہال ابوالعطوف' عباد بن کثیر' حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ' عمر بن صہبان اور ان کے مثل اور لوگ ہیں جو منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

فَلَسْنَا نُعَرِّجُ عَلَى حَدِيثِهِمْ وَلَا نَتَشَاغَلُ بِهِ لِأَنَّ حُكْمَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالَّذِي نَعْرِفُ مِنْ مَذْهَبِهِمْ فِي قَبُولِ مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ الْمُحَدِّثُ مِنَ الْحَدِيثِ أَنْ يَكُونَ قَدْ شَارَكَ الثِّقَاتِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ فِي بَعْضِ مَا رَوَوْا وَأَمْعَنَ فِي ذَلِكَ عَلَى الْمُوَافَقَةِ لَهُمْ فَإِذَا وُجِدَ كَذَلِكَ ثُمَّ زَادَ بَعْدَ ذَلِكَ شَيْئًا لَيْسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ قُبِلَتْ زِيَادَتُهُ فَأَمَّا مَنْ تَرَاهُ يَعْمِدُ لِمِثْلِ الزُّهْرِيِّ فِي جَلَالَتِهِ وَكَثْرَةِ أَصْحَابِهِ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِينَ لِحَدِيثِهِ وَحَدِيثِ

تو ہم ان لوگوں کی حدیثیں نہیں لاتے نہ ان میں مشغول ہوتے ہیں اس لیے کہ اہل علم نے جو حکم کیا ہے اور جو ان کا مذہب معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جس روایت کو ایک ہی محدث نے روایت کیا ہو وہ قبول کی جائے گی اس شرط سے کہ وہ محدث شریک ہو اور ثقہ اور حافظ لوگوں کا ان کی بعض روایتوں میں یا پوری روایتوں میں ان کا موافق ہو' پھر جب یہ حال ہو اس کا اور کسی روایت میں کچھ عبارت زیادہ کرے جو اس کے ساتھیوں کی روایت میں نہ ہو تو وہ قبول کی جائے گی۔ لیکن اگر تو کسی کو دیکھے جو زہریؒ جیسے بزرگ شخص سے روایت کرنے کا قصد کرے جس کے

۵ ☆ تو منکر کے معنی یہ ٹھہرے کہ جو روایت اور ثقہ لوگوں کی روایت کے خلاف ہو اس کو منکر' مردود بھی کہتے ہیں اور ایک منکر اس کو بھی کہتے ہیں جس کو ایک ہی ثقہ شخص نے روایت کیا ہو مگر یہ مردود نہیں ہے جب وہ ثقہ' ضابط اور متقن ہو۔ (نوویؒ)

۶ ☆ عبداللہ بن محرر یا عبداللہ بن محرر مگر صحیح محرر ہے بصیغہ اسم مفعول اور برائین مہمل تین اتباع تابعین میں سے ہے' روایت کرتا ہے حسن' قتادہؒ' زہریؒ اور نافعؒ وغیرہ تابعی سے' روایت کی ہے اس سے ثوریؒ اور ایک جماعت نے' اتفاق کیا ہے محدثین نے اس کے ترک پر۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ لوگوں نے ترک کر دیا ہے اس کی حدیث کو۔ ابو انیسہ جو یحییٰؒ کا باپ ہے' اس کا نام زید ہے اور ابوالعطوف جراح بن منہال سے روایت کرتا ہے۔ بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے اور عمر بن صہبان اسلمی مدنی ہے' اتفاق ہے اس کے متروک ہونے پر۔ (نوویؒ)

غَيْرِهِ أَوْ لِمِثْلِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَحَدِيثُهُمَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَبْسُوطٌ مُشْتَرَكٌ قَدْ نَقَلَ أَصْحَابُهُمَا عَنْهُمَا حَدِيثَهُمَا عَلَى الِاتِّفَاقِ مِنْهُمْ فِي أَكْثَرِهِ فَيَرْوِي عَنْهُمَا أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا الْعَدَدَ مِنَ الْحَدِيثِ مِمَّا لَا يَعْرِفُهُ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِمَا وَلَيْسَ مِمَّنْ قَدْ شَارَكَهُمْ فِي الصَّحِيحِ مِمَّا عِنْدَهُمْ فَغَيْرُ جَائِزٍ قَبُولُ حَدِيثِ هَذَا الضَّرْبِ مِنَ النَّاسِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

شاگرد بہت ہیں اور وہ حافظ ہیں اور مضبوطی سے بیان کرتے ہیں اس کی اور اوروں کی حدیثوں کو یا ہشام بن عروہؒ سے روایت کا قصد کرے اور ان دونوں کی یعنی ہشامؒ اور زہریؒ کی حدیثیں اہل علم کے نزدیک پھیلی ہوئی ہیں اور مشترک ہیں اور ان دونوں کے شاگرد ان کی حدیثوں کو اتفاق کے ساتھ اکثر بیان کرتے ہیں' پھر وہ شخص ان دونوں سے چند ایسی حدیثیں نقل کرے جو کسی شاگرد کو ان دونوں کے شاگردوں میں سے معلوم نہ ہوں اور وہ شخص صحیح روایتوں میں ان شاگردوں کا شریک نہ ہو تو اس قسم کی روایتیں ایسے لوگوں سے ہرگز مقبول نہ ہوں گی۔ (بلکہ وہ منکر و مردود ہوں گی۔)

وَقَدْ شَرَحْنَا مِنْ مَذْهَبِ الْحَدِيثِ وَأَهْلِهِ بَعْضَ مَا يَتَوَجَّهُ بِهِ مَنْ أَرَادَ سَبِيلَ الْقَوْمِ وَوُفِّقَ لَهَا وَسَنَزِيدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى شَرْحًا وَإِيضَاحًا فِي مَوَاضِعَ مِنَ الْكِتَابِ عِنْدَ ذِكْرِ الْأَخْبَارِ الْمُعَلَّلَةِ إِذَا أَتَيْنَا عَلَيْهَا فِي الْأَمَاكِنِ الَّتِي يَلِيقُ بِهَا الشَّرْحُ وَالْإِيضَاحُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَبَعْدُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَلَوْلَا الَّذِي رَأَيْنَا مِنْ سُوءِ صَنِيعِ كَثِيرٍ مِمَّنْ نَصَبَ نَفْسَهُ مُحَدِّثًا فِيمَا يَلْزَمُهُمْ مِنْ طَرْحِ الْأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ وَالرِّوَايَاتِ الْمُنْكَرَةِ وَتَرْكِهِمْ الِاقْتِصَارَ عَلَى الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمَشْهُورَةِ مِمَّا نَقَلَهُ الثِّقَاتُ الْمَعْرُوفُونَ بِالصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ وَإِقْرَارِهِمْ بِأَلْسِنَتِهِمْ أَنَّ كَثِيرًا مِمَّا يَقْذِفُونَ بِهِ إِلَى الْأَغْبِيَاءِ مِنَ النَّاسِ هُوَ مُسْتَنْكَرٌ وَمَنْقُولٌ عَنْ قَوْمٍ غَيْرِ مَرْضِيِّينَ مِمَّنْ ذَمَّ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ أَئِمَّةُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِثْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ

اور ہم نے بیان کیا مذہب حدیث اور اہلحدیث کا اس قدر جو مقصود ہے اس شخص کا جو چلنا چاہے اہلحدیث کی راہ پر اور اس کو توفیق دی جائے چلنے کی اس پر اور خدا چاہے تو ہم اس کو شرح اور وضاحت سے بیان کریں گے اس کتاب کے کئی مقاموں میں جہاں وہ حدیثیں آئیں گی جن میں کچھ علتیں ہیں' ان مقاموں میں جہاں شرح کرنا اور واضح بیان کرنا مناسب ہوگا۔ بعد ان سب باتوں کے جو اوپر گزریں' خدا تجھ پر رحم کرے اگر ہم نہ دیکھتے وہ برا کام جو کر رہا ہے وہ شخص جس نے اپنے تئیں محدث بنایا ہے یعنی لازم ہے ایسے شخص کو کہ ضعیف حدیثوں اور منکر روایتوں کو نقل نہ کرے اور صرف انہی حدیثوں کو روایت کرے جو صحیح اور مشہور ہیں' جن کو ثقہ لوگوں نے جن کی سچائی اور امانت مشہور ہے نقل کیا ہے اور وہ جانتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ بہت سی حدیثیں جن کو وہ عام لوگوں کو سناتا ہے منکر ہیں اور ان لوگوں سے مروی ہیں جن کی مذمت حدیث کے اماموں نے کی ہے جیسے مالک بن انسؒ' شعبہ بن حجاجؒ' سفیان بن عیینہؒ' یحییٰ بن سعید القطانؒ اور عبدالرحمٰن بن مہدیؒ وغیرہم نے۔ (یہ سب حدیث کے بڑے امام اور پیشوا

وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ لَمَا سَهُلَ عَلَيْنَا الِانْتِصَابُ لِمَا سَأَلْتَ مِنَ التَّمْيِيزِ وَالتَّحْصِيلِ وَلَكِنْ مِنْ أَجْلِ مَا أَعْلَمْنَاكَ مِنْ نَشْرِ الْقَوْمِ الْأَخْبَارَ الْمُنْكَرَةَ بِالْأَسَانِيدِ الضِّعَافِ الْمَجْهُولَةِ وَقَذْفِهِمْ بِهَا إِلَى الْعَوَامِّ الَّذِينَ لَا يَعْرِفُونَ عُيُوبَهَا خَفَّ عَلَى قُلُوبِنَا إِجَابَتُكَ إِلَى مَا سَأَلْتَ.

ہیں) البتہ ہم کو یہ تکلیف اٹھانا' تیری خواہش کے مطابق جو تو نے صحیح حدیثوں کو جدا کرنے کے لیے کی تھی دشوار ہوتی۔ (کیوں کہ جب سب لوگ یہی عادت اپناتے کہ صرف صحیح حدیثیں نقل کیا کرتے تو عوام کے دھوکہ کھانے کا ڈر نہ ہوتا اور صحیح حدیثوں کے جدا کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑتی) لیکن اس وجہ سے جو ہم نے بیان کی کہ لوگ منکر حدیثوں کو ضعیف اور مجہول سندوں سے بیان کیا کرتے ہیں اور عوام کو سنا دیتے ہیں جن کو عیبوں کے پہچاننے کی لیاقت نہیں' تیری خواہش کا قبول کرنا ہم پر آسان ہو گیا۔ (اس لیے کہ جس کام کی ضرورت ہوتی ہے اس کا کرنا آسان ہوتا ہے۔)

بَاب وُجُوبِ الرِّوَايَةِ عَنِ الثِّقَاتِ وَتَرْكِ الْكَذَّابِينَ

باب: ہمیشہ ثقہ اور معتبر لوگوں سے روایت کرنا چاہئے اور جن لوگوں کا جھوٹ ثابت ہو ان سے روایت نہ کرنا چاہئے

وَاعْلَمْ وَفَّقَكَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيزَ بَيْنَ صَحِيحِ الرِّوَايَاتِ وَسَقِيمِهَا وَثِقَاتِ النَّاقِلِينَ لَهَا مِنَ الْمُتَّهَمِينَ أَنْ لَا يَرْوِيَ مِنْهَا إِلَّا مَا عَرَفَ صِحَّةَ مَخَارِجِهِ وَالسِّتَارَةَ فِي نَاقِلِيهِ وَأَنْ يَتَّقِيَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ أَهْلِ التُّهَمِ وَالْمُعَانِدِينَ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ. ؎

جان تو! خدا تجھ کو توفیق دے' جو شخص صحیح اور ضعیف حدیث میں تمیز کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور ثقہ (معتبر) اور متہم (جن پر تہمت لگی ہو کذب وغیرہ کی) راویوں کو پہچانتا ہو اس پر واجب ہے کہ نہ روایت کرے مگر اس حدیث کو جس کے اصل کی صحت (۱) ہو اور اس کے (۲) نقل کرنے والے وہ لوگ ہوں جن کا عیب فاش نہ ہوا ہو اور بچے ان لوگوں کی روایت سے جن پر تہمت لگائی گئی ہے یا جو عناد رکھتے ہیں بدعتی لوگوں میں سے۔

؎ ☆ نوویؒ نے کہا کہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ جو بدعتی ایسا ہو جس کی بدعت نے اس کو کفر تک پہنچا دیا ہو اس کی روایت تو بالاتفاق مقبول نہیں اور جس کی بدعت کفر تک نہیں پہنچی اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کی روایت مقبول ہے بشرطیکہ وہ روایت اس کی بدعت کی تائید میں نہ ہو۔ اور صحیحین وغیرہما میں بہت سی روایتیں ان لوگوں سے منقول ہیں جو بدعت میں گرفتار تھے۔ اصل یہ ہے کہ جو بدعتی عناد رکھتا ہو یعنی تعصب کہ جھوٹی روایت اپنی تائید کے لیے نقل کرنا جائز رکھے جیسے روافض میں سے ایک فرقہ خطابیہ جو اپنی قوم کے فائدے کے لیے جھوٹی گواہی دینا جائز رکھتا ہے' اس کی روایت قبول نہیں ہو گی اور جو بدعتی سچا ہو اور اس کی عدالت، روایت میں معلوم ہو اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔

وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الَّذِي قُلْنَا مِنْ هَذَا هُوَ اللَّازِمُ دُونَ مَا خَالَفَهُ قَوْلُ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ. ۸

اور دلیل اس پر جو ہم نے کہا یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم تکلیف دو کسی قوم کو نادانی سے، پھر کل کو پچھتاؤ اپنے کئے ہوئے پر۔

وَقَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ فَدَلَّ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ هَذِهِ الْآيِ أَنَّ خَبَرَ الْفَاسِقِ سَاقِطٌ غَيْرُ مَقْبُولٍ وَأَنَّ شَهَادَةَ غَيْرِ الْعَدْلِ مَرْدُودَةٌ.

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گواہ بناؤ دو مردوں کو یا ایک مرد اور دو عورتوں کو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (گواہی کے لیے یعنی جو سچے اور نیک معلوم ہوں۔) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ گواہ بناؤ دو شخصوں کو جو عادل ہوں۔ تو ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ فاسق کی بات بے اعتبار ہے اور قبول کے لائق نہیں اور جو شخص عادل نہ ہو اس کی گواہی مردود ہے۔

وَالْخَبَرُ وَإِنْ فَارَقَ مَعْنَاهُ مَعْنَى الشَّهَادَةِ فِي بَعْضِ الْوُجُوهِ فَقَدْ يَجْتَمِعَانِ فِي أَعْظَمِ مَعَانِيهِمَا إِذْ كَانَ خَبَرُ الْفَاسِقِ غَيْرَ مَقْبُولٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا أَنَّ شَهَادَتَهُ مَرْدُودَةٌ عِنْدَ جَمِيعِهِمْ. ۹

اور حدیث بیان کرنے اور گواہی دینے میں اگرچہ کچھ فرق ہے مگر وہ دونوں شریک ہیں ایک بڑے مطلب میں۔ لہٰذا حدیث فاسق کی مقبول نہیں علماء کے نزدیک جیسے گواہی فاسق کی مردود ہے سب کے نزدیک۔

---

۸ ☆ ایک شخص کو حضرتؐ نے بھیجا ایک قوم پر زکوٰۃ لینے کو وہ نکلے اس کے استقبال کو اسلام سے پہلے اس قوم میں اور اس کی قوم میں دشمنی تھی۔ یہ ڈرا کہ میرے مارنے کو نکلے 'الٹا بھاگا' مدینے میں آکر مشہور کر دیا کہ فلانی قوم مرتد ہو گئی۔ حضرتؐ ان پر فوج بھیجتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہادت فاسق کی مقبول نہیں۔

۹ ☆ یہ جواب ہے ایک اعتراض کا کہ جو آیتیں اوپر بیان ہوئیں ہیں ان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں لیکن اس کی حدیث کا مردود ہونا ان آیات سے ثابت نہیں ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ حدیث اور گواہی دونوں درحقیقت ایک ہیں اگرچہ بعض باتوں میں کچھ فرق ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ گواہی میں آزادی اور مردیت اور عدد (یعنی دو گواہ) شرط ہے اور حدیث میں یہ شرط نہیں تو مقبول ہے حدیث غلام' عورت اور ایک شخص کی۔ لیکن دونوں میں یہ ضرور ہے کہ اسلام ہو' عقل ہو، بلوغ ہو، عدالت ہو، مروت ہو، ضبط اور حفظ ہو، تحمل اور ادائے وقت۔ (تحمل وہ وقت کہ جب حدیث سنے یا دیکھے اور ادا وہ وقت کہ جب اس کو بیان کرے کسی سے۔ اسی طرح گواہی میں ایک تحمل کا وقت ہے یعنی جب واقعہ سنے یا دیکھے اور ایک ادا کا یعنی جب قاضی کے سامنے گواہی دے۔) اندھے کی گواہی میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک جائز نہیں اور امام مالکؒ اور ایک جماعت کے نزدیک جائز ہے اور حدیث اس کی بالاتفاق مقبول ہے۔ اسی طرح بلوغ کی شرط حدیث کے اداء کے وقت ہے نہ کہ تحمل کے وقت۔ تو لڑکپن میں راوی جو سنے اور بلوغ کے وقت بیان کرے تو اس کی روایت مقبول ہے اور یہی قول ہے اکثر علماء کا۔ مگر بعض کا یہ مذہب ہے کہ تحمل کے وقت بھی بلوغ ضرور ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ بلوغ نہ تحمل کے وقت شرط ہے نہ اداء کے وقت اور یہ دونوں مذہب شاذ اور جمہور علماء کے خلاف ہیں۔ (نوویؒ)

وَدَلَّتِ السُّنَّةُ عَلَى نَفْيِ رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْأَخْبَارِ كَنَحْوِ دَلَالَةِ الْقُرْآنِ عَلَى نَفْيِ خَبَرِ الْفَاسِقِ وَهُوَ الْأَثَرُ الْمَشْهُورُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ)). ✿

اسی طرح حدیث شریف سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ منکر روایت کا بیان کرنا (جس کے غلط ہونے کا احتمال ہو) درست نہیں جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے اور وہ حدیث وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بہ شہرت منقول ہے کہ فرمایا آپؐ نے کہ جو شخص مجھ سے حدیث نقل کرے اور وہ خیال کرتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ خود جھوٹا ہے۔

بَابُ تَغْلِيظِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا کتنا بڑا گناہ ہے

١- عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ.

۱- امام مسلمؒ نے اپنی اسناد سے روایت کیا سمرہ بن جندبؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ (یعنی وہی حدیث جو اوپر گذری کہ جو شخص مجھ سے حدیث نقل کرے اور وہ سمجھتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ خود جھوٹا ہے۔)

✿ ☆ یعنی گو اس نے جھوٹ نہیں بنایا لیکن جب اس کو خیال ہے کہ اس حدیث کی صحت کا یقین نہیں ہو سکتا تو اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر اس پر بھی بیان کیا اور اس کا عیب ظاہر نہ کیا تو جھوٹوں میں وہ بھی شریک ہو گیا یعنی اس پر بھی اتنا ہی وبال ہو گا جتنا جھوٹی حدیث بنانے والے پر۔ امام مسلمؒ نے اس حدیث کو مشہور کہا کیونکہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے متعدد صحابہؓ سے مروی ہے۔ بزار نے اپنی "مسند" میں بیان کیا کہ چالیس صحابیوں سے یہ حدیث اس نے روایت کی ہے اور ابو بکر صیرفی نے لکھا ہے کہ وہ ساٹھ صحابیوں سے مروی ہے اور ابن مندہ نے کہا کہ ستاسی صحابیوں سے اور بعضوں نے کہ باسٹھ صحابیوں سے اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور کوئی حدیث سوائے اس حدیث کے ایسی نہیں جس کو سب عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو یا ساٹھ صحابیوں سے زیادہ نے روایت کیا ہو اور بعضوں نے اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث دو سو صحابیوں سے منقول ہے اور بخاری اور مسلمؒ دونوں نے نقل کیا اس حدیث کو۔

(۱) ☆ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرتؐ پر جھوٹ باندھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جیسے آگے بیان کی گئیں روایتوں میں ہے کہ جو ایسا کرے گا اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔ لیکن اگر مومن ہے تو جہنم سے نکلے گا کیونکہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ موحد ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا اگرچہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ جس حدیث کے جھوٹ ہونے کا ظن ہو اس کو نقل کرنا بھی درست نہیں۔ لیکن جب اس کے ساتھ یہ بات بھی کہہ دے یا لکھ دے کہ یہ حدیث منکر ہے یا ضعیف ہے یا اس میں یہ علت ہے تو درست ہے اور جائز ہے محدثین کے نزدیک۔ اس لیے کہ محدثین نے اپنی کتابوں میں تمام قسم کی حدیثوں کو بیان کیا ہے یہاں تک کہ موضوعات کو بھی۔ تیسرا یہ کہ اگر نقل کرنے والے کے خیال میں غلطی ہو یعنی وہ جھوٹی حدیث کو صحیح سمجھ کر بیان کرے تو اس پر گناہ نہیں جیسے حاکمؒ اور ابن ماجہؒ نے بعض حدیثوں کو صحیح خیال کر کے روایت کیا ہے۔ چوتھا یہ کہ ہر قسم کی حدیث خواہ احکام ہوں خواہ فضائل یا اخلاق میں سب میں یہی حکم ہے اور کرامیہ کے نزدیک فضائل اور اخلاق میں حدیث بنالینا درست ہے اور یہ ان کی انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ (نوویؒ مع زیادہ)

۲- عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**لاَ تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ**)).

۲- ربعی بن حراش سے روایت ہے' اس نے سنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے 'وہ خطبہ پڑھ رہے تھے' کہتے تھے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت جھوٹ باندھو میرے اوپر۔ جو کوئی میرے اوپر جھوٹ باندھے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

۳- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ**)).

۳- انس بن مالکؓ سے روایت ہے' انھوں نے کہا' مجھے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے یہی بات روکتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ**)).

۴- ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

٥- عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ رضي الله عنه قَالَ أَتَيْتُ الْمَسْجِدَ وَالْمُغِيرَةُ أَمِيرُ الْكُوفَةِ قَالَ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((**إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ**)).

۵- علی بن ابی ربیعہ والبیؒ سے روایت ہے' انھوں نے کہا کہ میں مسجد میں آیا اور ان دنوں مغیرہ بن شعبہؓ کوفہ کے حاکم تھے تو مغیرہؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ' فرماتے تھے کہ میرے اوپر جھوٹ باندھنا ایسے نہیں ہے جیسے کسی اور پر جھوٹ باندھنا (کیونکہ اور کسی پر جھوٹ باندھنے سے جھوٹ بولنے والے کا نقصان ہوگا یا جس پر جھوٹ باندھا اس کا بھی یا اور دو تین آدمیوں کا سہی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے ایک عالم گمراہ ہوگا اور دنیا کو نقصان پہنچے گا) پھر جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

٦- عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ ((**إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ**)).

۶- ایک دوسری سند سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں لیکن اس میں "ان کذبا علی لیس ککذب علی احد" کے الفاظ نہیں ہیں۔

---

(۲) ☆ یعنی وہ جہنم میں جانے کے لائق ہو گیا۔ اب اگر خدا معاف کر دے تو جہنم سے چھٹکارا ہو سکتا ہے جیسے سب کبیرہ گناہوں میں ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ بد دعا ہے جھوٹی حدیث بنانے والے کے لیے یعنی خدا اس کو جہنم میں داخل کرے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

باب: سنی ہوئی بات (بغیر تحقیق کئے ہوئے) کہہ دینا منع ہے

۷- عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ)).

۷- حفص بن عاصمؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافی ہے آدمی کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ بات کہ جو سنے اس کو آگے بیان کر دے۔

۸- عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذَلِكَ

۸- حفص بن عاصمؒ ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبیؐ سے اس کی مثل بیان کیا۔

۹- عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ.

۹- ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کافی ہے آدمی کو اتنا جھوٹ کہ کہہ ڈالے جو بات سنے۔

۱۰- عَنِ ابْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي مَالِكٌ اعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ يَسْلَمُ رَجُلٌ حَدَّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ وَلَا يَكُونُ إِمَامًا أَبَدًا وَهُوَ يُحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

۱۰- ابن وہب سے روایت ہے کہ امام مالکؒ نے مجھ سے کہا کہ جان تو اس بات کو کہ جو شخص کہہ ڈالے جو سنے وہ بچ نہیں سکتا (جھوٹ سے) اور کبھی وہ شخص امام (پیشوا) نہیں ہو سکتا جو بیان کرے ہر ایک بات کو جس کو وہ سنے۔

۱۱- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

۱۱- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ کافی ہے آدمی کو اتنا جھوٹ کہ جو سنے وہ کہہ دے۔

۱۲- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ يَقُولُ لَا يَكُونُ الرَّجُلُ إِمَامًا يُقْتَدَى بِهِ حَتَّى يُمْسِكَ عَنْ بَعْضِ مَا سَمِعَ.

۱۲- عبدالرحمٰن بن مہدی (جو حدیث کے بڑے امام ہیں) انھوں نے کہا کہ آدمی کبھی امام نہیں ہو سکتا (یعنی اس لائق کہ لوگ اس کی پیروی کریں جب تک کہ وہ نہ کہے بعض باتوں کو جن کو اس نے سنا ہو) اس خیال سے کہ شاید یہ باتیں غلط ہوں تو میرا جھوٹ ثابت ہوگا۔

۱۳- عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ سَأَلَنِي إِيَاسُ

۱۳- سفیان بن حسین سے روایت ہے کہ مجھ سے ایاس بن معاویہ

(۷) ☆ بغیر تحقیق اور تنقیح کے اس لیے کہ جھوٹ کہتے ہیں خلاف واقع بیان کرنے کو پھر اگر عمداً ایسا امر کرے تو گنہگار ہوگا ورنہ گنہگار نہ ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ عادت کہ جو سنے وہ کہہ ڈالے بری ہے بلکہ تحقیق کرنا ضروری ہے کہ یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی جب سچائی کا یقین ہو تو اس وقت اگر منہ سے نکالے تو برا نہیں۔

بْنُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ إِنِّي أَرَاكَ قَدْ كَلِفْتَ بِعِلْمِ الْقُرْآنِ فَاقْرَأْ عَلَيَّ سُورَةً وَفَسِّرْ حَتَّى أَنْظُرَ فِيمَا عَلِمْتَ قَالَ فَفَعَلْتُ فَقَالَ لِيَ احْفَظْ عَلَيَّ مَا أَقُولُ لَكَ إِيَّاكَ وَالشَّنَاعَةَ فِي الْحَدِيثِ فَإِنَّهُ قَلَّمَا حَمَلَهَا أَحَدٌ إِلَّا ذَلَّ فِي نَفْسِهِ وَكُذِّبَ فِي حَدِيثِهِ.

نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں تم بہت محنت کرتے ہو قرآن کے حاصل کرنے میں (یعنی علم تفسیر میں) تو ایک سورت پڑھو میرے سامنے' پھر اس کا مطلب بیان کرو تاکہ میں دیکھوں تمہارا علم۔ سفیان نے کہا میں نے ایسا ہی کیا۔ ایاس نے کہا' یاد رکھ جو میں کہتا ہوں تجھ سے' بچ تو شناعت سے حدیث میں (شناعت کے معنی قباحت یعنی ایسی حدیثیں مت نقل کر کہ لوگ تمہیں برا سمجھیں اور جھوٹا جانیں) کیونکہ جس نے شناعت کو اختیار کیا وہ خود بھی ذلیل ہوا اور دوسروں نے بھی اس کو جھٹلایا (یعنی اس کا اعتبار جاتا رہا۔ اب سچی بات بھی اس کی جھوٹی سمجھی جاتی ہے)۔

١٤ – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ مَا أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيثًا لَا تَبْلُغُهُ عُقُولُهُمْ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً.

۱۴- عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ جب تو لوگوں سے ایسی حدیثیں بیان کرے جو ان کی عقل میں نہ آئیں تو بعض لوگوں کے لیے اس میں فتنہ ہوگا یعنی وہ گمراہ ہو جائیں گے اس لیے ہر شخص سے اس کی عقل کے موافق بات کرنی چاہیے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الرِّوَايَةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَالِاحْتِيَاطِ فِي تَحَمُّلِهَا [1]

باب: ضعیف لوگوں سے روایت کرنا منع ہے اور روایت کے تحمل کے وقت احتیاط کرنی چاہیے

١٥ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ((سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ مَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ)).

۱۵- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اخیر امت میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو تم سے حدیثیں بیان کریں گے جن کو نہ تم نے سنا نہ تمہارے باپ دادا نے تو ان سے بچے رہنا۔

١٦ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَكُونُ فِي آخِرِ

۱۶- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اخیر زمانے میں دجال (یعنی جھوٹ کو سچ بنانے والے) اور کذاب یعنی

---

[1] ☆ بعض نسخوں میں اس باب کو یوں لکھا ہے "باب فی الضعفاء والکذابین ومن یرغب عن حدیثھم" یعنی باب ضعفاء اور کذابین یعنی جھوٹوں کے بیان میں اور جن کی حدیث سے نفرت کرنا چاہیے۔

(۱۵) ☆ یعنی ان کے قریب بھی نہ آنا اور حدیث کو اچھی طرح سے جانچ لینا اب اس زمانے میں بھی بہت سے جاہل فقیر ادھر ادھر کے کٹ ملا اپنی بات جمانے کے لیے حدیثیں بے سند نقل کرتے ہیں ان کا اعتبار نہ کرنا چاہیے جب تک وہ حدیث صحیح کتابوں میں نہ ملے۔ (اللہ کے فضل سے اب صحاح ستہ کا ترجمہ قریب مکمل ہو چکا ہے۔ عام لوگوں کو بھی یہ کتابیں فائدہ دے سکتی ہیں۔)

الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ))

جھوٹ بولنے والے پیدا ہوں گے۔ وہ ایسی حدیثیں تم کو سنائیں گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہو نگی' تو بچے رہنا ان سے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کر دیں اور آفت میں ڈال دیں۔

١٧- عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبَدَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ.

۱۷- عامر بن عبدہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ شیطان ایک مرد کی صورت بن کر لوگوں کے پاس آتا ہے' پھر ان سے جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے' جب لوگ اس جگہ سے جدا ہو جاتے ہیں تو ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے سنا ایک شخص سے جس کی صورت میں پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا وہ ایسا بیان کرتا تھا۔

١٨- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ إِنَّ فِي الْبَحْرِ شَيَاطِينَ مَسْجُونَةً أَوْثَقَهَا سُلَيْمَانُ يُوشِكُ أَنْ تَخْرُجَ فَتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ قُرْآنًا.

۱۸- عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ دریا میں یعنی سمندر میں بہت سے شیطان ہیں جن کو قید کیا ہے حضرت سلیمانؑ نے' قریب ہے کہ وہ نکلیں اور لوگوں کو قرآن سنائیں۔

١٩- عَنْ طَاوُسٍ قَالَ جَاءَ هَذَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِي بُشَيْرَ بْنَ كَعْبٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عُدْ لِحَدِيثِ كَذَا وَكَذَا فَعَادَ لَهُ ثُمَّ حَدَّثَهُ فَقَالَ لَهُ عُدْ لِحَدِيثِ كَذَا وَكَذَا فَعَادَ لَهُ فَقَالَ لَهُ مَا أَدْرِي أَعَرَفْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَأَنْكَرْتَ هَذَا أَمْ أَنْكَرْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَعَرَفْتَ هَذَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا نُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ لَمْ يَكُنْ يُكْذَبُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ تَرَكْنَا الْحَدِيثَ عَنْهُ.

۱۹- طاؤسؒ سے روایت ہے کہ بشیر بن کعب ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان سے حدیثیں بیان کرنے لگے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ فلانی حدیث پھر بیان کر' انھوں نے پھر دوبارہ بیان کیا اور کہا مجھے معلوم نہیں ہو کہ تم نے سب حدیثیں میری پہچانیں اور اسی کو منکر سمجھا یا سب حدیثوں کو منکر سمجھا اور اسی حدیث کو پہچانا۔ ابن عباسؓ نے ان سے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے حدیث نقل کیا کرتے تھے جب آپ پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا تھا لیکن جب لوگ بری اور اچھی راہ چلنے لگے (یعنی سب قسم کی حدیثیں صحیح اور غلط نقل کرنے لگے) تو ہم نے حدیثیں بیان کرنا چھوڑ دیا۔

٢٠- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيثَ وَالْحَدِيثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا إِذْ رَكِبْتُمْ كُلَّ صَعْبٍ وَذَلُولٍ فَهَيْهَاتَ.

۲۰- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم حدیث یاد کیا کرتے تھے اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی یاد کرنا چاہئے لیکن جب تم بری اور اچھی ہر طرح کی راہ چلنے لگے تو اب اعتبار جاتا رہا اور دور ہو گیا۔

٢١- عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ جَاءَ بُشَيْرٌ الْعَدَوِيُّ إِلَى

۲۱- مجاہد سے روایت ہے کہ بشیر بن کعب عدوی ابن عباسؓ کے

ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ وَيَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَأْذَنُ لِحَدِيثِهِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَالِي لَا أَرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيثِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْمَعُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ

پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے۔ ابن عباسؓ نے کان نہ لگایا اس کی طرف نہ دیکھا ان کو۔ بشیر بولے 'اے ابن عباسؓ! تم کو کیا ہوا جو میری بات نہیں سنتے' میں حدیث بیان کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ سے اور تم نہیں سنتے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ایک وہ وقت تھا جب ہم کسی شخص سے یہ سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تو اسی وقت اس طرف دیکھتے اور کان اپنے لگا دیتے' پھر جب لوگ بری اور اچھی راہ چلنے لگے (یعنی غلط روایتیں شروع ہو گئیں) تو ہم لوگوں نے سننا چھوڑ دیا مگر جس حدیث کو ہم پہچانتے ہیں۔ (اور ہم کو صحیح معلوم ہوتی ہے تو اس کو سن لیتے ہیں۔)

۲۲- عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابًا وَيُخْفِي عَنِّي فَقَالَ وَلَدٌ نَاصِحٌ أَنَا أَخْتَارُ لَهُ الْأُمُورَ اخْتِيَارًا وَأُخْفِي عَنْهُ.

۲۲- ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کو لکھا کہ میرے لیے ایک کتاب لکھ دو اور چھپالو (ان باتوں کو جن میں کلام ہے تاکہ جھگڑا نہ ہو۔) ابن عباسؓ نے کہا لڑکا (اچھی) نصیحت کرتا ہے (یعنی ابن ابی ملکیہ کو کہا) میں اس کے لیے چنوں گا باتوں کو اور چھپالوں گا (جو چھپانے کی باتیں ہیں)۔

قَالَ فَدَعَا بِقَضَاءِ عَلِيٍّ فَجَعَلَ يَكْتُبُ مِنْهُ أَشْيَاءَ وَيَمُرُّ بِهِ الشَّيْءُ فَيَقُولُ وَاللَّهِ مَا قَضَى بِهَذَا عَلِيٌّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ ضَلَّ

پھر انھوں نے حضرت علیؓ کے فیصلوں کو منگوایا' ان میں سے کچھ باتیں لکھنے لگے اور بعضے فیصلوں کو دیکھ کر کہتے تھے کہ قسم خدا کی حضرت علی نے ایسا فیصلہ نہیں کیا اگر کیا ہو تو وہ بھٹک گئے۔ (یعنی ان سے غلطی ہوئی۔)

---

(۲۲) ☆ یہ ترجمہ جب ہے کہ اس روایت میں یخفی خائے معجمہ سے ہو جیسا کہ اکثر نسخوں میں ہے اور بعض نسخوں میں یہ دونوں لفظ حائے حطی سے ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا کہ کم کر لیں ان باتوں کو جو کمی کے قابل ہیں یعنی بہت لمبی کتاب نہ لکھیں مختصر لکھیں اور ابن عباسؓ نے بھی ایسا ہی کہا کہ کم کروں گا میں یا عنی معنوں میں علمی کے ہے یعنی میں نے یہ خواہش کی کہ خوب اچھی طرح لکھیں اور ابن عباسؓ نے بھی ایسا ہی کہا کہ میں خوب انتخاب کروں گا حدیثوں کا اور اچھی طرح اس کو لکھوں گا۔

جب حضرت علیؓ راشدین میں سے اور رسول اللہؐ کے عزیز اور ساتھی اور علم کے دریا تھے۔ ان کے فیصلوں میں غلطی ہو تو اور عالموں اور مولویوں کے سب حکم کیوں کر صحیح ہو سکتے ہیں۔ بعضوں نے کہا مطلب ابن عباسؓ کا یہ ہے کہ روایت غلط ہے اور حضرت علیؓ گمراہ نہ تھے تو انھوں نے یہ فیصلہ کیوں کر کیا ہوگا۔

۲۳- عَنْ طَاوُسٍ قَالَ أُتِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِكِتَابٍ فِيهِ قَضَاءُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَمَحَاهُ إِلَّا قَدْرَ وَأَشَارَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِذِرَاعِهِ.

۲۳- طاؤسؒ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ کے فیصلوں کی کتاب آئی' انھوں نے سب کو مٹا دیا مگر ایک ہاتھ کے برابر رہنے دیا(جو فیصلہ صحیح تھا۔ اس لیے کہ ان کو معلوم ہوا کہ روایت ان فیصلوں کی ٹھیک نہیں۔)

۲۴- عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ لَمَّا أَحْدَثُوا تِلْكَ الْأَشْيَاءَ بَعْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَيَّ عِلْمٍ أَفْسَدُوا.

۲۴- ابو اسحاق نے کہا کہ جب لوگوں نے ان باتوں کو حضرت علیؓ کے بعد نکالا (یعنی جھوٹی جھوٹی روایتیں ان سے شائع کیں) تو حضرت علیؓ کے ایک رفیق بولے خدا ان کو تباہ کرے یا ان پر لعنت کرے کیسے علم کو بگاڑا۔ (یعنی لوگوں کو گمراہ کیا اور حدیث کے علم کا ستیاناس کیا۔)

۲۵- عَنْ أَبِي بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ يَقُولُ لَمْ يَكُنْ يَصْدُقُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْحَدِيثِ عَنْهُ إِلَّا مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ.

۲۵- ابو بکر بن عیاش سے روایت ہے کہ میں نے مغیرہؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ سے جو لوگ روایت کرتے تھے ان کی روایت نہ مانی جاتی جب تک عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھی اس کی تصدیق نہ کرتے۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْنَادَ مِنَ الدِّينِ

باب: حدیث کی سند بیان کرنا ضروری ہے اور وہ دین میں داخل ہے

۲۶- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ.

۲۶- محمد بن سیرین (جو مشہور تابعی ہیں) نے کہا کہ یہ علم دین ہے تو دیکھو کس شخص سے تم دین حاصل کرتے ہو (یعنی ہر شخص کا اس میں اعتبار نہ کرو جو سچا اور دیندار اور معتبر ہو اسی سے علم دین حاصل کرنا ضروری ہے۔

۲۷- عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ.

۲۷- ابن سیرین نے کہا کہ پہلے زمانے میں کوئی حدیث بیان کرتا تو اس سے سند نہ پوچھتے۔ لیکن جب فتنہ پھیلا (یعنی گمراہی شروع ہوئی اور بدعتیں روافض اور خوارج اور مرجیہ اور قدریہ کی شائع ہوئیں) تو لوگوں نے کہا اپنی اپنی سند بیان کرو۔ دیکھیں گے اگر روایت کرنے والے اہل سنت ہیں تو قبول کریں گے روایت ان کی اور جو بدعتی ہیں تو نہ قبول کریں گے روایت ان کی۔

۲۸- عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ لَقِيتُ طَاوُسًا فَقُلْتُ حَدَّثَنِي فُلَانٌ كَيْتَ وَكَيْتَ قَالَ إِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيًّا فَخُذْ عَنْهُ.

۲۸- سلیمان بن موسیٰ نے کہا کہ میں طاؤس سے ملا اور میں نے کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے حدیث بیان کی ایسی اور ایسی۔ انھوں نے کہا کہ اگر وہ معتبر ہے (یعنی اس کی دیانت اور امانت پر بھروسہ ہو سکتا ہے جیسے مالدار خوش معاملہ کی بات کا اعتبار ہوتا ہے) تو اس سے حدیث روایت کرو۔

۲۹- عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ قُلْتُ لِطَاوُسٍ إِنَّ فُلَانًا حَدَّثَنِي بِكَذَا وَكَذَا قَالَ إِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيًّا فَخُذْ عَنْهُ.

۲۹- سلیمان بن موسیٰ نے کہا میں نے طاؤس سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے حدیث بیان کی ایسی اور ایسی انھوں نے فرمایا کہ اگر تیرا ساتھی معتبر ہے تو اس سے حدیث روایت کرو۔

۳۰- عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَدْرَكْتُ بِالْمَدِينَةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَأْمُونٌ مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمُ الْحَدِيثُ يُقَالُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ.

۳۰- ابوالزناد (جن کا نام عبداللہ بن ذکوان ہے اور وہ امام تھے حدیث کے) نے کہا میں نے مدینہ میں سو شخصوں کو پایا سب کے سب اچھے تھے مگر ان سے حدیث کی روایت نہیں کی جاتی تھی' لوگ کہتے تھے وہ اس لائق نہیں ہیں۔

۳۱- عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ لَا يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الثِّقَاتُ.

۳۱- سعد بن ابراہیم نے کہا کہ نہیں حدیث قبول کی جاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر ثقہ لوگوں کی۔ (جن کی روایت پر بھروسا ہو سکتا ہے)

۳۲- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ.

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْقَوَائِمُ يَعْنِي الْإِسْنَادَ.

۳۲- عبداللہ بن مبارک کہتے تھے کہ اسناد دین میں داخل ہے اور اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ ڈالتا۔ اور اپنی بات دین میں چلادیتا۔)

عبداللہ بن مبارک نے کہا ہمارے اور لوگوں کے درمیان پائے ہیں یعنی اسناد۔ (جیسے جانور بغیر پاؤں کے تھم نہیں سکتا ویسے ہی حدیث بغیر اسناد کے جم نہیں سکتی۔)

---

(۳۰) ☆ یعنی اگرچہ وہ لوگ دیندار تھے مگر حدیث کے مقبول ہونے کے لیے اور شرطیں بھی ضروری ہیں جیسے حفظ اور اتقان اور معرفت۔ فقط زہد و ریاضت کافی نہیں۔ اس لئے ان سے روایت نہیں کرتے تھے۔

(۳۲) ☆ یعنی حجاج تو تبع تابعین میں سے ہے۔ تو اوئی درجہ یہ ہے کہ رسول اللہ تک دو راوی اور ہوں گے جن کا پتہ نہیں' پھر حدیث منقطع ہوئی اور وہ کیونکر قبول ہو سکتی ہے۔ بڑے بڑے جنگلوں سے یہی غرض ہے کہ کئی راوی چھوٹ گئے ہیں جن کا معلوم ہونا ضروری ہے تو حدیث قابل اعتبار کے نہ ٹھہری مگر جس کا جی چاہے اپنے والدین کی طرف سے خیرات کرے تو اس کا ثواب سب علماء کے نزدیک پہنچے گا کیونکہ صدقہ کا ثواب میت کو بالاتفاق پہنچتا ہے البتہ نماز' روزہ اور عبادات بدنیہ میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ ان چیزوں کا

عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عِيسٰى الطَّالَقَانِيِّ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحَدِيثُ الَّذِي جَاءَ ((إِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّيَ لِأَبَوَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ وَتَصُومَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ)) قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَا أَبَا إِسْحٰقَ عَمَّنْ هٰذَا قَالَ قُلْتُ لَهُ هٰذَا مِنْ حَدِيثِ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ فَقَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا إِسْحٰقَ إِنَّ بَيْنَ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزَ تَنْقَطِعُ فِيهَا أَعْنَاقُ الْمَطِيِّ وَلٰكِنْ لَيْسَ فِي الصَّدَقَةِ اخْتِلَافٌ.

ابو اسحاق نے (جن کا نام ابراہیم بن عیسیٰ طالقانی ہے) کہا میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا' اے ابو عبدالرحمٰن! یہ حدیث کیسی ہے جو روایت کی گئی ہے رسول اللہ ﷺ سے کہ نیکی کے بعد دوسری نیکی یہ ہے کہ تو نماز پڑھے اپنے ماں باپ کے لیے اپنی نماز کے بعد اور روزہ رکھے ان کے لیے اپنے روزے کے ساتھ؟ انھوں نے کہا' اے ابو اسحاق! یہ حدیث کون روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا' شہاب بن خراش۔ انھوں نے کہا وہ تو ثقہ ہے پھر انھوں نے کہا وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا حجاج بن دینار سے۔ انھوں نے کہا وہ بھی ثقہ ہے۔ پھر انھوں نے کہا' وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا۔ عبداللہ نے کہا' اے ابو اسحاق! ابھی تو حجاج سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک اتنے بڑے بڑے جنگل باقی ہیں کہ ان کے طے کرنے کے لیے اونٹوں کی گردنیں تھک جائیں۔ البتہ صدقہ دینے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

بَابُ : الْكَشْفِ عَنْ مَعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيثِ وَ نَاقِلِي الْأَخْبَارِ وَ قَوْلِ الْأَئِمَّةِ فِي ذٰلِكَ

باب: حدیث کے راویوں کا عیب بیان کرنا درست ہے اور وہ غیبت میں داخل نہیں کیونکہ دین کی ضرورت ہے جیسے گواہوں کا حال بیان کرنا درست ہے اور حدیث کے اماموں نے ایسا کہا ہے۔

۳۳- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَقُولُ عَلٰى رُءُوسِ النَّاسِ دَعُوا حَدِيثَ عَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَسُبُّ السَّلَفَ.

۳۳- عبداللہ بن مبارکؒ لوگوں کے سامنے کہتے تھے کہ چھوڑ دو روایت کرنا عمرو بن ثابت سے کیونکہ وہ برا کہتا تھا اگلے بزرگوں کو۔

؎ کا ثواب میت کو نہیں پہنچے گا مگر جس صورت میں میت پر روزے واجب ہوں اور اس کا وارث اس کی طرف سے قضاء کرے تو ادا ہو جائیں گے اور ایک قول یہ ہے کہ ادا نہ ہوں گے۔ اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ میت کو تمام قسم کی عبادات کا ثواب پہنچ سکتا ہے جیسے نماز، روزہ، دعا، تلاوت قرآن وغیرہ اور عطاء بن ابی رباحؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا یہی قول ہے۔ (نوویؒ)

(۳۳) ☆ یحییٰ نے قاسم کو غیرت دلائی کہ تمہارے دادا اور نانا اتنے بڑے امام تھے دین کے 'تم انہی کے نواسے اور پوتے ہو' تم کو بھی چاہیے کہ خوب علم حاصل کرو اور حدیثیں بہت جمع کرو کہ ہر ایک مسئلہ کا جواب تمہارے پاس ہو لیکن قاسم نے وہ جواب دیا کہ یحییٰ کو سوائے ؎

عَنْ أَبِي عَقِيلٍ صَاحِبِ بُهَيَّةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ الْقَاسِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ فَقَالَ يَحْيَى لِلْقَاسِمِ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ إِنَّهُ قَبِيحٌ عَلَى مِثْلِكَ عَظِيمٌ أَنْ تُسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ هَذَا الدِّينِ فَلَا يُوجَدَ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ وَلَا فَرَجٌ أَوْ عِلْمٌ وَلَا مَخْرَجٌ فَقَالَ لَهُ الْقَاسِمُ وَعَمَّ ذَاكَ قَالَ لِأَنَّكَ ابْنُ إِمَامَيْ هُدًى ابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ يَقُولُ لَهُ الْقَاسِمُ أَقْبَحُ مِنْ ذَاكَ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللهِ أَنْ أَقُولَ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَوْ آخُذَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ فَسَكَتَ فَمَا أَجَابَهُ.

ابو عقیل (یحییٰ بن متوکل ضریر) سے روایت ہے جو صاحب تھا بہیہ کا (بہیہ ایک عورت کا نام ہے جو حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہے ابو عقیل اس کے مولیٰ تھے)۔ اس نے کہ میں قاسم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھا تھا اور وہاں یحییٰ بن سعیدؒ بھی تھے تو یحییٰ نے قاسم سے کہا اے ابو محمد! تمہارے جیسے آدمی کے لیے یہ بات بہت بری ہے کہ تم سے دین کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے پھر تم کو اس کا علم نہ ہو نہ اس کا جواب۔ قاسم نے کہا کس وجہ سے؟ یحییٰ نے کہا اس وجہ سے کہ تم بیٹے ہو دو بڑے بڑے رہنما اماموں کے یعنی ابو بکر صدیق اور عمرؓ کے۔ قاسم ابو بکر صدیقؓ کے نواسے اور حضرت عمرؓ کے پوتے تھے۔ کیونکہ قاسم کی ماں ام عبیداللہ ہیں جو بیٹے ہیں قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق کے۔ قاسم نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ یہ بات بری ہے اس شخص کے نزدیک جس کو خدا نے عقل عنایت فرمائی ہے کہ میں کہوں ایک بات اور اس کا مجھے علم نہ ہو یا میں اس شخص سے روایت کروں جو معتبر نہ ہو یہ سن کر یحییٰ چپ ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا۔

٣٤- عَنْ أَبِي عَقِيلٍ صَاحِبِ بُهَيَّةَ أَنَّ أَبْنَاءً لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ سَأَلُوهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ فِيهِ عِلْمٌ فَقَالَ لَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَاللهِ إِنِّي لَأُعْظِمُ أَنْ يَكُونَ مِثْلُكَ وَأَنْتَ ابْنُ إِمَامَيِ الْهُدَى يَعْنِي عُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ تُسْأَلُ عَنْ أَمْرٍ

۳۴- ابو عقیل سے روایت ہے جو صاحب تھا بہیہ کا کہ عبداللہ بن عمرؓ کے ایک بیٹے سے کوئی بات پوچھی جس کا جواب ان کو نہ آیا۔ یحییٰ بن سعید نے ان سے کہا کہ یہ امر مجھ پر بہت گراں گزرا کہ تمہارے جیسا شخص جو بیٹا ہے دو بڑے بڑے اماموں یعنی حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر کا اس سے کوئی بات پوچھی جائے

ؒ سکوت سے کچھ نہ بن پڑا۔ تھوڑا علم جو ضبط اور اتقان کے ساتھ ہو طوفان بے تمیزی سے بہتر ہے اور ہر ایک مسئلہ کا جواب تو کسی سے ممکن نہ ہوا۔ بڑے بڑے مجتہدین اور علماء نے بہت سے مسائل میں سکوت کیا ہے۔ اس روایت میں یحییٰ بن متوکل جس کی کنیت ابو عقیل ہے ضعیف ہے۔ جرح کی ہے اس پر یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی اور عمرو بن علی اور عثمان بن سعید دارمی اور ابن عمار اور نسائی نے پھر مسلم نے جو اس سے روایت کیا ہے اس کا جواب دو طرح ہے۔ ایک یہ کہ مسلم کے نزدیک شاید یہ راوی ثقہ ہو کیونکہ جنھوں نے جرح کی ہے وہ مبہم ہے اور جب تک جرح کی وجہ بیان نہ کی جائے تو وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ مسلم نے اس روایت کو بطور اعداد اور مستشہاد کے بیان کیا ہے اور وہ مقصود بالذات نہیں۔ (نوویؒ)

لَيْسَ عِنْدَكَ فِيهِ عِلْمٌ فَقَالَ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَاللَّهِ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللَّهِ أَنْ أَقُولَ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَوْ أُخْبِرَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ وَشَهِدَهُمَا أَبُو عَقِيلٍ يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ حِينَ قَالَا ذَلِكَ.

اور وہ بتلا نہ سکے۔ انھوں نے کہا اللہ کی قسم! اور اس سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک اور اس کے نزدیک جس کو اللہ نے عقل دی یہ بات بری ہے کہ میں کوئی بات کہوں اور مجھ کو علم نہ ہو یا روایت کروں اس شخص سے جو ثقہ نہ ہو۔ سفیان نے کہا یحییٰ بن متوکل یعنی ابو عقیل اس گفتگو کے وقت موجود تھے۔

۳۵- عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ وَشُعْبَةَ وَمَالِكًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ عَنِ الرَّجُلِ لَا يَكُونُ ثَبْتًا فِي الْحَدِيثِ فَيَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيَسْأَلُنِي عَنْهُ قَالُوا أَخْبِرْ عَنْهُ أَنَّهُ لَيْسَ بِثَبْتٍ.

۳۵- یحییٰ بن سعید نے کہا' میں نے سفیان ثوریؒ اور شعبہؒ اور مالکؒ اور ابن عیینہؒ سے پوچھا (جو حدیث کے بڑے بڑے امام تھے) کہ اگر ایک شخص معتبر نہ ہو حدیث کی روایت میں اور کوئی اس کا حال مجھ سے پوچھے (تو میں اس کا عیب بیان کروں یا چھپاؤں؟) ان سب نے کہا کہ بیان کر دے کہ وہ شخص معتبر نہیں۔ (اور اس کے بیان کرنے میں غیبت کا گناہ نہیں بلکہ اجر ہوگا کیونکہ نیت بخیر ہے۔ دین کی حفاظت منظور ہے نہ توہین اس شخص کی۔)

۳۶- عَنِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ يَقُولُ سُئِلَ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ حَدِيثٍ لِشَهْرٍ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى أُسْكُفَّةِ الْبَابِ فَقَالَ إِنَّ شَهْرًا تَرَكُوهُ إِنَّ شَهْرًا تَرَكُوهُ.

۳۶- نضر بن شمیل سے روایت ہے' ابن عون سے کسی نے پوچھا شہر بن حوشب کی حدیث کو اور وہ کھڑے تھے دروازہ کی چوکھٹ پر' انھوں نے کہا شہر کو لوگوں نے ترک کیا' شہر کو لوگوں نے ترک کیا۔ (مسلم نے کہا کہ ترک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے اس میں کلام کی اور اس کے حق میں جرح اور طعن کیا)۔

۳۷- عَنْ شَبَابَةَ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ وَقَدْ لَقِيتُ شَهْرًا فَلَمْ أَعْتَدَّ بِهِ

۳۷- شبابہ بیان کرتے ہیں کہ شعبہ نے کہا میں شہر بن حوشب سے ملا لیکن میرے نزدیک اس کی روایت قابل اعتماد نہیں۔

۳۸- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ إِنَّ عَبَّادَ بْنَ كَثِيرٍ مَنْ تَعْرِفُ حَالَهُ وَإِذَا حَدَّثَ جَاءَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ فَتَرَى أَنْ

۳۸- عبداللہ بن مبارک نے کہا' میں نے سفیان ثوری سے پوچھا کہ تم جانتے ہو عباد بن کثیر کا حال کہ جب حدیث بیان کرتا ہے تو ایک بلا لاتا ہے' تو کیا تمہاری رائے ہے کہ میں لوگوں سے کہہ دوں

(۳۶) ☆ مگر شہر بن حوشب کی توثیق کی ہے بہت سے اماموں نے جیسے امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معینؒ نے۔ احمد بن عبداللہ عجلیؒ نے کہا کہ وہ تابعی ہے اور ثقہ ہے اور ابوزرعہؒ نے کہا "لا باس بہ" اور بخاری نے کہا شہر حسن الحدیث اور یعقوب بن شیبہ نے کہا شہر ثقہ ہے۔

(۳۸) ☆ یہ عباد بن کثیر ثقفی بصری ہے "ترک کر دیا اہل حدیث نے اس کو امام احمدؒ نے کہا کہ وہ جھوٹی حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اگرچہ یہ شخص ظاہری حال میں مرد دیندار اور صالح تھا لیکن حدیث کے روایت کرنے میں اسے سلیقہ نہ تھا۔ وہ غلط روایت کو صحیح روایت سے تمیز نہیں کر سکتا تھا۔

أَقُولَ لِلنَّاسِ لَا تَأْخُذُوا عَنْهُ قَالَ سُفْيَانُ بَلَى قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَكُنْتُ إِذَا كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ ذُكِرَ فِيهِ عَبَّادٌ أَثْنَيْتُ عَلَيْهِ فِي دِينِهِ وَأَقُولُ لَا تَأْخُذُوا عَنْهُ.

کہ نہ روایت کرو اس سے سفیان نے کہا ہاں کہہ دو۔ عبداللہ نے کہا پھر جس مجلس میں میں ہوتا اور عباد بن کثیر کا ذکر آتا تو میں اس کی دینداری کی تعریف کرتا لیکن کہہ دیتا کہ مت روایت کرو اس سے حدیث۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ أَبِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ انْتَهَيْتُ إِلَى شُعْبَةَ فَقَالَ هَذَا عَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ فَاحْذَرُوهُ.

عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا' میں شعبہؒ کے پاس گیا' انھوں نے کہا کہ یہ عباد بن کثیر ہے' اس سے بچو۔ (یعنی اس سے روایت کرنے میں۔)

٣٩- عَنْ الْفَضْلِ بْنِ سَهْلٍ قَالَ سَأَلْتُ مُعَلَّى الرَّازِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الَّذِي رَوَى عَنْهُ عَبَّادٌ فَأَخْبَرَنِي عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ قَالَ كُنْتُ عَلَى بَابِهِ وَسُفْيَانُ عِنْدَهُ فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ كَذَّابٌ

٣٩- فضل بن سہل سے روایت ہے' اس نے کہا میں نے معلیٰ رازی سے پوچھا محمد بن سعید کا حال جس سے عباد بن کثیر روایت کرتا ہے تو انھوں نے نقل کیا عیسیٰ بن یونس سے' انھوں نے کہا میں عباد کے دروازہ پر تھا اور سفیانؒ اس کے پاس تھے جب وہ باہر نکلے تو میں نے ان سے عباد کے بارے پوچھا۔ سفیان نے کہا کہ وہ جھوٹا ہے۔

٤٠- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمْ نَرَ الصَّالِحِينَ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ قَالَ ابْنُ أَبِي عَتَّابٍ فَلَقِيتُ أَنَا مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ عَنْ أَبِيهِ لَمْ تَرَ أَهْلَ الْخَيْرِ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ.

٤٠- محمد بن یحییٰ بن سعید قطان نے اپنے باپ سے سنا' (یحییٰ بن سعید قطان سے جو حدیث کے بڑے امام تھے) وہ کہتے تھے کہ ہم نے نیک آدمیوں کو (یعنی درویشوں اور صوفیوں کو) اتنا جھوٹا کسی چیز میں نہیں دیکھا جتنا جھوٹا حدیث کی روایت کرنے میں دیکھا۔ ابن ابی عتاب نے کہا کہ میں محمد بن یحییٰ سے ملا اور ان سے یہ بات پوچھی' انھوں نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ تو نیک لوگوں کو اتنا جھوٹا کسی بات میں نہ پائے گا جتنا حدیث کی روایت کرنے میں۔

(٤٠) ☆ اس لیے کہ اگر وہ قصداً جھوٹی حدیث بنائیں تو ان سے بدتر کون ہو گا' پھر وہ نیک کیوں رہیں گے ؟ اکثر زاہد اور درویشوں کی روایت غلط اور کذب نکلی ہے اور محدثین نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو عبادت اور استغراق سے اتنی فرصت نہیں ہوتی تھی کہ وہ حدیث کی طرف زیادہ توجہ کریں اور اس کو جانچیں' صحیح کو سقیم سے جدا کریں۔ وہ لوگ نہایت بھولے بھالے' سیدھے سادھے ہوتے تھے' جس نے جو حدیث ان کے سامنے بیان کی وہ اس کو سچا سمجھ کر اس کو روایت کرنا شروع کر دیتے تھے اور راویوں کے عیب اور نقصان کی طرف التفات کم کرتے تھے۔

اس جگہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ زہد و ریاضت اور درویشی اور تقدس اور چیز ہے اور علم دوسری چیز ہے۔

ع ـــ ہر کسے را بہر کارے ساختند

قَالَ مُسْلِم يَقُولُ يَجْرِي الْكَذِبُ عَلَى لِسَانِهِمْ وَلَا يَتَعَمَّدُونَ الْكَذِبَ

امام مسلم نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ جھوٹی حدیث ان کی زبان سے نکل جاتی ہے لیکن وہ قصداً جھوٹ نہیں بولتے۔

٤١- حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنِي خَلِيفَةُ بْنُ مُوسَى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى غَالِبِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ فَجَعَلَ يُمْلِي عَلَيَّ حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ فَأَخَذَهُ الْبَوْلُ فَقَامَ فَنَظَرْتُ فِي الْكُرَّاسَةِ فَإِذَا فِيهَا حَدَّثَنِي أَبَانٌ عَنْ أَنَسٍ وَأَبَانٌ عَنْ فُلَانٍ فَتَرَكْتُهُ وَقُمْتُ.

۴۱- خلیفہ بن موسیٰ نے کہا میں غالب بن عبید اللہ کے پاس گیا' وہ مجھ کو لکھوانے لگا کہ حدیث بیان کی مجھ سے مکحول نے' اتنے میں اس کو پیشاب آ گیا وہ پیشاب کرنے گیا' میں نے اس کی کتاب کو دیکھا تو اس میں یوں لکھا تھا "حدیث بیان کی مجھ سے ابان نے انس سے اور ابان نے فلاں سے" یہ دیکھ کر میں نے اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا اور اٹھ کر چلا گیا۔

وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيَّ يَقُولُ رَأَيْتُ فِي كِتَابِ عَفَّانَ حَدِيثَ هِشَامٍ أَبِي الْمِقْدَامِ حَدِيثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ يَحْيَى بْنُ فُلَانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ لِعَفَّانَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ هِشَامٌ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ فَقَالَ إِنَّمَا ابْتُلِيَ مِنْ قِبَلِ هَذَا الْحَدِيثِ كَانَ يَقُولُ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ادَّعَى بَعْدُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ.

امام مسلمؒ نے کہا کہ سنا میں نے حسن بن علی حلوانی سے' وہ کہتے تھے میں نے عفان کی کتاب میں ہشام ابوالمقدام کی حدیث دیکھی جو عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے۔ ہشام نے کہا مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا جس کا نام یحییٰ تھا' فلاں کا بیٹا' اس نے محمد بن کعب سے سنا' میں نے عفان سے کہا لوگ کہتے ہیں ہشام نے اس حدیث کو خود محمد بن کعب سے سنا ہے۔ عفان نے کہا کہ ہشام اسی حدیث کی وجہ سے آفت میں پڑ گیا' پہلے کہتا مجھ سے حدیث بیان کی یحییٰ نے' اس نے سنا محمد سے' پھر کہنے لگا میں نے خود سنا محمد سے۔

٤٢- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ يَقُولُ قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ مَنْ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي

۴۲- عبداللہ بن عثمان بن جبلہ نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا وہ کون شخص ہے جس سے تم نے عبداللہ بن عمرو

☆ بعض حضرات ایسے بھی گزرے ہیں جو زہد اور درویشی کے ساتھ علوم ظاہریہ میں بڑی لیاقت اور دستگاہ رکھتے تھے جیسے امام حسن بصریؒ، سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، فضیل بن عیاضؒ، وکیع بن الجراحؒ، راضی ہو اللہ ان سب سے۔ یہ اگلے لوگوں کا حال ہے تو پچھلے علماء کو بھی اسی طرح خیال کرنا چاہیے۔ امام غزالیؒ جو علم کلام اور حکمت اور اصول میں بڑے کامل تھے' علم حدیث سے بالکل عاری تھے۔ ان کی کتابوں میں اکثر بے اعتبار حدیثیں ہیں۔

(۴۱) ☆ ہشام یہ بیٹا ہے زیاد اموی کا۔ اس کو ضعیف کہا ہے محدثین نے اسی وجہ سے جو بیان ہوا اس سے۔ مگر اس قدر وجہ اس کے ضعف کے لیے کافی نہیں ہو سکتی کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے سنا ہو محمد سے' پھر بھول گیا اور یحییٰ کے واسطے سے سنا' پھر اس کو یاد آیا کہ میں نے محمد سے خود سنا ہے۔ لیکن یہ احتمال ہے اور ائمہ حدیث کو معلوم ہو گیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سنا۔ اس لیے اس کا جھوٹ کھل گیا۔ (نوویؒ)

(۴۲) ☆ جوائز جمع ہے جائزہ کی یعنی عطائیں اور انعامات اور وہ حدیث یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستے کے ناکوں پر آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں' اے مسلمانو! چلو اپنے پروردگار کے پاس جو رحمت والا ہے' حکم کرتا ہے نیک کام کا' پھر بدلہ ☆

رَوَيْتَ عَنْهُ حَدِيثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ((يَوْمُ الْفِطْرِ يَوْمُ الْجَوَائِزِ)) قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْحَجَّاجِ انْظُرْ مَا وَضَعْتَ فِي يَدِكَ مِنْهُ.

کی حدیث روایت کی کہ "یوم الفطر یوم الجوائز" کہا (عبداللہ بن مبارک نے) وہ سلیمان بن الحجاج ہے' دیکھو تم نے ان سے کیا حاصل کیا۔ (یعنی وہ عمدہ شخص تھے اور ثقہ تھے یہ تعریف ہے ان کی۔)

قَالَ ابْنُ قُهْزَاذَ وَسَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ زَمْعَةَ يَذْكُرُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ رَأَيْتُ رَوْحَ بْنَ غُطَيْفٍ صَاحِبَ الدَّمِ قَدْرِ الدِّرْهَمِ.

ابن قہزاذ نے کہا' میں نے سنا وہب بن زمعہ سے' وہ روایت کرتے تھے سفیان بن عبدالملک سے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا میں نے روح بن غطیف کو دیکھا جس نے درہم کے برابر خون کی حدیث روایت کی۔

وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ مَجْلِسًا فَجَعَلْتُ أَسْتَحْيِي مِنْ أَصْحَابِي أَنْ يَرَوْنِي جَالِسًا مَعَهُ كُرْهَ حَدِيثِهِ.

میں اس کی صحبت میں بیٹھا' پھر اپنے دوستوں سے شرمانے لگا کہ وہ کیا کہیں گے مجھے اس کے پاس بیٹھا دیکھ کر' اس وجہ سے کہ اس سے روایت کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔

٤٣- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ بَقِيَّةُ صَدُوقُ اللِّسَانِ وَلَكِنَّهُ يَأْخُذُ عَمَّنْ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ.

۴۳- عبداللہ بن مبارک نے کہا بقیہ بن ولید بن صائد بن کعب کلاعی سچا ہے لیکن وہ روایت کرتا ہے سب قسم کے لوگوں سے (یعنی ثقہ اور ضعیف کو نہیں دیکھتا۔ اسی وجہ سے اس کو بھی ضعیف کہا ہے محدثین نے۔)

٤٤- عَنِ الشَّعْبِيِّ يَقُولُ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ الْهَمْدَانِيُّ وَكَانَ كَذَّابًا.

۴۴- شعبی فرماتے ہیں کہ حارث اعور الھمدانی نے مجھ سے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹا آدمی تھا۔

٤٥- عَنِ الشَّعْبِيِّ يَقُولُ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ.

۴۵- عامر بن شراحیل شعبی (جو حدیث کے امام ہیں) وہ کہتے تھے کہ مجھ سے حدیث بیان کی حارث اعور نے اور وہ جھوٹا تھا۔

ﷺ دیتا ہے اس کا۔ اس کے حکم پر تم نے روزہ رکھا اور اپنے پروردگار کا کہنا مانا تو قبول کرو اپنے اپنے جوائز یعنی عطاؤں کو پھر جب عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو کہ ایک منادی ندا کرتا ہے آسمان سے کہ جاؤ اپنے اپنے گھروں کو مرلوپا کر' تمہارے سب گناہ بخش دیئے گئے اور اس دن کو یوم الجوائز کہتے ہیں۔

روح نے زہری سے' اس نے ابو سلمہؓ سے' اس نے ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اگر کسی کو خون لگا ہو درہم کے برابر اور وہ نماز پڑھ لے تو نماز کو پھر لوٹائے۔ اس حدیث کو بخاری نے اپنی "تاریخ" میں ذکر کیا اور یہ حدیث باطل اور بے اصل ہے محدثین کے نزدیک۔

کیونکہ روح بن غطیف ضعیف ہے بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔

(۴۵) ☆ حارث بیٹا ہے عبداللہ یا عبیداللہ کا اور اس کو حارث اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کانا تھا۔ کنیت اس کی ابوزہیر ہے۔ کوفے کا رہنے والا' مصاحب تھا حضرت علیؓ کا مگر اس نے حضرت علیؓ پر جھوٹ باندھنا شروع کیا اور بہت سی حدیثیں غلط ملط روایت کیں آخر اس کا جھوٹ کھل گیا اور محدثین نے اس کو ترک کر دیا صرف نسائی نے اس سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شخص رافضیوں کا مذہب رکھتا تھا۔ چنانچہ آگے کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

٤٦- عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَالَ عَلْقَمَةُ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فِي سَنَتَيْنِ فَقَالَ الْحَارِثُ الْقُرْآنُ هَيِّنٌ الْوَحْيُ أَشَدُّ.

۴۶- ابراہیم نخعی (جو حدیث کے بڑے امام ہیں) روایت کرتے ہیں کہ علقمہ نے (جو مصاحب تھے عبداللہ بن مسعود کے) کہا کہ میں نے قرآن کو دو برس میں پڑھا۔ حارث کہنے لگا کہ قرآن' آسان ہے لیکن وحی مشکل ہے۔

٤٧- عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْحَارِثَ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْقُرْآنَ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ وَالْوَحْيَ فِي سَنَتَيْنِ أَوْ قَالَ الْوَحْيَ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ الْقُرْآنَ فِي سَنَتَيْنِ.

۴۷- ابراہیم سے روایت ہے' حارث نے کہا کہ میں نے قرآن کو تین برس میں سیکھا اور وحی کو دو برس میں یا کہا کہ وحی کو تین برس میں پڑھا اور قرآن کو دو برس میں۔

٤٨- عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْحَارِثَ اتُّهِمَ.

۴۸- ابراہیم نے کہا حارث متہم ہے۔ (یعنی وہ منسوب کیا گیا کذب اور بد مذہبی سے۔)

٤٩- عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ قَالَ سَمِعَ مُرَّةُ الْهَمْدَانِيُّ مِنْ الْحَارِثِ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ اقْعُدْ بِالْبَابِ قَالَ فَدَخَلَ مُرَّةُ وَأَخَذَ سَيْفَهُ قَالَ وَأَحَسَّ الْحَارِثُ بِالشَّرِّ فَذَهَبَ.

۴۹- حمزہ زیات سے روایت ہے' مرہ ہمدانی نے حارث سے کوئی بات سنی تو اس سے کہا تم دروازہ میں بیٹھو اور مرہ اندر گئے اور تلوار اٹھائی کہ حارث کو قتل کریں۔ حارث نے آہٹ پائی کہ کچھ شر ہونے والا ہے تو وہ چل دیا۔

٥٠- عَنْ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ قَالَ لَنَا إِبْرَاهِيمُ إِيَّاكُمْ وَالْمُغِيرَةَ بْنَ سَعِيدٍ وَأَبَا عَبْدِ الرَّحِيمِ فَإِنَّهُمَا كَذَّابَانِ

۵۰- ابن عون سے روایت ہے' ابراہیم نے کہا کہ ہم سے بچو تم مغیرہ بن سعید اور ابو عبدالرحیم سے' وہ دونوں جھوٹے ہیں۔

٥١- عَنْ عَاصِمٍ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيَّ وَنَحْنُ غِلْمَةٌ أَيْفَاعٌ فَكَانَ يَقُولُ لَنَا لَا تُجَالِسُوا الْقُصَّاصَ غَيْرَ أَبِي الْأَحْوَصِ وَإِيَّاكُمْ وَشَقِيقًا قَالَ وَكَانَ شَقِيقٌ هَذَا

۵۱- عاصمؒ سے روایت ہے کہ ہم عبدالرحمٰن سلمی کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور اس زمانے میں ہم جوان لڑکے تھے۔ (یعنی جوانی کے قریب) تو وہ ہم سے کہا کرتے کہ مت بیٹھا کرو قصہ خوانوں کے پاس سوائے ابوالاحوص کے اور بچو تم شقیق سے اور یہ شقیق

(۴۶) ☆ یہ روایت حارث کی بد مذہبی کا ثبوت ہے کیونکہ اس نے قرآن اور وحی کو الگ الگ قرار دیا جیسے شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی باتیں اور اسرار اور مخفیات حضرتؐ کو بتلائے تھے جن کو حضرت نے خاص علی بن ابی طالبؓ کو بتلایا اور انہی کو اپنا وصی کیا۔

(۵۰) ☆ مغیرہ بن سعید کوفی نسائی نے "کتاب الضعفاء" میں کہا کہ یہ شخص دجال تھا' جلایا گیا آگ میں نخعی کے زمانے میں اور اس نے دعویٰ کیا تھا نبوت کا۔ ابو عبدالرحیم اس کا نام شقیق الضبی ہے جو قاضی تھا اور بعض نے کہا کہ اس کا نام سلمہ بن عبدالرحمٰن نخعی ہے اور دونوں کی کنیت ابو عبدالرحیم ہے اور دونوں ضعیف ہیں۔ (نوویؒ)

(۵۱) ☆ ابووائل شقیق جو سلمہ کے بیٹے ہیں۔ وہ کبار تابعینؒ میں سے ہیں۔ یہ شقیق وہی ضبی کوفی ہے جس کا ذکر اوپر گزرا اور نسائی نے اس کو ضعیف کہا اس کی کنیت ابو عبدالرحیم ہے جس سے ڈرایا ابراہیم نے اور بعضوں نے کہا کہ ابراہیم نے جس سے ڈرایا اس کا نام سلمہ بن عبدالرحمٰن نخعی ہے۔ یہ ابن ابی حاتم نے ابن مدینی سے نقل کیا۔ (نوویؒ)

يَرَى رَأْيَ الْخَوَارِجِ وَلَيْسَ بِأَبِي وَائِلٍ.

خارجیوں کا سا اعتقاد رکھتا تھا۔ یہ ابو وائل نہیں ہے۔

٥٢- عَنْ جَرِيرًا يَقُولُ لَقِيتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيدَ الْجُعْفِيَّ فَلَمْ أَكْتُبْ عَنْهُ كَانَ يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ.

۵۲- جریر سے روایت ہے' میں جابر بن یزید جعفی سے ملا' پھر میں نے اس سے حدیث نہیں لکھی' وہ یقین کرتا تھا رجعت کا۔

٥٣- عَنْ مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ يَزِيدَ قَبْلَ أَنْ يُحْدِثَ مَا أَحْدَثَ.

۵۳- مسعر سے روایت ہے کہ ہم سے حدیث بیان کی جابر بن یزید نے اس سے پہلے جو اس نے نئی بات نکالی (یعنی بد مذہبی سے پہلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جابر کا اعتقاد درست تھا پھر فاسد ہو گیا)۔

٥٤- عَنْ سُفْيَانَ رضي الله عنه قَالَ كَانَ النَّاسُ يَحْمِلُونَ عَنْ جَابِرٍ قَبْلَ أَنْ يُظْهِرَ مَا أَظْهَرَ فَلَمَّا أَظْهَرَ مَا أَظْهَرَ اتَّهَمَهُ النَّاسُ فِي حَدِيثِهِ وَتَرَكَهُ بَعْضُ النَّاسِ فَقِيلَ لَهُ وَمَا أَظْهَرَ قَالَ الْإِيمَانَ بِالرَّجْعَةِ.

۵۴- سفیان سے روایت ہے کہ پہلے لوگ جابر سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے جب تک اس نے بداعتقادی ظاہر نہیں کی تھی' پھر جب اس نے اپنا اعتقاد کھولا تو لوگوں نے اسے متہم کیا حدیث میں اور بعضوں نے اس کو ترک کر دیا۔ لوگوں نے کہا کیا بداعتقادی اس کی معلوم ہوئی؟ سفیان نے کہا کہ رجعت پر یقین کرنا۔

٥٥- عَنْ جَابِرٍ يَقُولُ عِنْدِي سَبْعُونَ أَلْفَ حَدِيثٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهَا.

۵۵- جابر بن یزید جعفی نے کہا کہ میرے پاس ستر ہزار حدیثیں ہیں جن کو میں نے روایت کیا ہے ابو جعفر سے' (یعنی امام محمد باقر سے) انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے۔

٥٦- عَنْ زُهَيْرٍ يَقُولُ قَالَ جَابِرٌ أَوْ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ إِنَّ عِنْدِي لَخَمْسِينَ أَلْفَ حَدِيثٍ مَا حَدَّثْتُ مِنْهَا بِشَيْءٍ قَالَ ثُمَّ حَدَّثَ يَوْمًا بِحَدِيثٍ فَقَالَ هَذَا مِنَ الْخَمْسِينَ أَلْفًا.

۵۶- زہیرؒ سے روایت ہے' جابر کہتا تھا کہ میرے پاس پچاس ہزار ایسی حدیثیں ہیں جن کو میں نے لوگوں سے بیان نہیں کیا' پھر ایک روز ایک حدیث بیان کی اور کہنے لگا کہ یہ ان ہی پچاس ہزار میں سے ہے۔

٥٧- عَنْ سَلَّامِ بْنِ أَبِي مُطِيعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرًا الْجُعْفِيَّ يَقُولُ عِنْدِي خَمْسُونَ أَلْفَ حَدِيثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۵۷- سلام بن ابی مطیع سے روایت ہے' کہا میں نے سنا جابر جعفی سے' وہ کہتا ہے کہ میرے پاس پچاس ہزار حدیثیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

(۵۲) ☆ اسی وجہ سے محدثین نے جابر بن یزید کو ضعیف کہا ہے اور کہا ہے کہ وہ رافضی تھا۔ رجعت سے مراد رافضیوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت علیؓ زندہ ہیں اور ابر میں رہتے ہیں۔ جب ان کی اولاد میں سے امام برحق پیدا ہوگا تو وہ اپنے شیعوں کو ابر میں سے آواز دیں گے کہ اس کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کو کوئی عاقل قبول نہ کرے گا۔

(۵۵) ☆ پھر امام محمد باقر نے رسول اللہؐ سے نہیں سنا تو یہ سب روایتیں منقطع ہوئیں۔ دوسرا یہ روایت کرنے والا جابر بداعتقاد شخص ہے اس لیے یقین ہوتا ہے کہ وہ سب روایتیں جھوٹی اور جابر کی تراشی ہوئی ہوں گی جن کو شیعہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔

۵۸- عَنْ سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا سَأَلَ جَابِرًا عَنْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ.

فَقَالَ جَابِرٌ لَمْ يَجِئْ تَأْوِيلُ هَذِهِ قَالَ سُفْيَانُ وَكَذَبَ فَقُلْنَا لِسُفْيَانَ وَمَا أَرَادَ بِهَذَا فَقَالَ إِنَّ الرَّافِضَةَ تَقُولُ إِنَّ عَلِيًّا فِي السَّحَابِ فَلَا نَخْرُجُ مَعَ مَنْ خَرَجَ مِنْ وَلَدِهِ حَتَّى يُنَادِيَ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ يُرِيدُ عَلِيًّا أَنَّهُ يُنَادِي اخْرُجُوا مَعَ فُلَانٍ يَقُولُ جَابِرٌ فَذَا تَأْوِيلُ هَذِهِ الْآيَةِ وَكَذَبَ كَانَتْ فِي إِخْوَةِ يُوسُفَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۵۸- سفیان سے روایت ہے کہا میں نے سنا کہ ایک شخص نے جابر جعفی سے پوچھا اس آیت کو ﴿فلن ابرح الارض حتی یاذن لی ابی اویحکم اللہ لی وھو خیر الحکمین﴾

جابر نے کہا کہ اس آیت کا مطلب ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ سفیان نے کہا جابر جھوٹا تھا۔ حمیدی نے (جو اس روایت کو سفیان سے نقل کرتے ہیں) کہا ہم لوگوں نے سفیان سے پوچھا جابر کی کیا غرض تھی؟ انھوں نے کہا کہ رافضی لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ ابر میں ہیں اور ہم ان کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ نہ نکلیں گے یہاں تک کہ آسمان سے حضرت علیؓ آواز دیں گے کہ نکلو اس شخص کے ساتھ تو جابر نے کہا کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے اور اس نے جھوٹ کہا۔ اسلئے کہ یہ آیت یوسفؑ کے بھائیوں کے قصہ میں ہے۔

۵۹- عَنْ سُفْيَانَ رضي الله عنه قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رضي الله عنه يُحَدِّثُ بِنَحْوٍ مِنْ ثَلَاثِينَ أَلْفَ حَدِيثٍ مَا أَسْتَحِلُّ أَنْ أَذْكُرَ مِنْهَا شَيْئًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا.

۵۹- سفیانؒ سے روایت ہے، میں نے جابر سے تیس ہزار حدیثوں کو سنا، میں حلال نہیں جانتا ان میں سے ایک بھی حدیث بیان کرنے کو اگرچہ مجھے یہ اور یہ ملے۔ (یعنی کیسی ہی دولت ملے لیکن میں ان حدیثوں کو نقل نہ کروں گا کیونکہ وہ سب جھوٹ تھیں۔)

عن ابي غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الرَّازِيِّ قَالَ سَأَلْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ الْحَمِيدِ فَقُلْتُ الْحَارِثُ بْنُ حَصِيرَةَ لَقِيتَهُ قَالَ نَعَمْ شَيْخٌ طَوِيلُ السُّكُوتِ يُصِرُّ عَلَى أَمْرٍ عَظِيمٍ

ابی غسان محمد بن عمر درازی نے کہا میں نے جریر بن عبدالحمید سے پوچھا کہ تم نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں ایک بڑا بزرگ تھا، اکثر خاموش رہتا لیکن بہت بڑی بات پر اصرار کرتا تھا۔

(۵۸) ☆ یہ آیت سورۂ یوسف میں ہے، جب حضرت یوسفؑ نے اپنے چھوٹے بھائی کو چور ہونے کے بہانے سے رکھ لیا تو بڑا بھائی جو قافلہ کے ساتھ آیا تھا بولا "میں نہ جاؤں گا اس ملک سے یہاں تک کہ اجازت دے مجھ کو میرا باپ یا فیصلہ کرے اللہ میرے لیے اور وہ سب سے بہتر ہے فیصلہ کرنے والا"۔

اس آیت کے اول اور آخر ان کے بھائیوں کا قصہ ہے۔ یہ تفسیر جو جابر نے عقل کے خلاف کی بے ڈھنگ ہے۔ رافضی لوگ قرآن کو اسی طرح سے بے تکا ادھر ادھر پھیرتے ہیں اور غور نہیں کرتے۔

(۵۹) ☆ یعنی رافضیوں کا عقیدہ رکھتا تھا۔ تقریب میں ہے کہ حارث بن حصیرہ ازدی جس کی کنیت ابو نعمان ہے کوفے کا رہنے والا سچا ہے مگر خطا کرتا ہے اور نسبت کیا گیا ہے طرف رفض کے۔

٦٠- عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَيُّوبُ رَجُلًا يَوْمًا فَقَالَ لَمْ يَكُنْ بِمُسْتَقِيمِ اللِّسَانِ وَذَكَرَ آخَرَ فَقَالَ هُوَ يَزِيدُ فِي الرَّقْمِ.

۶۰- حماد بن زید نے کہاایوب سختیانی ابن ابی تمیمہ کیسان ابو بکر بصری جو ثقہ 'ثبت 'حجت 'فقیہ 'عابد مشہور تھے نے کہاایک شخص کا حال کہ اس کی زبان درست نہ تھی اور دوسرے کو کہاکہ وہ رقم کو بڑھا دیتا ہے۔

٦١- عن حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ أَيُّوبُ إِنَّ لِي جَارًا ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ فَضْلِهِ وَلَوْ شَهِدَ عِنْدِي عَلَى تَمْرَتَيْنِ مَا رَأَيْتُ شَهَادَتَهُ جَائِزَةً.

۶۱- حماد بن زید سے روایت ہے 'ایوب نے کہاکہ میرا ایک ہمسایہ ہے' پھر بیان کی اس کی فضیلت (یعنی اس کی لیاقت اور علم کی تعریف کی) اور کہاکہ اگر وہ میرے سامنے دو کھجوروں پر گواہی دے تو میں اس کی گواہی درست نہ رکھوں۔

٦٢- عَنْ مَعْمَرٍ مَا رَأَيْتُ أَيُّوبَ اغْتَابَ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا عَبْدَ الْكَرِيمِ يَعْنِي أَبَا أُمَيَّةَ فَإِنَّهُ ذَكَرَهُ فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ لَقَدْ سَأَلَنِي عَنْ حَدِيثٍ لِعِكْرِمَةَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ

۶۲- معمر سے روایت ہے کہ میں نے ایوب کو کسی شخص کی غیبت کرتے نہیں سنا کبھی بھی مگر عبدالکریم بن ابی المخارق کی جس کی کنیت ابوامیہ ہے' ذکر کیا انھوں نے اس کا اور کہاکہ خدا رحم کرے اس پر وہ ثقہ نہ تھا۔ ایک بار مجھ سے ایک حدیث پوچھی عکرمہ کی' پھر کہنے لگا میں نے خود سنا ہے عکرمہ سے۔

٦٣- عَنْ هَمَّامٍ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو دَاوُدَ الْأَعْمَى فَجَعَلَ يَقُولُ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ قَالَ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِقَتَادَةَ

۶۳- ہمام سے روایت ہے ابوداؤد اندھا (نفیع بن حارث) ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حدیث بیان کی مجھ سے براء بن عازب نے اور حدیث بیان کی مجھ سے زید بن ارقم نے' ہم نے یہ قتادہ سے

(۶۰) ☆ اکثر بے ایمان سوداگروں کی عادت ہوتی ہے کہ کپڑوں کے تھانوں پر جو قیمت خرید لکھی ہوتی ہے اس کو بڑھا دیتے ہیں تاکہ خریدار کو دھوکہ دے کر اپنا نفع بڑھالیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ حدیث میں زیادہ کر دیتا اور یہ دونوں لفظ اشارہ ہیں کذب کے لیے یعنی دونوں جھوٹے اور کذب تھے۔

(۶۱) ☆ یعنی اس میں یہی عیب ہے کہ جھوٹ بولتا ہے تو ایسے جھوٹے مقدمہ میں بھی اس کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔

(۶۲) ☆ مگر صرف اس بات سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ شاید وہ عکرمہ سے سن کر بھول گیا ہو' پھر ایوب سے سن کر اس کو یاد آیا اور روایت کرنے لگا لیکن دوسرے قرینوں سے اس کا جھوٹ ثابت ہو گیا۔ اور ضعیف کہا عبدالکریم کو سفیان بن عیینہؒ اور عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اور یحییٰ بن سعید القطانؒ اور احمد بن حنبلؒ اور ابن عدیؒ نے اور عبدالکریم بصرہ کے فاضلوں اور فقیہوں میں سے تھا۔ (نوویؒ) تقریب میں ہے کہ اس کے باپ کا نام قیس یا طارق تھا اور یہ مکہ میں آکر رہا تھا ضعیف ہے۔ بخاری نے اس سے ایک زیادت نقل کی ہے باب قیام اللیل میں اور نسائی نے اس سے روایت کی ہے مگر تھوڑی۔

(۶۳) ☆ اور وہ کہتا تھا کہ میں نے اٹھارہ بدری صحابیوں سے سنا ہے کہ ابوداؤد باتفاق علماء ضعیف ہے۔ عمرو بن علی نے کہا وہ متروک ہے اور یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ نے کہا وہ کچھ چیز نہیں اور ابوحاتم نے کہا منکر الحدیث ہے۔

فَقَالَ كَذَبَ مَا سَمِعَ مِنْهُمْ. ذکر کیا انھوں نے کہا جھوٹا ہے اس نے نہیں سنا براء اور زید سے۔

إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ سَائِلًا يَتَكَفَّفُ النَّاسَ زَمَنَ طَاعُونِ الْجَارِفِ.[1] وہ تو ایک منگتا تھا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا تھا سخت وبا کے زمانے میں۔

[1] ☆ یہ وبا یعنی طاعون ایک قسم کا پھوڑا تھا جس میں جلن ہوتی تھی اور اس کے اردگرد سرخی یا سیاہی یا سبزی پھیل جاتی تھی اور اس کے ساتھ خفقان اور تے عارض ہوتی۔ علماء نے اس کے زمانے میں اختلاف کیا ہے ابن عبدالبر نے کہا ایوب سختیانی اسی طاعون کے زمانے میں مرے ۱۳۲ھ میں اور ابن قتیبہ نے "معارف" میں اصمعی سے نقل کیا ہے کہ یہ طاعون عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے ۶۷ھ میں ہوا۔ اور قاضی عیاض نے کہا کہ یہ طاعون ۱۱۹ھ میں ہوا اور حافظ عبدالغنی مقدسی نے کہا کہ مطرف بعد طاعون کے مرا اور یہ طاعون ۸۷ھ میں تھا اور احتمال ہے کہ ان سب سالوں میں طاعون واقع ہوا ہو۔ اور جارف اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ جارف کے معنی جھاڑنے والا ہے اور یہ طاعون بھی لوگوں کو جھاڑ کر لے گیا یعنی بہت لوگوں کو ہلاک کیا۔ ابن قتیبہ نے "معارف" میں اصمعی سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام میں طاعون عمواس شام میں واقع ہوا حضرت عمرؓ کے زمانے میں اور اس سے مرے ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور معاذ بن جبلؓ اور ان کی بی بی اور بیٹی' راضی ہوا اللہ ان سے۔ پھر دوسرا طاعون جارف واقع ہوا عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں۔ پھر طاعون فتیات کیونکہ یہ واقع ہوا جوان عورتوں پر بصرے' واسط' شام اور کوفے میں۔ اس زمانے میں حجاج ظالم واسط میں تھا عبدالملک بن مروان کی خلافت میں اور اس کو طاعون اشراف بھی کہتے ہیں کیونکہ بہت سے شریف لوگ اس طاعون سے ہلاک ہوئے۔ پھر طاعون عدی بن ارطاۃ ۱۰۰ھ میں واقع ہوا' پھر طاعون غراب ۱۲۷ھ میں ہوا' پھر طاعون مسلم بن قتیبہ ۱۳۱ھ میں واقع ہوا شعبان اور رمضان میں اور موقوف ہوا شوال میں۔ اسی میں ایوب سختیانی مرے اور مدینہ اور مکہ میں کوئی طاعون واقع نہیں ہوا۔ یہ ابن قتیبہ نے کہا۔ ابوالحسن مدائنی نے کہا اسلام میں پانچ طاعون مشہور ہیں۔ ایک طاعون شیرویہ جو مدائن میں ہوا رسول اللہؐ کے زمانے ۶ھ میں۔ دوسرا طاعون عمواس جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں شام میں واقع ہوا' اس میں پچیس ہزار آدمی مرے۔ تیسرا طاعون جارف جو عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں ۶۹ھ میں ہوا۔ اس میں ہر روز ستر ہزار آدمی مرے تین دن تک۔ انس بن مالکؓ کے تراسی یا تہتر بیٹے مر گئے اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے چالیس بیٹے جاتے رہے۔ چوتھا طاعون فتیات جو شوال ۸۷ھ میں واقع ہوا۔ پانچواں طاعون ۱۳۱ھ میں ہوا' اور سخت ہو گیا رمضان میں' کئی دن۔ اس طاعون میں ایک ہزار جنازے سکتہ المرید میں آتے تھے۔ پھر شوال میں کم ہو گیا اور ایک طاعون کوفہ میں ۵۰ھ میں ہوا جس میں مغیرہ بن شعبہ مرے اور طاعون عمواس ۱۸ھ میں واقع ہوا اور ابوزرعہ نے کہا ۱۷ھ میں اور عمواس ایک گاؤں کا نام ہے جو رملہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع ہے۔ تو قتادہ کی تاریخ پیدائش ۶۱ھ ہے اور ان کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ اس صورت میں قاضی عیاض نے جو اس طاعون کی تاریخ ۱۱۹ھ بیان کی ہے غلط معلوم ہوتی ہے اور یہاں پر لازمی طور پر دو طاعون میں سے ایک طاعون مراد ہے یا ۶۷ھ کا طاعون مگر اس وقت قتادہ کی عمر صرف چھ برس کی ہوتی ہے یا ۸۷ھ کا اور یہ ظاہر ہی ہے۔ (نوویؒ)

طاعون ہمیشہ ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا بلکہ بیماریوں کی ایک عمر ہے۔ ہر ایک بیماری اپنی اپنی عمر تک رہتی ہے' پہلے آہستہ آہستہ نشوونما کرتی ہے پھر زور پکڑ جاتی ہے' پھر گھٹتی گھٹتی بالکل دنیا سے مٹ جاتی ہے۔ پہلے زمانہ میں طاعون بثورات اور پھوڑوں سے ہوتا تھا۔ چیچک بھی اگر عام ہو تو اسی قسم میں سے ہے' پھر بخار کا طاعون ہو۔ اب ہمارے زمانے میں ایک سو سال سے کہ ۱۳۰۱ھ سے طاعون قے اور اسہال کا ہوتا ہے جس کو ہیضہ کہتے ہیں۔ یہ بیماری اب زور پکڑتی جاتی ہے ولایت ہند' عرب اور گرم ملکوں میں۔ یہ عارضہ تقریباً ہر سال کچھ نہ کچھ رہتا ہے۔ ۱۳۰۰ھ کے اخیر میں ولایت مصر میں بڑی شدت ہوگئی۔ اب دیکھئے اس کی عمر دنیا میں کب تک ہے۔

٦٤– عَنْ هَمَّامٍ قَالَ دَخَلَ أَبُو دَاوُدَ الْأَعْمَى عَلَى قَتَادَةَ فَلَمَّا قَامَ قَالُوا إِنَّ هَذَا يَزْعُمُ أَنَّهُ لَقِيَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ بَدْرِيًّا فَقَالَ قَتَادَةُ هَذَا كَانَ سَائِلًا قَبْلَ الْجَارِفِ لَا يَعْرِضُ فِي شَيْءٍ مِنْ هَذَا وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيهِ فَوَاللَّهِ مَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ بَدْرِيٍّ مُشَافَهَةً وَلَا حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ بَدْرِيٍّ مُشَافَهَةً إِلَّا عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ.

٦٤- ہمام سے روایت ہے کہ ابوداؤد اعمیٰ قتادہ کے پاس آیا' جب وہ اٹھ کر چلا تو لوگوں نے کہا یہ کہتا ہے کہ میں ان اٹھارہ صحابیوں سے ملا جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے۔ قتادہ نے کہا یہ تو طاعون جارف سے پہلے بھیک مانگا کرتا تھا۔ اس کو حدیث روایت کرنے کا کب خیال تھا' نہ کبھی اس نے گفتگو کی حدیث میں۔ قسم خدا کی حسن بصری نے (جو ابوداؤد سے سن میں زیادہ اور حدیث کے عالم تھے) کوئی حدیث ہم سے نہیں بیان کی کسی بدری صحابی سے سن کر نہ سعید بن المسیب نے مگر سعد بن ابی وقاصؓ سے۔

٦٥– عَنْ رَقَبَةَ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ الْهَاشِمِيَّ الْمَدَنِيَّ كَانَ يَضَعُ أَحَادِيثَ كَلَامَ حَقٍّ وَلَيْسَتْ مِنْ أَحَادِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَرْوِيهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٦٥- رقبہ بن مسقلہ بن عبداللہ کوفی نے کہا کہ ابو جعفر ہاشمی مدنی (جس کا نام عبداللہ بن مسور مدائنی ہے) سچی سچی باتوں کو حدیث بنا کر نقل کرتا حالانکہ وہ حدیث نہ ہوتیں اور روایت کرتا ان کو رسول اللہ ﷺ سے۔

٦٦– عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ كَانَ عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ يَكْذِبُ فِي الْحَدِيثِ.

٦٦- یونس بن عبید سے روایت ہے کہ عمرو بن عبید حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔

٦٧– عَنْ مُعَاذِ بْنِ مُعَاذٍ يَقُولُ قُلْتُ لِعَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ إِنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٦٧- معاذ بن معاذ سے روایت ہے میں نے عوف بن ابی جمیلہ سے کہا عمرو بن عبید نے ہم سے حدیث بیان کی حسن بصری سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے (یعنی

(٦٤) ☆ تو جب ان دونوں صاحبوں نے جو ابوداؤد کی نسبت سن اور علم میں زیادہ تھے کسی بدری سے نہیں سنا سوائے سعد بن مالکؓ یعنی سعد بن ابی وقاص کے تو ابوداؤد نے کیوں کر اٹھارہ بدری صحابیوں سے سنا۔ یہ صرف بہتان اور کذب ہے ابوداؤد کا۔

اس جگہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے نہیں سنا نہ ان کو دیکھا اور اکثر اہل حدیث کا اس پر اتفاق ہے اور صوفیہ رحمہم اللہ سماع حسن کا حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں۔ اسی بنا پر سلسلہ تصوف قائم کرتے ہیں۔

(٦٥) ☆ یعنی بات سچی اور حکمت کی نقل کرتا مگر غضب یہ کرتا کہ اس کو رسول اللہؐ کا فرمود قرار دیتا۔

(٦٦) ☆ یہ عمرو بن عبید وہ شخص ہے جو حسن بصری کی صحبت میں رہتا تھا پھر قدری اور معتزلی ہو گیا۔

(٦٧) ☆ یہ حدیث صحیح ہے اور کئی طریقوں سے مروی ہے' خود مسلم نے آگے اس کو روایت کیا ہے مگر عوف کی جو حسن بصری کا بڑا مصاحب تھا یہ غرض ہے کہ حسن نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔ تو عمرو بن عبدی کا حسن سے روایت کرنا کذب اور غلط ٹھہرا۔ عمرو بن عبید چونکہ معتزلہ مذہب کا پیشوا تھا اس کا اعتقاد یہ تھا کہ جو مسلمان کبیرہ گناہ کرے وہ نہ مسلمان ہے نہ کافر اور اسلام اور کفر کے بیچ میں ایک اور واسطہ نکالتا تھا اور کہتا تھا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا بھی مثل کافر کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس حدیث کو اس نے اپنا مذہب ثابت کرنے کے لیے روایت کیا اللہ

قَالَ ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا)) قَالَ كَذَبَ وَاللّٰهِ عَمْرٌو وَلٰكِنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَحُوزَهَا إِلٰى قَوْلِهِ الْخَبِيثِ و حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ.

مسلمانوں کے قتل پر بغیر کسی وجہ شرعی کے مستعد ہو) وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ عوف نے کہا قسم خدا کی عمرو جھوٹا ہے۔ اس کا مقصد اس حدیث کی روایت کرنے سے یہ ہے کہ اپنے ناپاک اعتقاد کو اس سے ثابت کرے۔

٦٨- عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ قَدْ لَزِمَ أَيُّوبَ وَسَمِعَ مِنْهُ فَفَقَدَهُ أَيُّوبُ فَقَالُوا يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّهُ قَدْ لَزِمَ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ قَالَ حَمَّادٌ فَبَيْنَا أَنَا يَوْمًا مَعَ أَيُّوبَ وَقَدْ بَكَّرْنَا إِلَى السُّوقِ فَاسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ أَيُّوبُ وَسَأَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَيُّوبُ بَلَغَنِي أَنَّكَ لَزِمْتَ ذَاكَ الرَّجُلَ قَالَ حَمَّادٌ سَمَّاهُ يَعْنِي عَمْرًا قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّهُ يَجِيئُنَا بِأَشْيَاءَ غَرَائِبَ قَالَ يَقُولُ لَهُ أَيُّوبُ إِنَّمَا نَفِرُّ أَوْ نَفْرَقُ مِنْ تِلْكَ الْغَرَائِبِ.

٦٨- حماد بن زید سے روایت ہے کہ ایک شخص ہمیشہ ایوب سختیانی کی صحبت میں رہا کرتا اور ان سے حدیثیں سنتا۔ ایک مرتبہ ایوب نے اس کو نہ پاکر پوچھا تو لوگوں نے کہا اے ابو بکر! (یہ کنیت ہے ایوب سختیانی کی) وہ شخص اب عمرو بن عبید کی صحبت میں رہتا ہے۔ حماد نے کہا کہ ایک روز میں ایوب کے ساتھ صبح سویرے بازار کو جارہا تھا کہ اتنے میں وہ شخص سامنے آیا۔ ایوب نے اس کو سلام کیا اور حال پوچھا' پھر اس سے کہا میں نے سنا ہے تم اس شخص کے پاس رہتے ہو' عمرو بن عبید کا نام لیا۔ وہ بولا ہاں اے ابو بکر! کیونکہ وہ ہم کو عجیب باتیں سناتا ہے۔ ایوب نے کہا ہم تو ایسی ہی عجیب باتوں سے بھاگتے ہیں۔

٦٩- عَنْ حَمَّادٍ قَالَ قِيلَ لِأَيُّوبَ إِنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ رَوَى عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا يُجْلَدُ السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيذِ فَقَالَ كَذَبَ أَنَا سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ

٦٩- حماد سے روایت ہے کہ ایوب سے کسی نے کہا کہ عمرو بن عبید نے حسن سے روایت کیا ہے کہ جو شخص نبیذ پینے سے مست ہو جائے اس پر حد نہ لگے گی۔ ایوب نے کہا کہ عمرو بن عبید جھوٹا ہے۔ حسن

☆ کیونکہ ظاہر حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانے والا ہم میں سے نہیں ہے یعنی مسلمان نہیں ہے اور مسلمان پر ہتھیار اٹھانا کبیرہ گناہ ہے تو اس سے یہ نکلا کہ یہ کبیرہ گناہ کرنے والا مسلمان نہیں ہے، اور کافر بھی نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا نہ مسلمان نہ کافر یہی عمرو بن عبد کی کا مذہب ہے اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ انسان یا کافر ہے یا مسلمان اور کبیرہ گناہ کرنے ولا مسلمان ہے مگر گنہگار۔ خداوند کریم کو اختیار ہے کہ قیامت کے دن اس کا گناہ معاف کرے یا چند روز کے لیے جہنم کا عذاب دے۔ مگر وہ ایک دن ضرور جہنم سے نکل کر جنت میں جائے گا۔ اس لیے کہ ایمان اس کا قائم تھا۔ پھر وہ ضائع نہ جائے گا۔ اور آگے کتاب الایمان میں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سی حدیثیں بیان ہونگی جن سے معتزلہ کے مذہب کا رد ہوتا ہے اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے مسلمان پر ہتھیار اٹھایا وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے اور ہماری راہ پر نہیں ہے جیسے باپ اپنے شریر اور نافرمان بیٹے کو غصہ ہو کر کہتا ہے تو میرا نہیں ہے اسی طرح حدیث سے بھی تشدد اور سختی منظور ہے اور مقصود یہ ہے کہ لوگ مسلمان پر ہتھیار اٹھانے سے بچیں اور نظیر اس کی دوسری حدیثوں میں بھی موجود ہے جیسے "من غش فلیس منا" یعنی جو خرید و فروخت میں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (نوویؒ)

(٦٨) ☆ یعنی غریب اور نادر حدیثوں سے جن کو اور لوگ نہیں پہچانتے اور عمرو بن عبید ان کو روایت کرتا ہے اس لیے کہ وہ جھوٹی ہیں اور عمرو بن عبید کا اعتبار نہیں۔

يُحَدُّ السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيذِ.

کہتے تھے جو شخص نبیذ سے مست ہو جائے اس پر حد لگے گی۔

٧٠- عَنْ سَلَّامِ بْنِ أَبِي مُطِيعٍ يَقُولُ بَلَغَ أَيُّوبَ أَنِّي آتِي عَمْرًا فَأَقْبَلَ عَلَيَّ يَوْمًا فَقَالَ أَرَأَيْتَ رَجُلًا لَا تَأْمَنُهُ عَلَى دِينِهِ كَيْفَ تَأْمَنُهُ عَلَى الْحَدِيثِ.

۷۰- سلام بن ابی مطیع سے روایت ہے' ایوب کو خبر پہنچی کہ میں عمرو بن عبید کے پاس جاتا ہوں تو ایک روز میرے پاس آئے اور کہنے لگے تو کیا سمجھتا ہے کہ جس شخص کے دین پر تجھے بھروسہ نہ ہو کیا اس کی حدیث پر تو بھروسہ کر سکتا ہے۔

٧١- عَنْ أَبِي مُوسَى يَقُولُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ قَبْلَ أَنْ يُحْدِثَ.

۷۱- ابو موسیٰ کہتے تھے مجھ سے حدیث بیان کی عمرو بن عبید نے قبل اسکے کہ اس نے نکالیں نئی باتیں۔ (یعنی بداعتقادی سے پہلے)

٧٢- عن مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيِّ نَا أَبِي قَالَ كَتَبْتُ إِلَى شُعْبَةَ أَسْأَلُهُ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَاضِي وَاسِطٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ لَا تَكْتُبْ عَنْهُ شَيْئًا وَمَزِّقْ كِتَابِي.

۷۲- معاذ عنبری نے کہا میں نے شعبہ کو لکھا کہ ابو شیبہ واسط (ایک گاؤں کا نام ہے بصرہ کے پاس) کے قاضی کا کیا حال ہے؟ انھوں نے جواب میں لکھا کہ مت روایت کر اس سے کچھ بھی اور پھاڑ ڈال میرا خط۔

٧٣- عَنْ عَفَّانَ قَالَ حَدَّثْتُ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ عَنْ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ بِحَدِيثٍ عَنْ ثَابِتٍ فَقَالَ كَذَبَ وَحَدَّثْتُ هَمَّامًا عَنْ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ بِحَدِيثٍ فَقَالَ كَذَبَ.

۷۳- عفان سے روایت ہے میں نے حماد بن سلمہ سے ایک حدیث بیان کی صالح مری کی' انھوں نے ثابت سے' حماد نے کہا جھوٹ ہے پھر میں نے ہمام سے ایک حدیث بیان کی صالح مری کی۔ انھوں نے کہا جھوٹ ہے۔

٧٤- عَنْ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ لِي شُعْبَةُ ائْتِ جَرِيرَ بْنَ حَازِمٍ فَقُلْ لَهُ لَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَرْوِيَ

۷۴- ابوداؤد سے روایت ہے مجھ سے شعبہ نے کہا تو جریر بن حازم کے پاس جا اور کہہ کہ تجھ کو درست نہیں حسن بن عمارہ سے روایت

(۷۲) ☆ تاکہ اور کوئی نہ دیکھے۔ ایسا نہ ہو کہ ابو شیبہ کو خبر پہنچے اور وہ کچھ ایذا دے اور فساد پھیلا دے۔ یہ ابو شیبہ دادا ہے ابو بکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ کا' متروک ہے محدثین کے نزدیک اور اس کے پوتے معتبر اور ثقہ ہیں خصوصاً ابو بکر بن ابی شیبہ جن کا مصنف مشہور ہے۔ اسی ابو شیبہ نے وہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھیں۔ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث ابو شیبہ کی منکر حدیثوں میں سے ہے۔

(۷۳) ☆ یہ صالح مری بشر کا بیٹا بصری ہے۔ بڑے عابدوں اور زاہدوں میں سے تھا۔ اور مری اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ باپ اس کا عربی تھا اور اس کی ماں لونڈی جس کو بنی مرہ کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔ صالح مری کی حکایتیں صوفیوں میں بہت مشہور ہیں۔ آواز ان کی نہایت عمدہ تھی' قرآن بڑی خوش کن آواز سے پڑھتے تھے یہاں تک کہ بعض لوگ ان کا قرآن سن کر خوف کے مارے مر گئے ہیں۔ یہ خود بھی بہت صالح اور اسم بامسمٰی اور خدا ترس تھے۔ اکثر خدا کے خوف سے رویا کرتے مگر حدیث کی روایت میں ان کا اعتبار نہیں جیسے اوپر گزر چکا کہ درویشی اور چیز ہے اور حدیث کی روایت اور چیز۔

(۷۴) ☆ تو ان دونوں مقاموں میں حسن بن عمارہ کا جھوٹ ظاہر ہوا۔ کیونکہ شعبہ نے خود حکم سے مل کر پوچھا اور انھوں نے کہا کہ ☜

عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ فَإِنَّهُ يَكْذِبُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قُلْتُ لِشُعْبَةَ وَكَيْفَ ذَاكَ فَقَالَ حَدَّثَنَا عَنْ الْحَكَمِ بِأَشْيَاءَ لَمْ أَجِدْ لَهَا أَصْلًا قَالَ قُلْتُ لَهُ بِأَيِّ شَيْءٍ قَالَ قُلْتُ لِلْحَكَمِ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ فَقَالَ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِمْ وَدَفَنَهُمْ قُلْتُ لِلْحَكَمِ مَا تَقُولُ فِي أَوْلَادِ الزِّنَا قَالَ يُصَلَّى عَلَيْهِمْ قُلْتُ مِنْ حَدِيثِ مَنْ يُرْوَى قَالَ يُرْوَى عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

کرنا کیونکہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ ابوداؤد نے کہا میں نے شعبہ سے پوچھا کہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے؟ شعبہ نے کہا اس وجہ سے کہ حسن بن عمارہ نے حکم سے چند حدیثیں نقل کیں جن کی اصل میں نے کچھ نہ پائی۔ میں نے کہا وہ کونسی حدیثیں ہیں؟ شعبہ نے کہا میں نے حکم سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے جنگ احد کے شہیدوں پر نماز پڑھی تھی؟ حکم نے کہا نہیں۔ پھر حسن بن عمارہ نے حکم سے روایت کیا اس نے مقسم سے اس نے ابن عباس سے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی احد کے شہیدوں پر اور دفن کیا ان کو۔ اور میں نے حکم سے کہا کہ تم زنا کی اولاد کے حق میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا ان پر نماز پڑھی جائے جنازے کی۔ میں نے کہا کس سے روایت کیا گیا ہے اس باب میں؟ انھوں نے کہا حسن بصری سے۔ حسن بن عمارہ نے کہا مجھ سے حکم نے بیان کیا انھوں نے یحییٰ بن الجزار سے سنا انھوں نے حضرت علیؓ سے۔

۷۵- عَنْ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ وَذَكَرَ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ فَقَالَ حَلَفْتُ أَلَّا أَرْوِيَ عَنْهُ شَيْئًا وَلَا عَنْ خَالِدِ بْنِ مَحْدُوجٍ وَقَالَ لَقِيتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَدِيثٍ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ بَكْرٍ الْمُزَنِيِّ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ مُوَرِّقٍ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ الْحَسَنِ وَكَانَ يَنْسُبُهُمَا إِلَى الْكَذِبِ قَالَ الْحُلْوَانِيُّ سَمِعْتُ عَبْدَ الصَّمَدِ

۷۵- یزید بن ہارون نے ذکر کیا زیاد بن میمون کا اور کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ اس سے کچھ روایت نہ کروں گا نہ خالد بن محدوج سے۔ یزید نے کہا میں زیاد بن میمون سے ملا اور اس سے ایک حدیث پوچھی۔ اس نے روایت کیا اس کو بکر بن عبداللہ مزنی سے، پھر میں اس سے ملا تو اس نے روایت کیا اسی حدیث کو مورق بن شمرج سے، پھر میں اس سے ملا تو روایت کیا اس حدیث کو حسن سے اور یزید بن ہارون ان دونوں کو یعنی زیاد بن میمون اور خالد بن محدوح

لله رسول اللہؐ نے احد کے شہیدوں پر نماز نہیں پڑھی۔ پھر حکم خود ہی کیونکر روایت کرتے ابن عباس سے کہ آپؐ نے نماز پڑھی ان پر۔ اسی طرح سے حکم نے ولد الزنا پر نماز جنازہ پڑھنے کے باب میں حسن بصری کا قول نقل کیا اور حسن نے ان ہی سے حضرت علیؓ کا قول روایت کیا۔ اگرچہ احتمال ہے کہ اس باب میں حسن اور علی دونوں سے منقول ہو مگر حدیث کے حفاظ راویوں کا کذب دلائل اور قرائن سے پہچان لیتے ہیں۔ یہ حسن بن عمارہ بجلی ابو محمد کوفی ہے قاضی بغداد کا اور بالاتفاق ضعیف ہے اور متروک۔

(۷۵) ☆ زیاد بن میمون بصری جس کی کنیت ابو عمار ہے ضعیف ہے۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں کہا کہ ترک کیا اس کو محدثین نے اور خالد بن مجدوح واسطی بھی ضعیف ہے۔ نسائی نے اس کو ضعیف کہا۔ کنیت اس کی ابوروح ہے اور اس نے دیکھا انس بن مالکؓ کو۔ (نوویؒ)

وَذَكَرْتُ عِنْدَهُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ فَنَسَبَهُ إِلَى الْكَذِبِ.

کو جھوٹا کہتے تھے۔ حسن حلوانی نے کہا میں نے عبدالصمد سے سنا میں نے انکے پاس زیاد بن میمون کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا جھوٹا ہے۔

٧٦- عَنْ مَحْمُودِ بْنِ غَيْلَانَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي دَاوُدَ الطَّيَالِسِيِّ قَدْ أَكْثَرْتَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ فَمَا لَكَ لَمْ تَسْمَعْ مِنْهُ حَدِيثَ الْعَطَّارَةِ الَّذِي رَوَى لَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ لِيَ اسْكُتْ فَأَنَا لَقِيتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَهْدِيٍّ فَسَأَلْنَاهُ فَقُلْنَا لَهُ هَذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي تَرْوِيهَا عَنْ أَنَسٍ فَقَالَ أَرَأَيْتُمَا رَجُلًا يُذْنِبُ فَيَتُوبُ أَلَيْسَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَنَسٍ مِنْ ذَا قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا إِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ النَّاسُ فَأَنْتُمَا لَا تَعْلَمَانِ أَنِّي لَمْ أَلْقَ أَنَسًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ فَبَلَغَنَا بَعْدُ أَنَّهُ يَرْوِي فَأَتَيْنَاهُ أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقَالَ أَتُوبُ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ يُحَدِّثُ فَتَرَكْنَاهُ.

٧٦- محمود بن غیلان سے روایت ہے میں نے ابوداؤد طیالسی سے کہا کہ تم نے عباد بن منصور سے بہت روایتیں کیں تو کیا وجہ ہے کہ تم نے وہ حدیث نہیں سنی عطارہ عورت کی جو روایت کی نضر بن شمیل نے ہمارے لیے؟ انھوں نے کہا چپ رہ میں اور عبدالرحمٰن بن مہدی دونوں زیاد بن میمون سے ملے اور اس سے پوچھا ان حدیثوں کو جو وہ روایت کرتا ہے انس سے تو وہ بولا تم دونوں کیا سمجھتے ہو۔ اگر کوئی شخص گناہ کرے، پھر توبہ کرلے تو کیا اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا؟ عبدالرحمٰن نے کہا ضرور معاف کرے گا۔ زیاد نے کہا میں نے انسؓ سے کچھ نہیں سنا نہ زیادہ نہ کم۔ اگر لوگ اس بات کو نہیں جانتے تو کیا تم بھی نہیں جانتے (یعنی تم تو جانتے ہو) کہ میں انسؓ سے ملا تک نہیں۔ ابوداؤد نے کہا پھر ہم کو خبر پہنچی کہ زیاد روایت کرتا ہے انسؓ سے، میں اور عبدالرحمٰن پھر گئے، اس نے کہا میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر وہ بعد اس کے روایت کرنے لگا، آخر ہم نے اس کو ترک کیا (یعنی اس سے روایت چھوڑ دی کیونکہ وہ جھوٹا نکلا اور جھوٹا بھی کیسا کہ توبہ کا بھی خیال اس نے چھوڑ دیا۔)

٧٧- عَنْ شَبَابَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ يُحَدِّثُنَا فَيَقُولُ سُوَيْدُ بْنُ عَقَلَةَ قَالَ شَبَابَةُ وَسَمِعْتُ عَبْدَ الْقُدُّوسِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُتَّخَذَ

٧٧- شبابہ بن سوار مدائنی سے روایت ہے، عبدالقدوس ہم سے حدیث بیان کرتا تھا تو کہتا تھا سوید بن عقلہ اور کہتا تھا منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح یعنی ہوا کو عرض میں لینے

(٧٦) ☆ عطاری کی حدیث یہ ہے کہ ایک عورت تھی مدینہ میں عطاری جس کا نام حولاء تھا۔ وہ رسول اللہؐ کے پاس آئی تو حضرت عائشہؓ سے ملی اور اپنے خاوند کا حال بیان کیا۔ آپ نے خاوند کی بزرگیاں بتلائیں۔ یہ حدیث بہت طویل ہے اور صحیح نہیں ہے۔ ابن وضاح نے اس کو پورا نقل کیا ہے۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو زیاد بن میمون نے انسؓ سے۔

(٧٧) ☆ یہ سب عبدالقدوس کی تصحیف اور نافہمی ہے۔ اس نے غلطی کی اسناد اور متن دونوں میں اسناد کی غلطی تو یہ ہے کہ راوی کا نام سوید بن غفلہ ہے غین اور فاء سے نہ عقلہ عین اور قاف سے اور متن کی غلطی یہ ہے کہ روح بضم راء ہے بمعنی جان، نہ روح بفتح راء جس کے معنی ہوا کے ہیں اور غرض غین سے ہے نہ عرض عین سے اور اصل معنی حدیث کے یہ ہیں کہ آپ نے منع کیا جاندار کو نشانہ بنا کر مارنے سے جس کو عبدالقدوس نے الٹ پلٹ کر کے کدھر کا کدھر کر دیا۔

الرُّوحُ عَرْضًا قَالَ فَقِيلَ لَهُ أَيُّ شَيْءٍ هَذَا قَالَ يَعْنِي تَتَّخِذُ كُوَّةً فِي حَائِطٍ لِيَدْخُلَ عَلَيْهِ الرُّوحُ قَالَ مُسْلِم وَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ مَا جَلَسَ مَهْدِيُّ بْنُ هِلَالٍ بِأَيَّامٍ مَا هَذِهِ الْعَيْنُ الْمَالِحَةُ الَّتِي نَبَعَتْ قِبَلَكُمْ قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا إِسْمَعِيلَ.

سے۔ لوگوں نے کہا اس کا مطلب کیا ہے؟ وہ بولا مطلب یہ ہے کہ دیوار میں ایک سوراخ کرے ہوا آنے کے لیے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سنا عبیداللہ بن عمرو قواریری سے انھوں نے سنا حماد بن زید سے انھوں نے کہا ایک شخص سے جب مہدی بن ہلال کئی دن تک بیٹھا یہ کیسا کھاری چشمہ ہے جو پھوٹا تمہاری طرف وہ شخص بولا ہاں اے ابی اسمٰعیل۔

٧٨- عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ مَا بَلَغَنِي عَنِ الْحَسَنِ حَدِيثٌ إِلَّا أَتَيْتُ بِهِ أَبَانَ بْنَ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَرَأَهُ عَلَيَّ.

٧٨- ابو عوانہ سے روایت ہے کہ مجھے حسن سے کوئی روایت نہیں پہنچی مگر میں نے پوچھا ابان بن ابی عیاش سے پس اس نے پڑھا اس کو میرے سامنے۔

٧٩- عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا وَحَمْزَةُ الزَّيَّاتُ مِنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ نَحْوًا مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ قَالَ عَلِيٌّ فَلَقِيتُ حَمْزَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ

٧٩- علی بن مسہر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے اور حمزہ زیات نے ابان بن عیاش سے قریب ایک ہزار حدیثوں کے سنیں۔ علی نے کہا پھر میں حمزہ سے ملا انھوں نے بیان کیا کہ میں

☆ ابو اسمٰعیل کنیت ہے حماد بن زید کی کھاری چشمے سے ان کی غرض مہدی بن ہلال کو ضعیف کرنا تھا اور اتفاق کیا ہے محدثین نے اس کے ضعف پر۔ نسائی نے کہا وہ بصرہ کا رہنے والا ہے اور متروک ہے روایت کرتا ہے داؤد بن ابی ہند اور یونس بن عبید سے۔ (نوویؒ)

(٧٨) ☆ یعنی ابان کا یہ حال تھا کہ جو بات اس سے پوچھتے وہ اس کو روایت کرتے حسن سے اور یہ دلیل ہے اس کے کذب اور جھوٹ کی تقریب میں ہے کہ ابان بن ابی عیاش کی کنیت ابو اسمٰعیل عبدی ہے اور یہ متروک ہے۔

(٧٩) ☆ نوویؒ نے کہا کہ مقصود اس روایت کے لانے سے تائید ہے اس امر کی جو اوپر ثابت ہو چکا کہ ابان بن ابی عیاش ضعیف ہے نہ کہ یہ بات کہ خواب سے کوئی امر یقینا ثابت ہو سکتا ہے۔ نہ یہ کہ خواب سے کوئی سنت جو ثابت ہو چکی ہے باطل ہو سکتی ہے یا جو باطل ہو گئی ہے وہ ثابت ہو سکتی ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ خواب کوئی دلیل شرعی نہیں۔ ایسا ہی کہا قاضی عیاض نے اور ہمارے اصحاب نے بھی یہی کہا ہے اور اتفاق کیا ہے اس پر کہ خواب سے کوئی بات شرع کی بدل نہیں سکتی اور یہ امر اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مقرر دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت بن نہیں سکتا۔ اس لیے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خواب میں دیکھنا صحیح ہے اور مثل اور شیطانی پریشان خیالات کے نہیں مگر حدیث سے یہ بات کہاں نکلتی ہے کہ خواب میں میں جو کہوں وہ ایک شرعی حکم ہے اور خواب کی حالت غفلت کی حالت ہے نہ ضبط اور تحقیق کی۔ اور اتفاق کیا ہے علماء نے کہ روایت اور شہادت قبول کرنے کے لیے ضروری ہے کہ راوی اور شاہد بیدار اور ہوشیار، صحیح الحفظ، قلیل الخطا ہو اور جو شخص سو رہا ہے اس میں یہ کوئی صفت نہیں پھر اس کی روایت کیونکر مقبول ہو گی۔ مگر یہ سب جو بیان ہوا اس صورت میں ہے کہ خواب میں کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو شرع شریف کے خلاف ہو۔ لیکن اگر وہ بات سنی یا دیکھی جو شرع شریف کی رو سے جائز یا ثواب ہو یا آپ کو منع کرتے دیکھے اس کام سے جو شرع شریف کی رو سے منع ہو یا اس کا کوئی دنیا کا کام ہو جس میں کوئی مصلحت ہو تو بالاتفاق اس خواب پر عمل کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ حکم خواب سے ثابت نہیں ہوا وہ تو پہلے ہی سے ثابت ہو چکا ہے۔ انتہی۔

مترجم کہتا ہے کہ اگر خواب کی باتوں کو ایک دلیل شرعی قرار دیا جائے تو بڑی قباحت پیدا ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ ہر شخص دعویٰ ☜

رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَا سَمِعَ مِنْ أَبَانَ فَمَا عَرَفَ مِنْهَا إِلَّا شَيْئًا يَسِيرًا خَمْسَةً أَوْ سِتَّةً.

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور جو کچھ ابان سے سنا تھا وہ آپ کو سنایا۔ آپ نے نہ پہچانا ان حدیثوں کو مگر تھوڑی حدیثیں قبول کیں، پانچ یا چھ۔

۸۰- عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ عَدِيٍّ رضي الله عنه قَالَ قَالَ لِي أَبُو إِسْحَقَ الْفَزَارِيُّ اكْتُبْ عَنْ بَقِيَّةَ مَا رَوَى عَنِ الْمَعْرُوفِينَ وَلَا تَكْتُبْ عَنْهُ مَا رَوَى عَنْ غَيْرِ الْمَعْرُوفِينَ وَلَا تَكْتُبْ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ مَا رَوَى عَنِ الْمَعْرُوفِينَ وَلَا عَنْ غَيْرِهِمْ

۸۰- زکریا بن عدی نے کہا مجھ سے کہا ابواسحاق بزاری (ابراہیم بن محمد بن حارث بن اسماء بن خارجہ کوفی) نے کہ (جو حدیث کے بڑے امام، ثقہ اور فاضل تھے) لکھ لے تو بقیہ (بن ولید) کی وہ حدیث جو روایت کرے وہ مشہور لوگوں سے اور مت لکھ اس حدیث کو جو روایت کرے مجہول لوگوں سے اور مت لکھ تو اسمٰعیل عیاش کی حدیث کبھی بھی اگرچہ وہ روایت کرے مشہور لوگوں سے بھی۔

۸۱- عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ نِعْمَ الرَّجُلُ بَقِيَّةُ لَوْلَا أَنَّهُ

۸۱- عبداللہ بن مبارک نے کہا بقیہ بن الولید اچھا آدمی تھا اگر وہ

ﷺ کرے گا کہ میں نے خواب میں حضرت محمدؐ سے یوں سنا ہے۔ پھر اس کی تصدیق دشوار ہوگی اور اس میں شک نہیں کہ جو لوگ صالح اور دیندار اور خداپرست عاشق رسول اللہؐ ہیں ان کے خواب اکثر صحیح ہوتے ہیں لیکن ان کی صحت شرع ہی سے معلوم ہو سکتی ہے نہ کہ شرع کی صحت خواب سے۔

(۸۰) ☆ نوویؒ نے کہا یہ قول ابواسحاق کا اسمٰعیل بن عیاش کے حق میں، خلاف ہے اور ائمہ حدیث کے۔ عباس نے کہا میں نے یحییٰ بن معین سے سنا وہ کہتے تھے اسمٰعیل بن عیاش ثقہ ہے اور شام والوں کے نزدیک وہ بقیہ سے بہتر تھا۔ ابن ابی خیثمہ نے کہا میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، وہ کہتے تھے اسمٰعیل بن عیاش ثقہ ہے اور عراق والے برا جانتے تھے اس کی روایت کو اور بخاری نے کہا اسمٰعیل بن عیاش کی روایت شام کے لوگوں سے صحیح ہے۔ عمرو بن علی نے کہا جب وہ اپنے شہر والوں سے۔۔۔۔۔ روایت کرے تو اس کی روایت صحیح ہے اور جب اہل مدینہ سے جیسے ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن سعید اور سہیل بن ابی صالح سے روایت کرے تو وہ کچھ نہیں اور یعقوب بن سفیان نے کہا میں اپنے یاروں سے سنتا تھا وہ کہتے تھے شام کا علم اسمٰعیل بن عیاش کے پاس ہے۔ یعقوب نے کہا بعض لوگوں نے اسمٰعیل کے حق میں کلام کیا ہے اور وہ ثقہ ہے، عادل ہے، سب سے زیادہ جانتا ہے شام والوں کی حدیث کو اور اکثر نے اس کے حق میں یہ کلام کیا ہے کہ وہ غریب حدیثیں روایت کرتا ہے مکہ اور مدینہ کے ثقہ لوگوں سے۔ یحییٰ بن معین نے کہا کہ اسمٰعیل ثقہ ہے شام والوں سے روایت کرنے میں اور اہل حجاز سے اس کی روایت معتبر نہیں کیونکہ اس کی کتاب تلف ہوگئی تھی اور اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ ابو حاتم نے کہا وہ ضعیف ہے مگر اس کی روایت لکھی جائے گی اور میں نہیں جانتا کہا کوئی باز رہا ہو اس کی روایت سے سوائے ابواسحاق فزاری کے۔ ترمذی نے کہا وہ بقیہ سے بہتر ہے اور بقیہ کی حدیثیں منکر ہیں۔ احمد بن ابی الحواری نے کہا کہ وکیع نے مجھ سے کہا تمہارے یہاں لوگ روایت کرتے ہیں اسمٰعیل بن عیاش سے۔ میں نے کہا ہاں ولید اور مروان تو اس سے روایت کرتے ہیں اور ہشیم اور محمد بن ایاس روایت نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہشیم اور محمد بن ایاس کیا ہیں۔ شہر والے تو ولید اور مروان ہیں (یعنی ولید او رمروان ہی معتبر ہیں) اور جب یہ روایت کرتے ہیں تو کافی ہے۔ (نوویؒ)

(۸۱) ☆ یعنی عبدالقدوس بن حبیب کلاعی ابوسعید شامی جس کا بیان اوپر گزرا اس کا نام مشہور ہے کنیت اس کی مشہور نہ تھی تو بقیہ نے اس کی کنیت سے ذکر کرنا شروع کیا تاکہ لوگ پہچان نہ سکیں۔

كَانَ يَكْنِي الْأَسَامِيَ وَيُسَمِّي الْكُنَى كَانَ دَهْرًا يُحَدِّثُنَا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْوُحَاظِيِّ فَنَظَرْنَا فَإِذَا هُوَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ.

ناموں کو کنیت سے بیان نہ کرتا اور کنیت کو ناموں سے (یعنی بقیہ کی یہ عادت خراب ہے کہ تدلیس و تلبیس کرتا ہے راویوں کا عیب چھپانے کے لیے' نام کو کنیت سے بدل دیتا ہے اور کنیت کو نام سے تاکہ لوگ پہچان نہ سکیں۔) ایک مدت تک ہم سے حدیث بیان کرتا تھا ابو سعید وحاظی۔ جب ہم نے غور کیا (کہ وحاظی کون شخص ہے) تو معلوم ہوا کہ وہ عبدالقدوس ہے۔

٨٢- عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يُفْصِحُ بِقَوْلِهِ كَذَّابٌ إِلَّا لِعَبْدِ الْقُدُّوسِ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَهُ كَذَّابٌ

۸۲- عبدالرزاق سے روایت ہے عبداللہ بن مبارک کو میں نے نہیں سنا کسی کو صاف جھوٹا کہتے ہوئے مگر عبدالقدوس کو۔ وہ کہتے تھے یہ جھوٹا ہے۔

٨٣- عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَذَكَرَ الْمُعَلَّى بْنَ عُرْفَانَ فَقَالَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُودٍ بِصِفِّينَ فَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ أَتُرَاهُ بُعِثَ بَعْدَ الْمَوْتِ.

۸۳- ابو نعیم نے ذکر کیا معلیٰ بن عرفان کا تو کہا کہ معلیٰ نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ابووائل نے کہ نکلے ہمارے سامنے عبداللہ بن مسعود صفین میں۔ ابو نعیم نے کہا شاید مر کر پھر قبر سے اٹھے ہوں گے۔

٨٤- عَنْ عَفَّانَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ إِسْمَعِيلَ ابْنِ عُلَيَّةَ فَحَدَّثَ رَجُلٌ عَنْ رَجُلٍ فَقُلْتُ إِنَّ هَذَا لَيْسَ بِثَبْتٍ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اغْتَبْتَهُ قَالَ إِسْمَعِيلُ مَا اغْتَابَهُ وَلَكِنَّهُ حَكَمَ أَنَّهُ لَيْسَ بِثَبْتٍ.

۸۴- عفان بن مسلم سے روایت ہے ہم اسمٰعیل بن علیہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک حدیث روایت کی' میں نے کہا وہ معتبر نہیں۔ وہ شخص بولا تو نے اس کی غیبت کی۔ اسمٰعیل نے کہا اس نے غیبت نہیں کی بلکہ حکم لگایا اس پر کہ وہ معتبر نہیں۔

٨٥- عن بِشْرِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنه قَالَ

۸۵- بشر بن عمرؓ سے روایت ہے میں نے امام مالکؒ سے پوچھا محمد بن

(۸۳) ☆ مقصود اس سے معاملے کا جھوٹ ظاہر کرنا ہے ابووائل پر اس واسطے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے وفات پائی ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں حضرت عثمانؓ کی وفات سے تین برس پہلے اور صفین کی جنگ حضرت علیؓ کی خلافت کے دو برس بعد ہوئی تو ابن مسعودؓ اس میں کیسے نکل سکتے ہیں مگر اسی طرح کہ پھر جی اٹھے ہوں۔ اور ابووائل ثقہ اور فاضل ہیں ان سے یہ جھوٹ صادر نہیں ہو سکتا تو ضروری ہے کہ معلیٰ نے جھوٹ باندھا ہو۔ معلیٰ بن عرفان اسدی کوفی ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔ بخاری نے "تاریخ" میں کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے اور نسائی نے بھی اس کو ضعیف کیا۔ صفین ایک مقام کا نام ہے جہاں حضرت علیؓ اور معاویہؓ میں جنگ عظیم واقع ہوئی تھی۔

(۸۴) ☆ یعنی ائمہ حدیث کا کسی پر جرح کرنا غیبت میں داخل نہیں بلکہ مثل فتویٰ اور حکم کے ہے۔

(۸۵) ☆ یعنی عبدالرحمن بن معاویہ حویرث انصاری مدنی کو حاکم نے کہا وہ قوی نہیں ہے اور امام احمدؒ نے مالکؒ کے قول کا انکار کیا اور کہا کہ روایت کیا اس سے شعبہ نے اور بخاریؒ نے ذکر کیا اس کو "تاریخ" میں اور نہیں کلام کیا اس میں اور شعبہ نے اس کی کنیت ابوالجویریہ نقل کی

سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الَّذِي يَرْوِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ أَبِي الْحُوَيْرِثِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ شُعْبَةَ الَّذِي رَوَى عَنْهُ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ حَرَامِ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ مَالِكًا عَنْ هَؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ فَقَالَ لَيْسُوا بِثِقَةٍ فِي حَدِيثِهِمْ وَسَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ آخَرَ نَسِيتُ اسْمَهُ فَقَالَ هَلْ رَأَيْتَهُ فِي كُتُبِي قُلْتُ لَا قَالَ لَوْ كَانَ ثِقَةً لَرَأَيْتَهُ فِي كُتُبِي.

عبدالرحمٰن کے بارے جو روایت کرتا ہے سعید بن المسیب سے 'انھوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے اور پوچھا میں نے ان سے ابوالحویرث کے بارے' انھوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے اور پوچھا میں نے ان سے شعبہ کے بارے جس سے روایت کرتا ہے ابن ابی ذئب تو انھوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے اور پوچھا میں نے ان سے صالح کے بارے جو مولیٰ ہے توامہ کا تو انھوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے اور پوچھا میں نے ان سے حرام بن عثمان کے بارے تو انھوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے اور پوچھا میں نے امام مالکؒ سے ان پانچوں آدمیوں کے بارے (جن کا ذکر اوپر گزرا) تو انھوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہیں اپنی حدیث میں اور میں نے پوچھا ان سے ایک اور شخص کے بارے جسکا نام میں بھول گیا تو انھوں نے کہا تو نے اس کی روایت میری کتابوں میں دیکھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ امام مالک نے کہا اگر وہ ثقہ ہوتا تو اسکی روایت میری کتابوں میں دیکھتا۔

ﷲ کی ہے اور حاکم نے کہا یہ وہم ہے شعبہ کا۔ تقریب میں ہے کہ عبدالرحمٰن سچا ہے مگر حافظہ اس کا خراب تھا اور نسبت کیا گیا ہے ساتھ ارجاء یعنی مرجیہ ہونے کے۔ یہ وہ شعبہ نہیں ہے جو حدیث کے مشہور امام ہیں۔ وہ تو شعبہ بن حجاج البصری ہیں اور یہ شعبہ بن دینار ہاشمی ہے مولیٰ ابن عباس کا۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ یا ابو یحییٰ ہے اس کو ضعیف کہا ہے بہت سے ائمہ حدیث نے۔ احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معینؒ نے کہا وہ کچھ برا نہیں۔ ابن عدیؒ نے کہا میں نے اس کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی۔ تقریب میں ہے کہ یہ شعبہ سچا ہے مگر حافظہ اس کا خراب تھا۔ یہ صالح بیٹا ہے نبہان کا 'مدینہ کا رہنے والا اور اس کو مولیٰ توامہ کہتے ہیں۔ اسلئے کہ جس عورت نے اس کو آزاد کیا تھا وہ اپنی بہن کے ساتھ توام یعنی جڑواں پیدا ہوئی تھی۔ امام مالکؒ نے صالح کو ضعیف کہا لیکن روایت کیا اس سے ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔ یحییٰ بن معینؒ نے کہا وہ ثقہ ہے اور مالکؒ نے اس کو پایا جب وہ بوڑھا ہو گیا تھا اور اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ اسی طرح ثوریؒ نے بھی اس کو پایا جب وہ سٹھیا گیا تھا تو سنیں اس سے کئی منکر حدیثیں۔ لیکن جن لوگوں نے روایت کیا ہے اس سے قبل اختلاط (یعنی حافظہ بگڑنے سے پہلے) ان کی روایت صحیح ہے ابن عدیؒ نے کہا کہ ابن ابی ذئب اور ابن جریج اور زیاد بن سعد نے اس سے سنا ہے قبل اختلاط کے اور ان کی روایت میں کوئی برا نہیں۔ یہ حرام بن عثمان انصاری سلمی ہے۔ بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔ زہری نے کہا وہ شیعہ تھا 'روایت کرتا ہے جابر بن عبداللہؓ سے۔ نسائی نے کہا وہ ضعیف ہے۔

اس قول سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں سے امام مالکؒ نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے وہ سب ثقہ ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ سب لوگوں کے نزدیک ثقہ ہوں البتہ امام مالکؒ کے نزدیک وہ ثقہ ہیں اور اختلاف کیا ہے علماء نے اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص ایک مجہول شخص سے روایت کرے تو اس سے اس مجہول کی توثیق ہوگی یا نہیں؟ اکثر کا یہ قول ہے کہ صرف روایت کرنا اس سے توثیق کا باعث نہیں اور یہی ٹھیک ہے۔ کیونکہ کبھی ثقہ غیر ثقہ سے روایت کرتا ہے 'اس وجہ سے نہیں کہ وہ روایت دلیل اور حجت ہے بلکہ اعتبار اور تائید کے لیے۔ البتہ جب ثقہ ایسا کہے جیسا مالک نے کہا تو جس سے وہ اپنی کتاب میں روایت کرے وہ اس کے نزدیک ثقہ سمجھا جائے گا اور جو ثقہ اتنا کہے کہ مجھ سے بیان کیا ثقہ نے تو وہ کافی ہے تعدیل کے لیے۔ (نوویؒ)

٨٦- عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَ مُتَّهَمًا

٨٦- ابن ابی ذئب نے روایت کیا شرحبیل بن سعد سے اور وہ متہم ہے۔

٨٧- عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ رضي الله عنه يَقُولُ لَوْ خُيِّرْتُ بَيْنَ أَنْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ أَنْ أَلْقَى عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَرَّرٍ لَاخْتَرْتُ أَنْ أَلْقَاهُ ثُمَّ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ كَانَتْ بَعْرَةٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ.

٨٧- عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے وہ کہتے تھے اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ جنت میں جاؤں یا عبداللہ بن محرر سے ملوں تو میں پہلے اس سے ملتا پھر جنت میں جاتا (ایسی اس کی تعریف سنتا تھا اور اس قدر اس سے ملنے کا اشتیاق تھا) پھر جب میں اس سے ملا تو ایک اونٹ کی مینگنی مجھے اس سے بہتر معلوم ہوئی۔

٨٨- عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أُنَيْسَةَ لَا تَأْخُذُوا عَنْ أَخِي.

٨٨- زید بن ابی انیسہ نے کہا مت روایت کرو میرے بھائی سے۔

٨٩- عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ كَذَّابًا.

٨٩- عبیداللہ بن عمرو نے کہا یحییٰ بن انیسہ جھوٹا تھا۔

٩٠- عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ فَرْقَدٌ عِنْدَ أَيُّوبَ فَقَالَ إِنَّ فَرْقَدًا لَيْسَ صَاحِبَ حَدِيثٍ.

٩٠- حماد بن زید نے کہا فرقد (بن یعقوب سنجی ابو یعقوب) کا ذکر آیا ایوب کے سامنے تو انھوں نے کہا وہ صاحب حدیث نہیں۔

٩١- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بِشْرٍ الْعَبْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ ذُكِرَ عِنْدَهُ مُحَمَّدُ

٩١- عبدالرحمٰن بن بشر عبدی نے کہا میں نے یحییٰ بن سعید قطان سے سنا، ان کے سامنے ذکر آیا محمد بن عبیداللہ بن عبید بن عمیر لیثی

---

(٨٦) ☆ یعنی نسبت کیا گیا تھا طرف کذب کے۔ شرحبیل بڑا عالم تھا مغازی کا۔ (یعنی رسول اللہؐ کے جہادوں کا) سفیان بن عیینہ نے کہا اس سے بڑھ کر کوئی مغازی کا جاننے والا نہ تھا۔ وہ محتاج ہو گیا تو لوگ اس ڈر کے مارے اس کو دیتے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ کہہ دے تیرا باپ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ تھا۔ اور شرحبیل مولیٰ ہے انصار کا، مدنی کنیت اس کی ابو سعد ہے۔ محمد بن سعد نے کہا جو بڑا پرانا بوڑھا تھا روایت کی ہے اس نے زید بن ثابت اور اکثر صحابہ سے رسول اللہؐ کے۔ تقریب میں ہے کہ وہ سچا ہے لیکن آخر میں اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا سو برس کا ہو کر مرا۔

(٨٧) ☆ یعنی ایسا نکما اور خراب نکلا۔

(٨٨) ☆ یعنی یحییٰ بن ابی انیسہ سے روایت کرتا ہے زہری اور عمرو بن شعیب سے اس لیے کہ وہ ضعیف ہے۔ بخاری نے کہا وہ کچھ نہیں۔ نسائی نے کہا ضعیف ہے، متروک الحدیث ہے۔ تقریب میں ہے کہ کنیت اس کی ابو زید جزری ہے اور وہ ضعیف ہے۔ نووی نے کہا اس کا بھائی زید بن ابی انیسہ وہ ثقہ ہے، جلیل ہے حجت لی ہے اس سے بخاری اور مسلم نے۔ محمد بن سعد نے کہا وہ ثقہ ہے کثیر الحدیث اور فقیہ ہے۔ اہلحدیث کا انصاف اور خلوص اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے فائدے کا خیال رکھتے تھے۔ اپنی قرابت کا لحاظ کیے بغیر۔

(٩٠) ☆ یعنی حدیث کا روایت کرنا اور کام ہے۔ فرقد کو اس میں دخل نہ تھا اگرچہ وہ تابعی تھا اور عابد و زاہد تھا جیسے اوپر گزرا کہ عبادت اور زہد اور چیز ہے اور حدیث کا علم اور۔ مگر یحییٰ بن معین سے منقول ہے کہ انھوں نے ثقہ کہا فرقد کو۔ تقریب میں ہے کہ روایت کیا اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے اور وہ سچا عابد تھا مگر حدیث میں ضعیف ہے کثیر الخطاء ہے۔ ١٣١ھ میں مرا۔

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيُّ فَضَعَّفَهُ جِدًّا فَقِيلَ لِيَحْيَى أَضْعَفُ مِنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُ أَرَى أَنَّ أَحَدًا يَرْوِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ

کا تو انھوں نے اس کو بہت زیادہ ضعیف کہا۔ اس سے کسی نے کہا کیا وہ یعقوب بن عطاء سے بھی زیادہ ضعیف ہے تو انھوں نے کہا ہاں۔ پھر کہا کہ میں نہ سمجھتا تھا کہ کوئی محمد بن عبیداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کرے گا۔

٩٢- عَنْ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ ضَعَّفَ حَكِيمَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ الْأَعْلَى وَضَعَّفَ يَحْيَى بْنَ مُوسَى بْنِ دِينَارٍ قَالَ حَدِيثُهُ رِيحٌ وَضَعَّفَ مُوسَى بْنَ دِهْقَانَ وَعِيسَى بْنَ أَبِي عِيسَى الْمَدَنِيَّ

٩٢- بشر بن حکم سے روایت ہے میں نے سنا یحیٰی بن سعید قطان سے (جو امام تھے حدیث کے) انھوں نے ضعیف کہا حکیم بن جبیر کو اور عبدالاعلیٰ (بن عامر ثعلبی) کو اور ضعیف کہا یحیٰی بن موسیٰ بن دینار کو اور کہا کہ اس کی حدیث مثل ہوا کے ہے اور موسیٰ بن دہقان کو اور عیسیٰ بن ابو عیسیٰ مدنی کو۔

قَالَ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عِيسَى يَقُولُ قَالَ لِي ابْنُ الْمُبَارَكِ إِذَا قَدِمْتَ عَلَى جَرِيرٍ فَاكْتُبْ عِلْمَهُ كُلَّهُ إِلَّا حَدِيثَ ثَلَاثَةٍ لَا تَكْتُبْ حَدِيثَ عُبَيْدَةَ بْنِ مُعَتِّبٍ وَالسَّرِيِّ بْنِ إِسْمٰعِيلَ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ.[1]

امام مسلمؒ نے کہا کہ میں نے سنا حسن بن عیسیٰ سے اس نے کہا مجھ سے کہا عبداللہ بن مبارک نے کہ جب تو جریر کے پاس جائے تو اس کا سارا علم لکھ لے (یعنی سب حدیثیں اس کی روایت کر) مگر تین آدمیوں کی حدیثیں مت لکھ، عبیدہ بن معتب، سری بن اسمٰعیل اور محمد بن سالم کی روایتیں۔

قَالَ مُسْلِمٌ وَأَشْبَاهُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ كَلَامِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مُتَّهَمِي رُوَاةِ الْحَدِيثِ وَإِخْبَارِهِمْ عَنْ مَعَايِبِهِمْ كَثِيرٌ يَطُولُ الْكِتَابُ بِذِكْرِهِ عَلَى

امام مسلمؒ نے کہا اور اس کے مانند جو ہم نے ذکر کیا اہل حدیث کا کلام متہم راویوں میں اور ان کے عیبوں میں بہت ہے جس کے سب بیان کرنے سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور جس قدر

(٩٢) ☆ یہ حکیم بن جبیر اسدی کوفی ہے، شیعہ تھا۔ ابو حاتم رازی نے کہا بڑا کٹر شیعہ تھا۔ عبدالرحمن بن مہدی اور شعبہ سے پوچھا گیا کہ تم نے حکیم بن جبیر سے روایت کرنا کیوں چھوڑا تو انھوں نے کہا ہم ڈرتے ہیں جہنم سے یعنی اس کی روایتیں جھوٹی ہیں۔ اگر ہم اس سے نقل کریں گے تو دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ تقریب میں ہے کہ وہ ضعیف ہے اور روایت کیا اس سے ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اور نہیں روایت کیا اس سے بخاری اور مسلم نے۔ تقریب میں ہے کہ وہ سچا ہے مگر وہم کرتا ہے یعنی لغو اور بے ثبات ہے۔ اس مقام میں تمام نسخوں میں یحیٰی کے بعد لفظ بن کا موجود ہے جو یقیناً غلطی ہے اور صواب یہ ہے کہ بن کا لفظ نہ ہو۔ نووی نے کہا یہ غلطی مسلم کی کتاب نقل کرنے والوں سے ہوئی ہے نہ مسلم سے۔ یہ موسیٰ بن دینار مکی ہے جو روایت کرتا ہے سالم سے، جو بصری ہے روایت کرتا ہے ابن کعب سے۔ تقریب میں ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ یہ عیسیٰ بن میسرہ ہے۔ اس کی کنیت ابو موسیٰ ہے یا ابو محمد غفاری مدنی۔ اصل اس کی کوفی ہے۔ اس کو خیاط یا حناط کہتے ہیں یا خباط۔ یحیٰی بن معین نے کہا پہلے خیاط (درزی) تھا پھر اس پیشے کو چھوڑ کر حناط ہوا (یعنی گیہوں بیچنے لگا خط سے) پھر اس کو چھوڑ کر خباط ہوا۔ (یعنی پتے جھاڑنے والا) تقریب میں ہے کہ یہ متروک ہے۔

[1] ☆ کیونکہ یہ سب ضعیف ہیں۔ نووی نے کہا یہ تینوں کوفی ہیں اور متروک ہیں۔

اسْتِقْصَائِهِ وَفِيمَا ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ لِمَنْ تَفَهَّمَ وَعَقَلَ مَذْهَبَ الْقَوْمِ فِيمَا قَالُوا مِنْ ذَلِكَ وَبَيَّنُوا. [۲]

وَإِنَّمَا أَلْزَمُوا أَنْفُسَهُمْ الْكَشْفَ عَنْ مَعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيثِ وَنَاقِلِي الْأَخْبَارِ وَأَفْتَوْا بِذَلِكَ حِينَ سُئِلُوا لِمَا فِيهِ مِنْ عَظِيمِ الْخَطَرِ إِذْ الْأَخْبَارُ فِي أَمْرِ الدِّينِ إِنَّمَا تَأْتِي بِتَحْلِيلٍ أَوْ تَحْرِيمٍ أَوْ أَمْرٍ أَوْ نَهْيٍ أَوْ تَرْغِيبٍ أَوْ تَرْهِيبٍ فَإِذَا كَانَ الرَّاوِي لَهَا لَيْسَ بِمَعْدِنٍ لِلصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ ثُمَّ أَقْدَمَ عَلَى الرِّوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدْ عَرَفَهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ مَا فِيهِ لِغَيْرِهِ مِمَّنْ جَهِلَ مَعْرِفَتَهُ كَانَ آثِمًا بِفِعْلِهِ ذَلِكَ غَاشًّا لِعَوَامِّ الْمُسْلِمِينَ إِذْ لَا يُؤْمَنُ عَلَى بَعْضِ مَنْ سَمِعَ تِلْكَ الْأَخْبَارَ أَنْ يَسْتَعْمِلَهَا أَوْ يَسْتَعْمِلَ بَعْضَهَا وَلَعَلَّهَا أَوْ أَكْثَرَهَا أَكَاذِيبُ لَا أَصْلَ لَهَا مَعَ أَنَّ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ مِنْ رِوَايَةِ الثِّقَاتِ وَأَهْلِ الْقَنَاعَةِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ يُضْطَرَّ إِلَى نَقْلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مَقْنَعٍ. [۳]

وَلَا أَحْسِبُ كَثِيرًا مِمَّنْ يُعَرِّجُ مِنْ النَّاسِ عَلَى مَا وَصَفْنَا مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ الضِّعَافِ وَالْأَسَانِيدِ الْمَجْهُولَةِ وَيَعْتَدُّ بِرِوَايَتِهَا بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِمَا فِيهَا مِنْ التَّوَهُّنِ وَالضَّعْفِ إِلَّا أَنَّ الَّذِي يَحْمِلُهُ عَلَى رِوَايَتِهَا

ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس شخص کے لیے جو قوم کا مذہب سمجھ بوجھ جائے۔

اور حدیثوں کے اماموں نے راویوں کا عیب کھول دینا ضروری سمجھا اور اس بات کا فتویٰ دیا جب ان سے پوچھا گیا' اس لیے کہ یہ بڑا اہم کام ہے۔ کیونکہ دین کی بات جب نقل کی جائے گی تو وہ کسی امر کے حلال ہونے کے لیے ہوگی یا حرام ہونے کے لیے' اس میں کسی بات کا حکم ہوگا یا کسی بات کی ممانعت ہوگی' کسی کام کی طرف رغبت دلائی جائے یا کسی کام سے ڈرایا جائے گا۔ بہر حال جب راوی سچا اور امانت دار نہ ہو پھر اس سے کوئی روایت کرے جو اس کے حال کو جانتا ہو اور وہ حال دوسرے سے بیان نہ کرے جو نہ جانتا ہو تو گنہگار ہوگا اور دھوکا دینے والا ہوگا مسلمانوں کو۔ اس لیے کہ بعض لوگ ان حدیثوں کو سنیں گے اور ان سب پر یا بعض پر عمل کریں گے اور شاید وہ سب یا ان میں سے اکثر جھوٹی ہوں' (اور بعض نسخوں میں یہ ہے کہ ان میں کم یا زیادہ جھوٹی ہوں) جن کی اصل نہ ہو۔ حالانکہ صحیح حدیثیں ثقہ لوگوں کی اور جن کی روایت پر قناعت ہو سکتی ہے کیا کم ہیں کہ بے اعتبار اور جن کی روایت پر قناعت نہیں ہو سکتی ان کی روایتوں کی احتیاج پڑے۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس قسم کی ضعیف حدیثیں اور مجہول سندیں نقل کی ہیں اور ان میں مصروف ہیں اور وہ جانتے ہیں ان کے ضعف کو تو ان کی غرض یہ ہے کہ عوام کے نزدیک اپنا کثرت علم ثابت کریں اور اس لیے کہ لوگ

---

[۲] ☆ یعنی یہ کتاب کچھ جرح اور تعدیل کی تھوڑی ہے کہ اس میں سب راویوں کا حال بیان کیا جائے بلکہ جرح اور تعدیل کی تو جدا بڑی بڑی کتابیں بنی ہیں جن میں تمام راویوں کا پورا پورا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تو چند راویوں کا عیب ائمہ حدیث کے اقوال سے بیان کیا گیا صرف اس مقصد کے لیے کہ اہلحدیث کے نزدیک راویوں کا عیب اور سقم بیان کرنا برا نہیں اور اس کو غیبت میں داخل نہیں کرتے۔

[۳] ☆ یعنی روایت کرنے کے لیے صحیح حدیثیں ہزاروں ہیں' پھر ضرورت کیا ہے کہ ان کو چھوڑ کر ضعیف' منکر اور موضوع حدیثوں کو نقل کرے۔

وَالِاعْتِدَادِ بِهَا إِرَادَةُ التَّكَثُّرِ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْعَوَامِّ وَلِأَنْ يُقَالَ مَا أَكْثَرَ مَا جَمَعَ فُلَانٌ مِنَ الْحَدِيثِ وَأَلَّفَ مِنَ الْعَدَدِ وَمَنْ ذَهَبَ فِي الْعِلْمِ هٰذَا الْمَذْهَبَ وَسَلَكَ هٰذَا الطَّرِيقَ فَلَا نَصِيبَ لَهُ فِيهِ وَكَانَ بِأَنْ يُسَمَّى جَاهِلًا أَوْلٰى مِنْ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى عِلْمٍ.

کہیں سبحان اللہ' فلاں شخص نے کتنی زیادہ حدیثیں جمع کی ہیں اور جس شخص کی یہ چال ہے اور اس کا یہ طریقہ ہے اس کا علم حدیث میں کچھ نہیں اور وہ جاہل کہلانے کا زیادہ سزاوار ہے عالم کہلانے سے۔

☆☆ کیونکہ علم وہ ہے جس کو عالم لوگ تسلیم کریں اور جاہل ناواقف لوگوں کا کیا اعتبار ہے۔ وہ اگر ایسے شخص کو بڑا عالم خیال کریں تو ان کے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ حدیث کے امام اور فاضل ہمیشہ ایسے شخص کو جو ہر قسم کی حدیثیں نقل کرے اور صحیح اور ضعیف میں تمیز نہ کرے' جاہل اور بے وقوف جانیں گے۔ امام نوویؒ نے قاضی عیاضؒ سے نقل کیا ہے کہ راویوں کا عیب بیان کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے باجماع علماء۔ اس واسطے کہ شریعت کی حفاظت ضروری امر ہے اور یہ غیبت میں داخل نہیں جو حرام ہے بلکہ نصیحت ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ اور مسلمانوں کے لیے یعنی سب کی خیر خواہی ہے اور ہمیشہ امت محمدی کے فاضل اور پرہیزگار اور تقویٰ شعار لوگ ایسا کرتے چلے آئے ہیں جیسے مسلمؒ نے اس باب میں کتنے ہی بزرگوں کے اقوال نقل کئے ہیں اور میں نے بھی بخاری کی شرح کے شروع میں چند اقوال اس قسم کے بیان کیے ہیں۔ مگر یہ امر ضروری ہے کہ جو شخص راویوں کا عیب بیان کرے وہ خدا سے ڈرے اور سوچ سمجھ کر کہے اور سستی اور کاہلی سے پرہیز کرے اور اس شخص کا عیب بیان نہ کرے جو عیب سے پاک ہو یا جس کا عیب فاش نہ ہوا ہو' اس لیے کہ جرح کرنے سے بھی ایک مفسدہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اس راوی کی روایتیں اعتبار کے قابل نہیں رہتیں اور اس کی سب حدیثیں رد ہو جاتی ہیں' پھر اگر جرح غلط ہو تو گویا صحیح روایتوں اور حدیثوں کو رد کیا۔ اسی واسطے جرح اسی شخص کا مقبول ہے جو خود صاحب معرفت' مقبول القول ہو ورنہ جرح کرنے والے کو جرح کرنا درست نہیں۔ اب یہ بات کہ جرح اور تعدیل دونوں میں ایک شخص کا کہنا کافی ہے یا کئی شخص ہونے چاہئیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایک شخص کا کہنا کافی ہے۔ پھر یہ بات کہ جرح کا سبب بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اور بہت سے علماء کا یہ قول ہے کہ سبب بیان کرنا ضروری ہے اور جرح مبہم مقبول نہیں اور قاضی ابو بکر باقلانی وغیرہ کا یہ بیان کرنا ضروری نہیں اور جو نہیں پہچانتا۔ اسکے لیے ضروری ہے۔ پھر جن لوگوں کے نزدیک جرح میں سبب کا بیان کرنا ضروری ہے وہ کہتے ہیں کہ جرح مبہم کا اثر صرف اسی قدر ہوگا کہ اس کی روایت حجت کے لائق نہ رہے گی جب تک اس جرح کا ثبوت یا ابطال نہ ہو۔ اب صحیحین میں جو بعض ایسے راوی ہیں جن پر اگلے لوگوں نے جرح کی ہے تو ان کی جرح مبہم ہے جو ثابت نہیں ہوئی اگر بعض لوگ جرح کریں اور بعض تعدیل ایک ہی راوی کی تو قول مختار جس پر جمہور علماء اور محققین ہیں یہ ہے کہ جرح قبول کی جائے گی اور جرح مقدم ہے تعدیل پر اگرچہ تعدیل کرنے والے عدد میں زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا اگر تعدیل کرنے والے زیادہ ہوں تو تعدیل مقدم ہے مگر صحیح پہلا قول ہے۔ امام مسلمؒ نے اس باب میں شعبیؒ سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے فلاں نے اور وہ متہم تھا۔ اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان اماموں نے ایسے لوگوں سے کیوں روایت کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ لوگ کذاب اور متہم ہیں اور اس کے کئی جواب ہیں ایک یہ کہ انھوں نے روایت کیا لوگوں کو جتانے کیلئے کہ اس روایت کے ضعف سے آگاہ ہو جائیں۔ دوسری یہ کہ ضعیف شخص سے بطور استشہاد اور تائید کے روایت کرنا درست ہے مگر بالانفراد اس کی روایت حجت پکڑنے کے لائق نہیں۔ تیسری یہ کہ ضعیف شخص کی سب روایتیں جھوٹی نہیں ہوتیں۔ تو حدیث کے امام اس کی روایتوں کو پہچان لیتے ہیں اور ان کو روایت کرتے ہیں اور ضعیف اور باطل کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ امر ان پر آسان ہے۔ جیسے کسی نے سفیان ثوریؒ سے کہا جب انھوں نے کلبی (محمد بن سائب) کی روایت کرنے کو منع کیا کہ تم کیوں اس سے روایت کرتے ہو تو انھوں نے کہا کہ میں اس کے جھوٹ اور سچ کو پہچان لیتا ہوں۔ چوتھی یہ کہ اکثر ضعیف شخصیتوں سے ☜

....

لئے ترغیب وترہیب ،فضائل ،قصص اور زہد واخلاق کی حدیثیں روایت کرتے ہیں جو کسی شے کی حلت یا حرمت سے متعلق نہیں اور اہلحدیث نے اس قسم کی ضعیف روایتوں کو جائز رکھا ہے بشرطیکہ موضوع نہ ہوں لیکن حدیث کے اماموں نے ضعیف لوگوں سے کسی قسم کی روایت نقل کرنا بالانفراد جائز نہیں رکھا نہ محققین علماء نے اور یہ جو بعض فقیہوں کی (جیسے صاحب ہدایہ کی) عادت ہے کہ ہر قسم کی روایت نقل کرتے ہیں یہ عمدہ بات نہیں بلکہ نہایت بری بات ہے۔ اس لیے کہ اگر ان کو معلوم تھا کہ یہ روایت ضعیف ہے تو درست نہ تھا دلیل لانا اس سے کیونکہ سب علماء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ ضعیف حدیث احکام شرعیہ میں حجت پکڑنے کے قابل نہیں ہے اور اگر ان کو معلوم نہ تھا ضعف اس کا تو بھی درست نہ تھی یہ بات کہ نقل کرتے اس کو بغیر جانچے ہوئے یا اور اہل علم سے پوچھے بغیر۔ کاذبین یعنی حدیث بنانے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جن کا جھوٹ صاف کھل گیا ہے۔ وہ کئی طرح کے ہیں۔ بعض تو ایسے کہ صاف تراش لیتے ہیں حضرتؐ پر جو بات آپؐ نے نہیں فرمائی جیسے زندیق' بے دین لوگ جن کے نزدیک دین کی کوئی عظمت یا عزت نہیں۔ یا اس کام کو اچھا اور ثواب سمجھتے ہیں جیسے بعض جاہل درویش اور صوفی کہ فضائل اور جن کے نزدیک دین کی کوئی عظمت یا عزت نہیں یا اس کام کو اچھا اور ثواب سمجھتے ہیں جیسے بعض جاہل درویش اور صوفی کہ فضائل اور اخلاق میں لوگوں کو رغبت دلانے کے لیے حدیثیں بنالیتے ہیں یا اپنا فخر جتانے کے لیے نئی اور نادر روایتوں سے جیسے فاسق لوگ کرتے ہیں یا تعصب سے اپنا مذہب ثابت کرنے کے لیے جیسے بدعتی اور شیعہ اور قدریہ اور جہمیہ خذلھم اللہ تعالیٰ۔ اور اہل علم کے نزدیک ہر ایک طبقے کے لوگ ان میں سے معین اور معلوم ہو گئے ہیں اور بعض ان کذابین میں سے ایسے ہیں جو حدیث کے متن کو نہیں بناتے لیکن اس کے لیے ایک صحیح سند تراش لیتے ہیں اور بعض سند کو الٹ پلٹ دیتے ہیں اور بعض اس میں بڑھا دیتے ہیں اور اس سے مقصود اپنا فضل ظاہر کرنا یا اپنی جہالت رفع کرنا ہوتا ہے اور بعض اس طرح جھوٹ بولتے ہیں کہ جس سے نہیں سنا اس سے کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے یا جس سے نہیں ملے اس سے ملنا بیان کرتے ہیں اور اس کی صحیح حدیثیں نقل کرتے ہیں اور بعض ایسا کیا کرتے ہیں کہ صحابیؓ یا تابعیؒ یا حکیم کے قول کو بڑھا کر رسول اللہ کا قول نقل کردیتے ہیں۔ ان سب قسموں کے لوگ کذاب ہیں اور متروک ہیں اہلحدیث کے نزدیک۔ اسی طرح وہ شخص جو حدیث کی روایت پر جرأت کرتا ہے بغیر اس کو تحقیق کئے ہوئے اور جانچے ہوئے تو ایسے لوگوں سے روایت نہیں کرتے نہ ان کی روایتیں قبول کرتے ہیں اگرچہ صرف ایک ہی بار انھوں نے ایسا کیا ہو۔ کیونکہ جب ایک بار بے احتیاطی کی تو ان کا اعتبار جاتا رہا۔ جیسے جھوٹا گواہ ایک بار جھوٹی گواہی دینے سے اس کی گواہی اعتبار کے لائق نہیں رہتی۔ پھر اگر ایسا شخص توبہ کرے تو آئندہ بھی اس کی روایت قبول ہوگی یا نہ ہوگی اس میں اختلاف ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ قبول ہوگی اس لیے کہ توبہ سے سب قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جنھوں نے آئندہ بھی قبول نہ کیا ان کی حجت یہ ہے کہ یہ گناہ نہایت سخت ہے یعنی حضرتؐ پر جھوٹ باندھنا تو اس کی سزا بھی سخت ہونی چاہئے کیونکہ آپؐ نے خود فرمایا کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں ہے جیسے اور کسی پر جھوٹ باندھنا۔ دوسری قسم کاذبین کی یہ ہے کہ حدیث میں تو وہ کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولتے لیکن اور دنیا کی باتوں میں جھوٹ بولتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی روایت بھی قبول نہیں ہوتی نہ ان کی گواہی قبول ہے' البتہ اگر توبہ کریں تو قبول ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ایک آدھ جھوٹ کسی دنیا کی بات میں نکل جائے اور وہ معلوم اور مشہور نہ ہو تو اس کی روایت قبول ہوگی۔ کیونکہ احتمال ہے کہ اس سے غلطی ہوئی یا وہم ہوا اور جو وہ خود ایک مرتبہ جھوٹ بولنے کا اقرار کرے بشرطیکہ اس کے جھوٹ سے کسی مسلمان کو نقصان نہ پہنچا ہو اور پھر توبہ کرے تو بھی اس کی روایت قبول ہوگی کیونکہ یہ نادر ہے اور ان گناہوں میں سے نہیں جو انسان کو ہلاک کردیتے ہیں اور اس قسم کی خطائیں اکثر لوگوں سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی حکم ہے اس جھوٹ کا جو بطریق تعریض یا طنز کے ہو کیونکہ وہ درحقیقت جھوٹ نہیں اگرچہ ظاہر صورت میں جھوٹ ہے جیسے رسول اللہؐ نے ابوالجہم کو کہ وہ اپنی لاٹھی کندھے سے زمین پر نہیں رکھتا۔ (یعنی اکثر مار پیٹ کیا کرتا ہے) ایسا تو حضرت ابراہیمؑ نے بھی کیا کہ اپنی بیوی کو بہن بتلایا۔ یہ توریہ جو بنظر مصلحت ہو درست ہے۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ (نوویؒ)

بَابُ: صِحَّةِ الْاِحْتِجَاجِ بِالْحَدِيْثِ الْمُعَنْعَنِ اِذَا اَمْكَنَ لِقَاءُ الْمُعَنْعَنِيْنَ وَ لَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ مُدَلِّسٌ ؂

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ مُنْتَحِلِي الْحَدِيْثِ مِنْ اَهْلِ عَصْرِنَا فِي تَصْحِيحِ الْاَسَانِيدِ وَتَسْقِيمِهَا بِقَوْلٍ لَوْ ضَرَبْنَا عَنْ حِكَايَتِهِ وَذِكْرِ فَسَادِهِ صَفْحًا لَكَانَ رَأْيًا مَتِينًا وَمَذْهَبًا صَحِيحًا إِذْ

باب : معنعن حدیث سے حجت پکڑنا صحیح ہے جب کہ معنعن والوں کی ملاقات ممکن ہو اور ان میں کوئی تدلیس کرنے والا نہ ہو۔

امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بعض ایسے لوگوں نے جنھوں نے جھوٹ موٹ اپنے تئیں محدث قرار دیا ہے اسناد کی صحت اور سقم میں ایک قول بیان کیا ہے۔ اگر ہم بالکل اس کو نقل نہ کریں اور اس کا ابطال نہ لکھیں تو عمدہ تجویز ہوگی اور ٹھیک راستہ

؂ ☆ معنعن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی اسناد میں فلان عن فلان عن فلان ہو یعنی فلاں نے فلاں سے اور اس نے فلاں سے روایت کیا۔ چونکہ ایسی اسناد میں راوی یوں نہیں کہتا کہ میں نے فلاں سے سنا یا اس نے مجھ سے بیان کیا' تو شبہ رہتا ہے کہ ایک نے دوسرے سے سنا ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بیچ میں کوئی راوی رہ گیا ہو۔ اس واسطے معنعن حدیث کے حجت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کا یہ قول ہے کہ اگر ایک راوی نے دوسرے کا زمانہ پایا ہو اور اس کی ملاقات اس سے ممکن ہو تو روایت محمول ہوگی اتصال پر اور حجت ہوگی۔ امام مسلم کا یہی مذہب ہے اور اس باب میں اسی کو ثابت کیا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ صرف ملاقات کا ممکن ہونا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ کم سے کم ایک بار اس راوی کی دوسرے راوی سے ملاقات ہو جانا ثابت ہو جائے۔ امام مسلم نے کہا یہ قول اعتبار کے لائق نہیں اور بالکل نیا مذہب ہے جو اہل علم میں سے کسی نے اختیار نہیں کیا اور بدعت ہے لیکن محققین علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے اور مسلمؒ کے مذہب کو ضعیف کہا ہے۔ علی بن المدینی اور بخاری اور ایک جماعت علماء مسلم کی مخالفت میں ہیں بلکہ بعضوں نے اس سے زیادہ اور شرطیں بھی کی ہیں کہ اس راوی کی دوسرے راوی سے ملاقات معلوم اور مشہور ہو اور ان میں صحبت رہی ہو۔ مگر ابن مدینیؒ اور بخاریؒ نے جو قول اختیار کیا ہے وہی صحیح ہے کہ جب کم سے کم ایک بار ملاقات ثابت ہو گئی تو روایت متصل سمجھی جائے گی کیونکہ راوی کا حال معلوم ہے کہ اس کی عادت تدلیس کی نہیں۔ تدلیس کے معنی چھپانا اور اصطلاح کے ہیں۔ اہل حدیث میں تدلیس اس کو کہتے ہیں کہ راوی اپنے شیخ کو جس سے حدیث سنی ہے چھپا کر اس کے اوپر کے راوی کا نام لے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس نے اس سے سنا ہے اور یہ عادت بعض اہل حدیث کی تھی جن کا حال معلوم ہو گیا ہے کہ وہ اپنا علو اسناد جتلانے کے لیے یا کسی ادنیٰ شخص سے روایت کرنے میں شرم کر کے تدلیس کیا کرتے تھے۔ پھر اگر ایسا تدلیس کرنے ولا راوی معنعن حدیث میں ہو تو وہاں ایک بار ملاقات ہونا یا ملاقات ممکن ہونا کسی کے نزدیک حدیث کے متصل ہونے کے لیے کافی نہ ہوگا جب تک صاف معلوم نہ ہو جائے کہ درحقیقت اس مدلس راوی کی صحبت اور ملاقات دوسرے راوی سے ہوئی تھی۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ معنعن روایت بالکل کسی صورت میں حجت کے لائق نہیں مگر یہ قول مردود ہے باجماع سلف' اس کو کسی نے اختیار نہیں کیا۔ (نووی مع زیادہ) نوویؒ نے اس باب کے ترجمہ کو اس طرح قائم کیا ہے جیسے اوپر لکھا گیا لیکن نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں یہ باب یوں لکھا ہے: باب مانصح به رواية الرواة بعضهم عن بعض والتنبية علي من غلط في ذلك. یعنی باب بیان میں اس بات کے کیونکر صحیح ہوتی ہے روایت ایک راوی کی دوسرے راوی سے اور بیان اس غلطی کا جو لوگوں نے اس مقام پر کی ہے۔ اگرچہ یہ ترجمہ بھی برا نہیں لیکن نوویؒ نے جو ترجمہ کیا ہے وہ زیادہ مناسب ہے اور اولیٰ ہے۔ اس واسطے ہم نے اسی کو اختیار کیا اور وجہ اس اختلاف کی وہی ہے جو اوپر گزری کہ امام مسلم نے خود تو ابواب کے تراجم لکھے نہیں' لوگوں نے ان کے بعد لکھ دیے' پھر ہر ایک نے مناسب دیکھ کر اپنی رائے سے باب قائم کیے۔ ہم بھی جو ترجمہ زیادہ مناسب ہوگا اسی کو لکھا کریں گے۔

الْإِعْرَاضُ عَنْ الْقَوْلِ الْمُطَّرَحِ أَحْرَى لِإِمَاتَتِهِ وَإِخْمَالِ ذِكْرِ قَائِلِهِ وَأَجْدَرُ أَنْ لَا يَكُونَ ذَلِكَ تَنْبِيهًا لِلْجُهَّالِ عَلَيْهِ غَيْرَ أَنَّا لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُورِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ وَإِسْرَاعِهِمْ إِلَى اعْتِقَادِ خَطَإِ الْمُخْطِئِينَ وَالْأَقْوَالِ السَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ رَأَيْنَا الْكَشْفَ عَنْ فَسَادِ قَوْلِهِ وَرَدَّ مَقَالَتِهِ بِقَدْرِ مَا يَلِيقُ بِهَا مِنْ الرَّدِّ أَجْدَى عَلَى الْأَنَامِ وَأَحْمَدَ لِلْعَاقِبَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ.

وَزَعَمَ الْقَائِلُ الَّذِي افْتَتَحْنَا الْكَلَامَ عَلَى الْحِكَايَةِ عَنْ قَوْلِهِ وَالْإِخْبَارِ عَنْ سُوءِ رَوِيَّتِهِ أَنَّ كُلَّ إِسْنَادٍ لِحَدِيثٍ فِيهِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَقَدْ أَحَاطَ الْعِلْمُ بِأَنَّهُمَا قَدْ كَانَا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ وَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ الْحَدِيثُ الَّذِي رَوَى الرَّاوِي عَمَّنْ رَوَى عَنْهُ قَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ وَشَافَهَهُ بِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَعْلَمُ لَهُ مِنْهُ سَمَاعًا وَلَمْ نَجِدْ فِي شَيْءٍ مِنْ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُمَا الْتَقَيَا قَطُّ أَوْ تَشَافَهَا بِحَدِيثٍ أَنَّ الْحُجَّةَ لَا تَقُومُ عِنْدَهُ بِكُلِّ خَبَرٍ جَاءَ هَذَا الْمَجِيءَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَهُ الْعِلْمُ بِأَنَّهُمَا قَدْ اجْتَمَعَا مِنْ دَهْرِهِمَا مَرَّةً فَصَاعِدًا أَوْ تَشَافَهَا بِالْحَدِيثِ بَيْنَهُمَا أَوْ يَرِدَ خَبَرٌ فِيهِ بَيَانُ اجْتِمَاعِهِمَا وَتَلَاقِيهِمَا مَرَّةً مِنْ دَهْرِهِمَا فَمَا فَوْقَهَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ عِلْمُ ذَلِكَ وَلَمْ تَأْتِ رِوَايَةٌ صَحِيحَةٌ تُخْبِرُ أَنَّ هَذَا الرَّاوِيَ عَنْ صَاحِبِهِ قَدْ لَقِيَهُ مَرَّةً وَسَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ فِي نَقْلِهِ الْخَبَرَ عَمَّنْ رَوَى عَنْهُ عِلْمُ ذَلِكَ وَالْأَمْرُ كَمَا وَصَفْنَا حُجَّةً وَكَانَ الْخَبَرُ عِنْدَهُ مَوْقُوفًا حَتَّى يَرِدَ

ہوگا۔ اسلئے کہ غلط بات کی طرف التفات نہ کرنا اس کو مٹانے کیلئے اور اس کے کہنے والے کا نام کھودنے کے لیے بہتر ہے اور مناسب ہے جاہلوں کے لئے تاکہ ان کو خبر بھی نہ ہو اس غلط بات کی مگر اس وجہ سے کہ ہم انجام کی برائی سے ڈرتے ہیں اور یہ بات دیکھتے ہیں کہ جاہل نئی بات پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور غلط بات پر جلد اعتقاد کر لیتے ہیں جو علماء کے نزدیک ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔ ہم نے اس قول کی غلطی بیان کرنا اور اس کو رد کرنا جیسا چاہیے لوگوں کے لیے بہتر اور فائدہ مند خیال کیا اور اس کا انجام بھی نیک ہوگا اگر خدا عزوجل چاہے۔

اور اس شخص نے جس کے قول سے ہم نے گفتگو شروع کی اور جس کے فکر اور خیال کو ہم نے باطل کہا یوں گمان کیا ہے کہ جو اسناد ایسی ہو جس میں فلاں عن فلاں ہو اور یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ دونوں ایک زمانہ میں تھے اور ممکن ہو کہ یہ حدیث ایک نے دوسرے سے سنی ہو اور اس سے ملا ہو مگر ہم کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس نے اس سے سنا ہے' نہ ہم نے کسی روایت میں اس بات کی تصریح پائی کہ وہ دونوں ملے تھے اور ان میں منہ در منہ بات چیت ہوئی تھی تو ایسی اسناد سے جو حدیث روایت کی جائے وہ حجت نہیں ہے جب تک یہ بات معلوم نہ ہو کہ کم سے کم وہ دونوں اپنی عمر میں ایک بار ملے تھے اور ایک نے دوسرے سے بات چیت کی تھی یا ایسی کوئی حدیث روایت کی جائے جس میں اس امر کا بیان ہو کہ ان دونوں کی ملاقات ایک یا زیادہ بار ہوئی تھی۔ اگر اس بات کا علم نہ ہو اور نہ کوئی حدیث ایسی روایت کی جائے جس سے ملاقات اور سماع کا ثبوت ہو تو ایسی حدیث نقل کرنا جس سے ملاقات کا علم نہ ہو ایسی حالت میں حجت نہیں ہے اور وہ حدیث موقوف رہے گی یہاں تک کہ ان دونوں کا سماع تھوڑا یا زیادہ دوسری روایت سے معلوم ہو۔

عَلَيْهِ سَمَاعُهُ مِنْهُ لِشَيْءٍ مِنَ الْحَدِيثِ قَلَّ أَوْ كَثُرَ فِي رِوَايَةٍ مِثْلِ مَا وَرَدَ.

وَهَذَا الْقَوْلُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فِي الطَّعْنِ فِي الْأَسَانِيدِ قَوْلٌ مُخْتَرَعٌ مُسْتَحْدَثٌ غَيْرُ مَسْبُوقٍ صَاحِبُهُ إِلَيْهِ وَلَا مُسَاعِدَ لَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ وَذَلِكَ أَنَّ الْقَوْلَ الشَّائِعَ الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْأَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا أَنَّ كُلَّ رَجُلٍ ثِقَةٍ رَوَى عَنْ مِثْلِهِ حَدِيثًا وَجَائِزٌ مُمْكِنٌ لَهُ لِقَاؤُهُ وَالسَّمَاعُ مِنْهُ لِكَوْنِهِمَا جَمِيعًا كَانَا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فِي خَبَرٍ قَطُّ أَنَّهُمَا اجْتَمَعَا وَلَا تَشَافَهَا بِكَلَامٍ فَالرِّوَايَةُ ثَابِتَةٌ وَالْحُجَّةُ بِهَا لَازِمَةٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ هُنَاكَ دَلَالَةٌ بَيِّنَةٌ أَنَّ هَذَا الرَّاوِيَ لَمْ يَلْقَ مَنْ رَوَى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا فَأَمَّا وَالْأَمْرُ مُبْهَمٌ عَلَى الْإِمْكَانِ الَّذِي فَسَّرْنَا فَالرِّوَايَةُ عَلَى السَّمَاعِ أَبَدًا حَتَّى تَكُونَ الدَّلَالَةُ الَّتِي بَيَّنَّا.

اور یہ قول اسناد کے باب میں 'خدا تجھ پر رحم کرے' ایک نیا ایجاد کیا ہوا ہے جو پہلے کسی نے نہیں کہا نہ حدیث کے عالموں نے اس کی موافقت کی ہے۔ اس لیے کہ مشہور مذہب جس پر اتفاق ہے اہل علم کا پہلے اور بعد والوں کا وہ یہ ہے کہ جب کوئی ثقہ شخص کسی ثقہ شخص سے روایت کرے ایک حدیث کو اور ان دونوں کی ملاقات جائز اور ممکن ہو (باعتبار سن اور عمر کے) اس وجہ سے کہ وہ دونوں ایک زمانے میں موجود تھے اگرچہ کسی حدیث میں اس بات کی تصریح نہ ہو کہ وہ دونوں ملے تھے یا ان میں روبرو بات چیت ہوئی تھی تو وہ حدیث حجت ہے اور وہ روایت ثابت ہے۔ البتہ اگر اس امر کی وہاں کوئی کھلی دلیل ہو کہ درحقیقت یہ راوی دوسرے راوی سے نہیں ملا یا اس سے کچھ نہیں سنا تو وہ حدیث حجت نہ ہوگی۔ لیکن جب تک یہ امر مبہم رہے (یعنی گول مول اور کوئی دلیل نہ سننے اور نہ ملنے کی نہ ہو) تو صرف ملاقات کا ممکن ہونا کافی ہوگا اور وہ روایت سماع پر محمول کی جائے گی۔

فَيُقَالُ لِمُخْتَرِعِ هَذَا الْقَوْلِ الَّذِي وَصَفْنَا مَقَالَتَهُ أَوْ لِلذَّابِّ عَنْهُ قَدْ أَعْطَيْتَ فِي جُمْلَةِ قَوْلِكَ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ عَنِ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ حُجَّةٌ يَلْزَمُ بِهِ الْعَمَلُ ثُمَّ أَدْخَلْتَ فِيهِ الشَّرْطَ بَعْدُ فَقُلْتَ حَتَّى نَعْلَمَ أَنَّهُمَا قَدْ كَانَا الْتَقَيَا مَرَّةً فَصَاعِدًا أَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا فَهَلْ تَجِدُ هَذَا الشَّرْطَ الَّذِي اشْتَرَطْتَهُ عَنْ أَحَدٍ يَلْزَمُ قَوْلُهُ وَإِلَّا فَهَلُمَّ دَلِيلًا عَلَى مَا زَعَمْتَ فَإِنِ ادَّعَى قَوْلَ أَحَدٍ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ بِمَا زَعَمَ مِنْ إِدْخَالِ الشَّرِيطَةِ فِي تَثْبِيتِ الْخَبَرِ طُولِبَ بِهِ وَلَنْ يَجِدَ هُوَ وَلَا

پھر جس شخص نے یہ قول نکالا ہے یا اس کی حمایت کرتا ہے اس سے یوں گفتگو کریں گے کہ خود تیرے ہی سارے کلام سے یہ بات نکلی کہ ایک ثقہ شخص کی روایت دوسرے ثقہ شخص سے حجت ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے۔ پھر تو نے خود ایک شرط بعد میں بڑھا دی کہ جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں اپنی عمر میں ایک بار ملے تھے یا زیادہ بار اور ایک نے دوسرے سے سنا تھا۔ اب اس شرط کا ثبوت کسی ایسے شخص کے قول سے ملنا چاہئے جس کا ماننا ضروری ہو۔ اگر ایسا قول نہیں ہے تو اور کوئی دلیل اپنے دعویٰ پر لانا۔ اگر وہ یہ کہے کہ اس باب میں سلف کا قول ہے یعنی اس شرط کے ثبوت کیلئے تو کہا جائے گا کہاں ہے؟ لا! پھر نہ اس کو کوئی قول

غَيْرُهُ إِلَى إِيجَادِهِ سَبِيلًا وَإِنْ هُوَ ادَّعَى فِيمَا زَعَمَ دَلِيلًا يَحْتَجُّ بِهِ قِيلَ لَهُ وَمَا ذَاكَ الدَّلِيلُ. [1]

فَإِنْ قَالَ قُلْتُهُ لِأَنِّي وَجَدْتُ رُوَاةَ الْأَخْبَارِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا يَرْوِي أَحَدُهُمْ عَنِ الْآخَرِ الْحَدِيثَ وَلَمَّا يُعَايِنْهُ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا قَطُّ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمُ اسْتَجَازُوا رِوَايَةَ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمْ هَكَذَا عَلَى الْإِرْسَالِ مِنْ غَيْرِ سَمَاعٍ وَالْمُرْسَلُ مِنَ الرِّوَايَاتِ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْأَخْبَارِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ احْتَجْتُ لِمَا وَصَفْتُ مِنَ الْعِلَّةِ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ سَمَاعِ رَاوِي كُلِّ خَبَرٍ عَنْ رَاوِيهِ فَإِذَا أَنَا هَجَمْتُ عَلَى سَمَاعِهِ مِنْهُ

ملے گا اور نہ کسی اور کو اور اگر یہ اور کوئی دلیل قائم کرنا چاہے تو پوچھیں گے وہ دلیل کیا ہے؟

پھر اگر وہ شخص یہ کہے کہ میں نے یہ مذہب اس لیے اختیار کیا ہے کہ میں نے حدیث کے تمام اگلے اور پچھلے راویوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے حدیث روایت کرتے ہیں حالانکہ اس ایک نے دوسرے کو دیکھا ہے نہ اس سے سنا۔ تو جب میں نے دیکھا کہ انھوں نے جائز رکھا ہے مرسل کو روایت کرنا بغیر سماع کے اور مرسل روایت ہمارے اور اہل علم کے نزدیک حجت نہیں ہے تو ضرورت محسوس ہوئی مجھ کو راوی کے سماع دیکھنے کی جس کو وہ روایت کرتا ہے دوسرے سے۔ پھر اگر مجھے کہیں ذرا بھی ثابت ہو گیا کہ اس نے سنا ہے دوسرے راوی سے تو اس کی تمام روایتیں اس سے درست

---

[1] ☆ اس مقام پر امام مسلمؒ نے ایک بڑا ضروری قاعدہ شرع کا بیان کیا ہے۔ وہ ہے عمل کرنا خبر واحد پر۔ علماء نے کہا کہ حدیث یعنی خبر دو قسم کی ہے ایک متواتر اور ایک احاد۔ متواتر تو وہ ہے جس کے روایت کرنے والے اتنے آدمی ہوں کہ ان سب کا جھوٹا ہونا عقل کے نزدیک محال معلوم ہو اور ہر طبقے میں اس کے راوی اسی کثرت سے ہوں۔ اس قسم کی روایت سے تو علم بھی حاصل ہوتا ہے یعنی یقین اور اس پر عمل بھی واجب ہوتا ہے۔ خبر احاد وہ ہے جس کو ہر طبقے میں اس قدر راویوں نے نقل نہ کیا ہو خواہ ایک ہی راوی نے نقل کیا ہو یا زیادہ نے اگرچہ بعض طبقوں میں اس کے راوی کثرت سے ہوں۔ مثلاً ایک ہی صحابیؓ نے ایک حدیث کو روایت کیا ہے لیکن بہت سے تابعینؒ نے اس صحابیؓ سے سنا ہے تو اگرچہ وہ حدیث مشہور ہو گی لیکن خبر احاد میں داخل ہے۔ خبر احاد کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے مگر جمہور اہل اسلام صحابہؓ اور تابعینؒ اور ان کے بعد او ر محدثین اور فقہاء اور علماء کا مذہب یہ ہے کہ خبر واحد کا راوی اگر ثقہ ہو تو وہ قابل حجت ہے اور اس سے ظن حاصل ہوتا ہے اگرچہ یقین جیسا متواتر سے حاصل ہوتا ہے نہیں ہوتا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اس کے مقابلے میں قیاس اور رائے کو ترک کرنا چاہیے اور اگر خبر احاد پر عمل واجب نہ ہو تو سارا حدیث کا علم بے کار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حدیثیں متواتر ایک یا دو سے زیادہ نہیں ہیں۔ باقی سب احاد ہیں پھر سوائے قرآن کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ قدریہ اور رافضیہ کا قول یہ ہے کہ خبر واحد پر عمل واجب نہیں اور بعض اہل حدیث کا قول یہ ہے کہ خبر واحد علم اور عمل دونوں کو موجب ہے مثل خبر متواتر کے اسلئے کہ راوی ثقہ اور معتبر ہے اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کی احاد حدیثیں علم کو موجب ہیں اور عمل کو بھی جبکہ باقی کتابوں کی احاد حدیثیں صرف عمل کو موجب ہیں۔ مگر یہ سب اقوال ضعیف ہیں اور صحیح وہی ہے جو پہلے بیان ہوا کہ خبر واحد پر عمل واجب ہوتا ہے اور اس سے علم یعنی یقین حاصل نہیں ہوتا اسی واسطے اعتقادات میں خبر واحد پر بھروسا نہیں ہو سکتا البتہ اگر اخبار احاد بہت سی ہوں جن سے ایک مشترک مضمون پیدا ہو تو وہ مضمون متواتر ہو جائے گا اور ایسی حدیث کو متواتر المعنی کہتے ہیں۔ اس میں اگرچہ ہر حدیث کے الفاظ متواتر نہیں ہوتے لیکن ان سب کا حاصل مضمون متواتر خیال کیا جاتا ہے اور اس پر یقین کرنا لازم ہے۔ شفاعت' علامات قیامت' ظہور مہدی اور اکثر اعتقادات کے متعلق مضامین اسی قسم کے ہیں جن کے مضامین مختلف حدیثوں اور روایتوں سے متواتر ہو گئے ہیں۔

لِأُذُنِي شَيْءٍ ثَبَتَ عَنْهُ عِنْدِي بِذَلِكَ جَمِيعُ مَا يَرْوِي عَنْهُ بَعْدُ فَإِنْ عَزَبَ عَنِّي مَعْرِفَةُ ذَلِكَ أَوْقَفْتُ الْخَبَرَ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي مَوْضِعَ حُجَّةٍ لِإِمْكَانِ الْإِرْسَالِ فِيهِ. ؎

فَيُقَالُ لَهُ فَإِنْ كَانَتْ الْعِلَّةُ فِي تَضْعِيفِكَ الْخَبَرَ وَتَرْكِكَ الِاحْتِجَاجَ بِهِ إِمْكَانَ الْإِرْسَالِ فِيهِ لَزِمَكَ أَنْ لَا تُثْبِتَ إِسْنَادًا مُعَنْعَنًا حَتَّى تَرَى فِيهِ السَّمَاعَ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ وَذَلِكَ أَنَّ الْحَدِيثَ الْوَارِدَ عَلَيْنَا بِإِسْنَادِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فَبِيَقِينٍ نَعْلَمُ أَنَّ هِشَامًا قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ وَأَنَّ أَبَاهُ قَدْ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ كَمَا نَعْلَمُ أَنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَمِعَتْ مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ يَجُوزُ إِذَا لَمْ يَقُلْ هِشَامٌ فِي رِوَايَةٍ يَرْوِيهَا عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ أَوْ أَخْبَرَنِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِيهِ فِي تِلْكَ الرِّوَايَةِ إِنْسَانٌ آخَرُ أَخْبَرَهُ بِهَا عَنْ أَبِيهِ وَلَمْ يَسْمَعْهَا هُوَ مِنْ أَبِيهِ لَمَّا أَحَبَّ أَنْ يَرْوِيَهَا مُرْسَلًا وَلَا يُسْنِدَهَا إِلَى مَنْ سَمِعَهَا مِنْهُ وَكَمَا يُمْكِنُ ذَلِكَ فِي هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ أَيْضًا مُمْكِنٌ فِي أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَكَذَلِكَ كُلُّ إِسْنَادٍ لِحَدِيثٍ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ سَمَاعِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ وَإِنْ كَانَ قَدْ

ہو گئیں۔ اگر بالکل مجھے معلوم نہ ہوا کہ اس نے اس سے سنا ہے تو میں روایت کو موقوف رکھوں گا اور میرے نزدیک وہ روایت حجت نہ ہو گی۔ اس لیے کہ ممکن ہے اس کا مرسل ہونا دلیل ہو مخالف کی۔ (اب اس کا جواب آگے مذکور ہوتا ہے)

تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر تیرے نزدیک حدیث کو ضعیف کرنے کی اور اس کو حجت نہ سمجھنے کی علت صرف ارسال کا ممکن ہونا ہے (جیسے اس نے خود کہا کہ جب سماع ثابت نہ ہو تو وہ روایت حجت نہ ہو گی کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مرسل ہو) تو لازم آتا ہے کہ تو کسی اسناد معنعن کو نہ مانے جب تک اول سے لے کر آخر تک اس میں تصریح نہ ہو سماع کی۔ (یعنی ہر راوی دوسرے سے یوں روایت کرے کہ میں نے اس سے سنا۔) مثلاً جو حدیث ہم کو پہنچی ہشام کی روایت سے 'اس نے اپنے باپ عروہ سے 'اس نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے' جیسے ہم اس بات کو بالیقین جانتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے باوجود اس کے احتمال ہے کہ اگر کسی روایت میں ہشام یوں نہ کہے کہ میں نے عروہ سے سنا ہے یا عروہ نے مجھے خبر دی (بلکہ صرف عن عروہ کہے) تو ہشام اور عروہ کے بیچ میں ایک اور شخص ہو جس نے عروہ سے سن کر ہشام کو خبر دی ہو اور خود ہشام نے اپنے باپ سے اس روایت کو نہ سنا ہو لیکن ہشام نے اس کو مرسلاً روایت کرنا چاہا اور جس کے ذریعہ سے سنا اس کا ذکر مناسب نہ جانا اور جیسے یہ احتمال ہشام اور عروہ کے بیچ میں ہے ویسے ہی عروہ اور حضرت عائشہؓ کے بیچ

؎ ☆ مرسل کہتے ہیں اس روایت کو جس کی اسناد میں اتصال نہ ہو یعنی کوئی راوی بیچ میں چھوٹ گیا ہو۔ مثلاً تابعیؒ یہ کہے کہ رسول اللہؐ نے یوں فرمایا ہے اور صحابیؓ کو ذکر نہ کرے جس سے اس تابعی نے سنا ہے۔ منقطع اور معضل بھی اس کی قسمیں ہیں مگر منقطع اکثر اس روایت کو کہتے ہیں جو تبع تابعی صحابیؓ سے روایت کرے یا نیچے کے راویوں میں سے کوئی راوی چھوٹ جائے اور معضل وہ جس میں دو راوی چھوٹ گئے ہوں۔ مرسل حدیث کے قبول کرنے میں علماء کا بہت زیادہ اختلاف ہے۔ مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ قابل حجت نہیں۔ اور یہی قول ہے شافعیؒ اور ایک جماعت فقہاء کا اور مالکؒ، ابو حنیفہؒ، احمدؒ اور اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ مرسل روایت قابل حجت ہے جب اس کا راوی ثقہ ہو۔

عُرِفَ فِي الْجُمْلَةِ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ قَدْ سَمِعَ مِنْ صَاحِبِهِ سَمَاعًا كَثِيرًا فَجَائِزٌ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَنْ يَنْزِلَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ فَيَسْمَعَ مِنْ غَيْرِهِ عَنْهُ بَعْضَ أَحَادِيثِهِ ثُمَّ يُرْسِلَهُ عَنْهُ أَحْيَانًا وَلَا يُسَمِّيَ مَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَيَنْشَطَ أَحْيَانًا فَيُسَمِّيَ الرَّجُلَ الَّذِي حَمَلَ عَنْهُ الْحَدِيثَ وَيَتْرُكَ الْإِرْسَالَ. ٩

میں بھی ہو سکتا ہے اسی طرح ہر ایک اسناد میں جس میں سماع کی تصریح نہیں اگرچہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ ایک نے دوسرے سے بہت سی روایتیں سنی ہیں مگر یہ ہو سکتا ہے کہ بعض روایتیں اس سے نہ سنی ہوں بلکہ کسی اور کے ذریعہ سے سن کر اس کو مرسلاً نقل کیا ہو۔ لیکن جس کے ذریعہ سے سنا اس کا نام نہ لیا اور کبھی اس اجمال کو رفع کرنے کے لیے اس کا نام بھی لے دیا اور ارسال کو ترک کیا۔

وَمَا قُلْنَا مِنْ هَذَا مَوْجُودٌ فِي الْحَدِيثِ مُسْتَفِيضٌ مِنْ فِعْلِ ثِقَاتِ الْمُحَدِّثِينَ وَأَئِمَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَسَنَذْكُرُ مِنْ رِوَايَاتِهِمْ عَلَى الْجِهَةِ الَّتِي ذَكَرْنَا عَدَدًا يُسْتَدَلُّ بِهَا عَلَى أَكْثَرَ مِنْهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَمِنْ ذَلِكَ أَنَّ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيَّ وَابْنَ الْمُبَارَكِ وَوَكِيعًا وَابْنَ نُمَيْرٍ وَجَمَاعَةً غَيْرَهُمْ رَوَوْا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحِلِّهِ وَلِحِرْمِهِ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ فَرَوَى هَذِهِ الرِّوَايَةَ بِعَيْنِهَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَدَاوُدُ الْعَطَّارُ وَحُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَوُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اہتمام جو ہم نے بیان کیا (صرف فرضی اور خیالی نہیں ہے) بلکہ حدیث میں موجود ہے اور جاری ہے۔ بہت سے ثقہ محدثین کی روایتوں میں ہم تھوڑی سی ایسی روایتیں بیان کرتے ہیں' خدا چاہے تو ان سے دلیل پوری ہو گی بہت سی روایتوں پر۔ پہلی روایت وہ ہے جو ایوب سختیانیؒ اور ابن مبارکؒ اور وکیعؒ اور ابن نمیرؒ اور ان کے علاوہ ایک جماعت نے ہشام سے نقل کی' اس نے اپنے باپ عروہ سے' اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں خوشبو لگاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کھولتے وقت اور احرام باندھتے وقت جو سب سے عمدہ مجھ کو ملتی۔ اسی روایت کو بعینہٖ لیث بن سعد اور داؤد عطاء اور حمید بن الاسود اور وہیب بن خالد اور ابو اسامہ نے ہشام سے روایت کیا۔ ہشام نے کہا کہ خبر دی مجھ کو عثمان بن عروہ نے' اس نے عروہ سے' اس نے حضرت عائشہ

٩ ☆ حاصل جواب یہ ہے کہ جب احتمال ارسال کا حدیث کے حجت نہ ہونے کے لیے کافی ہوا تو احتمال تو وہاں بھی موجود ہے جہاں ایک راوی کی ملاقات دوسرے راوی سے ثابت ہو جائے کیونکہ ملاقات کا ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ تمام حدیثیں اس کی روایت کی ہوئی خود اسی سے سن لی ہوں۔ جائز ہے کہ کچھ اس سے خود سنے کچھ اور لوگوں کے واسطے سے سنے۔ تو ملاقات کا حال معلوم ہونا بھی احتمال رفع کرنے کے لیے کافی نہ ہوا۔ پھر اس شرط لگانے سے حاصل ہی کیا ہو بلکہ اور ضرر پیدا ہوا کہ ہزاروں صحیح' متصل روایتیں جو عن عن کے ساتھ مروی ہیں ایک بے بنیاد احتمال سے بیکار ہو گئیں۔ مخالف اس کا جواب یہ دے سکتا ہے کہ مطلق احتمال رفع اتصال کے لیے کافی نہیں' جب ملاقات ثابت ہو گئی تو جانب اتصال کو ترجیح ہے اور جانب ارسال مرجوح' تو اعتبار اتصال ہی کا ہو گا کیونکہ وہی ظاہر ہے اور ظن غالب بھی اسی کا ہے۔ اس لیے کہ راوی مدلس نہیں برخلاف اس صورت کے کہ جہاں ملاقات ایک بار بھی ثابت نہیں' وہاں جانب اتصال اور ارسال دونوں مساوی ہیں۔ اس لیے شک اور تردد ہوا اور وہ مستلزم ہے روایت کے موقوف ہونے کو۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [10]

وَرَوَى هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ فَرَوَاهَا بِعَيْنِهَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [11]

وَرَوَى الزُّهْرِيُّ وَصَالِحُ بْنُ أَبِي حَسَّانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ فَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ فِي هَذَا الْخَبَرِ فِي الْقُبْلَةِ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ. [12]

وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَطْعَمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

رضی اللہ عنہا سے۔

دوسری روایت ہشام کی ہے اپنے باپ عروہ سے' اس نے عائشہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر میری طرف جھکا دیتے۔ میں آپؐ کے سر میں کنگھی کر دیتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔ اسی روایت کو بعینہٖ امام مالکؒ نے زہریؒ سے روایت کیا ہے' اس نے عروہ سے' اس نے عمرہ سے' اس نے عائشہؓ سے' انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے۔

تیسری روایت وہ ہے جو زہری اور صالح بن ابی احسان نے ابو سلمہ سے نقل کی' اس نے عائشہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ بوسہ لیتے تھے اور آپؐ روزہ دار ہوتے۔ یحیٰی بن ابی کثیر نے اس بوسے کی حدیث کو یوں روایت کیا کہ خبر دی مجھے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے' ان کو خبر دی عمر بن عبدالعزیز نے' ان کو خبر دی عروہ نے' ان کو عائشہ صدیقہؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ ان کا بوسہ لیتے اور آپؐ روزہ دار ہوتے۔

چوتھی روایت وہ ہے جو سفیان بن عیینہ وغیرہ نے عمرو بن دینار سے کی' انھوں نے جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو گھوڑوں کا

---

[10] ☆ تو ہشام اور عروہ کے بیچ میں عثمان بن عروہ کا واسطہ نقل کیا اور پہلی اسناد میں عثمان کا واسطہ نہیں ہے' صرف ہشام عن عروہ ہے حالانکہ پہلی اسناد نقل کرنیوالے حدیث کے بڑے بڑے امام ہیں۔ ان سب سے غلطی نہیں ہو سکتی تو لازم آتا ہے کہ اس روایت کو ہشام نے خود عروہ سے نہیں سنا بلکہ عثمان کے واسطے سے سنا۔ لیکن کبھی ہشام نے اس کو مرسلاً عروہ سے نقل کیا اور کبھی سنداً عثمان سے' اگرچہ اس مقام میں یہ احتمال بھی ہے کہ ہشام نے اس کو پہلے عثمان کے واسطے سے سنا ہو پھر خود عروہ سے مل کر بلاواسطہ بھی ان سے سن لیا ہو۔

[11] ☆ تو امام مالکؒ کی روایت میں عروہ اور عائشہؓ کے بیچ میں ایک واسطہ ہے عمرہ کا جو پہلی اسناد میں نہیں ہے۔ نوویؒ نے کہا کہ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ حائضہ عورت کے اور اعضا پاک ہیں اور اس پر علماء کا اتفاق ہے اور ابو یوسف سے جو منقول ہے کہ حائضہ کا ہاتھ نجس ہے وہ روایت صحیح نہیں۔ دوسرا یہ کہ معتکف اپنے بالوں میں کنگھی کر سکتا ہے۔ تیسرا یہ کہ اپنی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے اور اس کو چھو سکتا ہے بغیر شہوت کے۔

[12] ☆ اور ایک نسخہ میں صالح بن کیسان ہے اور وہ غلط ہے' صحیح صالح بن ابی حسان ہے۔ نسائی نے اس کو روایت کیا ابن وہب سے' اس نے ابن ابی ذئب سے' اس نے صالح بن ابی حسان سے' اس نے ابو سلمہ سے۔ ترمذی نے بخاری سے نقل کیا کہ صالح بن ابی حسان ثقہ ہے اور صالح بن حسان بصری ابوالحارث دوسرا شخص ہے۔ وہ بھی ابو سلمہ سے روایت کرتا ہے اور وہ ضعیف ہے (نوویؒ) تو یحیٰی بن کثیر نے ابو سلمہ اور عائشہ کے ☜

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُومَ الْخَيْلِ وَنَهَانَا عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ فَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا النَّحْوُ فِي الرِّوَايَاتِ كَثِيرٌ يَكْثُرُ تَعْدَادُهُ وَبِمَا ذَكَرْنَا مِنْهَا كِفَايَةٌ لِذَوِي الْفَهْمِ.

فَإِذَا كَانَتِ الْعِلَّةُ عِنْدَ مَنْ وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ فِي فَسَادِ الْحَدِيثِ وَتَوْهِينِهِ إِذَا لَمْ يُعْلَمْ أَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ شَيْئًا إِمْكَانَ الْإِرْسَالِ فِيهِ لَزِمَهُ تَرْكُ الِاحْتِجَاجِ فِي قِيَادِ قَوْلِهِ بِرِوَايَةِ مَنْ يُعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ إِلَّا فِي نَفْسِ الْخَبَرِ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُ السَّمَاعِ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ عَنِ الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ نَقَلُوا الْأَخْبَارَ أَنَّهُمْ كَانَتْ لَهُمْ تَارَاتٌ يُرْسِلُونَ فِيهَا الْحَدِيثَ إِرْسَالًا وَلَا يَذْكُرُونَ مَنْ سَمِعُوهُ مِنْهُ وَتَارَاتٌ يَنْشَطُونَ فِيهَا فَيُسْنِدُونَ الْخَبَرَ عَلَى هَيْئَةِ مَا سَمِعُوا فَيُخْبِرُونَ بِالنُّزُولِ فِيهِ إِنْ نَزَلُوا وَبِالصُّعُودِ إِنْ صَعِدُوا كَمَا شَرَحْنَا ذٰلِكَ عَنْهُمْ. ١٣

وَمَا عَلِمْنَا أَحَدًا مِنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ مِمَّنْ

گوشت کھلایا اور منع کیا پالتو گدھوں کے گوشت سے۔ اسی حدیث کو روایت کیا حماد بن زید نے عمرو سے' انھوں نے محمد بن علی (یعنی امام باقر) سے' انھوں نے جابر سے (تو حماد بن زید نے عمرو بن دینار اور جابر کے بیچ میں ایک واسطہ اور نقل کیا محمد بن علی کا جو پہلی اسناد میں نہیں) اور اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں جن کا شمار کثیر ہے اور جتنی ہم نے بیان کیں وہ سمجھ والوں کے لئے کافی ہیں۔

پھر جب اس شخص کے نزدیک جس کا قول ہم نے اوپر بیان کیا حدیث کی خرابی اور توہین کی علت یہ ہے کہ ایک راوی کا سماع جب دوسرے راوی سے معلوم نہ ہو تو ارسال ممکن ہے تو اس کے قول کے بموجب اس کو لازم آتا ہے حجت کو ترک کرنا ان روایتوں کے ساتھ جن کے راوی کا سماع دوسرے سے معلوم ہو چکا ہے۔ (لیکن خاص اس روایت میں سماع کی تصریح نہیں) البتہ اس شخص کے نزدیک صرف وہی روایت حجت ہو گی جس میں سماع کی تصریح ہے۔ کیونکہ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ حدیث روایت کرنے والے اماموں کا حال مختلف ہوتا ہے۔ کبھی تو وہ ارسال کرتے اور جس سے انھوں نے سنا ہو اس کا نام نہیں لیتے اور کبھی خوش ہوتے اور حدیث کی پوری اسناد جس طرح سے انھوں نے سنی ہوتی ہے بیان کر دیتے۔ پھر اگر ان میں اتار ہوتا تو اتار بتلاتے اور اگر چڑھاؤ ہوتا تو چڑھاؤ بتلاتے جیسے ہم اوپر صاف بیان کر چکے ہیں۔

اور ہم نے سلف کے اماموں میں سے جو حدیث کو استعمال

بیچ میں دو واسطے اور نقل کیے عمر بن عبدالعزیز اور عروہ کا اور یہ دونوں واسطے پہلی اسناد میں نہیں ہیں۔ اس اسناد میں ایک نادر بات یہ ہے کہ چاروں راوی یعنی یحییٰ' ابوسلمہ' عمر بن عبدالعزیز اور عروہ تابعین میں سے ہیں اور ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔ دوسرا لطف یہ ہے کہ ابو سلمہ یعنی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کبار تابعین میں سے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز ان کی نسبت سن اور طبقہ میں کم ہیں لیکن وہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

١٣ ☆ اتار اور چڑھاؤ سے یہ مقصود ہے کہ اگر سند عالی ہوئی اور واسطے کم ہوئے تو چڑھاؤ ہوا اور جو سند عالی نہ ہو اور واسطے زیادہ ہوں تو اتار ہوا۔

يَسْتَعْمِلُ الْأَخْبَارَ وَيَتَفَقَّدُ صِحَّةَ الْأَسَانِيدِ وَسَقَمَهَا مِثْلَ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَابْنِ عَوْنٍ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَتَّشُوا عَنْ مَوْضِعِ السَّمَاعِ فِي الْأَسَانِيدِ كَمَا ادَّعَاهُ الَّذِي وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَإِنَّمَا كَانَ تَفَقُّدُ مَنْ تَفَقَّدَ مِنْهُمْ سَمَاعَ رُوَاةِ الْحَدِيثِ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُمْ إِذَا كَانَ الرَّاوِي مِمَّنْ عُرِفَ بِالتَّدْلِيسِ فِي الْحَدِيثِ وَشُهِرَ بِهِ فَحِينَئِذٍ يَبْحَثُونَ عَنْ سَمَاعِهِ فِي رِوَايَتِهِ وَيَتَفَقَّدُونَ ذَلِكَ مِنْهُ كَيْ تَنْزَاحَ عَنْهُمْ عِلَّةُ التَّدْلِيسِ فَمَنِ ابْتَغَى ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ مُدَلِّسٍ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي زَعَمَ مَنْ حَكَيْنَا قَوْلَهُ فَمَا سَمِعْنَا ذَلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِمَّنْ سَمَّيْنَا وَلَمْ نُسَمِّ مِنَ الْأَئِمَّةِ.

کرتے تھے اور اسناد کی صحت اور سقم کو دریافت کرتے تھے جیسے ایوب سختیانی' ابن عون' مالک بن انس' شعبہ بن حجاج' یحییٰ بن سعید قطان' عبدالرحمٰن بن مہدی اور جو ان کے بعد ہیں کسی کو نہیں سنا کہ وہ اسناد میں سماع کی تحقیق کرتے ہوں جیسے یہ شخص دعویٰ کرتا ہے جس کا قول اوپر ہم نے بیان کیا۔ البتہ جنھوں نے ان میں سے راویوں کے سماع کی تحقیق کی ہے تو وہ ان راویوں کے جو مشہور ہیں تدلیس میں اس وقت بیشک ایسے راویوں کے سماع سے بحث کرتے ہیں اور اس کی دریافت کرتے ہیں تاکہ ان سے تدلیس کا مرض دور ہو جائے لیکن سماع کی تحقیق اس راوی میں جو مدلس نہ ہو جس طرح اس شخص نے بیان کیا تو یہ ہم نے کسی امام سے نہیں سنا ان اماموں میں سے جن کا ذکر ہم نے کیا اور جن کا نہیں کیا۔

فَمِنْ ذَلِكَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ وَقَدْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَوَى عَنْ حُذَيْفَةَ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ وَعَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثًا يُسْنِدُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْهُمَا ذِكْرُ السَّمَاعِ مِنْهُمَا وَلَا حَفِظْنَا فِي شَيْءٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ شَافَهَ حُذَيْفَةَ وَأَبَا مَسْعُودٍ بِحَدِيثٍ قَطُّ وَلَا وَجَدْنَا ذِكْرَ رُؤْيَتِهِ إِيَّاهُمَا فِي رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا وَلَمْ نَسْمَعْ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ مَضَى وَلَا مِمَّنْ أَدْرَكْنَا أَنَّهُ طَعَنَ فِي هَذَيْنِ الْخَبَرَيْنِ اللَّذَيْنِ رَوَاهُمَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ عَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي مَسْعُودٍ بِضَعْفٍ فِيهِمَا

اس قسم کی روات میں سے عبداللہ بن یزید انصاری کی روایت ہے۔ (جو خود صحابی ہیں) انھوں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ کو اور روایت کی ہے حذیفہ بن الیمان اور ابو مسعود (عقبہ بن عمرو انصاری بدری) سے ہر ایک سے ایک ایک حدیث کو جس کو انھوں نے مسند کیا ہے رسول اللہ ﷺ تک۔ لیکن ان روایتوں میں اس بات کی تصریح نہیں کہ عبداللہ بن یزید نے سنا۔ ان دونوں سے (یعنی حذیفہ اور ابو مسعود سے سنا) اور نہ کسی روایت میں ہم نے یہ بات پائی کہ عبداللہ حذیفہ اور ابو مسعودؓ سے روبرو ملے اور ان سے کوئی حدیث سنی اور نہ کہیں ہم نے پایا کہ عبداللہ نے ان دونوں کو دیکھا کسی خالص روایت میں (مگر چونکہ عبداللہ خود صحابی تھے اور اس کا سن اتنا تھا کہ ملاقات ان کی حذیفہؓ اور ابو مسعودؓ سے ممکن ہے۔ اس لیے روایت عن کے ساتھ محمول ہے اتصال پر تو صرف امکان ملاقات کافی ہوا جیسے امام مسلم کا مذہب ہے اور کسی علم والے

بَلْ هُمَا وَمَا أَشْبَهَهُمَا عِنْدَ مَنْ لَاقَيْنَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ مِنْ صِحَاحِ الْأَسَانِيدِ وَقَوِيِّهَا يَرَوْنَ اسْتِعْمَالَ مَا نُقِلَ بِهَا وَالِاحْتِجَاجَ بِمَا أَتَتْ مِنْ سُنَنٍ وَآثَارٍ وَهِيَ فِي زَعْمِ مَنْ حَكَيْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَاهِيَةٌ مُهْمَلَةٌ حَتَّى يُصِيبَ سَمَاعَ الرَّاوِي عَمَّنْ رَوَى. [۱۴]

سے نہیں سنا گیا' نہ پہلے لوگوں سے' نہ ان سے جن سے ہم ملے ہیں کہ انھوں نے طعن کیا ہو ان دونوں حدیثوں میں جن کو عبداللہ نے روایت کیا حذیفہؓ و ابی مسعودؓ سے کہ یہ ضعیف ہیں بلکہ یہ حدیثیں اور جو ان کے مشابہ ہیں صحیح حدیثوں میں سے ہیں اور قوی ہیں ان اماموں کے نزدیک جن سے ہم ملے ہیں اور وہ ان کا استعمال جائز رکھتے ہیں اور ان سے حجت لیتے ہیں' حالانکہ یہی حدیثیں اس شخص کے نزدیک جس کا قول اوپر ہم نے بیان کیا (جو ثبوت ملاقات شرط کرتا ہے) واہی ہیں اور بے کار ہیں جب تک سماع عبداللہ کا حذیفہؓ اور ابو مسعودؓ سے متحقق نہ ہو۔

وَلَوْ ذَهَبْنَا نُعَدِّدُ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ يَهِنُ بِزَعْمِ هَذَا الْقَائِلِ وَنُحْصِيهَا لَعَجَزْنَا عَنْ تَقَصِّي ذِكْرِهَا وَإِحْصَائِهَا كُلِّهَا وَلَكِنَّا أَحْبَبْنَا أَنْ نَنْصِبَ مِنْهَا عَدَدًا يَكُونُ سِمَةً لِمَا سَكَتْنَا عَنْهُ مِنْهَا.

اور اگر ہم سب ایسی حدیثوں کو جو اہل علم کے نزدیک صحیح ہیں اور اس شخص کے نزدیک ضعیف ہیں بیان کریں تو ان کو ذکر کرتے کرتے ہم تھک جائیں گے۔ (اس قدر کثرت سے ہیں) لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تھوڑی سی ان میں سے بیان کر دیں تاکہ باقی کے لیے وہ نمونہ ہوں۔

وَهَذَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ وَأَبُو رَافِعٍ الصَّائِغُ وَهُمَا مَنْ أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَصَحِبَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَدْرِيِّينَ هَلُمَّ جَرًّا وَنَقَلَا عَنْهُمُ الْأَخْبَارَ حَتَّى نَزَلَا إِلَى مِثْلِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَذَوِيهِمَا قَدْ أَسْنَدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا وَلَمْ نَسْمَعْ فِي رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا أَنَّهُمَا عَايَنَا أُبَيًّا أَوْ سَمِعَا مِنْهُ شَيْئًا.

ابو عثمان نہدی (عبدالرحمٰن بن مل جو ایک سو تیس برس کے ہو کر مرے) اور ابو رافع صائغ (نفیع مدنی) ان دونوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہے (لیکن رسول اللہ ﷺ کی صحبت میسر نہ ہوئی ایسے لوگوں کو مخضرم کہتے ہیں۔) اور رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے بدری صحابیوں سے ملے ہیں اور روایتیں کی ہیں۔ پھر ان سے ہٹ کر اور صحابہؓ سے یہاں تک کہ ابو ہریرۃؓ اور ابن عمرؓ اور ان کے مانند صحابیوں سے۔ ان میں سے ہر ایک نے ایک حدیث ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے' انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے' حالانکہ کسی روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ ان دونوں نے ابی بن

[۱۴] ☆ ابو مسعود سے انھوں نے "نفقة الرجل على اهله" کی حدیث روایت کی ہے جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا اور حذیفہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے "اخبرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما هو کائن" اخیر تک جس کو مسلم نے نقل کیا ہے تو عبداللہ بن یزیدؓ صحابی ہیں' انھوں نے روایت کی حذیفہؓ اور ابو مسعودؓ سے جو مشہور صحابی ہیں۔

وَأَسْنَدَ أَبُو عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ وَهُوَ مِمَّنْ أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَكَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَأَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَخْبَرَةَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَيْنِ وَأَسْنَدَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وُلِدَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْنَدَ قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ وَقَدْ أَدْرَكَ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثَةَ أَخْبَارٍ وَأَسْنَدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى وَقَدْ حَفِظَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَصَحِبَ عَلِيًّا عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيثًا وَأَسْنَدَ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيثَيْنِ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيثًا وَقَدْ سَمِعَ رِبْعِيٌّ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَرَوَى عَنْهُ وَأَسْنَدَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيثًا وَأَسْنَدَ النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ثَلَاثَةَ أَحَادِيثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَسْنَدَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيثًا وَأَسْنَدَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيثًا وَأَسْنَدَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

کعبؓ کو دیکھا یا ان سے کچھ سنا ہے۔

اور ابو عمرو شیبانی (سعد بن ایاس) نے جس نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جوان مرد تھا اور ابو معمر عبداللہ بن سخبرہ نے ہر ایک نے ان میں سے دو۔ دو حدیثیں ابو مسعود انصاریؓ سے روایت کیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبید بن عمیرؓ نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبید پیدا ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور قیس بن ابی حازمؒ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے ابو مسعود انصاریؓ سے تین حدیثیں روایت کیں اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ایک حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور ربعی بن حراش نے عمران بن حصین سے دو حدیثیں روایت کیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابو بکرہ سے ایک حدیث، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ربعی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور ان سے روایت کی ہے اور نافع بن جبیر بن مطعم نے ابو شریح خزاعی سے ایک حدیث روایت کی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نعمان بن ابی عیاش نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے تین حدیثیں روایت کیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عطاء بن یزید لیثی نے تمیم داری سے ایک حدیث روایت کی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سلیمان بن یسار نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبید بن عبدالرحمٰن حمیری

الْحِمْيَرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ و سلم أَحَادِيثَ. ۱۵؎

فَكُلُّ هَؤُلَاءِ التَّابِعِينَ الَّذِينَ نَصَبْنَا رِوَايَتَهُمْ عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ سَمَّيْنَاهُمْ لَمْ يُحْفَظْ عَنْهُمْ سَمَاعٌ عَلِمْنَاهُ مِنْهُمْ فِي رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا وَلَا أَنَّهُمْ لَقُوهُمْ فِي نَفْسِ خَبَرٍ بِعَيْنِهِ وَهِيَ أَسَانِيدُ عِنْدَ ذَوِي الْمَعْرِفَةِ بِالْأَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ مِنْ صِحَاحِ الْأَسَانِيدِ لَا نَعْلَمُهُمْ وَهَّنُوا مِنْهَا شَيْئًا قَطُّ وَلَا الْتَمَسُوا فِيهَا سَمَاعَ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ إِذْ السَّمَاعُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُمْكِنٌ مِنْ صَاحِبِهِ غَيْرُ مُسْتَنْكَرٍ لِكَوْنِهِمْ جَمِيعًا كَانُوا فِي الْعَصْرِ الَّذِي اتَّفَقُوا فِيهِ وَكَانَ هَذَا الْقَوْلُ الَّذِي أَحْدَثَهُ الْقَائِلُ الَّذِي حَكَيْنَاهُ فِي تَوْهِينِ الْحَدِيثِ بِالْعِلَّةِ الَّتِي وَصَفَ أَقَلَّ مِنْ أَنْ يُعَرَّجَ عَلَيْهِ وَيُثَارَ ذِكْرُهُ إِذْ كَانَ قَوْلًا مُحْدَثًا وَكَلَامًا خَلْفًا لَمْ يَقُلْهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ سَلَفَ وَيَسْتَنْكِرُهُ مَنْ بَعْدَهُمْ خَلَفَ فَلَا حَاجَةَ بِنَا فِي رَدِّهِ بِأَكْثَرَ مِمَّا شَرَحْنَا إِذْ كَانَ قَدْرُ الْمَقَالَةِ وَقَائِلِهَا الْقَدْرَ الَّذِي وَصَفْنَاهُ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى دَفْعِ مَا خَالَفَ مَذْهَبَ الْعُلَمَاءِ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَ صَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ.

نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی حدیثیں روایت کیں' انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

پھر یہ سب تابعینؒ جنھوں نے صحابہؓ سے روایت کی ہے' جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا' ان کا سماع ان صحابہؓ سے کسی معین روایت میں معلوم نہیں ہوا نہ ملاقات ہی ان صحابہؓ کے ساتھ روایت سے ظاہر ہوئی باوجود اس کے یہ سب روایتیں حدیث اور روایت کے پہچاننے والوں کے نزدیک (یعنی ائمہ حدیث کے نزدیک) صحیح السند ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ کسی نے ان میں سے کسی روایت کو ضعیف کہا ہو یا اس میں سماع کی تلاش کی ہو۔ اس لیے کہ سماع ممکن ہے' اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک زمانہ میں موجود تھے اور یہ قول جس کو اس شخص نے نکالا ہے جس کا بیان اوپر ہم نے کیا حدیث کے ضعیف ہونے کیلئے اس علت کی وجہ سے جو مذکور ہوئی اس لائق بھی نہیں کہ اس طرف التفات کریں یا اس کا ذکر کریں اس لیے کہ یہ قول نیا نکالا ہوا ہے اور غلط اور فاسد ہے۔ کوئی اہل علم سلف میں سے اس کا قائل نہیں ہوا اور جو لوگ سلف کے بعد گزرے انھوں نے اس کا انکار کیا تو اس سے اس کے رد کرنے کی حاجت نہیں جب اس قول کی اور اس کے کہنے والے کی یہ وقعت ہے جیسے بیان ہوئی اور اللہ مدد کرنے والا ہے اس بات کو رد کرنے کے لیے جو عالموں کے مذہب کے خلاف ہے اور اسی پر بھروسا ہے۔ تمام ہوا مقدمہ مسلم کا۔ اب شروع ہوتا ہے بیان ایمان کا جو اصل ہے تمام اعمال کا اور جس پر موقوف ہے نجات آخرت کے عذاب سے۔

۱۵؎ ☆ ان سب حدیثوں کو نوویؒ نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے مگر اکثر حدیثیں ان میں سے مسلم نے آگے نقل کی ہیں اس لیے بخوف طوالت ہم نے ان کو یہاں نہیں لکھا اور غرض ان سب راویوں کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ یہ سب راوی باعتبار سن اور عمر کے جن لوگوں سے روایت کی ہے ان سے سن سکتے ہیں۔ لیکن ان کا سننا اور ملاقات کرنا ثابت نہیں ہوا۔ حالانکہ محدثین نے ان روایتوں کو قبول کیا ہے اور ان کو صحیح کہا ہے تو معلوم ہوا کہ صرف امکان سماع کافی ہے' ثبوت سماع ضروری نہیں۔

کِتَابُ الْإِیْمَانِ

ایمان کا بیان

خطابی نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام ایک ہے اور زہری نے کہا اسلام زبان سے اقرار کرنا ہے اور ایمان عمال صالحہ کو کہتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اسلام عام ہے اور ایمان خاص۔ تو ہر مومن مسلم ہے لیکن ہر مسلم کا مومن ہونا ضروری نہیں۔ ایمان کی اصل تصدیق ہے یعنی دل سے یقین کرنا اور اسلام کی اصل فرمانبرداری ہے یعنی اطاعت کرنا۔ تو کبھی آدمی ظاہر میں مطیع ہوتا ہے پر دل میں اس کے یقین نہیں ہوتا۔ وہ مسلم ہے نہ مومن۔ پھر ایمان اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار کرے اور اعمال کو ہاتھ پاؤں سے ادا کرے' اس لیے ایمان گھٹتا بڑھتا ہے اور یہی مذہب ہے اہل حدیث کا اور اس کی دلیل بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ اور مرجیہ کا قول یہ ہے کہ ایمان صرف قول کا نام ہے اور اعمال صالح ایمان میں داخل نہیں' اسی لیے ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے اور حنفیہ بھی اس باب میں موافق ہوئے ہیں مرجیہ کے مگر فرق یہ ہے' حنفیہ اعمال صالحہ کو عذاب سے بچنے کے لیے ضروری جانتے ہیں اور مرجیہ کہتے ہیں اعمال کی ضرورت نہیں اور ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور جو لوگ خلاف احادیث صحیحہ اور آیات قرانیہ کے اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ ایمان میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی' اس لیے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی اور یقین کو کہتے ہیں' انھوں نے غور نہیں کیا۔ اس لیے کہ تصدیق اور یقین دونوں صفات نفسانی میں سے ہیں اور ہمیشہ صفات نفسانی' جیسے رنج' غصہ' محبت اور عداوت' میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔ بس اسی طرح دلائل میں غور کرنے سے یقین میں بھی کمی اور بیشی ہوتی ہے بعضوں نے کہا ہے کمی اور بیشی نہ ہونے سے یہ غرض ہے کہ کمیت میں کمی بیشی نہیں ہوتی لیکن کیفیت میں تو کمی اور بیشی ہونا ضروری ہے کیونکہ مقلد کا ایمان ہرگز محقق کے ایمان کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ایمان ادنیٰ عامی آدمی کا اور ایمان انبیاء اور اولیاء کا کیوں کر برابر ہو سکتا ہے؟ اب علماء نے اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ مومن جس پر حکم کیا جاوے گا اہل قبلہ ہونے کا اور جو ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا وہ وہ شخص ہے جو اپنے قلب سے یقین کرے دین اسلام کے حق ہونے پر اور اس میں شک نہ رکھے اور زبان سے اقرار کرے اللہ جل جلالہ کی توحید اور آنحضرتؐ کی رسالت کا۔ اب اگر ایک بات کا اقرار کرے یعنی فقط توحید یا فقط رسالت کا تو وہ مومن نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ اگر فقط توحید کا اقرار کرے تو وہ مسلم ہوگا اور اس سے کہا جائے گا رسالت کے اقرار کے لیے' پھر اگر وہ انکار کرے تو مرتد' واجب القتل ہوگا۔ اسی طرح جو شخص اہل قبلہ میں سے ہو وہ کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔ البتہ اگر اسلام کے کسی ضروری رکن کا انکار کرے اور عمل نہ کرے جس کا ثبوت بتواتر اور اتفاق ہے جیسے نماز یا روزہ کی فرضیت کا یا خمر کی حرمت کا یا زنا کا یا ناحق قتل کی حرمت کا تو وہ کافر کہا جائے گا۔ (نووی باختصار مع زیادہ)

بَاب: بَيَانِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَوُجُوبِ الْإِيمَانِ بِإِثْبَاتِ قَدَرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَبَيَانِ الدَّلِيلِ عَلَى التَّبَرِّي مِمَّنْ لَا يُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ وَإِغْلَاظِ الْقَوْلِ فِي حَقِّهِ

باب: ایمان اور اسلام اور احسان اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تقدیر کے اثبات کے بیان میں

قَالَ أَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِعَوْنِ اللّٰهِ نَبْتَدِئُ وَإِيَّاهُ نَسْتَكْفِي وَمَا تَوْفِيقُنَا إِلَّا بِاللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهُ. [1]

امام ابوالحسین مسلم الحجاج اس کتاب کے مؤلف فرماتے ہیں ہم شروع کرتے ہیں کتاب کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور اسی کو کافی سمجھ کر اور نہیں ہے ہم کو توفیق دینے والا مگر اللہ تعالیٰ، بڑا ہے جلال اس کا۔

۹۳- عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هَؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ

۹۳- یحییٰ بن یعمر سے روایت ہے، سب سے پہلے جس نے تقدیر میں گفتگو کی بصرے میں (جو ایک شہر ہے دہانہ خلیج فارس پر۔ آباد کیا تھا اس کو عتبہ بن غزوان نے حضرت عمرؓ کی خلافت میں۔ سمعانی نے کہا بصرہ قبہ ہے اہل اسلام کا اور خزانہ ہے عرب کا اور درحقیقت بصرہ ایک شہر ہے جس سے تجارت اہل ہند اور فارس کے ساتھ بخوبی قائم ہو سکتی ہے اور شاید اسی مصلحت سے اس شہر کی بنا ہوئی ہوگی۔) وہ معبد جہنی تھا۔ تو میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری

---

[1] ☆ اب یہاں سے کتاب مسلم کی شروع ہوتی ہے مگر ہم نے ترجمے میں اختصار کے واسطے حدیث کی اسناد کو نہیں لکھا کیونکہ اسناد سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اہل عمل اور اہل معرفت ہیں اور عامی آدمی کو صرف یہی کافی ہے کہ علماء حدیث جس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اس پر عمل کرے۔ امام مسلمؒ اسناد میں کہیں حدثنا اور اخبرنا کہتے ہیں اور کہیں حدثنی اور اخبرنی، اس سے امام مسلمؒ کی کمال احتیاط حدیث کی روایت میں معلوم ہوتی ہے۔ حدثنی اور اخبرنی وہاں کہا جاتا ہے جہاں امام مسلمؒ نے اکیلے کسی شیخ سے حدیث سنی یا اکیلے پڑھ کر سنائی اور حدثنا اور اخبرنا وہاں جہاں اور لوگوں کے ساتھ حدیث سنی یا پڑھ کر سنائی۔

(۹۳) ☆ یعنی تقدیر کی نفی کی اور بدعت نکالی اور مخالفت کی اہل حق کی کیونکہ اہل حق تقدیر کو ثابت کرتے ہیں، یعنی یوں کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے ازل میں سب چیزوں کا اندازہ کر دیا تھا، یعنی وہ جانتا تھا کہ فلاں چیز فلاں وقت میں فلاں طرح پر واقع ہوگی، پھر اسی کے موافق جیسے خدا کے علم میں تھا وہ چیز ظاہر ہوتی ہے۔ اور قدریہ اس امر کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے ان کا اندازہ نہیں کیا۔ اس کو ان کا علم نہ تھا بلکہ جب وہ چیزیں واقع ہوئیں تو اس وقت خدا کو ان کا علم ہوا۔ اور یہ ان کا جھوٹ ہے خدائے عزوجل پر۔ اس فرقہ کو قدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انکار کرتا ہے قدر کا۔ صاحب مقالات نے کہا کہ یہ فرقہ قدریہ کا تمام ہو گیا اور کوئی اہل قبلہ میں سے اس قول کا قائل نہ رہا اور اخیر زمانہ میں جو قدریہ کہلاتے ہیں وہ تقدیر الٰہی کو ثابت کرتے ہیں پر یہ کہتے ہیں کہ خیر اللہ کی طرف سے ہے اور شر شیطان اور بندے کی طرف سے ہے۔ اور معتزلہ کو بھی قدریہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ بندہ بالکل قادر ہے اور وہ خود اپنے افعال کا خیر ہوں یا شر خالق ہے اور رافضی بھی اس بات میں معتزلہ کے شریک ہوئے ہیں اور اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ خالق کوئی نہیں ہے سوائے خدا کے۔ خدا ہی تمام ☜

الْخَطَّابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي أَحَدُنَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ فَقُلْتُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَتَقَفَّرُونَ الْعِلْمَ وَذَكَرَ مِنْ شَأْنِهِمْ وَأَنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ وَأَنَّ الْأَمْرَ أُنُفٌ قَالَ فَإِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ وَأَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّي وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ

دونوں مل کر چلے حج یا عمرے کے لیے اور ہم نے کہا کاش ہم کو کوئی صحابی رسول اللہ ﷺ کا مل جائے جس سے ہم ذکر کریں اس بات کا جو یہ لوگ کہتے ہیں تقدیر میں۔ تو مل گئے ہم کو اتفاق سے عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب مسجد کو جاتے ہوئے۔ ہم نے ان کو بیچ میں کر لیا یعنی میں اور میرا ساتھی داہنے اور بائیں بازو ہو گئے۔ میں سمجھا کہ میرا ساتھی (حمید) مجھ کو بات کرنے دے گا (اس لیے کہ میری گفتگو اچھی تھی) تو میں نے کہا اے اباعبدالرحمٰن! (یہ کنیت ہے ابن عمرؓ کی) ہمارے ملک میں کچھ ایسے لوگ پید ہوئے ہیں جو قرآن کو پڑھتے ہیں اور علم کا شوق رکھتے ہیں یا اس کی باریکیاں نکالتے ہیں

چیزوں کا خالق یہاں تک کہ انسان کے افعال اور خیالات اور ارادے کا بھی۔ پر خدا نے بندے کو ایک قسم کا اختیار دیا ہے جس پر عذاب اور ثواب منحصر ہے پر اس اختیار کو خلق نہیں کہتے۔ خود قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے واللہ خلقکم وما تعملون یعنی اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے عملوں کو اور فرمایا: ھل من خالق غیر اللہ یعنی کوئی خالق نہیں سوائے خدا کے۔ ابو محمد بن قتیبہ نے غریب الحدیث میں اور ابوالمعالی امام الحرمین نے ارشاد میں یوں لکھا ہے کہ بعض قدریہ کہتے ہیں ہم قدریہ نہیں ہیں بلکہ اہلسنت قدریہ ہیں کیونکہ وہ قدر اور قضا ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ محض دھوکا اور فریب ہے۔ اس لیے کہ اہل حق تمام کاموں کو خدا کے سپرد کرتے ہیں اور قدر اور افعال کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں اور یہ جاہلین اپنی طرف نسبت کرتے ہیں اور جو شخص اپنی طرف نسبت کرے کسی چیز کی تو وہ اولیٰ ہے کہ نام رکھا جائے اس چیز کے ساتھ بہ نسبت اس شخص کے جو اس چیز کو اپنے سے نفی کرے اور غیر کے لیے ثابت کرے۔ امام الحرمین نے کہا رسول اللہؐ نے فرمایا قدریہ مجوس ہیں اس امت کے۔ تو مشابہت دی قدریہ کو مجوس کے ساتھ جیسے مجوس (فارسی لوگوں) نے دو خالق ثابت کئے ہیں۔ ایک خیر کا' اس کو "یزدان" کہتے ہیں اور ایک شر کا' اس کو "اہرمن" کہتے ہیں۔ اسی طرح قدریوں نے بھی شر کا خالق بندے کو قرار دیا بلکہ وہ بدتر ہیں مجوس سے کیونکہ مجوس نے تو دو خالق نکالے اور انھوں نے ہزاروں، لاکھوں کروڑوں خالق کر دیے۔

نووی نے کہا یہ حدیث کہ قدریہ مجوس ہیں اس امت کے روایت کیا اس کو ابو حازم نے ابن عمرؓ سے' انھوں نے رسول اللہؐ سے اور روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں اور کہا کہ صحیح بخاری اور مسلم کی شرط پر اگر ابوحازم کا سماع ابن عمر سے ثابت ہو جائے۔ خطابی نے کہا رسول اللہؐ نے قدریہ کو مجوس اس لیے کہا کہ ان کا قول مشابہ ہے مجوس کے مذہب کے کیونکہ مجوس دو اصلوں کے قائل ہیں۔ ایک نور یعنی روشنی' دوسری ظلمت یعنی تاریکی۔ اور کہتے ہیں کہ خیر نور کا فعل ہے اور شر ظلمت کا۔ تو وہ بت پرست اور مشرک ہوئے۔ اسی طرح قدریہ نسبت کرتے ہیں خیر کی اللہ کی طرف' اور شر کی دوسرے کی طرف حالانکہ اللہ جل جلالہ خالق ہے خیر اور شر سب کا اور کوئی کام برا ہو یا بھلا بغیر اس کی مشیت اور ارادے کے نہیں ہوتا۔ تو خیر اور شر دونوں باعتبار خلق کے منسوب ہیں اللہ کی طرف۔ اور باعتبار کسب اور فاعلیت کے بندے کی طرف اور بعض آدمی قضا اور قدر کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ بندہ بالکل مجبور ہے خدا کی قدر اور قضا کے سامنے اور اس کو کسی طرح کا اختیار نہیں۔ یہ فرقہ جبریہ کہلاتا ہے جو قدریہ کی طرح گمراہ ہے اور اہل سنت سے خارج ہے' حالانکہ قضاو قدر کا یہ مطلب نہیں بلکہ قضاو قدر اللہ تعالیٰ کا علم ہے کہ بندہ کیسے کام کرے گا برے یا بھلے اور کب کرے گا' پر بندے کو اس کا علم نہیں' اسی واسطے وہ سب کام اپنے اختیار سے کرتا ہے

لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا

اور بیان کیا حال ان کا اور کہا کہ وہ کہتے ہیں تقدیر کوئی چیز نہیں اور سب کام ناگہاں ہو گئے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا تو جب ایسے لوگوں سے ملے تو کہہ دے ان سے 'میں بیزار ہوں اور وہ مجھ سے اور قسم ہے اللہ جل جلالہ کی کہ ایسے لوگوں میں سے (جن کا ذکر تو نے کیا جو تقدیر کے قائل نہیں) اگر کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو' پھر وہ اس کو خرچ کرے خدا کی راہ میں تو خدا قبول نہ کرے گا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ پھر کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے باپ عمرؓ بن الخطاب نے کہ ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے 'اتنے میں ایک شخص آن پہنچا جس کے

ﷺ ہے اور اس کا ثواب یا عذاب ملتا ہے۔ (نووی مع زیادۃ)

سمعانی نے کتاب الانسان میں لکھا ہے کہ جہنی نسبت ہے جہینہ کی طرف جو ایک قبیلہ ہے قضاعہ میں سے اور اس کا نام زید بن لیث بن اسود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ تھا۔ کچھ لوگ اس کے کوفے کے ایک محلہ میں اترے جو منسوب ہے جہینہ کی طرف اور کچھ بصرے میں اور بصرے والوں میں تھا معبد بن خالد جہنی جو حسن بصری کا شاگرد تھا اور سب سے پہلے اس نے گفتگو کی تقدیر میں بصرے میں' پھر بصرہ والے اس کی راہ چلنے لگے۔ حجاج بن یوسف نے اس کو قتل کیا باندھ کر۔ تقریب میں ہے کہ بعضوں نے کہا اس کے باپ کا نام عبداللہ بن عکیم ہے اور بعضوں نے کہا اس کا دادا عویمر تھا۔ وہ سچا ہے۔ مسکین بدعتی تھا۔ اس نے اول تقدیر میں گفتگو کی بصرے میں اور قتل کیا گیا ۸۰ھ میں۔

حدیث میں یہاں یتقفرون ہے بتقدیم قاف بر فاء جس کے معنی یہ ہیں کہ طلب کرتے ہیں علم کو اور شوق رکھتے ہیں اور بعض نسخوں میں یتفقرون ہے بتقدیم فاء بر قاف۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ باریکیاں نکالتے ہیں اور موشگافیاں کرتے ہیں اور بعضوں نے مسلم کے سوا یہ لفظ روایت کیا ہے یتقفون بحذف الراء یعنی پیروی کرتے ہیں علم کی۔ قاضی عیاض نے کہا بعضوں نے یتقعرون پڑھا تقعر سے یعنی گہری باتیں نکالتے ہیں۔ اور ابویعلیٰ کی روایت میں یتفقھون ہے یعنی فقہ حاصل کرتے ہیں۔ (نووی)

یعنی ابتدائی ایکا ایک ہی بے سوچے سمجھے ہو گئے' اللہ تعالیٰ کو پیشتر سے انکا علم نہ تھا نہ اس نے پہلے سے کوئی اندازہ کیا تھا بلکہ وقوع کے بعد خدا کو علم ہوا۔ جیسے اوپر گزرا کہ یہ قول غلاۃ قدریہ کا ہے اور سب قدریہ کا نہیں اور قائل اس کا گمراہ اور جھوٹا ہے۔ خدا سب مسلمانوں کو اس اعتقاد سے بچائے یعنی علاقہ اسلام کا اس لیے کہ وہ سب کافر ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا کہ مراد وہ قدریہ ہیں جو خدا کا علم مخلوق کے ساتھ نفی کرتے ہیں وہ بالاتفاق کافر ہیں اور یہ لوگ در حقیقت فلاسفہ ہیں جو کہتے ہیں خدا تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہو سکتا اگر ہو بھی تو ایک طرح کا اجمالی علم ہو گا نہ کہ تفصیلی۔ بعضوں نے کہا کہ ابن عمرؓ کا یہ قول صاف دلالت کرتا ہے قدریہ کے کافر ہونے پر اور احتمال ہے کہ مراد کفر سے ناشکری ہے لیکن آگے کی عبارت سے صاف ان کا کفر معلوم ہوتا ہے۔ اس ایک فقرے میں رسول اللہؐ نے سارے تصوف اور سلوک کو بیان کر دیا۔

تصوف کی تعریف:

خلاصہ تصوف کا یہ ہے کہ بندے کو خدا سے محبت اور الفت پیدا ہو اور خدا کا خیال ہر وقت بندے کے دل میں رہے۔ تو اعلیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ بندہ خدا کی ذات کے تصور میں ایسا غرق ہو جائے کہ سوا خدا کے کچھ نہ نظر آئے۔ گو ظاہری آنکھوں سے دنیا کی چیزیں دیکھے ﷺ

مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ

کپڑے نہایت سفید تھے اور بال نہایت کالے تھے' یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سفر سے آیا ہے اور کوئی ہم میں سے اس کو پہچانتا نہ تھا۔ وہ بیٹھ گیا آنحضرت ﷺ کے پاس آکر اور اپنے گھٹنے حضرتؐ کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے' (جیسے شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے) پھر بولا اے محمدؐ! بتلاؤ مجھ کو

ﷺ اور کانوں سے سنے پر جب دل خدا سے لگا ہے تو آنکھ اور کان مردے کی آنکھ اور کان کی طرح کھلے ہیں۔ آنکھ دیکھتی ہے کان سنتا ہے مگر دھیان اور لو مولیٰ کی طرف ہے۔ اس کو وحدۃ الشہود کہتے ہیں جو اعلیٰ درجہ کے فقیروں اور صوفیوں اور خدا کے پاک بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک مرتبہ اس سے ادنیٰ ہے جس کے حاصل کرنے کے لیے ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے۔ وہ یہ کہ ہر وقت خدا کو حاضر اور ناظر سمجھے اور یہ یقین کرے کہ خدا اس کی تمام حرکات اور سکنات یہاں تک کہ قلب کے خطرات اور خیالات کو بھی جانتا ہے۔ پھر اس کی عبادت کے وقت دوسری چیز میں دل لگانا اور بیہودہ وسوسوں کو راہ دینا شیطان کا کام ہے' جس سے پناہ مانگنا چاہیے۔

نووی نے کہا' مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ بندہ عبادت میں اخلاص کرے اور دل لگاوے یعنی عبادت بہت خضوع اور خشوع سے کرے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ یہ حدیث ایسی جامع ہے کہ تمام شریعت کے علوم اس سے نکل سکتے ہیں۔ یعنی قیامت کا آنا کسی کو معلوم نہیں سوا خدا کے۔

نووی نے کہا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مفتی اور عالم سے جب کوئی ایسی بات پوچھی جاوے جس کو وہ نہیں جانتا تو یوں کہنا چاہیے کہ مجھ کو معلوم نہیں اور یہ کہنا اس کی ذلت اور نقصان کا باعث نہ ہوگا بلکہ دلیل ہے اس کے کمال علم اور ورع اور تقویٰ کی۔ بڑے بڑے اماموں نے جیسے ابو حنیفہؒ اور مالکؒ نے بہت سے مسائل میں سکوت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہم کو معلوم نہیں۔

یہ ترجمہ ہے ان تلد الامۃ ربتھا کا جیسے اس روایت میں ہے اور ایک روایت میں ربتھا کے بدلے ربھا ہے' تذکیر کے ساتھ۔ تو ترجمہ یہ ہوگا کہ جنے گی لونڈی اپنے میاں کو۔ اور ایک روایت میں بعلھا ہے یعنی جنے گی لونڈی اپنے خاوند کو۔

اس فقرہ کے مطلب میں مختلف اقوال ہیں۔ بعضوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ لونڈیاں بہت پکڑی جائیں گی اور ان کی اولاد بہت پھیلے گی۔ اور ظاہر ہے کہ لونڈی بھی شریعت کی رو سے ایک مال ہے اور باپ کا مال اس کے بعد بیٹے کا ہوتا ہے اور بیٹا بیٹی اپنی ماں کے میاں بی بی اور مالک ہونگے۔ بعضوں نے کہا مراد یہ ہے کہ لونڈیاں بادشاہوں کی مائیں ہونگی۔ کیونکہ اس زمانہ کے بادشاہ موافق شریعت کے نکاح کے پابند نہ ہوں گے بلکہ بہت سے نکاح ہی نہ کریں گے' لونڈیاں اور خواصیں رکھیں گے' پھر انکے لڑکے اور لڑکیاں تخت پر بیٹھ کر بادشاہ بنیں گے اور اپنی ماں کو اپنی رعیت میں شامل کریں گے۔ بعضوں نے کہا غرض یہ ہے کہ لوگوں کا حال تباہ ہوگا اور ام ولد کو بیچنا شروع کردیں گے۔ آخر بکتے بکتے کبھی وہ اپنے بیٹے ہی کے ہاتھ آن کر بکے گی اور اس کو معلوم نہ ہوگا کہ میری ماں ہے اور یہ صورت سوا ام ولد کے اور لونڈیوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً ایک لونڈی کا لڑکا سوا اس کے مالک کے کسی اور سے' ہو نکاح یا شبہ یا زنا سے' پھر وہ لونڈی بکتے بکتے اس لڑکے کے ہاتھ میں جا پڑے اور وہ نہ پہچانے۔ اور بعل کے معنی بھی مالک سید کے آئے ہیں جیسے اتدعون بعلا' یعنی تم پکارتے ہو مالک کو اور بعضوں نے کہا بعل سے مراد خاوند ہے یعنی خصم۔ وہ کہتے ہیں لونڈیوں کی خرید و فروخت اس کثرت سے ہوگی کہ کبھی ایک شخص اپنی ماں سے نکاح کرلے گا اور اس کو معلوم نہ ہوگا۔ اور بعضوں نے کہا مراد یہ ہے کہ لوگ ماؤں کی عزت و حرمت چھوڑ دیں گے اور ماں سے وہ سلوک کریں گے جو لونڈی سے کرتے ہیں۔

خدا اپنی پناہ میں رکھے' اس زمانہ میں بھی بہت سے لوگ ایسے نکلے ہیں جو ماں باپ کا ادب نہیں کرتے اور ان کی اطاعت نہیں کرتے بلکہ لونڈی غلاموں کی طرح ان کو جھڑکتے ہیں۔ ﷺ

وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ ((أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ ((أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ ((مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ)) قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا قَالَ ((أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ)) قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي ((يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ)) قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ)).

اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے (یعنی زبان سے کہے اور دل سے یقین کرے) اس بات کی کہ کوئی معبود سچا نہیں سوا خدا کے اور محمدؐ اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور قائم کرے نماز کو اور ادا کرے زکوٰۃ کو اور روزے رکھے رمضان کے اور حج کرے خانہ کعبہ کا اگر تجھ سے ہو سکے۔ (یعنی راہ خرچ ہو اور راستے میں خوف نہ ہو) وہ بولا سچ کہا تم نے۔ ہم کو تعجب ہوا کہ آپ ہی پوچھتا ہے پھر آپ ہی کہتا ہے کہ سچ کہا۔ (حالانکہ پوچھنے والا لا علم ہوتا ہے اور سچ کہنے والا وہ ہوتا ہے جس کو علم ہو تو یہ دونوں کام ایک شخص کیوں کرے گا؟) پھر وہ شخص بولا مجھ کو بتلاؤ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ایمان یہ ہے کہ تو یقین کرے (دل سے) اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر (کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندے ہیں اور اس کا حکم بجا لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی طاقت دی ہے) اور اس کے پیغمبروں پر (جن کو اس نے بھیجا خلق کو راہ بتلانے کیلئے) اور پچھلے دن پر (یعنی قیامت کے دن جس روز حساب کتاب ہوگا اور اچھے اور برے اعمال کی جانچ اور پڑتال ہوگی) اور یقین کرے تو تقدیر پر کہ برا اور اچھا سب خدا پاک کی طرف سے ہے۔ (یعنی سب کا خالق وہی ہے) وہ شخص بولا سچ کہا تم نے۔ پھر اس شخص نے پوچھا مجھ کو بتلاؤ احسان کیا ہے؟ آپؐ نے

ﷺ نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات نہیں نکلتی ہے کہ ام ولد کی بیع ممنوع یا جائز ہے اور جن لوگوں نے استدلال کیا اس امر پر اس حدیث سے' تعجب ہوتا ہے۔ اسلئے کہ جو چیز قیامت کی نشانی ہو اس کا حرام یا مذموم ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ اونچے اونچے مکان بنانا، دولت بہت کمانا، پچاس پچاس عورتیں رکھنا حرام نہیں حالانکہ وہ بھی قیامت کی نشانیاں ہیں۔ یعنی دنیا کی حالت میں ایک بڑا انقلاب ہوگا کہ جو لوگ مفلس' قلاش' بھوکے تھے وہ امیر و مالدار ہو جائیں گے اور جو امیر مالدار تھے وہ مفلس و محتاج ہو جائیں گے۔ اگرچہ ایسے انقلاب دنیا میں بڑی جنگوں سے کئی بار ہو چکے ہیں پر قیامت کے قریب وہ ساری دنیا میں ہونگے اور اب تک جو ہوئے وہ دنیا کے ایک ایک حصہ میں ہوئے۔ جیسے دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب کشت و خون بہت ہوگا اور فساد عا[illegible] ہو جائے گا۔ بعضوں نے کہا کہ مراد ان ننگوں کنگالوں سے عرب کے لوگ ہیں اور یہ ایک پیشین گوئی تھی ان کے لیے کہ اسلام کو ترقی ہوگی اور عربوں کی شوکت بڑھے گی اور وہ محتاجی اور غربت سے نکل کر مالدار اور امیر بن جائیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ آپ کی وفات کے تھوڑی مدت بعد ایران اور روم اور مصر فتح ہوئے اور عرب کے لوگ مالامال ہو گئے۔ ﷺ

فرمایا' احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کرے اس طرح دل لگا کر جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہے' اگر اتنا نہ ہو تو یہی سہی کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ شخص بولا بتایئے مجھ کو قیامت کب ہو گی؟ آپؐ نے فرمایا' اس کو جس سے پوچھتے ہو وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ وہ شخص بولا' تو مجھے اس کی نشانیاں بتلائیں؟ آپؐ نے فرمایا' ایک نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنی بی بی کو جنے گی۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ تو دیکھے گا ننگوں کو جن کے پاؤں میں جوتا نہ تھا، تن کو کپڑا نہ تھا، کنگال بڑی بڑی عمارتیں ٹھونک رہے ہیں۔ راوی نے کہا پھر وہ شخص چلا گیا' میں بڑی دیر تک ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا' اے عمرؓ! تو جانتا ہے یہ پوچھنے والا کون تھا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ جبریلؑ تھے' تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

٩٤- عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ لَمَّا تَكَلَّمَ مَعْبَدٌ بِمَا تَكَلَّمَ بِهِ فِي شَأْنِ الْقَدَرِ أَنْكَرْنَا ذَلِكَ قَالَ فَحَجَجْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيُّ حَجَّةً وَسَاقُوا الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ كَهْمَسٍ وَإِسْنَادِهِ وَفِيهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَنُقْصَانُ أَحْرُفٍ.

۹۴- اس سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے کچھ الفاظ کی کمی اور بیشی کے ساتھ۔

ﷺ یہ ترجمہ ہے فلبثت ملیا کا اور بعض نسخوں میں فلبث ملیا یعنی بہت دیر تک چپ رہے۔ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے تین دن کے بعد حضرتؐ مجھ سے ملے۔ لیکن یہ بظاہر مخالف ہے ابوہریرہؓ کی روایت کے کہ وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا' آپؐ نے فرمایا اس کو بلاؤ۔ لوگ دوڑے تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ اس وقت رسول اللہؐ نے فرمایا یہ جبرئیل تھے۔ اور ممکن ہے توفیق اس طور پر کہ حضرت عمرؓ اس وقت مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں تو آپؐ نے اور لوگوں سے اسی وقت کہا ہو اور حضرت عمرؓ سے تین دن کے بعد۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام اور احسان سب دین میں داخل ہے۔

اور یہ حدیث علوم اور معارف کی بہت سی قسموں پر مشتمل ہے بلکہ وہ اصل ہے اسلام کی جیسے ہم نے قاضی عیاض سے نقل کیا اور کچھ فائدے اس کے اوپر مذکور ہوئے۔ ایک فائدہ اس کا یہ بھی ہے کہ جب اہل مجلس کو کسی بات کا علم نہ ہو تو ان کو معلوم کرانے کے لیے پوچھنا درست ہے تاکہ سب واقف ہو جاویں۔ دوسرا یہ ہے کہ عالم کو بہت نرمی کرنا چاہیے' پوچھنے والے کو اچھی طرح سے جواب دینا چاہیے کہ اس کی تشفی ہو جائے۔

٩٥- عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَا لَقِينَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَذَكَرْنَا الْقَدَرَ وَمَا يَقُولُونَ فِيهِ فَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ كَنَحْوِ حَدِيثِهِمْ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ شَيْءٌ مِنْ زِيَادَةٍ وَقَدْ نَقَصَ مِنْهُ شَيْئًا.

٩٥- یحییٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ اور حمید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملے اور ہم نے ان سے تقدیر کے مسئلہ کا ذکر کیا اور ان باتوں کا بھی جو لوگ اس بارے میں کر رہے تھے تو انہوں نے یہی حدیث بیان کی جو گزر چکی ہے چند الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ۔

٩٦- عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

٩٦- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

بَابُ الْإِيمَانِ مَا هُوَ وَ بَيَانُ خِصَالِهِ

باب: ایمان کی حقیقت اور اس کے خصال کا بیان

٩٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ ((**أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكِتَابِهِ وَلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ**)) قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ ((**الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ**)) قَالَ يَا

٩٧- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں میں برآمد تھے' اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا' یارسول اللہؐ! ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' ایمان یہ ہے کہ تو یقین کرے دل سے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر۔ اور اس سے ملنے پر اور اس کے پیغمبروں پر اور یقین کرے پچھلے جی اٹھنے پر پھر وہ شخص بولا' یارسول اللہؐ! اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' اسلام یہ ہے کہ تو اللہ جل جلالہ کو پوجے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور قائم کرے تو فرض نماز کو اور دیوے تو زکوٰۃ کو جس قدر

(٩٧) ☆ خدا سے ملنا تو مرنے کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے اور پچھلے جی اٹھنے سے مراد قیامت کا اٹھنا ہے۔ بعضوں نے کہا خدا سے ملنا حساب و کتاب کے بعد ہو گا لیکن ملنے سے خدا کا دیدار مراد نہیں کیونکہ وہ خاص لوگوں کو ہو گا۔ (نووی) یعنی خدا کے برابر کسی کو نہ سمجھے' نہ قدرت میں' نہ تصرف میں' نہ عبادت میں' نہ دعا میں بلکہ پوجے تو خدا ہی کو پوجے' مانگے تو خدا سے مانگے' سوا خدا کے سب کو عاجز بندہ خیال کرے۔ اگرچہ بعض بندوں کا اور غلاموں کا پروردگار نے بہت درجہ بلند کیا ہے اور ان کو بہت کچھ سرفراز فرمایا ہے پر خدا کے سامنے وہ بندے اور غلام ہی ہیں۔ البتہ بندوں میں ان کو امتیاز ہے۔ یہ سب چیزیں عبادت میں داخل ہیں مگر چونکہ یہ چیزیں عبادت میں اعلیٰ درجے کی تھیں اس لیے ان کو علیحدہ بیان کیا اور بعضوں نے کہا عبادت سے مراد معرفت الٰہی ہے اور اقرار ہے اس کی وحدانیت کا۔ نماز میں قید لگائی فرض کی اس لیے کہ مسلمان ہونے کے لیے صرف فرض کا ادا کرنا کافی ہے' سنن اور مستحبات کا ادا کرنا لازم نہیں۔ اسی طرح نفل صدقات کا دینا لازم نہیں اور قائم کرنے سے نماز کے یہ مراد ہے کہ ہمیشہ پابندی کے ساتھ اس کو پڑھے یا سب شرائط اور ارکان کے ساتھ اس کو پورا کرے۔ آنحضرتؐ کے زمانے میں عرب اور ہند اور روم اور مصر اور ایران میں ایک طرح کی تہذیب اور شائستگی تھی اور یورپ یعنی فرنگستان کے لوگ بالکل وحشی' جاہل' گنوار جانوروں کی طرح

رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ ((أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ ((مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبَهْمِ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ)) ثُمَّ تَلَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ قَالَ ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((رُدُّوا عَلَيَّ الرَّجُلَ)) فَأَخَذُوا لِيَرُدُّوهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((هَذَا جِبْرِيلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ)).

فرض ہے اور روزے رکھے رمضان کے۔ پھر وہ شخص بولا' یارسول اللہؐ! احسان کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' تو عبادت کرے اللہ کی جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے' اگر تو اس کو نہیں دیکھتا (یعنی اتنا استغراق نہ ہو اور یہ درجہ نہ ہو سکے) تو اتنا تو ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ شخص بولا' یارسول اللہؐ! قیامت کب ہو گی؟ آپؐ نے فرمایا' جس سے پوچھتے ہو قیامت کا وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا' لیکن اس کی نشانیاں میں تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے مالک کو جنے تو یہ قیامت کی نشانی ہے اور جب ننگے بدن' ننگے پاؤں پھرنے والے لوگ سردار بنیں تو قیامت کی نشانی ہے اور جب بکریاں یا بھیڑیں چرانے والے بڑی بڑی حویلیاں بناویں تو یہ بھی قیامت کی نشانی ہے۔ قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو کوئی نہیں جانتا سوا خدا کے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی "اللہ ہی جانتا ہے قیامت کو اور اتارتا ہے پانی کو اور جانتا ہے جو کچھ ماں کے رحم میں ہے (یعنی نر یا مادہ) اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس ملک میں رہے گا۔ اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے"۔ راوی نے کہا پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو پھیر لے آؤ۔ لوگ چلے اس کو لینے کو لیکن وہاں کچھ نہ پایا۔ (یعنی اس شخص کا نشان بھی نہ ملا) تب آپؐ نے فرمایا یہ جبریلؑ تھے' تم کو دین کی باتیں سکھلانے آئے تھے۔

٩٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَتِهِ ((إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ بَعْلَهَا يَعْنِي السَّرَارِيَّ)).

٩٨- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے اور "اب" کے بجائے "بعل" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

بقیہ طرح تھے۔ خصوصاً انگلینڈ کے لوگ اور روم کے لوگ تو انسانیت سے بہت تھوڑا حصہ رکھتے تھے اور جانوروں کی طرح جھاڑوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے۔ ان میں بادشاہت یا ملک داری کا سلیقہ بالکل نہ تھا۔ اب ہمارے زمانے میں چند روز سے انہی وحشی لوگوں نے وہ ترقی کی ہے کہ تمام دنیا کے حاکم اور سردار بن بیٹھے ہیں۔ پس شاید یہ بھی قیامت کی نشانی ہو اور یہی مراد ہو اس حدیث سے۔

٩٩- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((سَلُونِي)) فَهَابُوهُ أَنْ يَسْأَلُوهُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ ((لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا)) وَتُقِيمُ ((الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ ((أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكِتَابِهِ وَلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ ((أَنْ تَخْشَى اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ قَالَ ((مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَسَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا رَأَيْتَ الْمَرْأَةَ تَلِدُ رَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوكَ الْأَرْضِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَأَيْتَ رِعَاءَ الْبَهْمِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ مِنَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ)) ثُمَّ قَرَأَ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ.

قَالَ ثُمَّ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

٩٩- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پوچھو مجھ سے دین کی باتیں جو ضروری ہیں البتہ بے ضرورت پوچھنا منع ہے۔ لوگوں نے خوف کیا پوچھنے میں (یعنی ان پر رعب آپؐ کا چھا گیا) تو ایک شخص آیا اور آپ کے گھٹنوں کے پاس بیٹھا اور بولا یا رسول اللہؐ! اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دیوے اور رمضان کے روزے رکھے۔ وہ بولا سچ کہا آپؐ نے۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہؐ! ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یقین کرے تو اللہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس سے ملنے پر اور اس کے پیغمبروں پر اور یقین کرے تو جی اٹھنے پر مرنے کے بعد اور یقین کرے تو پوری تقدیر پر۔ وہ بولا سچ کہا آپؐ نے پھر بولا یا رسول اللہؐ! احسان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ سے ڈرے جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ بولا سچ کہا آپؐ نے۔ پھر بولا یا رسول اللہؐ! قیامت کب ہو گی؟ آپؐ نے فرمایا جس سے پوچھتا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ البتہ میں تجھ سے اس کی نشانیاں بیان کرتا ہوں۔ جب تو لونڈی کو دیکھے (یا عورت کو) وہ اپنے مالک اور میاں کو جنے تو یہ قیامت کی نشانی ہے اور جب تو دیکھے ننگے پاؤں' ننگے بدن بہروں' گونگوں (یعنی احمق اور نادانوں کو) وہ بادشاہ ہیں ملک کے تو یہ قیامت کی نشانی ہے اور جب تو دیکھے بکریاں چرانے والوں کو بڑی بڑی عمارتیں بنا رہے ہیں تو یہ قیامت کی نشانی ہے۔ قیامت غیب کی پانچ باتوں میں سے ہے جن کا علم کسی کو نہیں سوا خدا کے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی ان الله عنده علم الساعة اخیر تک یعنی اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور برساتا ہے پانی اور جانتا ہے جو ماں کے پیٹ میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کس ملک میں مرے گا۔ پھر وہ شخص کھڑا ہوا اور چلا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو بلاؤ میرے پاس۔ لوگوں نے ڈھونڈا تو کہیں نہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((رُدُّوهُ عَلَيَّ فَالْتُمِسَ فَلَمْ يَجِدُوهُ)) فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((هٰذَا جِبْرِيلُ أَرَادَ أَنْ تَعَلَّمُوا إِذْ لَمْ تَسْأَلُوا)).

پایا اس کو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جبریلؑ تھے۔ انھوں نے چاہا تم کو علم ہو جاوے جب تم نے نہ پوچھا۔ (یعنی تم نے سوال نہ کیا' رعب میں آ گئے تو حضرت جبریلؑ آدمی کے بھیس میں آئے اور ضروری باتیں پوچھ کر گئے تا کہ تم کو علم ہو جائے۔)

بَابُ بَيَانِ الصَّلَوَاتِ الَّتِي هِيَ أَحَدُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

باب: نمازوں کا بیان جو اسلام کا ایک رکن ہے

۱۰۰- عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ)) فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ قَالَ ((لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ)) فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ فَقَالَ ((لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۰۰- طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے نجد والوں (نجد عرب میں ایک ملک ہے) میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس کے بال پریشان تھے' اس کی آواز کی گنگناہٹ سنی جاتی تھی لیکن سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہتا ہے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آیا۔ تب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ وہ بولا ان کے سوا میرے اوپر اور کوئی نماز ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل پڑھنا چاہے اور رمضان کے روزے ہیں۔ وہ بولا مجھ پر رمضان کے سوا اور کوئی روزہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل روزہ رکھنا چاہے۔ پھر آپؐ نے اس سے زکوۃ کا بیان کیا۔ وہ بولا مجھ پر اس کے سوا اور کوئی چیز ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو

(۱۰۰) ☆ یعنی سوا ان پانچ نمازوں کے اور کوئی نماز فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے یا مستحب۔ وتر کی نماز اور عید کی نماز اور گہن کی نماز یہ سب سنت ہیں اور جو کوئی ان کو واجب کہتا ہے اس پر یہ حدیث حجت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شاید اس وقت تک وتر اور عید کی نماز واجب نہ ہوئی ہو گی مگر یہ صرف احتمال ہے۔

رمضان کے سوا کوئی روزہ فرض نہیں مگر یہ کہ تو نفل روزہ رکھنا چاہے تو قضا کا روزہ رمضان کا روزہ ہے اور ظہار وغیرہ کے کفاروں میں روزہ متعین نہیں' اور چیزوں سے کفارہ ادا ہو سکتا ہے۔

بولا زکوۃ کے سوا مجھ پر اور کوئی چیز ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ثواب کے لیے صدقہ دینا چاہے۔ تو صدقہ فطر واجب نہ ہوا اور جو واجب کہتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ اس وقت تک واجب نہ ہوا ہو گا۔

اس شخص کے واپس جاتے ہوئے یہ کہنے پر کہ خدا کی قسم میں نہ ان سے زیادہ کروں گا نہ ان میں کمی کروں گا آپؐ نے فرمایا مراد پائی اس نے اگر سچا ہے۔ یعنی اگر بجا لایا ان سب باتوں کو اور کمی نہ کی ان میں جیسے زبان سے کہتا ہے تو آخرت میں نجات پاوے گا' اپنی مراد کو پہنچے گا اور جو زیادہ کیا ان سے تو اور بہتر ہے اس کے لیے۔

الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ ((لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ)).

نفل ثواب کے لیے صدقہ دینا چاہے۔ راوی نے کہا پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا اور کہتا جاتا تھا خدا کی قسم میں نہ ان سے زیادہ کروں گا نہ ان میں کمی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مراد پائی اس نے اگر سچا ہے۔

١٠١- عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ)).

١٠١- طلحہ بن عبید اللہ سے وہ نبیؐ سے۔ دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے جیسے اوپر گزری' اتنا فرق ہے کہ جب اس شخص نے کہا قسم خدا کی میں اس میں نہ کمی کروں گا نہ بیشی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نجات پائی اس نے' قسم اس کے باپ کی اگر سچا ہے یا جنت میں جائے گا' قسم اس کے باپ کی اگر سچا ہے۔

(نوٹ) اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دین کے ارکان اور اعمال اور بھی ہیں' پھر اس شخص نے یہ کیوں کہا اس سے زیادہ نہ کروں گا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے اس کو شریعت کی باتیں بتادیں اور وہ کہتا جاتا تھا قسم خدا کی جس قدر اللہ نے مجھ پر فرض کیا ہے میں اس میں کمی بیشی نہ کروں گا' تو فرض میں اور دین کی باتوں میں سب ضروری ارکان اور اعمال آگئے اور نوافل اور سنن کا ادا کرنا نجات کے لیے ضروری نہیں گو ہمیشہ کے لیے سنتوں کا ترک کرنا برا ہے اور ایسے شخص کی گواہی مقبول نہ ہوگی پر وہ گنہگار نہیں ہو سکتا اور نجات ضرور پائے گا اور اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں اور بعض روایتوں میں روزہ کا ذکر نہیں' کسی میں زکوٰۃ کا ذکر نہیں۔

قاضی عیاض نے کہا کہ یہ راویوں کا قصور ہے جیسا کسی کو یاد رہا ویسا اس نے بیان کیا اور چونکہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے تو سارے اعمال اور ارکان جو سب روایتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوئے ہیں ضروری ٹھہرے۔ بعض روایتوں میں ناتا ملانا یعنی عزیزداروں سے سلوک اور محبت کرنا اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی اسلام کے ارکان میں سے بیان کیا ہے اور احتمال ہے کہ آنحضرتؐ نے موقع اور محل دیکھ کر جو ارکان جس قوم کے لیے زیادہ ضروری ہوں وہی بیان کئے ہوں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ارکان کو جن کی فرضیت ان کو معلوم ہو جائے' خواہ پیشتر سے معلوم نہ تھی' بجا نہ لائیں۔ واللہ اعلم۔

(١٠١) ☆ اس حدیث میں حضرتؐ نے قسم کھائی اس کے باپ کی حالانکہ دوسری حدیث میں ہے جو شخص قسم کھانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے تم کو باپ دادوں کی قسم کھانے سے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت کا یہ فرمانا بطریق عادت اور تکیہ کلام کے تھا' کیونکہ عرب کے لوگ باتوں میں اس قسم کی کھایا کرتے ہیں' نہ بطور حلف کے جس میں تعظیم کسی کے نام کی مقصود ہوتی ہے اور نہ مشابہ کرنا اس کا اللہ جل جلالہ کے ساتھ۔ یہی جواب صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ اس وقت ہوگا جب خدا کے سوا اور کسی کی قسم کھانا منع نہ تھا اور صحیح یہ ہے کہ قسم کھانا اللہ کے سوا اور کسی کی اس لیے منع ہوئی ہے کہ خدا کے ساتھ کسی اور کو برابر نہ کیا جائے یعنی جیسے خدا کے نام کی عظمت اور بڑائی دل میں ہے ویسی کسی اور کی نہ ہو' نہ کسی اور کے نام کی قسم کو پورا کرنا ایسا لازم اور ضروری سمجھا جاوے جیسے خدا کے نام کی قسم کو' پھر اگر کسی اور کو ایسا بڑا اور بزرگ سمجھ کر جیسے خدا کو سمجھتا ہے اس کی قسم کھائے تو وہ شخص مشرک ہو جائے گا اور جو ایسا نہ سمجھے۔ صرف بطور تکیہ کلام یا عادت کے بطور لغو کسی کی قسم کھائے تو وہ مشرک نہیں ہے۔ مگر چونکہ مشابہ ہے مشرکوں کے افعال کے' اس سے بھی پرہیز کرنا بہتر ہے اور یہی مقصد ہے رسول اللہؐ کا جو آپؐ نے فرمایا جو قسم کھاوے کسی اور کی سوائے خدا کے اس نے شرک کیا۔

بَابُ السُّؤَالِ عَنْ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

١٠٢- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نُهِينَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَتَانَا رَسُولُكَ فَزَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللهَ أَرْسَلَكَ قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللهُ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ قَالَ ((اللهُ)) قَالَ فَمَنْ نَصَبَ هَذِهِ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا مَا جَعَلَ قَالَ اللهُ قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ هَذِهِ الْجِبَالَ آللهُ أَرْسَلَكَ قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِنَا وَلَيْلَتِنَا

باب:اسلام کے ارکان کو پوچھنے کا بیان

۱۰۲- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم کو ممانعت ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھنے کی تو ہم کو اچھا معلوم ہوتا کہ جنگل کے رہنے والوں میں سے کوئی شخص آئے مگر سمجھ دار ہو' آپؐ سے پوچھے اور ہم سنیں۔ تو جنگل کے رہنے والوں میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ! آپ کا ایلچی ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا آپؐ کہتے ہیں کہ اللہ نے آپؐ کو بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس ایلچی نے سچ کہا۔ وہ شخص بولا تو آسمان کس نے پیدا کیا؟ آپؐ نے فرمایا اللہ نے۔ پھر اس نے کہا پہاڑوں کو کس نے کھڑا کیا اور ان میں جو چیزیں ہیں وہ کس نے پیدا کیں؟ آپؐ نے فرمایا اللہ نے۔ تب اس شخص نے کہا قسم ہے اس کی جس نے آسمان کو پیدا کیا اور زمین بنائی اور پہاڑوں کو کھڑا کیا کیا اللہ تعالیٰ نے سچ مچ آپؐ کو بھیجا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ پھر وہ شخص بولا آپؐ کے ایلچی نے ہم سے کہا کہ ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں ہر دن اور رات میں۔ آپؐ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ وہ شخص بولا قسم ہے اس

(۱۰۲) ☆ اللہ جل جلالہ نے فرمایا یایها الذین امنو الا تسئلو اعن اشیاء ان تبدلکم تسو کم اخیر تک یعنی اے ایمان والو! مت پوچھو بہت چیزیں' اگر تم پر کھلیں تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے جس وقت قرآن اترتا ہے تو کھول جائیں گی' اللہ نے ان سے درگزر کی ہے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا۔ ویسی باتیں پوچھ چکے ہیں کچھ لوگ تم سے اس پر عمل کرو جو نہ فرمایا اس کو معاف جانو تاکہ دین آسان رہے اور جو ہر بات کا جواب آوے تو دین تنگ ہو جاوے گا' پھر عمل نہ کر سکو گے جیسے اگلے لوگ نہ کر سکے' پھر کفر کی رسمیں بتائیں کہ پوچھنے کی حاجت نہیں' جو اللہ نے نہ فرمایا ہو بے اصل ہے اور اسی طرح بے فائدہ باتیں پوچھنی۔ کسی نے پوچھا میرا باپ کون تھا یا میری عورت گھر میں کس طرح ہے؟ اگر پیغمبر ہر بات کا جواب دے تو شاید برا جواب آوے اور پشیمانی حاصل ہو۔ (موضح القرآن) تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن میں امام عالی جاہ مولانا سید محمد صدیق حسن خان بہادر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کثرت سوال سے منع کیا اس لیے کہ کبھی بے حاجت سوال کرنے سے ایک امر جو واجب نہ تھا واجب ہو جاتا ہے اور بخاری اور مسلم نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے خطبہ پڑھا ایسا کہ کبھی کسی نے ایسا خطبہ نہ سنا تھا' ایک شخص بولا میرا باپ کون تھا؟ اس وقت یہ آیت اتری۔ بخاری نے ابن عباسؓ سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ پوچھنے والا عبداللہ بن حذافہؓ تھا۔ اس نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ ابن حبان نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہؐ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا کیا ہر سال یا رسول اللہ! آپؐ چپ رہے۔ اس نے تین بار یہی پوچھا۔ جب آپؐ نے فرمایا اگر میں ہاں کہتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا' پھر تم اس کو ادا نہ کر سکتے۔ جو بات میں بیان نہ کروں تم بھی اس کو چھوڑ دو۔ یعنی نہ پوچھو

قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا زَكَاةً فِي أَمْوَالِنَا قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي سَنَتِنَا قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ

کی جس نے آپؐ کو بھیجا کیا اللہ نے آپ کو ان نمازوں کا حکم کیا ہے؟ آپ نے فرمایاہاں ۔ پھر وہ شخص بولا آپ کے ایلچی نے کہا کہ ہم پر ہمارے مالوں کی زکوٰۃ ہے آپ نے فرمایااس نے سچ کہاوہ شخص بولا قسم اس کی جس نے آپ کو بھیجاہے اللہ نے آپؐ کو زکوٰۃ کا حکم کیاہے آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر وہ شخص بولا آپؐ کے ایلچی نے کہاہم پر رمضان کے روزے فرض ہیں ہر سال۔ آپؐ نے فرمایااس نے سچ کہا۔ وہ شخص بولا قسم اس کی جس نے آپ کو بھیجا اللہ نے آپ کو ان روزوں کا حکم کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایاہاں۔ پھر

پوچھو اس لیے کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ تباہ ہوئے اسی بہت پوچھنے کی وجہ سے اور اختلاف کرنے سے اپنے پیغمبروں پر۔ جب میں تم کو کسی بات سے منع کروں تو اس سے بچو اور جب کسی بات کا حکم کروں تو اس کو بجالاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے اور یہ آیت اسی باب میں اتری۔ بخاری اور مسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا کہ لوگ ایک چیز کو پوچھتے جو حلال ہوتی اور پوچھتے پھر پوچھتے' یہاں تک کہ وہ شے حرام ہو جاتی' جب حرام ہو جاتی تو اس کو کرنے لگتے۔ ابن منذر نے روایت کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا سب سے بڑا گناہ اس مسلمان پر ہے جس نے پوچھا ایک شئے کو اور وہ حرام نہ تھی' پھر اس کے پوچھنے سے حرام ہوئی اور ابن جریر اور ابن منذر اور حاکم نے ابو ثعلبہ خشنیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ نے حدیں باندھ دیں ہیں' پھر اس سے آگے مت بڑھو اور فرض بتلادئے ہیں ان کو ادا کرو اور حرام کر دیا ہے جن چیزوں کو ان کو مت کرو اور جن باتوں کو نہیں بیان کیا ان کو وہ بھولا نہیں بلکہ رحمت ہے اس کی تمہارے اوپر' تو چپ ہو رہو اور ان کی بحث مت کرو۔ انتہی

اگرچہ یہ ممانعت بے فائدہ سوال کرنے سے اور بیکار چیزوں کے پوچھنے سے تھی اور یہ مطلب حضرت کا نہ تھا کہ لوگ ایمان کی باتیں یا ضروری کام دین کے نہ پوچھیں کیونکہ ان باتوں کے بتلانے کے لیے تو خود حضرتؐ بھیجے گئے تھے پر صحابہ کرامؓ ڈر کر بعض وقت پوچھنے کی بات کو بھی نہ پوچھتے اور منتظر رہتے کہ کوئی نیا ناواقف شخص آئے اور وہ پوچھے تو ہم بھی سن لیں اور سمجھ لیں۔

پہلے اس شخص نے خدا کی بابت دریافت کیا' پھر رسالت کی تصدیق کی' بعد اس کے اعمال کو دریافت کیا۔ یہ ترتیب نہایت عمدہ ہے اور یہ ایک کافی قرینہ ہے اس بات کا کہ وہ پوچھنے والا اگرچہ جنگلی تھا پر عاقل اور سمجھدار تھا۔ ابن الصلاح نے کہا کہ اس حدیث میں دلیل ہے ان لوگوں کے لیے جو مقلدین عوام کا ایمان درست جانتے ہیں اس لیے کہ عوام کو بھی یقین حاصل ہوتا ہے اور شک اور وہ تذبذب نہیں رہتا برخلاف معتزلہ کے کہ وہ مقلد کے ایمان کو صحیح نہیں سمجھتے اور یہ حدیث حجت ہے ان پر کیونکہ آپؐ نے ان کے ایمان کو جائز رکھا اور یہ نہیں کہا کہ تجھ کو ان باتوں پر یقین کرنے کے لیے دلیل اور معجزہ کا دیکھنا ضروری ہے۔ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ گو مقلد کا اعتقاد مضبوط ہوتا ہے پر اس کی مضبوطی پر بھروسہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس نے بغیر دلیل کے ایک آدمی کی بات کو مان لیا ہے اور اگر کوئی دوسرا اس میں شک ڈال دے تو اس کا اعتقاد پلٹ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک اس کو شک پیدا نہ ہو اس وقت تک تو اس کا ایمان صحیح ہے کیونکہ وہ برابر ہے محقق کے ایمان کے جس نے دلائل میں غور کر کے حاصل کیا ہے۔ اب مقلب القلوب خدائے عزوجل ہے وہ چاہے تو ایمان پر ثابت رکھے چاہے تو ڈگمگائے۔ بڑے بڑے محقق وسوسوں میں پڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں اور مقلد کامیاب ہو گئے ہیں۔ اگرچہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اعلیٰ درجہ تحقیق کا ہے اور جہاں تک تحقیق ممکن ہو تقلید کی راہ چلنا بہتر نہیں نہ تقلید میں کچھ حلاوت اور ذائقہ ہے پر اس مزے کو وہی سمجھتے ہیں جو محقق ہیں۔

وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ ((صَدَقَ)) قَالَ ثُمَّ وَلَّى قَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهِنَّ وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ)).

وہ شخص بولا آپ کے ایلچی نے کہا کہ ہم پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو کوئی راہ چلنے کی طاقت رکھے۔ (یعنی خرچ راہ اور سواری ہو اور راستہ میں امن ہو) آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ یہ سن کر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا اور کہنے لگا قسم ہے اس کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا پیغمبر کر کے بھیجا' میں ان باتوں سے زیادہ کروں گا نہ کم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سچا ہے یہ تو جنت میں جائے گا۔

١٠٣- عَنْ أَنَسٍ كُنَّا نُهِينَا فِي الْقُرْآنِ أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ.

۱۰۳- انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قرآن میں ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ باقی حدیث وہی ہے۔

بَابُ بَيَانِ الْإِيمَانِ الَّذِي يُدْخَلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَأَنَّ مَنْ تَمَسَّكَ بِمَا أُمِرَ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

باب: بیان اس ایمان کا جس سے آدمی جنت میں جائے گا اور بیان اس بات کا کہ حکم بجالانے والا جنت میں جائے گا

١٠٤- عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا عَرَضَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَأَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِهِ أَوْ بِزِمَامِهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي بِمَا يُقَرِّبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ فَكَفَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَظَرَ فِي أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ ((لَقَدْ

۱۰۴- ابی ایوب (خالد بن زید) انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں جا رہے تھے' اتنے میں ایک جنگلی آیا اور آڑے آ کر آپ کی اونٹنی کی رسی یا نکیل پکڑ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! یا یوں کہا یا محمدؐ! مجھے وہ چیز بتلایئے جو مجھے جنت کے نزدیک اور جہنم سے دور کرے؟ آپ یہ سن کر رک گئے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھا' پھر فرمایا اس کو توفیق دی گئی یا ہدایت کی گئی (یعنی خدا نے اس کی مدد کی اور اس بات کے پوچھنے کی طاقت دی۔ توفیق کہتے ہیں نیک بات

☆ امام نوویؒ نے کہا اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ ایک شخص کی خبر معتبر ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ جب تو آپؐ نے دین کی باتیں بتلانے کے لیے ایک ایلچی روانہ کیا اور یہ شخص جو آیا تھا اس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا۔ قاضی عیاض نے کہا ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص مسلمان ہو کر آیا تھا مگر اسلام کی باتوں کو اچھی طرح تحقیق کرنے کے لیے حضرتؐ سے خود پوچھ لیا۔ حاکم ابو عبد اللہ نے کتاب المعرفہ میں کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ علو اسناد طلب کرنا جائز ہے کیونکہ اس شخص نے پہلے تمام باتیں دین کی ایلچی کے واسطے سے سنی تھیں' پھر وہ واسطہ نکال کر خود حضرتؐ سے سننے کو آیا۔

(۱۰۴) ☆ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر چلتے چلتے بھی کوئی شخص دین کی بات پوچھے تو ٹھہر نا چاہیے اور اس کو بتلانا چاہیے اور دین کی بات بتلانے میں علم ہوتے ہوئے سستی کرنا بری بات ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی چپ ہو رہے حق بات سے وہ گونگا شیطان ہے۔

وُفِّقَ أَوْ لَقَدْ هُدِيَ)) قَالَ ((كَيْفَ قُلْتَ)) قَالَ فَأَعَادَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعْ النَّاقَةَ)).

کی قدرت دینے کو اور خذلان بری بات کی قدرت دینے کو) آپ نے (اس جنگلی سے) فرمایا تو نے کیا کہا؟ اس نے پھر وہی کہا۔ (یعنی مجھ کو وہ بات بتلایئے جو جنت کے نزدیک کرے اور جہنم سے دور) تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کو پوج اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور ادا کر نماز اور دے زکوٰۃ اور ناتے کو ملا (یعنی عزیزوں، رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کر' اگر وہ برائی کریں یا ملاقات ترک کریں تو تو نیکی کر اور ان سے ملتا رہ) چھوڑ دے اونٹنی کو۔ (کیونکہ اب تیرا کام ہو گیا)

١٠٥- و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هَذَا الْحَدِيثِ

۱۵۵- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

١٠٦- عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْنِينِي مِنْ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِي مِنْ النَّارِ قَالَ ((تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ ذَا رَحِمِكَ)) فَلَمَّا أَدْبَرَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِنْ تَمَسَّكَ بِمَا أُمِرَ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ ((إِنْ تَمَسَّكَ بِهِ)).

۱۰۶- ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا مجھے کوئی ایسا کام بتلایئے جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دیوے؟ آپ نے فرمایا وہ کام یہ ہے کہ تو اللہ کو پوجے اور کسی کو اس کا شریک نہ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور ناتے کو ملا وے۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ ان باتوں پر چلا جن کا حکم کیا گیا یا میں نے جن کا حکم کیا تو جنت میں جائے گا۔

١٠٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا

۱۰۷- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ

(۱۰۷) ☆ شاید اللہ عزوجل نے آپ کو آگاہ کر دیا ہو گا کہ یہ شخص ضرور جنت میں جائے گا کیونکہ یہ ان کاموں کو بجا لائے گا اور ہمیشہ کرے گا یہاں تک کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو گا۔

رَسُولَ اللّٰهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ ((تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ)) قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا شَيْئًا أَبَدًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا)).

صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو بتلایئے کوئی ایسا کام جس کے کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا وہ کام یہ ہے کہ پوجے تو اللہ کو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور قائم کرے تو نماز کو اور دیوے زکوۃ جو فرض ہے اور رمضان کے روزے رکھے۔ وہ شخص بولا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نہ اس سے زیادہ کروں گا نہ اس سے کم۔ تب وہ پیٹھ کر چلا۔ آپؐ نے فرمایا جو خوش ہو اس بات سے کہ وہ جنتی کو دیکھے تو اس کو دیکھے۔

بَابُ مَنْ قَامَ عَلَى الْإِيمَانِ وَالشَّرَآئِعِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

باب: ایمان اور شریعت کا پابند جنت میں جائے گا

١٠٨- عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقَلٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَةَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ أَأَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((نَعَمْ)).

۱۰۸- جابرؓ سے روایت ہے کہ نعمان بن قوقل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! اگر میں فرض نماز ادا کروں اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس سے باز رہوں اور حلال کو حلال سمجھوں اگرچہ اس کو نہ کروں تو میں جنت میں جاؤں گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

١٠٩- عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقَلٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِمِثْلِهِ وَزَادَا فِيهِ وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا.

۱۰۹- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

١١٠- عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا أَأَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا.

۱۱۰- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں اگر فرض نمازوں کو ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال سمجھوں اور حرام کو حرام' اس سے زیادہ کچھ نہ کروں تو جنت میں جاؤں گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ وہ شخص بولا قسم خدا کی میں اس سے زیادہ کچھ نہ کروں گا۔

بَابُ بَيَانِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَدَعَائِمِهِ الْعِظَامِ

باب: اسلام کے بڑے بڑے ارکان اور ستونوں کا بیان

١١١- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللَّهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ)) فَقَالَ رَجُلٌ الْحَجُّ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ لَا صِيَامُ رَمَضَانَ وَالْحَجُّ هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

١١١- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبیؐ سے سنا' آپؐ نے فرمایا اسلام بنایا گیا ہے پانچ چیزوں پر یعنی پانچ ستونوں پر اسلام کھڑا ہے۔ (یہ تشبیہ ہے' اسلام کو ایک گھر کی مانند سمجھو یا چھت جس میں پانچ کھمبے ہوں) اللہ جل جلالہ کی توحید' نماز کو قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا۔ ایک شخص بولا حج اور رمضان کے روزے۔ (یعنی حج کو پہلے کیا اور روزوں کو بعد) ابن عمرؓ نے کہا رمضان کے روزے اور حج میں نے رسول اللہ ﷺ سے یوں ہی سنا۔

١١٢- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ عَلَى أَنْ يُعْبَدَ اللَّهُ وَيُكْفَرَ بِمَا دُونَهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ

١١٢- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام پانچ ستونوں پر کھڑا کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ ہی کی عبادت کی جائے اور اس کے سوا تمام جھوٹے خداؤں کا انکار کیا جائے دوسرے نماز پڑھنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے بیت اللہ کا حج کرنا،

(١١١) ☆ مگر دوسری روایت خود ابن عمرؓ سے بتقدیم حج مروی ہے' پھر انھوں نے اس شخص پر کیسے انکار کیا؟ اس کا جواب علماء نے یوں دیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو رسول اللہؐ سے سنا ایک بار بتقدیم صوم اور ایک بار بتقدیم حج' پھر اس شخص کے سامنے وہ روایت نقل کی جو بتقدیم صوم تھی جب اس نے حج کو پہلے کیا تو ابن عمرؓ نے اس پر انکار کیا کہ تو اس بات کو کیا جانے حضرتؐ نے یوں فرمایا بتقدیم صوم اور اس سے یہ بات نہیں نکلتی کہ انھوں نے دوسری طرح سے یہ روایت نہیں سنی اور احتمال ہے کہ ابن عمرؓ اس وقت بتقدیم حج کی روایت کو فراموش کر گئے ہوں' اس لیے انھوں نے انکار کیا' پھر یاد پڑی تو اس کو روایت کیا۔ حافظ ابن الصلاح نے کہا ابن عمرؓ کی محافظت اس ترتیب سے دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ واو کلام عرب میں ترتیب کے لیے آتا ہے اور یہ مذہب ہے بہت سے فقہائے شافعیہ اور بعض نحویوں کا لیکن جو لوگ واو سے ترتیب نہیں نکالتے جیسے جمہور کا قول ہے اور وہی مختار ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر کا یہ انکار اس لیے نہ تھا کہ واو ترتیب کو مقتضی ہے بلکہ اس لیے کہ رمضان کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے اور حج ۶ھ یا ۹ھ میں فرض ہوا تو روزہ کو پہلے ذکر کرنا مناسب ہے' پھر تقدیم حج کی روایت بالمعنی ہے اور اس میں تصرف ہوا ہے تقدیم اور تاخیر سے۔

نووی نے کہا ابن الصلاح کی یہ تقریر مسلم نہیں کیونکہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اور دونوں میں منافات نہیں اور اس قسم کا احتمال روایات میں بے فائدہ قدح پیدا کرتا ہے اور ابو عوانہ اسفرائینی نے کتاب مخرج علیٰ صحیح مسلم میں انکار ابن عمرؓ کا صیام کی تقدیم پر نقل کیا ہے اور یہ برعکس ہے مسلم کی روایت کے۔ لیکن ابن الصلاح نے کہا کہ یہ روایت مسلم کی روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نووی نے کہا احتمال ہے کہ یہی صحیح ہو اور شاید یہ واقعہ دوبارہ پیش آیا ہو۔ واللہ اعلم۔ (نووی)

وَصَوْمِ رَمَضَانَ))۔

پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔

١١٣- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

۱۱۳- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام بنایا گیا ہے پانچ چیزوں پر' ایک تو گواہی دینا اس بات کی کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا خدا کے اور حضرت محمدؐ اس کے بندے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے' دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے حج کرنا خانہ کعبہ کا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔

١١٤- عَنْ طَاوُسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنه أَلَا تَغْزُو فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((إِنَّ الْإِسْلَامَ بُنِيَ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ))

۱۱۴- طاؤس سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے کہا کہ تم جہاد کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ فرماتے تھے اسلام کے پانچ تھم (ستون) ہیں' ایک تو گواہی دینا اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے خدا کے، دوسرے نماز پڑھنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے رمضان کے روزے رکھنا، پانچویں خانہ کعبہ کا حج کرنا۔

بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَائِعِ الدِّينِ وَالدُّعَاءِ إِلَيْهِ وَالسُّؤَالِ عَنْهُ وَحِفْظِهِ وَتَبْلِيغِهِ مَنْ لَمْ يَبْلُغْهُ

باب: اللہ و رسولؐ اور دینی احکام پر ایمان لانے کا حکم کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو بلانا، دین کی باتوں کو پوچھنا، یاد رکھنا اور دوسروں کو پہنچانا۔

١١٥- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما

۱۱۵- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عبدالقیس کے وفد رسول اللہ

(۱۱۴) ☆ اور جہاد اس قسم کا رکن نہیں کہ ہر مسلمان کو اس کا کرنا ضروری ہو بلکہ جہاد فرض کفایہ ہے اگر بعضوں نے کیا تو سب کی طرف سے الزام جاتا رہا۔ البتہ اگر کوئی نہ کرے تو سب کے سب گنہگار ہوں گے۔ یہ اس وقت ہے جب جہاد میں سب مسلمانوں کے شریک ہونے کی ضرورت نہ ہو اور جو جماعت جہاد کر رہی ہو وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے کافی ہو اور جب کافر ہجوم کر آویں اور جہاد کرنے والے ان کے مقابلہ سے عاجز ہوں تو اس وقت سب پر جہاد فرض ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ رسول اللہؐ کے ساتھ جہاد میں شریک ہو چکے تھے' پھر یہ واقعہ اس وقت کا ہو گا جب وہ بوڑھے ہو گئے یا اور کسی عذر سے ان کو جہاد میں جانے کی طاقت نہ ہو گی یا وہ فتنہ کا وقت ہو گا جب کہ خود مسلمان ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ ایسے وقت میں تو گھر بیٹھ رہنا بہت عمدہ ہے۔

(۱۱۵) ☆ وفد کہتے ہیں ان لوگوں کو جو ایک جماعت یا قوم کی طرف سے منتخب ہو کر بھیجے جاویں کسی ضروری کام کے واسطے بادشاہ یا وزیر یا کسی سردار کی طرف اور عبدالقیس ایک شخص کا نام ہے جس کی اولاد کو بنی عبدالقیس کہتے ہیں اور یہ ایک شاخ ہے ربیعہ کی جو ایک بڑا قبیلہ تھا عرب میں۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کے پاس آئے تھے' چودہ سوار تھے جن کا سردار اشج عصری تھا اور ان لوگوں میں تھے مزیدہ بن مالک محاربی اور عبیدہ بن ☜

قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَعْمَلُ بِهِ وَنَدْعُو

ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! ہم ربیعہ کے قبیلہ میں سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے بیچ میں مضر کے کافر روک ہیں (مضر بھی ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اس کے لوگ کافر تھے اور وہ عبدالقیس اور مدینہ کے بیچ میں رہتے تھے، عبدالقیس کے لوگوں کو آنے نہ دیتے تھے) اور ہم آپ تک نہیں آسکتے مگر حرام مہینے میں۔

ہمام محاربی اور صحار بن عباس مری اور عمرو بن محروم عصری اور حارث بن شعیب عصری اور حارث بن جندب اور باقی لوگوں کا نام معلوم نہیں ہوا اور ان لوگوں کے آنے کا یہ سبب تھا کہ منقذ بن حیان ایک شخص تھا جو اکثر مدینہ منورہ میں تجارت کے لیے آیا کرتا جاہلیت کے زمانہ میں۔ ایک بار وہ چادریں اور کھجوریں ہجر (ایک بستی کا نام ہے) سے مدینہ میں لے کر آیا۔ اس وقت رسول اللہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر چکے تھے۔ منقذ راہ میں بیٹھا تھا کہ رسول اللہ ادھر سے گزرے۔ منقذ آپ کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا منقذ تمہاری قوم کے سب لوگوں کا کیا حال ہے، پھر آپ نے اس کی قوم کے بڑوں بڑوں میں سے ہر ایک کا نام لیا۔ منقذ یہ معجزہ دیکھ کر حیران ہوا اور اسی وقت اسلام لایا اور سورہ فاتحہ اور اقراء سیکھی، پھر ہجر کی طرف جانے لگا، رسول اللہ نے اس کے ساتھ ایک خط روانہ کیا عبدالقیس کے لوگوں کو۔ وہ خط منقذ نے عبدالقیس کے لوگوں کو نہیں دیا اور اپنے پاس چھپا رکھا۔ ایک بار منقذ کی بیوی جو اشج عصری کی بیٹی تھی، اشج کا نام منذر بن عائذ تھا لیکن حضرت نے اس کا نام اشج رکھا، (کیونکہ اس کی پیشانی میں چوٹ کا نشان تھا) اس نے اپنے خاوند کو نماز اور قرآن پڑھتے دیکھ کر اپنے باپ منذر سے اس کا تذکرہ کیا اور یہ کہا کہ میرے خاوند کا جب سے وہ مدینہ سے لوٹ کر آیا ہے عجب حال ہو گیا ہے، ہاتھ پاؤں دھوتا ہے پھر ایک طرف (یعنی قبلہ کی طرف) منہ کر کے کبھی پیٹھ جھکاتا ہے (رکوع) کبھی زمین پر گرتا ہے۔ (سجدہ) جب منذر اس کے خاوند سے ملا اور دونوں کی باتیں ہوئیں تو اشج کے دل میں اسلام کا خیال جم گیا اور وہ رسول اللہ کا خط لے کر اپنی قوم کے پاس آیا اور پڑھ کر سنایا۔ ان سب کا دل اسلام کی طرف مائل ہوا اور انہوں نے ایک جماعت رسول اللہ کی طرف روانہ کی جس کا سردار اشج کو کیا۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا تمہارے پاس عبدالقیس کے لوگ آتے ہیں جو پورب والوں میں سب سے بہتر ہیں اور ان میں اشج بھی ہے، وہ لوگ پھرنے والے نہیں نہ شک کرنے والے۔

دوسری روایت میں پانچ باتیں مذکور ہیں چار تو یہی (توحید و رسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، مال غنیمت میں سے پانچویں حصہ کی ادائیگی) اور ایک رمضان کے روزے۔ اور بخاری کی روایت میں بھی پانچ باتیں ہیں۔ اس مقام پر یہ اشکار ہوتا ہے کہ آپ نے چار باتیں فرمائیں اور ذکر کیا پانچ کو علماء نے۔ اس کا جواب کئی طرح سے دیا ہے، سب سے ظاہر وہ ہے جو ابن بطال نے کہا کہ اصل مقصود چار ہی باتیں تھیں یعنی توحید اور نماز اور زکوٰۃ اور روزہ مگر ایک بات غنیمت کے خمس کی زیادہ بتلائی اس لیے کہ وہ لوگ کفار مضر کے قریب رہتے تھے اور ان کو جہاد کرنا پڑتا تھا اور غنیمتیں ملتی تھیں اور ابن الصلاح نے کہا و ان تودوا کا عطف شھادۃ ان لا الہ الا اللہ پر نہیں ہے تاکہ پانچ باتیں ہوں بلکہ اربع پر ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ میں تم کو حکم کرتا ہوں چار باتوں کا اور ایک اور بات کا۔

(فرمایا میں تم کو منع کرتا ہوں دباء سے اور حنتم سے) حنتم کی تفسیر میں علماء کے کئی اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حنتم کہتے ہیں سبز لاکھی گھڑوں کو اور یہ تفسیر خود صحیح مسلم میں کتاب الاشربہ میں ابوہریرہؓ سے منقول ہے اور یہی قول ہے عبداللہ بن مغفل اور اکثر اہل لغت کا اور بعضوں نے کہا کہ حنتم ہر ایک گھڑے (ٹھلیا) کو کہتے ہیں، یہ عبداللہ بن عمر اور سعید بن جبیر اور ابو سلمہ کا قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ حنتم ایک قسم کے گھڑے ہیں جو مصر سے آتے ہیں، وہ روغنی ہوتے ہیں اور یہ انس بن مالکؓ اور ابن ابی لیلیٰ سے منقول ہے، انہوں نے کہا کہ وہ لال ہوتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ حنتم لال رنگ کے گھڑے ہیں ان میں مصر سے شراب آیا کرتی تھی، یہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اور ابن ابی لیلیٰ

إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا قَالَ ((آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ فَقَالَ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُقَيَّرِ)) زَادَ خَلَفٌ فِي رِوَايَتِهِ ((شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً)).

(عرب کے نزدیک چار مہینے حرام تھے یعنی ذیقعد اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب۔ ان مہینوں میں وہ لوٹ مار نہ کرتے اور مسافروں کو نہ ستاتے اس وجہ سے ان مہینوں میں مسافر سفر کیا کرتے اور بے کھٹکے راہ چلتے) تو ہم کو کوئی ایسی بات بتلائیے جس پر ہم عمل کریں اور اپنی طرف سے لوگوں کو بھی اس طرف بلاویں۔ آپؐ نے فرمایا میں تم کو حکم کرتا ہوں چار باتوں کا اور منع کرتا ہوں چار باتوں سے' پھر بیان کیا ان کو حکم کرتا ہوں کہ گواہی دو اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور حضرت محمدؐ اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور منع کرتا ہوں دباء سے (یعنی کدو کے تو نبے) اور حنتم[1] سے اور نقیر سے (یعنی چوبی برتن سے 'ایک لکڑی کو لے کر اس کو کھود کر گڑھا سا بنا لیتے تھے) اور مقیر سے۔ خلف بن ہشام نے اپنی روایت میں اتنا زیادہ کیا کہ گواہی دینی اس بات کی کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا خدا کے اور اشارہ کیا آپؐ نے انگلی سے ایک کا۔

ﷺ نے کہا کہ طائف سے اس میں شراب آتی تھی اور کچھ لوگ ان میں نبیذ بنایا کرتے تھے۔ بعضوں نے کہا کہ حنتم وہ گھڑے ہیں جو مٹی اور بال اور خون سے بنتے ہیں اور یہ عطاء سے منقول ہے۔ (نووی)

(فرمایا میں تم کو مقیر سے منع کرتا ہوں) مقیر قار سے نکلا ہے یعنی جس برتن پر قار چڑھا ہو۔ قار زفت کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا زفت ایک قسم ہے قار کی اور اول قول صحیح ہے کیونکہ ابن عمرؓ سے بہ سند صحیح منقول ہے کہ مزفت اور مقیر ایک چیز ہے اور قار اور زفت کو ہندی میں رال کہتے ہیں۔

یہ جو ان چاروں قسم کے برتنوں سے ممانعت کی اس سے غرض یہ ہے کہ ان برتنوں میں شربت نہ بناؤ یعنی کھجور اور انگور نہ بھگوؤ۔ اس لیے کہ ان برتنوں میں شراب تیار ہوا کرتی تھی اور نشہ ان میں جلدی پیدا ہو جاتا ہے اور چمڑے میں شربت بھگونے کی ممانعت نہیں کیونکہ چمڑا لطیف ہے۔ اس میں نشہ والی چیز نہیں چھپتی بلکہ اکثر چمڑا تیز شراب سے پھٹ جاتا ہے اور یہ ممانعت بھی اوائل اسلام میں تھی' پھر بریدہؓ کی حدیث سے منسوخ ہو گئی۔ اس میں یہ ہے کہ میں نے تم کو منع کیا تھا شربت بھگونے سے سوا چمڑے کے اور برتنوں میں لیکن اب بھگوؤ ہر برتن میں اور نہ پیو اس شراب کو جو نشہ لاوے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے اور یہی قول ہے جمہور علماء کا اور خطابی نے کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہو گئی اور علماء کی ایک جماعت نے اس ممانعت کو قائم رکھا ہے اور یہی قول مالک اور احمد اور اسحاق کا ہے اور یہی منقول ہے عمرؓ اور ابن عباسؓ۔ (نووی)

[1] حنتم (روغنی گھڑے) نقیر (کھوکھلی لکڑی یا سوراخ کیا ہوا پتھر) مقیر (تارکول یا رال چڑھایا ہوا برتن)

۱۱۶- عَنْ أَبِي جَمْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ يَدَيْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عنهما وَبَيْنَ النَّاسِ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ تَسْأَلُهُ عَنْ نَبِيذِ الْجَرِّ فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ الْوَفْدُ أَوْ مَنْ الْقَوْمُ)) قَالُوا رَبِيعَةُ قَالَ ((مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامَى)) قَالَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ وَإِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيَّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ قَالَ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ قَالَ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَقَالَ ((هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ)) قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسًا مِنْ الْمَغْنَمِ)) وَنَهَاهُمْ عَنْ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا

۱۱۶- ابو جمرہؓ (نصر بن عمران) روایت ہے کہ میں ابن عباسؓ کے سامنے ان کے اور لوگوں کے بیچ میں مترجم تھا (یعنی اوروں کی بات کو عربی میں ترجمہ کر کے ابن عباسؓ کو سمجھاتا) اتنے میں ایک عورت آئی جو آپ کو پوچھتی تھی گھڑے کی نبیذ کے بارے میں۔ ابن عباسؓ نے کہا عبدالقیس کے وفد (وفد کے معنی اوپر گزر چکے ہیں) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' آپؐ نے پوچھا یہ وفد کون ہیں یا یہ کس قوم کے لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا ربیعہ کے لوگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مرحبا ہو قوم یا وفد کو جو نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ۔ (کیونکہ بغیر لڑائی کے خود مسلمان ہونے کے لیے آئے۔ اگر لڑائی کے بعد مسلمان ہوتے تو وہ رسوا ہوتے 'لونڈی غلام بنائے جاتے' مال لٹ جاتا تو شرمندہ ہوتے) ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپؐ کے پاس دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں اور ہمارے اور آپؐ کے بیچ میں یہ قبیلہ ہے مضر کے کافروں کا' تو ہم نہیں آسکتے آپ تک مگر حرام کے مہینہ میں۔ (جب لوٹ مار نہیں ہوتی) اس لیے ہم کو حکم کیجئے ایک صاف بات کا جس کو ہم بتلاویں اور لوگوں کو بھی اور جاویں اس کے سبب سے جنت میں۔ آپؐ نے ان کو چار باتوں کا حکم کیا اور چار باتوں سے منع فرمایا۔ ان کو حکم کیا اللہ کی توحید پر ایمان لانے کا اور ان سے پوچھا کہ جانتے ہو ایمان کیا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایمان گواہی دینا ہے اس بات کی کہ سوا اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمدؐ اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور نماز کا قائم

(۱۱۶) ☆ ایک عورت نبیذ کے گھڑے کے بارے میں دریافت کرتی تھی یعنی مٹی کی مطور یا یا بلتوئی یا گھڑے میں جو کھجور یا انگور کا شربت بنایا جائے اس کا پینا کیسا ہے؟ نووی نے کہا اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ عورت اجنبی اور غیر مردوں سے بات کر سکتی ہے اور ان کی آواز سن سکتی ہے اور وہ اس کی آواز سن سکتے ہیں احتیاج کے وقت۔

مرحبا ایک کلمہ ہے جس کو عرب کے لوگ ملاقات کے وقت بولتے ہیں یعنی جب کوئی ملنے کو آتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم اچھی جگہ آئے' وسعت اور کشائش کی جگہ میں۔

قَالَ النَّقِيرِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ ((احْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوا بِهِ مِنْ وَرَائِكُمْ)) و قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَتِهِ ((مَنْ وَرَاءَكُمْ)) وَلَيْسَ فِي رِوَايَتِهِ الْمُقَيَّرِ.

کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا (یہ چار باتیں ہو گئیں اب ایک پانچویں بات اور ہے) اور غنیمت کے مال میں سے پانچویں حصہ کا ادا کرنا (یعنی جو کافروں کی لوٹ میں سے مال ملے اس میں سے پانچواں حصہ خدا اور رسول کے لیے نکالنا) اور منع فرمایا ان کو کدو کے تونبے اور سبز لاکھی گھڑے اور روغنی برتن سے' شعبہ نے کبھی یوں کہا اور نقیر سے اور کبھی کہا مقیر سے۔ (دونوں کے معنی اوپر گذر چکے ہیں) اور فرمایا اس کو یاد رکھو اور ان باتوں کی ان لوگوں کو بھی خبر دو جو تمہارے پیچھے ہیں۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے من وراء کم کہا بدلے من وراء کم کے (اور مطلب دونوں کا ایک ہے) اور ان کی روایت میں مقیر کا ذکر نہیں ہے۔

١١٧- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ نَحْوَ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَقَالَ ((أَنْهَاكُمْ عَمَّا يُنْبَذُ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ)) وَزَادَ ابْنُ مُعَاذٍ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَشَجِّ أَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ ((إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ)).

۱۱۷- دوسری روایت بھی ابن عباسؓ سے اسی طرح ہے۔ اس میں یہ ہے کہ میں تم کو منع کرتا ہوں اس نبیذ سے جو بھگوئی جاوے کدو کے تونبے اور چوبی اور سبز لاکھی اور روغنی برتن میں۔ ابن معاذؒ نے اپنی روایت میں اپنے باپ سے اتنا زیادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ عبدالقیس کے اشج سے (جس کا نام منذر بن حارث بن زیاد تھا یا منذر بن عبید یا عائذ بن منذر یا عبداللہ بن عوف) فرمایا تجھ میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ ایک تو عقل مندی' دوسرے دیر میں سوچ سمجھ کر کام کرنا' جلدی نہ کرنا۔

١١٨- عَنْ قَتَادَةَ رضي الله عنه قَالَ حَدَّثَنَا مَنْ لَقِيَ الْوَفْدَ الَّذِينَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

۱۱۸- قتادہؒ سے روایت ہے کہ مجھ سے یہ حدیث بیان کی اس شخص نے جو ملا تھا اس وفد سے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے

(۱۱۷) ☆ یہ رسول اللہؐ نے اس لیے فرمایا کہ جب عبدالقیس کے لوگ مدینہ میں پہنچے تو جھٹ پٹ رسول اللہؐ کے پاس آ گئے مگر اشج سامان کے پاس کھڑے رہے اور سب سامان اکٹھا کیا اور اونٹ کو باندھا' پھر اچھے کپڑے بدلے' اس کے بعد آپؐ کے پاس آئے۔ آپؐ نے ان کو نزدیک بلایا اور اپنے بازو کی طرف بٹھایا' پھر یہ فرمایا کہ حقیقت میں عقلمندی اور اطمینان یہ دونوں صفتیں ایسی ہیں جو تمام خوبیوں کی جڑ ہیں۔ بعض آدمی عقلمند ہوتے ہیں لیکن جلد باز۔ ان سے بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں' پھر شرمندہ ہوتے ہیں۔ عمدہ بات یہ ہے کہ جس کام کو کرنا چاہے پہلے اس میں خوب فکر کرے اور اس کے فائدوں اور نقصانوں پر نظر ڈالے' پھر جب فائدے زیادہ معلوم ہوں اور اس کا انجام بھی اچھا ہو تو اس کو کرے۔ اگر خود سے یہ کام نہ ہو سکے تو اور عقلمند دوستوں سے مشورہ لے۔ حکماء نے کہا ہے کہ جو آدمی ہر کام کو خیال آتے ہی کر بیٹھتا ہے اس میں اور جانور میں کچھ فرق نہیں۔ جانور کی عقل اسی قدر ہے کہ جو خیال آیا اسی طرف دوڑا' فکر و تامل اور انجام بینی کچھ نہیں۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ سَعِيدٌ وَذَكَرَ قَتَادَةُ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي حَدِيثِهِ هَذَا أَنَّ أُنَاسًا مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيعَةَ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَا نَقْدِرُ عَلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَأْمُرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ إِذَا نَحْنُ أَخَذْنَا بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ اعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَصُومُوا رَمَضَانَ وَأَعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْغَنَائِمِ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ**)) قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا عِلْمُكَ بِالنَّقِيرِ قَالَ ((**بَلَى جِذْعٌ تَنْقُرُونَهُ فَتَقْذِفُونَ فِيهِ مِنَ الْقُطَيْعَاءِ**)) قَالَ سَعِيدٌ أَوْ قَالَ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ تَصُبُّونَ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ حَتَّى إِذَا سَكَنَ غَلَيَانُهُ شَرِبْتُمُوهُ حَتَّى إِنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ إِنَّ أَحَدَهُمْ لَيَضْرِبُ ابْنَ عَمِّهِ بِالسَّيْفِ قَالَ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ أَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ كَذَلِكَ قَالَ وَكُنْتُ أَخْبَؤُهَا حَيَاءً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ فَفِيمَ نَشْرَبُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((**فِي أَسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلَى أَفْوَاهِهَا**)) قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَرْضَنَا كَثِيرَةُ الْجِرْذَانِ وَلَا تَبْقَى بِهَا أَسْقِيَةُ الْأَدَمِ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجِرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجِرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا**

عبدالقیس کے قبیلہ میں سے' (اور قتادہؒ نے نام نہ لیا اس شخص کا جس سے یہ حدیث سنی۔ اس کو تدلیس کہتے ہیں) سعید نے کہا قتادہ نے ابونضرہ کا نام لیا' انھوں نے سنا ابوسعید خدریؓ سے تو قتادہ نے اس حدیث کو ابونضرہ (منذر بن مالک بن قطعہ) سے سنا انھوں نے ابوسعید خدریؓ سے (سعید بن مالک سنان سے) کہ کچھ لوگ عبدالقیس کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے نبی اللہ کے! ہم ایک شاخ ہیں ربیعہ کی اور ہمارے اور آپؐ کے بیچ میں مضر کے کافر ہیں اور ہم نہیں آسکتے آپ تک مگر حرام مہینوں میں تو حکم کیجئے ہم کو ایسے کام کا جس کو ہم بتلادیں اور لوگوں کو جو ہمارے پیچھے ہیں اور ہم اس کی وجہ سے جنت میں جاویں جب ہم اس پر عمل کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم کو چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ (جن چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں وہ یہ ہیں کہ) اللہ کو پوجو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور غنیمت کے مالوں میں سے پانچواں حصہ ادا کرو اور منع کرتا ہوں تم کو چار چیزوں سے' کدو کے تونبے اور سبز لاکھی برتن اور روغنی برتن اور نقیر سے۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ! نقیر آپؐ نہیں جانتے۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں جانتا' نقیر ایک لکڑی ہے جس کو تم کھود لیتے ہو' پھر اس میں قطیعا (ایک قسم کی چھوٹی کھجور' اس کو شہریز بھی کہتے ہیں) بھگوتے ہو' سعید نے کہا یا تمر بھگوتے ہو' پھر اس میں پانی ڈالتے ہو جس سے اس کا جوش تھم جاتا ہے' تو اس کو پیتے ہو یہاں تک کہ ایک تم میں اپنے چچا کے بیٹے کو تلوار سے مارتا ہے۔ (نشہ میں آکر۔ جب عقل جاتی رہتی' ہے تو دوست دشمن کی شناخت نہیں رہتی' اپنے بھائی کو جس کو سب سے زیادہ چاہتا ہے تلوار سے مارتا ہے۔ شراب کی برائیوں میں سے یہ ایک بڑی برائی ہے جس کو آپؐ نے بیان کیا) راوی نے کہا ہمارے لوگوں

الْجِرْذَانُ)) قَالَ وَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ ((إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ)).

میں اس وقت ایک شخص موجود تھا (جس کا نام جہم تھا) اس کو اسی نشہ کی بدولت ایک زخم لگ چکا تھا' اس نے کہا کہ لیکن میں اس کو چھپاتا تھا رسول اللہ ﷺ سے شرم کے مارے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! پھر کس برتن میں ہم شربت پئیں؟ آپ نے فرمایا پیو چمڑے کے برتنوں میں' مشکوں میں جن کا منہ باندھا جاتا ہے۔ (ڈوری یا تسمہ سے) لوگوں نے کہا اے نبی اللہ کے! ہمارے ملک میں چوہے بہت ہیں وہاں چمڑے کے برتن نہیں رہ سکتے۔ آپ نے فرمایا پیو چمڑے کے برتنوں میں اگرچہ چوہے ان کو کاٹ ڈالیں۔ (یعنی جس طور سے ہو سکے چمڑے ہی کے برتن میں پیو۔ چوہوں سے حفاظت کرو لیکن ان برتنوں میں پینا درست نہیں کیونکہ وہ شراب کے برتن ہیں) راوی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے عبدالقیس کے اشج سے فرمایا تجھ میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے' ایک تو عقلمندی' دوسری سہولت اور اطمینان، جلدی نہ کرنا۔

١١٩- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ غَيْرَ أَنَّ فِيهِ ((وَتَذِيفُونَ فِيهِ مِنَ الْقُطَيْعَاءِ أَوِ التَّمْرِ وَالْمَاءِ)) وَلَمْ يَقُلْ قَالَ سَعِيدٌ أَوْ قَالَ مِنَ التَّمْرِ.

۱۱۹- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔ صرف سند اور چند الفاظ کا ردوبدل ہے۔

١٢٠- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَخْبَرَهُ أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلَنَا اللَّهُ فِدَاءَكَ مَاذَا يَصْلُحُ لَنَا مِنَ الْأَشْرِبَةِ فَقَالَ

۱۲۰- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے عبدالقیس کا وفد جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو کہنے لگا اے نبی اللہ کے! اللہ ہم کو آپ پر فدا کرے' کونسی شراب ہم کو درست ہے؟ آپ نے فرمایا نقیر میں نہ پیو۔ انھوں نے کہا اے نبی اللہ کے! اللہ ہم کو آپ پر فدا کرے کیا

(۱۲۰) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے (یعنی اس حدیث سے جو کئی راویوں سے مختلف طریقوں سے اوپر روایت کی گئی ہے) بہت سے مسائل معلوم ہوئے جو جابجا اوپر مذکور ہوئے اور میں اختصار سے ان کو یہاں بیان کرتا ہوں۔ ایک تو رؤساء اور اشراف کی سفارت روانہ کرنا ضروری اور مہم کاموں کے لیے۔ دوسرے سوال سے پہلے عذر ظاہر کرنا۔ تیسرے مہمات اسلام اور ارکان اسلام کا بیان سوا حج کے اور اوپر ہم کہہ چکے ہیں کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ چوتھے عالم کا مدد چاہنا دوسروں کے سمجھانے کے لیے کسی اور شخص سے جیسے ابن عباسؓ کے مترجم تھے

((لاَ تَشْرَبُوا فِي النَّقِيرِ)) قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلَنَا اللَّهُ فِدَاءَكَ أَوَ تَدْرِي مَا النَّقِيرُ قَالَ ((نَعَمْ الْجِذْعُ يُنْقَرُ وَسَطُهُ وَلَا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي الْحَنْتَمَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمُوكَى))۔

آپ جانتے ہیں نقیر کو؟ آپؐ نے فرمایا ہاں نقیر ایک لکڑی ہے جس کے بیچ میں کھود کر گڑھا کر لیتے ہیں اور کدو کے تو نبے میں نہ پیو اور سبز لاکھی برتن میں نہ پیو اور پیو (چمڑے کی) مشکوں میں جن کا منہ ڈوری یا تسمہ سے بندھا ہو۔

بَابُ الدُّعَاءِ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ

باب: لوگوں کو شہادتین کی طرف بلانے اور اسلام کے ارکان کا بیان

۱۲۱- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ

۱۲۱- ابن عباسؓ سے روایت ہے معاذ بن جبلؓ نے کہا مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے (یمن کی طرف حاکم کر کے) بھیجا تو فرمایا تم ملو گے کچھ لوگوں سے اہل کتاب کے تو بلانا ان کو اس بات کی گواہی کی طرف کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ (یعنی حضرت محمدؐ) اگر وہ اس کو مان لیں تو بتلانا ان کو یہ بات کہ اللہ نے ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو یہ بات بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی

☆ ابو جمرہؓ تھے۔ پانچویں ترجمہ اور فتویٰ اور خبر میں ایک شخص کا قول کافی ہونا۔ چھٹے مہمان کے لیے مرحبا کہنا اس کے خوش کرنے کے لیے اس کی تعریف کرنا۔ ساتویں منہ پر تعریف کرنا جب کہ اس میں فتنہ کا خوف نہ ہو اور منہ پر تعریف کرنا یعنی مدح جو منع ہے وہ اسی وقت ہے جب کہ فتنہ کا خوف ہو۔ ورنہ خود رسول اللہؐ سے بہت سے مقاموں میں مدح ثابت ہے۔ آپؐ نے ازار لٹکانے کی حدیث میں ابو بکرؓ سے فرمایا تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو تکبر سے ایسا کام کرتے ہیں اور فرمایا اے ابو بکر! مت رو' سب لوگوں سے زیادہ احسان صحبت اور مال کی وجہ سے مجھ پر تیرا ہے اور جو میں کسی کو دوست بناتا (سوا خدا کے) تو ابو بکر کو بناتا اور ایسی ہی بہت سی حدیثیں اور آثار منقول ہیں۔ آٹھویں پوچھنے والے پر عتاب نہ کرنا اگر وہ کہے مجھ سے کھول کر بیان کرو۔ نویں صرف رمضان کا لفظ کہنا درست ہونا' شہر رمضان کہنا ضروری نہیں۔ دسویں عالم سے دوبارہ سمجھنے کے لیے پوچھنا۔ گیارہویں تاکید کرنا کلام کے زیادہ اثر ڈالنے کے لیے۔ بارھویں یہ کہنا درست ہے کہ خدا مجھے تم پر قربان اور فدا کرے۔ انتہیٰ مختصراً۔

(۱۲۱) ☆ یعنی فوراً اللہ تک پہنچ جاتی ہے اور قبول ہوتی ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے بہت باتیں نکلتی ہیں' قبول کرنا خبر واحد کا اور واجب ہونا عمل اس پر اور وتر کا واجب نہ ہونا اس لیے کہ معاذؓ رسول اللہؐ کی وفات سے چند روز پہلے یمن کی طرف بھیجے گئے تھے' پھر اگر وتر واجب ہوتا تو آپؐ اس کو بھی نمازوں میں شریک کرتے اور مسنون ہونا دعوت کفار کا طرف توحید کے جنگ سے پہلے اور حکم نہ ہونا اسلام کا جب تک شہادتین کا زبان سے اقرار نہ کرے اور یہی مذہب ہے اہل سنت کا اور واجب ہونا پانچوں نمازوں کا ہر دن اور رات اور گناہ عظیم ہونا ظلم کا اور امام کا نصیحت کرنا اپنے عاملوں کو اللہ سے ڈرنے کے لیے اور ظلم سے بچنے کے لیے اور حرام ہونا زکوٰۃ وصول کرنے والے پر عمدہ مال چھانٹ لینا۔ اسی طرح صاحب مال پر برا مال دینا اور زکوٰۃ نہ دینا کافر کو نہ مالدار کو۔ اور استدلال کیا ہے اس حدیث سے خطابی اور ہمارے اصحاب نے کہ ☆

أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ))

ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی' پھر انہی کے فقیروں اور محتاجوں کو دی جائے گی۔ اگر وہ اس بات کو مان لیں تو خبردار نہ لینا عمدہ مال ان کے (یعنی زکوۃ میں متوسط جانور لینا، عمدہ دودھ والا اور پر گوشت فربہ چھانٹ کر نہ لینا) اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں۔

۱۲۲- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ((إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا)) بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ.

۱۲۲- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

۱۲۳- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ ((إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا

۱۲۳- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب معاذؓ کو یمن بھیجا تو ان سے کہا تم جاؤ گے اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس تو سب سے پہلے جس طرف تم ان کو بلاؤ وہ اللہ جل جلالہ کی عبادت ہے' پھر جب وہ خدا کو پہچان لیویں تو ان کو بلاؤ کہ

☆ زکوۃ کا نقل جائز نہیں یعنی ایک ملک کی زکوۃ دوسرے ملک کے فقیروں کو نہ بھیجی جائے اور یہ استدلال قوی نہیں کیونکہ اس سے مراد مسلمانوں کے فقیر ہو سکتے ہیں۔ اور بعضوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کافر فروع شریعت جیسے نماز، روزہ کے ساتھ مخاطب نہیں ہیں یعنی ان کو صرف یہی حکم ہے کہ ایمان لاویں اور اسی امر کے نہ کرنے پر ان کو عذاب ہوگا۔ نماز، روزہ وغیرہ ان پر جب فرض ہے کہ وہ مسلمان ہوں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرتؐ نے اس حدیث میں یوں فرمایا اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو یہ بتلاؤ۔ تو معلوم ہوا کہ جب وہ شہادتین ہی کو نہ مانیں تو ارکان اسلام ان پر واجب نہیں اور یہ استدلال ضعیف ہے اس لیے کہ حدیث سے مقصود یہ ہے کہ جب وہ شہادتین کا اقرار کریں تو ان کو بتلاوے کہ نماز کا مطالبہ ان سے ہوگا دنیا میں اور دنیا میں تو ارکان اسلام کا مطالبہ جب ہی ہوگا جب وہ اسلام لائیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آخرت میں بھی ان کو ارکان اسلام کے ترک پر عذاب نہ ہو اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ حضرتؐ نے ایک ایک بات بہ ترتیب بتلائی۔ پہلے جو بہت ضروری تھی' پھر جو اس سے کم' پھر جو اس سے کم اور خود اسی حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ جب وہ نماز کو مان لیں تو بتلا: ان کو زکوۃ کی فرضیت حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوا کہ پہلے انسان پر نماز فرض ہوتی ہے پھر اس کے بعد زکوۃ فرض ہوتی ہے۔

(۱۲۳) ☆ قاضی عیاضؒ نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ خدا کو نہیں پہچانتے اور یہی قول ہے بڑے بڑے متکلمین کا اگرچہ وہ ظاہر میں خدا کی پرستش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کو پہچانا اگرچہ عقل اس بات کو جائز رکھتی ہے کہ جو شخص رسول کو نہ مانے وہ خدا کو پہچان لیوے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا جو شخص خدا کو اور مخلوقات کے مشابہ سمجھتا ہے یا خدا کو مجسم جانتا ہے اور اجسام کی طرح یہودیوں میں سے۔ یا خدا کی اولاد ہونا جائز جانتا ہے یا اس کی بی بی یا بیٹا ثابت کرتا ہے یا حلول اور انتقال اور امتزاج اجسام کی طرح اس کے لیے جائز سمجھتا ہے نصاریٰ میں سے۔ یا اس کے اوصاف ایسے بیان کرتا ہے جو اس کو لائق نہیں یا اس کے لیے شریک یا مخالف برابر والا ثابت کرتا ہے مجوس اور بت پرستوں میں سے۔ ان سب کا معبود درحقیقت خدا نہیں اگرچہ وہ اس کا نام خدا رکھیں۔ تو درحقیقت انہوں نے سچے خدا کو نہیں پہچانا۔ اس نکتہ کو سمجھ کر یاد رکھنا چاہیے۔ (نووی) ☆

عَرَفُوا اللّٰهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ)).

اللہ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں ہر رات و دن میں۔ جب وہ یہ کرنے لگیں تو ان کو بلاؤ کہ اللہ عزوجل نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالوں میں سے لی جائے گی پھر انہی کے فقیروں کو دی جائے گی۔ جب وہ یہ بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ لے اور ان کے عمدہ مالوں سے بچ۔

بَابُ الْأَمْرِ بِقِتَالِ النَّاسِ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ .

باب: جب تک لوگ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں ان سے لڑنے کا حکم

١٢٤ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنْ

۱۲۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے اور عرب کے لوگ جو کافر ہونے تھے وہ کافر ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا تم ان

☆ یہ جو فرمایا ان کے مال میں سے زکوٰۃ لی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان زکوٰۃ نہ دیوے تو جبراً اس کے مال میں سے وصول کی جائے گی۔ اس میں اختلاف نہیں ہے مگر اختلاف اس میں ہے کہ آیا وہ باطناً بینہ و بین اللہ زکوٰۃ سے بری ہو گا یا نہ ہو گا۔ اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں۔ (نووی)

(۱۲۴) ☆ خطابی نے کہا جو لوگ اسلام سے پھر گئے تھے وہ دو طرح کے تھے۔ ایک تو وہ جو بالکل دین اسلام کو چھوڑ کر اپنی کفر کی حالت کی طرف پھر لوٹ گئے تھے اور ابوہریرہؓ نے جو کہا کافر ہو گئے عرب کے لوگ جو کافر ہوئے تھے' اس سے مراد اسی قسم کے لوگ ہیں اور ایسے لوگوں میں بھی دو گروہ تھے۔ ایک گروہ تو مسیلمہ کذاب کو کافر جانتا تھا اور اسود عنسی کو رسول مانتا تھا اور اس کے قبول کرنے والے یمن کے لوگوں میں سے تھے اور ایک گروہ اس کے برعکس۔ یہ فرقے تو بالکل ہمارے پیغمبر کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور مسیلمہ یا اسود کو پیغمبر سمجھتے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ نے ان سے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ مسیلمہ یمامہ میں اور اسود عنسی صنعا میں مارا گیا اور ان کی جماعتیں ٹوٹ گئیں اور اکثر ان میں سے مارے گئے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو دین سے پھر گیا تھا اور شرائع اور احکام دین کا منکر ہو کر نماز' روزہ کو چھوڑ چکا تھا اور پھر اسی جاہلیت کے طریق پر چلنے لگا تھا۔ اس وقت خدا کو سجدہ صرف تین مسجدوں میں ہوتا تھا۔ ایک مکہ کی مسجد، دوسری مدینہ کی مسجد، تیسری عبدالقیس کی مسجد بحرین میں۔ دوسری طرح کے وہ لوگ تھے جنھوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق نکالا تو نماز پڑھتے تھے لیکن زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ یہ لوگ درحقیقت ایک قسم کے باغی تھے۔ ان ہی لوگوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کو شبہ ہوا۔ (السراج الوہاج)

حضرت عمرؓ کا اعتراض بنظر ظاہر حدیث کے تھا کہ جب حضرتؐ نے فرمایا جس نے لاالہ الااللہ کہا اس نے مجھ سے بچا لیا اپنے مال اور جان کو اور یہ لوگ لاالہ الااللہ کہتے ہیں' صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں' پھر ان سے لڑنا اور ان کی مال و جان لینا کیوں کر درست ہو گا۔

مطلب حضرت ابوبکرؓ کا یہ تھا کہ رسول اللہؐ نے مال اور جان کی حفاظت دو شرطوں پر معلق کی ہے اور جو حکم دو شرطوں پر معلق ہو وہ ایک شرط کے ہونے سے حاصل نہیں ہوتا جب دوسری شرط نہ ہو' پھر قیاس کیا اس کا نماز سے' بعد اس کے زکوٰۃ کو مثل نماز کے قرار دیا اور اس حدیث میں دلیل ہے اس بات کی کہ جو شخص نماز چھوڑ دے باجماع صحابہؓ اس سے لڑائی درست ہے۔ جب ابوبکرؓ نے زکوٰۃ جو مختلف فیہ تھی نماز کے مثل قرار دیا جو متفق علیہ تھی۔ تو اس معاملہ میں حضرت عمرؓ نے عموم حدیث سے استدلال کیا اور ابوبکرؓ نے قیاس سے اور معلوم ☆

الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى

لوگوں سے کیونکر لڑو گے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، مجھ کو حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں، پھر جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو بچا لیا مگر کسی نے حق کے بدلے' (یعنی کسی قصور کے بدلے جیسے زنا کرے یا خون کرے تو پکڑا جاوے گا) پھر حساب اس کا اللہ پر ہے۔

ﷺ ہوا کہ عام کی تخصیص قیاس سے ہو سکتی ہے۔

مسلم میں عقالاً مروی ہے اور ایسا ہی بخاری میں اور بعض روایتوں میں عقال کے بدلے عناق ہے عناق کہتے ہیں بکری کے بچہ کو اور دونوں صحیح ہیں اور محمول ہیں اس امر پر کہ ابو بکرؓ نے یہ کلام دو مرتبہ کہا ہوگا۔ ایک بار عقال کہا اور ایک بار عناق تو روایت کیئے گئے ان سے دونوں لفظ۔ تو عناق سے مراد بکریوں کے بچے ہیں جن کی مائیں مر چکی ہوں اور عقال سے مراد ایک سال کی زکوۃ ہے اور بعضوں نے کہا کہ عقال وہی رسی ہے جس سے اونٹ کو باندھتے ہیں اور نووی نے اس کو صحیح کہا کیونکہ یہ موقع شدت اور مبالغہ کا ہے۔ تو جہاں تک عقال کی تحقیر ہو مناسب ہے اور جب ایک سال کی زکوۃ مراد لیں تو یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ (السراج الوہاج)

نوویؒ نے کہا عمرؓ نے ابو بکرؓ کی تقلید نہیں کی اس واسطے کہ عمرؓ خود مجتہد تھے اور مجتہد کو درست نہیں دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا اور روافض نے یہ خیال کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو بکرؓ کی تقلید کی اور بناء اس کی ان کے خیال فاسد پر ہے کہ امام کو معصوم ہونا ضروری ہے۔ یہ ان کی کھلی ہوئی جہالت ہے۔ (السراج الوہاج) نووی نے کہا بعض رافضیوں نے یہ خیال کیا ہے ابو بکرؓ نے سب سے پہلے مسلمانوں کو قید اور قتل کیا حالانکہ وہ لوگ زکوۃ کے باب میں تاویل کرتے تھے اور کہتے تھے قرآن میں یہ جو حکم ہے **خذ من اموالھم صدقۃ** الایۃ تو یہ خطاب رسول اللہؐ کے لیے خاص ہے اس واسطے کہ تطہیر یعنی گناہوں سے پاک کرنا اور تزکیہ اور صلوٰۃ دوسرے سے نہیں ہو سکتا۔ خطابی نے کہا یہ خیال ایسے لوگوں کا ہے جن کو دین سے ذرا واسطہ نہیں اور ان کے عمدہ مقاصد افتراء اور بہتان اور سلف کی برائی ہیں اور ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اسلام سے مرتد ہو جانے والے لوگ کئی طرح کے ہیں۔ بعض تو دین سے بالکل پھر گئے تھے اور مسیلمہ وغیرہ کو پیغمبر جاننے لگے تھے اور بعضوں نے نماز اور زکوۃ اور تمام شرائع کو ترک کر دیا تھا' پھر ان ہی لوگوں کو صحابہ نے کافر سمجھا اور ابو بکرؓ نے ان سے لڑائی کی اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا اور اکثر صحابہ نے اس بات میں ابو بکرؓ کی موافقت کی' خود حضرت علیؓ نے بنی حنیفہ کے قیدیوں میں سے ایک عورت کو لونڈی بنایا جس کے پیٹ سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔ پھر صحابہ کا زمانہ گزرنے سے پہلے اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ مرتد کو قید نہ کرنا چاہیے بلکہ قتل کرنا چاہیے اور وہ لوگ جنھوں نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا وہ دین پر قائم تھے پر باغی تھے اور اگرچہ ان میں سے بعض زکوۃ دینے پر راضی ہوتے تھے پر ان کے سرداروں نے ان کو زکوۃ دینے سے روکا۔۔۔۔۔ جیسے بنی یربوع وہ زکوۃ دینے پر مستعد ہو گئے تھے اور مال زکوۃ جمع کر کے روانہ کرنے والے تھے کہ مالک بن نویرہ نے ان کو روکا پر ان لوگوں کو خاص کر کے کافر نہیں کہا اگرچہ یہ بھی ایک قسم کے مرتد تھے کیونکہ مرتد لوگوں میں شریک ہو گئے تھے دین کی بعض باتیں موقوف کرنے میں' اس لیے کہ مرتد کا اطلاق ہر گمراہ پر ہوتا ہے اور ہر اس شخص پر جو پہلے ایک کام کی طرف توجہ رکھتا ہو پھر اس سے پھر جاوے اور یہ لوگ بھی اطاعت سے پھر گئے تھے اور حق کو روکتے تھے۔ تو یہ قبیح لقب مرتد کا ان کے ساتھ بھی لگ گیا اور دینداری جاتی رہی اور یہ جو انھوں نے استدلال کیا تھا قرآن سے کہ قرآن میں **خذ من اموالھم** میں خطاب خاص ہے رسول اللہؐ سے تو قرآن کے خطاب تین طرح کے ہیں۔ ایک خطاب عام جیسے **یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ** یعنی اے ایمان والو! جب تم کھڑے ہو نماز کے لیے۔ **یاایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام**' اے ایمان والو! فرض ہیں تم پر روزے اور ایک خطاب خاص حضرتؐ کے لیے ہے جس میں ﷺ

اللّٰهِ)) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ

(اگر اس کے دل میں کفر ہو اور ظاہر میں ڈر کے مارے مسلمان ہو گیا ہو تو قیامت میں اللہ اس سے سمجھ لے گا۔ دنیا ظاہر پر ہے۔ دنیا میں اس سے کوئی مواخذہ نہ ہو گا) حضرت ابو بکرؓ نے کہا قسم خدا

کے دوسرا شریک نہیں ہو سکتا اور وہ جب ہے کہ آیت میں صاف ارشاد ہوا کہ یہ حکم پیغمبر کے ساتھ خاص ہے جیسے ومن الليل فتهجد به نافلة لك اور جیسے فرمایا خالصة لك من دون المومنين۔ اور ایک خطاب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کیا ہے پر اس میں پیغمبر اور سب امت کے لوگ برابر ہیں جیسے اقم الصلوة لدلوك الشمس' قائم کر نماز کو آفتاب کے ڈھلتے ہی اور جیسے فاذا قرأت القران فاستعذ بالله من الشيطن الرجيم یعنی جب تو قرآن پڑھنے لگے تو پناہ مانگ شیطان مردود سے اور جیسے واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوة اور یہ خطاب ہوا جہاد میں جو رسول اللہؐ سے خاص نہیں بلکہ سب امت اس میں شریک ہے۔ اسی طرح یہ خطاب بھی ہے خذ من اموالهم صدقة الایۃ۔ تو یہ جو شخص رسول اللہؐ کی وفات کے بعد آپؐ کا قائم مقام ہو وہ اس پر عمل کر سکتا ہے اور اسی کے مثل ہے یہ آیت یا یھا النبی اذا طلقتم النساء کہ خطاب ہے نبی کی طرف اور حکم ہے سب مسلمانوں کو بلکہ بعض مقاموں میں خطاب ہے پیغمبر کی طرف اور مراد اور لوگ ہیں جیسے فان كنت فی شك مما انزلنا اليك۔ اسلئے کہ حضرتؐ کو شک نہ تھا اس میں جو آپؐ پر اترتا تھا۔ رہا تطہیر اور تزکیہ اور دعا تو یہ ہر ایک امام کر سکتا ہے صاحب صدقہ کے لیے اور جو ثواب جس عمل پر وارد ہوا ہے وہ قائم ہے' آپؐ کی وفات سے موقوف نہیں ہو گیا اور امام اور عامل کو مستحب ہے کہ صدقہ دینے والے کے لیے دعا کرے تاکہ اس کے مال کی ترقی اور برکت رہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا اور اس کے سوال کو رد نہ کرے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جن لوگوں نے اس زمانہ میں زکوٰۃ نہ دینے کے لیے تاویل کی تھی وہ باقی قرار پائے۔ اب اگر اس زمانہ میں کوئی زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے اور اس کو ادا نہ کرے تو کیا اس کا حکم مثل باغیوں کے ہو گا تو جواب اس کا یہ ہے کہ نہیں' اس زمانہ میں جو کوئی زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے وہ بالاجماع کافر ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ لوگ معذور تھے کئی وجھوں سے۔ ایک تو یہ کہ زمانہ نبوت کا ان سے قریب تھا جب احکام منسوخ ہوتے رہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ نادان تھے اور نئے مسلمان ہوئے تھے اس لیے شبہ میں پڑ گئے۔ اب تو دین اسلام شائع اور مشہور ہو گیا اور دین کی باتیں خاص اور عام سب کو معلوم ہو گئیں۔ اب عالم کیا جاہل تک جانتا ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن ہے تو اب کوئی معذور نہ ہو گا اس کے انکار میں۔ اسی طرح حکم ہے ہر ایک شخص کو جو انکار کرے امت کے اجماعی کاموں میں سے کسی کام کا جو مشہور ہو جیسے پانچوں نمازوں کا یا رمضان کے روزوں کا یا جنابت سے غسل کا یا زنا کے حرام ہونے کا یا شراب کے حرام ہونے کا یا محرم عورتوں سے نکاح حرام ہونے کا' البتہ اگر کوئی اس زمانہ میں بھی نو مسلم ہو اور ارکان اسلام کو اچھی طرح نہ جانتا ہو وہ اگر انکار کرے نادانستہ تو کافر نہ ہو گا اور اسلام کا اطلاق اس پر باقی رہے گا اور جو باتیں امت کی اجماعی ہیں پر خاص و عام میں مشہور نہیں ان کا انکار کفر نہ ہو گا جیسے پھوپھی اور بھتیجی کو جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی کو یا قاتل کو میراث نہ دلانا یا دادی کو چھٹا حصہ ملنا۔ (انتہی باختصار)

السراج الوہاج میں ہے کہ ابو بکرؓ جو دلیل لائے اور عمرؓ نے جو اعتراض کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دوسری روایت کی خبر نہیں ہوئی جس کو ابوہریرہؓ نے روایت کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے حکم ہوا لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور یقین لاویں میرے اوپر اور اس پر جو میں لایا۔ جب ایسا کریں گے تو بچا لیا انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مگر حق کے بدلے' پھر حساب ان کا اللہ پر ہے اور ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور ادا کریں نماز کو اور دیویں زکوٰۃ کو اور انسؓ کی روایت میں ہے کہ منہ کریں نماز میں ہمارے قبلہ کی طرف اور کھائیں ہمارا ذبح کیا ہوا جانور اور ہماری سی نماز پڑھیں۔ اس لیے کہ اگر حضرت عمرؓ کو ان روایتوں کی خبر ہوتی تو یہ اعتراض ہی نہ کرتے اور ابو بکرؓ کو اگر خبر ہوتی تو وہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

کی میں تو لڑوں گا اس شخص سے جو فرق کرے نماز اور زکوۃ میں۔ اس لئے کہ زکوۃ مال کا حق ہے۔ قسم خدا کی اگر وہ ایک عقال رو کیں گے جو دیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کو تو میں لڑوں گا ان سے اس کے نہ دینے پر۔ حضرت عمرؓ نے کہا قسم خدا کی پھر وہ کچھ نہ تھا مگر میں نے یقین کیا کہ اللہ جل جلالہ نے ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے لڑائی کے لیے۔ (یعنی ان کے دل میں یہ بات ڈال دی) تب میں نے جانا کہ یہی حق ہے۔

۱۲۵- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ)).

۱۲۵- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پھر جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے بچا لیا مجھ سے اپنے مال اور جان کو مگر کسی حق کے بدلے اور حساب اس کا اللہ پر ہے۔

۱۲۶- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ

۱۲۶- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم

وہ حدیث سے دلیل لاتے قیاس کیوں کرتے۔

اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو قیاس کا حجت ہونا اور اس پر عمل کرنا۔ دوسرے نماز یا زکوۃ یا اور فرائض اسلام کو ادا نہ کرنے والوں سے لڑنا۔ تیسرے باغیوں سے لڑنے کی اجازت۔ چوتھے امام کو ضرورت کے وقت اجتہاد درست ہونا اور امام سے بحث کرنا۔

نوویؒ نے کہا قاضی عیاضؒ نے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہنے پر جان اور مال محفوظ رہنا عرب کے مشرک اور بت پرستوں کے لیے ہے ان کے سوا اور کافر جو توحید کا اقرار کرتے ہیں جیسے اہل کتاب وغیرہ وہ صرف توحید کی وجہ سے بچ نہیں سکتے۔ اس لیے دوسری حدیث میں اتنا زیادہ ہے کہ مجھ کو رسول مانیں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جتنے احکام اور مسائل رسول اللہؐ سے ثابت ہیں ان سب کو مانیں۔ پھر نوویؒ نے کہا کہ علماء نے اختلاف کیا ہے زندیق کی توبہ قبول کرنے میں یعنی جو بالکل شریعت الٰہی کا منکر ہو۔ (جیسا ہمارے اس دجالی زمانہ میں ایک فرقہ نکلا ہے جس کو نیچری یا طبعی کہتے ہیں) تو اس میں پانچ قول ہیں' سب میں صحیح اور صواب یہ ہے کہ توبہ اس کی قبول ہے بہ سبب احادیث صحیحہ مطلقہ کے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں بلکہ اس کو قتل کرنا چاہیے' پھر اگر وہ درحقیقت سچا ہو گا تو آخرت میں اس کی نجات ہو گی۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلی بار کی توبہ قبول ہے' پھر اگر کفر اختیار کرے تو مقبول نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اگر خود توبہ کرے تو قبول ہے اور تلوار کے ڈر سے کرے تو قبول نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اگر دوسروں کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ورنہ قبول ہے۔ انتہی

(۱۲۶) ☆ نوویؒ نے کہا اس حدیث میں بیان ہے اس بات کا جو دوسری روایتوں میں اختصار کیا گیا صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے' یعنی اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوپر کی روایتیں جن سے صرف لا الہ الا اللہ کہنے کا بیان ہے مختصر اور مجمل ہیں۔ جان اور مال بچانے کے لیے

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنُوا بِي وَبِمَا جِئْتُ بِهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ)).

ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور ایمان لاویں مجھ پر (کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں) اور اس پر جس کو میں لے کر آیا۔ (یعنی قرآن پر اور شریعت کے تمام احکام پر جن کو میں لایا) جب وہ ایسا کریں گے تو انھوں نے مجھ سے بچالیا اپنی جانوں اور مالوں کو مگر حق کے بدلے اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔

۱۲۷- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ)) بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

۱۲۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا- باقی حدیث وہی ہے-

۱۲۸- عَنْ جَابِرٍ وَّ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِذَا قَالُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ)) ثُمَّ قَرَأَ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ.

۱۲۸- جابر اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پھر جب انھوں نے لا الہ الا اللہ کہا تو بچالیا مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو مگر حق کے بدلے اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی انما انت مذکر ۞ لست علیھم بمصیطر ۞ یعنی تو تو نصیحت کرنے والا ہے لوگوں کو۔ تیرا کچھ زور ان پر نہیں۔ (یہ آیت اس وقت کی ہے جب جہاد فرض نہ ہوا تھا)

۱۲۹- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ

۱۲۹- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ گواہی دیں اس بات

ف: جیسے لا الہ الا اللہ کا اقرار ضروری ہے ویسے ہی محمد رسول اللہؐ بھی بلکہ قرآن اور حدیث اور تمام احکام شریعت کا ماننا جن کا ثبوت بتواتر یقین کو پہنچ گیا ہے ضروری ہے اور اس بیان کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی دین اسلام پر مضبوط عقیدہ رکھے اور شک نہ کرے تو وہ مومن ہے اور موحد۔ یہ ضروری نہیں کہ اہل کلام کے دلائل دریافت کرے اور خدا کو ان دلیلوں سے پہچانے۔ یہی قول ہے محققین اور جمہور سلف کا اور بعض لوگوں کے نزدیک ایمان پورا ہونے کے لیے دلائل پہچاننا ضروری ہے اور یہ قول ہے معتزلہ اور بعض اشاعرہ کا اور یہ خطا ہے اس لیے کہ مقصود یقین ہے اور وہ حاصل ہو گیا تقلید سے بھی۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہؐ نے بھی صرف یقین کو کافی سمجھا اور دلائل دریافت کرنے کی شرط نہیں کی۔

(۱۲۹) ☆ السراج الوہاج میں ہے کہ امام شوکانیؒ سے سوال ہوا وہ لوگ جو جنگل میں رہتے ہیں اور کوئی حکم شرعی نہیں بجالاتے نہ نماز نہ روزہ صرف زبان سے کلمہ شہادت پڑھتے ہیں وہ کافر ہیں یا مسلمان اور آیا مسلمانوں کو ان سے جہاد کرنا چاہیے یا نہیں؟ تو جواب دیا انھوں نے "ارشاد السائل" میں ہے کہ جو شخص ارکان اسلام اور فرائض اسلام کو بالکل ترک کرے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو سوا زبان سے لا الہ الا اللہ محمد ☆

النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ))۔

کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور بے شک محمدؐ اس کے رسول ہیں اور قائم کریں نماز کو اور دیویں زکوٰۃ کو۔ پھر جب یہ کریں تو بچالیا انھوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو مگر حق کے بدلے اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔

۱۳۰- عَنْ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ))۔

۱۳۰- ابومالک سے روایت ہے اس نے سنا اپنے باپ سے کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے 'آپؐ فرماتے تھے جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور انکار کیا ان چیزوں کا جن کو پوجتے ہیں سوا خدا کے' آدمی ہوں یا جن 'او تار یا جھاڑ' پہاڑ یا بت وغیرہ تو حرام ہو گیا مال اس کا اور خون اس کا اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔

۱۳۱- و حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((مَنْ وَحَّدَ اللّٰهَ)) ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

۱۳۱- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔ لا الہ الا اللہ کے بجائے یہاں توحید کے الفاظ ہیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى صِحَّةِ إِسْلَامِ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ مَا لَمْ يَشْرَعْ فِي النَّزْعِ وَهُوَ

باب: بیان اس بات کا کہ جو شخص مرتے وقت مسلمان ہو تو اس کا اسلام صحیح ہے جب تک حالت نزع نہ ہو یعنی

للہ رسول اللہ کہنے کے تو بیشک وہ کافر ہے اور شدید الکفر۔ اس کا جان اور مال حلال ہے۔ اس لیے کہ صحیح حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ جان اور مال اس وقت بچے گی جب ارکان اسلام کو ادا کرے تو ایسے کافروں کے قریب جو مسلمان رہتے ہوں ان پر واجب ہے کہ ان کافروں کو اسلام کے احکام بتلائیں اور انکے بجالانے کے لیے ان کو دعوت کریں اور پہلے نرمی اور سہولت سے ثواب کی رغبت دلا کر اور عذاب سے ڈرا کر ان کو سمجھا دیں اور اگر وہ مان لیں اور ارکان اسلام کو ادا کرنے لگیں تو خیر اور جو انکار کریں اور نہ مانیں تو مسلمانوں کو جہاد کرنا چاہیے ان پر اور جب تک وہ اعمال اسلام بجا نہ لائیں ان کا خون اور مال حلال ہے اور ان کا حکم ایسا ہے جیسے جاہلیت کے لوگوں کا اور رسول اللہؐ نے ہم سے کھول کر بیان کر دیا ہے ان باتوں کو جو کافروں کے ساتھ لڑنے سے متعلق ہیں اور آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ اس باب میں بہت ہیں' ہر شخص کو معلوم ہیں بلکہ خاص اسی امر کے لیے اللہ جل جلالہ نے اپنے رسول اللہؐ کو بھیجا اور کتابیں اتاریں اور اس کا زیادہ بیان کرنا بے فائدہ طول ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے اصرار کیا کفر پر تو وہ ملک دار الحرب ہے بلا شک اور بلا شبہ اور جو احکام دار الحرب کے ہیں وہ احکام ان کے ملک کے ہوں گے۔ اور اختلاف کیا ہے مسلمانوں نے کہ کافروں کے ملک پر جہاد کرنے کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ لیکن حق یہ ہے کہ ضروری نہیں اور یہ جہاد واجب ہے ہر ایک شخص پر جو مسلمان ہو اور آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ مطلق ہیں' ان میں کوئی قید نہیں۔ انتہی۔

الْغَرْغَرَةِ وَنَسْخِ جَوَازِ الِاسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ وَالدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الشِّرْكِ فَهُوَ فِي أَصْحَابِ الْجَحِيمِ وَلَا يُنْقِذُهُ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ مِنَ الْوَسَائِلِ

جان کنی نہ شروع ہو اور مشرکین کے لئے دعا کرنا منع ہے اور جو شرک پر مرے گا وہ جہنمی ہے، کوئی وسیلہ اس کے کام نہ آئے گا۔

۱۳۲- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَا عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ)) فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدُ لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةَ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

۱۳۲- سعید بن مسیب (جو مشہور تابعین میں سے ہیں۔ ابن مدینی نے کہا میں نے ان سے زیادہ علم میں کوئی تابعی نہیں پایا۔ فقیہ ہیں' امام ہیں) روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے (مسیب بن حزن بن عمرو بن عابد بن عمران بن مخزوم قرشی مخزومی سے جو صحابی ہیں)، انھوں نے کہا جب ابو طالب بن عبد المطلب (رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچا اور پرورش کرنے والے) مرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور وہاں ابو جہل (عمرو بن ہشام) اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو بیٹھا دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے چچا میرے! تم کہہ لو لا الہ الا اللہ ایک کلمہ 'میں اللہ کے پاس اس کا گواہ رہوں گا تمہارے لیے۔ (یعنی خدائے عزوجل سے قیامت کے روز عرض کروں گا کہ ابو طالب موحد تھے اور ان کو جہنم سے نجات ہونی چاہیے' انھوں نے آخر وقت میں کلمہ توحید

(۱۳۲) ☆ سعید روایت کرتے ہیں اپنے باپ مسیبؓ سے جو صحابی ہیں۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے رویت کیا حالانکہ مسیب سے اس کا راوی کوئی نہیں سوائے ان کے بیٹے سعید کے تو رد ہو گیا حاکم کے قول کا کہ بخاری اور مسلم نے کوئی حدیث ایسی روایت نہیں کی جس کا راوی ایک ہی شخص ہو اور شاید مراد ان کی یہ ہے کہ سوا صحابہ کے اور شخصوں سے روایت کرنے والے کم سے کم دو چاہییں۔ (نووی)

نبیؐ نے کہا اپنے چچا ابو طالب سے 'جب وہ مرنے لگے یعنی بیماری کی شدت ہوئی اور موت کا یقین ہو گیا' یہ مراد نہیں ہے کہ سکرات شروع ہو گئی کیونکہ نزع اور سکرات کے وقت توبہ قبول نہیں۔ فرمایا اللہ جل جلالہ نے ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضر احد هم الموت قال انی تبت الان یعنی نہیں ہے توبہ ان لوگوں کے لیے جو گناہ کرتے ہیں 'پھر جب موت سامنے آگئی تو کہنے لگے ہم نے اب توبہ کی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابو طالب سے حضرتؐ نے گفتگو کی اور مشرکوں نے آپ کے خلاف ان کو سمجھایا۔ آخر ابو طالب نے مشرکوں کا کہنا مانا تو معلوم ہوا کہ نزع کی حالت نہ تھی۔ قاضی عیاض نے کہا بعض متکلمین نے یہاں معنی کیے ہیں کہ نزع کی حالت ابو طالب پر طاری ہوئی اور یہ صحیح نہیں تو ابو طالب نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا اور اپنی قوم کا پاس کیا اور جہنم کو اختیار کیا۔

السراج الوہاج میں ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس بات کی کہ عبد المطلب بھی کفر پر مرے تھے جیسے ابو طالب۔ امام ابو حنیفہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَمَا وَاللَّهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ)) فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ.

کا اقرار کیا تھا) ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بولے اے ابو طالب! عبد المطلب کا دین چھوڑتے ہو؟ اور رسول اللہ ﷺ برابر یہی بات ان سے کہتے رہے (یعنی کلمہ توحید پڑھنے کے لیے۔ ادھر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ اپنی بات بکتے رہے) یہاں تک کہ ابو طالب نے اخیر بات جو کی وہ یہ تھی کہ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں اور انکار کیا لا الہ الا اللہ کہنے سے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم خدا کی میں تمہارے لیے دعا کروں گا (بخشش کی) جب تک منع نہ ہو۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری **ماکان للنبی والذین امنوا** اخیر تک یعنی نبی کو اور مسلمانوں کو درست نہیں کہ مشرکوں کے لیے دعا کریں اگرچہ وہ ناتے والے ہوں' جب معلوم ہو گیا کہ وہ جہنمی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے بارے میں یہ آیت اتاری' رسول اللہ ﷺ سے فرمایا **انک لا تھدی من احببت** اخیر تک یعنی تم راہ پر نہیں لا سکتے جس کو چاہو لیکن اللہ راہ پر لا سکتا ہے جس کو چاہے اور وہ جانتا ہے ان لوگوں کو جن کی قسمت میں ہدایت ہے۔

۱۳۳- و حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح و حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي

۱۳۳- مندرجہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے مگر اس میں دونوں آیات ذکر کیں۔

ﷺ نے فقہ اکبر میں صاف لکھا ہے کہ ابو طالب کفر پر مرے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا قسم خدا کی میں تو تمہارے لیے دعا کروں گا۔ نوویؒ نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم کھانا خود بخود بغیر اس کے کہ دوسرا قسم کھلاوے درست ہے اور اس جگہ قسم سے تاکید مقصود ہے کہ میں تمہارے لیے ضرور استغفار کروں گا اور یہ آپؐ نے ابو طالب کو خوش کرنے کے لیے فرمایا اور ان کی وفات مکہ میں ہجرت سے کچھ ہی پہلے ہوئی تھی۔ ابن فارس نے کہا ابو طالب جب مرے تو رسول اللہ کی عمر شریف انچاس برس آٹھ مہینے گیارہ دن کی تھی اور ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد ام المومنین خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔ رسول اللہؐ کو رنج کے بعد دوسرا رنج ہوا۔ اسی واسطے اس سال کو "عام الحزن" کہتے ہیں۔

نوویؒ نے کہا مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت **انک لا تھدی من احببت** ابو طالب کے باب میں اتری ہے۔ زجاج نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

عَنْ صَالِحٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ صَالِحٍ انْتَهَى عِنْدَ قَوْلِهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْآيَتَيْنِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ وَيَعُودَانِ فِي تِلْكَ الْمَقَالَةِ وَفِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ مَكَانَ هَذِهِ الْكَلِمَةِ فَلَمْ يَزَالَا بِهِ.

١٣٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ عِنْدَ الْمَوْتِ ((قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) فَأَبَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ الْآيَةَ

۱۳۴- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے مرتے وقت کہا تم لا الہ الا اللہ کہو میں قیامت کے دن تمہارے لیے اس کا گواہ ہوں گا۔ انھوں نے انکار کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری انك لا تهدی من احببت اخیر تک۔

١٣٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ ((قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) قَالَ لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ.

۱۳۵- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا کہو لا الہ الا اللہ میں اس بات کی گواہی دوں گا تمہارے لیے قیامت کے دن انھوں نے کہا اگر قریش میرے اوپر عیب نہ رکھتے' وہ کہیں گے ابو طالب ڈر گیا یا دہشت میں آ گیا' البتہ میں ٹھنڈی کرتا تمہاری آنکھ یہ کہہ کر (یعنی تم کو خوش کر دیتا اور لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیتا پر قریش کے لوگوں سے مجھے شرم آتی ہے۔ وہ کہیں گے ابو طالب ایسا دل کا بودا اور کچا تھا کہ مرتے وقت ڈر کے مارے اپنا دین بدل ڈالا۔) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء○

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا [1]

باب: موحد قطعی جنتی ہے

١٣٦- عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

۱۳۶- حضرت عثمانؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

[1] ☆ ایک نہ ایک روز اگرچہ تھوڑے دنوں عذاب پاوے گا اپنے اور گناہوں پر' پر وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہ سکتا۔ نووی نے کہا اہل سنت اور اہل حق کا سلف اور خلف میں سے یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص توحید پر مرے وہ ہر حال میں جنت میں جاوے گا۔ پھر اگر گناہوں سے پاک ہو جیسے نابالغ مجنون جو بالغ ہوتے ہی مجنون ہو گیا ہو یا اس نے صحیح توبہ کی ہو تمام گناہوں سے اور پھر توبہ کے بعد کوئی گناہ نہ کیا ہو یا خدا کی طرف سے اس کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوئی ہو وہ تو جنت میں جاوے گا اور جہنم میں بالکل نہ جاوے گا اور یہ جو آیت ہے کہ تم میں سے کوئی نہیں مگر جہنم ☜

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا جو شخص مر جاوے اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق

ﷺ پر اس کا ورود ہو گا۔ تو ورود سے مراد مرور ہے یعنی اس پر سے گزرنا اور گزر تو سب کے لیے ہے کیونکہ صراط یعنی پل جہنم کے اوپر سے ہے۔ اللہ ہم کو جہنم سے اور سب آفتوں سے بچاوے اور اگر اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں گے اور بغیر توبہ کے مرا ہے تو وہ اللہ کی مرضی پر ہے 'اگر چاہے تو اس کا قصور معاف کر دے اور اس کو جنت میں لیجائے اور اگر چاہے تو تھوڑے دنوں اس کے قصور کے لائق عذاب دے کر پھر جنت میں لے جائے پر وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔ تو جو شخص توحید پر مرے وہ کیسے بھی گناہ کرے ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا جیسے وہ شخص جو کفر پر مرے ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جنت میں نہ جائے گا۔ یہ مختصر بیان ہے اہل حق کے عقیدہ کا اس مسئلہ میں اور کتاب اور سنت اور اجماع امت دلیل ہیں اس اعتقاد کی اور نصوص متواترہ ہیں اس باب میں جن سے یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر جب یہ قائدہ ثابت اور مقرر ہو گیا تو اب جتنی حدیثیں وارد ہوں اگرچہ ظاہر میں کچھ اس قاعدہ کے خلاف ہوں پر ان کو اسی قاعدہ پر حمل کرنا چاہیے تاکہ نصوص شرعیہ میں تناقض اور تخالف نہ ہو اور خدا چاہے تو ہم بعض حدیثوں کی تاویل بیان کریں گے جن سے اور حدیثوں کی تاویل بھی معلوم ہو جائے گی۔ انتہی۔

(۱۳۶) ☆ نووی نے کہا قاضی عیاض نے کہا لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس شخص کے باب میں جو شہادتین کا قائل ہو یعنی توحید و رسالت کا لیکن گنہگار ہو کر مرے تو مرجیہ (ایک گمراہ فرقہ ہے وہ) یہ کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور خوارج کہتے ہیں کہ گناہ ضرر کرتا ہے اور آدمی گناہ کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا کبیرہ گناہ ہے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور نہ اس کو مومن کہیں گے نہ کافر بلکہ فاسق کہیں گے اور اشاعرہ کے نزدیک جو اہل سنت ہیں وہ شخص مومن ہے۔ اب اگر اس کا گناہ نہ بخشا جائے اور اس کو عذاب ہو تو ہمیشہ نہ ہو گا 'ایک نہ ایک دن وہ جنت میں جاوے گا۔ تو اس حدیث سے رد ہو گیا خوارج اور معتزلہ کا اور مرجیہ جو دلیل لائے ہیں اس حدیث سے ان کا جواب یہ ہے کہ تمہارا مطلب اس حدیث سے کہاں نکلتا ہے۔ اس حدیث میں تو یہ ہے کہ موحد جنت میں جائے گا 'پھر ہو سکتا ہے کہ اس کا گناہ بخش دیا جائے یا شفاعت سے نجات ہو جہنم سے یا گناہ کے مقدار عذاب پا کر جنت میں جائے گا اور یہ تاویل ضروری ہے اس لیے کہ بہت سی آیات اور احادیث سے گنہگاروں کے لیے عذاب نکلتا ہے پر نصوص شریعت کو ایک دوسرے کے مطابق کرنا لازم ہے اور جو فرمایا اس حدیث میں کہ اس کو یقین ہو توحید کا تو رد ہو گیا بعض کئے مرجیہ کا جو کہتے ہیں شہادتین کو صرف زبان سے کہنے والا جنت میں جاوے گا گو دل سے اس پر اعتقاد نہ ہو اور دوسری حدیث میں اس کی اور تاکید مروی ہے یعنی اس کو شک نہ ہو اور یہ مؤید ہے ہمارے مذہب کے۔ قاضی عیاض نے کہا اس حدیث سے وہ شخص بھی حجت لاتا ہے جو کہتا ہے صرف دل سے شہادتین کو پہچاننا کافی ہے 'زبان سے کہنا ضروری نہیں مگر اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا دونوں ضروری ہیں اور جہنم سے نجات پانے کے لیے صرف ایک کافی نہیں۔ البتہ جب زبان میں کوئی آفت ہو جیسے گویائی نہ رہے یا مہلت نہ ہو 'زبان سے کہنے سے پہلے مر جائے تو دل سے یقین کرنا کافی ہے اور اس حدیث میں حجت نہیں اس شخص کی جس نے خلاف کیا اہل سنت اور جماعت کا۔ اس لیے کہ دوسری حدیث میں صاف وارد ہے کہ جس نے کہا لا الہ الا اللہ اور جس نے گواہی دی لا الہ الا اللہ کی اور معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جس کی اخیر بات لا الہ الا اللہ ہو گی وہ جنت میں جاوے گا اور ایک روایت میں ہے جو اللہ سے ملے گا 'اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو جنت میں جائے گا اور ایک روایت میں ہے کوئی بندہ ایسا نہیں جو گواہی دے اس بات کی کہ سوا اللہ کے کوئی سچا معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ حرام کر دے گا اس کو جہنم پر اور ایسا ہی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کے اعمال چاہے جیسے ہوں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ اللہ سے ملے اور اس کو شہادتین میں شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا اگرچہ زنا کرے یا چوری کرے۔ ان سب احادیث کو مسلم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ تو سلف کی ایک جماعت سے ﷺ

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ)). عبادت نہیں سوا اللہ جل جلالہ کے تو وہ جنت میں جائے گا۔

جن میں سعید بن مسیبؒ بھی ہیں یہ منقول ہے کہ یہ حدیثیں اس وقت کی ہیں جب اور فرائض اور اوامر اور نواہی نہ تھے اور بعضوں نے کہا یہ حدیثیں مجمل ہیں' شرح کی محتاج ہیں اور مطلب ان کا یہ ہے کہ شہادتین کا اقرار کرے اور ان کے حقوق و فرائض سب کو ادا کرے اور یہ قول حسن بصریؒ کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ اس شخص کے لیے ہے جو کفر اور شرک سے شرمندہ ہو کر اس کا اقرار کرے' پھر مر جائے یہ قول بخاریؒ کا ہے اور ان سب تاویلات کی ضرورت اسی وقت ہے جب حدیث کو ظاہر پر رکھیں لیکن جب اپنے درجہ اور مرتبہ پر لے جائیں تو تاویل مشکل نہیں جیسے علماء محققین نے بیان کیا ہے۔ تو پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ تمام اہل سنت سلف صالحین اور محدثین اور فقہاء اور متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ گنہگار اللہ کی مشیت پر ہیں اور جو شخص ایمان پر مرے اور دل سے یقین رکھتا ہو شہادتین کا وہ جنت میں جاوے گا' پھر اگر اس نے گناہوں سے توبہ کر لی ہو یا گناہوں سے پاک ہو وہ تو اپنے پروردگار کی رحمت سے جنت میں جائے گا اور جہنم پر حرام کیا جائے گا' پھر اگر ہم ان حدیثوں کو ایسے شخصوں پر محمول کریں تو مطلب صاف ہو گا اور حسن بصری اور بخاری کی یہی مراد ہے اور اگر وہ شخص گناہوں کے ساتھ آلودہ ہو' واجبات کو ترک کیا ہو یا حرام کا ارتکاب تو وہ اللہ کی مشیت پر ہے' اس کا یقین نہیں ہو سکتا کہ وہ جہنم میں بالکل نہ جائے گا اور پہلے ہی پہل جنت میں چلا جائے گا لیکن اس کا یقین ہے کہ وہ ایک دن آخر کو ضرور جنت میں جائے گا اور خدائے تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے اس کا گناہ معاف کر دیوے اور چاہے اس کو چند روز عذاب دے کر پھر جنت میں لے جائے اور ممکن ہے کہ سب احادیث اپنے معنی پر قائم ہیں اور جمع بھی ہو جاویں اس طرح پر کہ جنت میں جانے سے یہ مراد ہو کہ جنت کا استحقاق اسے ہو گیا ہو یا بالفعل بعفو یا آئندہ بعد عذاب اور جہنم حرام ہونے سے یہ غرض ہو کہ ہمیشہ کا جہنم اس پر حرام ہے اور دونوں مسئلوں میں خوارج اور معتزلہ کا خلاف ہے اور احتمال ہے کہ حدیث من کان اخر کلامہ لا الہ الا اللہ یعنی جس کی اخیر بات لا الہ الا اللہ ہو گی وہ جنت میں جائے گا یہ اس شخص کے لیے ہو جس کی زبان سے مرتے وقت اخیر میں یہ کلمہ نکلے اور پھر بعد اس کے دوسری بات نہ کرے اگرچہ اس سے پہلے گناہ کر چکا ہو' پر شائد خاتمہ کلام کی وجہ سے خدا کی رحمت شامل حال ہو اور وہ جہنم سے بالکل نجات پاوے برخلاف ان گناہگاروں کے جن کی آخری بات یہ کلمہ نہ ہو۔ اسی طرح پر جو عبادہ کی حدیث میں ہے کہ وہ جنت کے جس دروازہ میں سے چاہے جائے وہ خاص ہے اس کے لیے جو شہادتیں کے ساتھ ایمان اور توحید حقیقی کے ساتھ متصف ہو اور اس کا ثواب اس قدر ہو جائے کہ اس کے گناہوں سے بڑھ جائے اور مغفرت اور رحمت کو واجب کرے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا اور یہ نہایت عمدہ ہے لیکن ابن مسیبؒ سے جو تاویل منقول ہے وہ ضعیف اور باطل ہے۔ اس لیے کہ ابوہریرہؓ بہت دیر میں اسلام لائے تھے جس سال خیبر فتح ہوا' ۷ھ میں اور اس وقت تو تمام احکام شریعت جاری ہو چکے تھے اور سب فرائض مثل نماز اور روزے اور زکوٰۃ کے فرض ہو چکے تھے اور حج بھی فرض ہو گیا تھا اس قول کے موافق جو کہتا ہے حج ۵ یا ۶ھ میں فرض ہوا اور شیخ ابن الصلاحؒ نے اس مقام پر ایک اور تاویل بیان کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ شاید یہ قصور راویوں کے حفظ اور قلت ضبط کی وجہ سے ہے نہ رسول اللہؐ کی طرف سے۔ آپؐ نے تو پورا پورا بیان دوسری حدیثوں میں کیا ہے اور جائز ہے کہ یہ اختصار رسول اللہؐ نے کیا ہو بت پرستوں کے ساتھ خطاب کرنے میں کیونکہ توحید ان کے لیے دین کی تمام باتوں کو لازم کرتی تھی اور جو کافر توحید کا قائل نہ ہو جیسے بت پرست یا پارسی پھر وہ لا الہ الا اللہ کہے اور اس کا وہ حال ہو جو اوپر ہم نے بیان کیا تو حکم کیا جائے گا اس کے اسلام کا اور ہم وہ کہیں گے اس حال میں جیسے ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے اسلام کا حکم کیا جاوے گا' پھر اس پر جبر کریں گے اور احکام قبول کرنے کے لیے اس لیے کہ اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ اسلام کے پورا کرنے کے لیے اس پر جبر کریں گے اور اس کا حکم مثل مرتد کے ہو گا۔ اگر وہ باقی احکام کو بجا نہ لائے اور نفس الامر اور آخرت کے احکام میں وہ مسلمان نہ ہو گا حالانکہ ہم نے جس کو بیان کیا وہ نفس الامر اور آخرت کے احکام میں مسلمان ہیں۔ واللہ اعلم (نوویؒ)

۱۳۷-عَنِ الْوَلِيدِ أَبِي بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِثْلَهُ سَوَاءً.

۱۳۷- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

۱۳۸- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ قَالَ حَتَّى هَمَّ بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ أَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللَّهَ عَلَيْهَا قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَجَاءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهِ وَذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهِ قَالَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَذُو النَّوَاةِ بِنَوَاهُ قُلْتُ وَمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ بِالنَّوَى قَالَ كَانُوا يَمُصُّونَهُ وَيَشْرَبُونَ عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا حَتَّى مَلَأَ الْقَوْمُ أَزْوِدَتَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذَلِكَ ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ)).

۱۳۸- ابوہریرہؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ایک سفر میں (جنگ تبوک میں) تو لوگوں کے توشے تمام ہوگئے اور آپؐ نے قصد کیا لوگوں کے بعض اونٹ کاٹ ڈالنے کا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! کاش! آپؐ جمع کرتے لوگوں کے سب توشے اور پھر اس پر اللہ سے دعا کرتے۔ (تاکہ اس میں برکت ہو اور سب کے لیے کافی ہو جائے) آپؐ نے ایسا ہی کیا تو جس کے پاس گیہوں تھی لے کر آیا اور جس کے پاس کھجور تھی وہ کھجور لے کر آیا اور جس کے پاس گٹھلی تھی وہ گٹھلی لے کر آیا۔ میں نے کہا گٹھلی کو کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا اس کو چوستے تھے' پھر اس پر پانی پی لیتے تھے۔ راوی نے کہا آپؐ نے ان سب توشوں پر دعا کی تو لوگوں نے اپنے اپنے توشہ کے برتنوں کو بھر لیا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے' وہی سچا خدا ہے اور سب جھوٹے خدا ہیں اور میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جو بندہ اللہ سے ملے اور ان دونوں باتوں میں اس کو شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔

---

(۱۳۸) ☆ حدیث میں حمائلھم ہے حائے حطی سے یا جمائلھم جیم سے' دونوں منقول ہیں۔ صاحب تحریر اور ابن الصلاح نے دونوں کو ذکر کیا ہے۔ لیکن صاحب تحریر نے جمائلھم جیم سے اختیار کیا ہے اور قاضی عیاض نے حائے حطی سے۔ شیخ ابو عمرو نے کہا دونوں صحیح ہیں۔ تو جب حائے حطی سے ہو تو حمائل جمع ہے حمولہ کی یعنی وہ اونٹ جس پر لادا جاوے سامان وغیرہ اور جب جیم سے ہو تو جمع ہے جمالہ کی اور جمالہ جمع ہے جمل کی' جمل اونٹ کو کہتے ہیں۔

نوویؒ نے کہا اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ مسافروں کو اپنے اپنے توشے ملا دینا اور ساتھ مل کر کھانا درست ہے اگرچہ کوئی زیادہ کھائے کوئی کم اور ہمارے اصحابؒ نے کہا یہ سنت ہے۔

جب لوگ اپنے اپنے توشہ کے برتنوں کو لے آئے تو آپؐ نے دعا کی تو توشہ میں آپؐ کی دعا کی برکت سے ایسی افزائش ہوگئی کہ یا تو تمام ہونے کے قریب تھا یا سب کے برتن پھر سے بھر گئے اور اطمینان حاصل ہوا۔ یہ ایک معجزہ تھا آپؐ کے معجزوں میں سے۔

۱۳۹ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ شَكَّ الْأَعْمَشُ قَالَ لَمَّا كَانَ غَزْوَةُ تَبُوكَ أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ أَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَأَكَلْنَا وَادَّهَنَّا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((افْعَلُوا)) قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلَكِنْ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((نَعَمْ)) قَالَ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ قَالَ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ قَالَ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكَسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيرٌ قَالَ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْهِ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ ((خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ)) قَالَ فَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَئُوهُ قَالَ فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

۱۳۹- ابوہریرہؓ یا ابوسعیدؓ سے روایت ہے (یہ شک ہے اعمش کو جو راوی ہے اس حدیث کا) جب غزوہ تبوک کا وقت آیا (تبوک شام میں ایک مقام کا نام ہے) تو لوگوں کو سخت بھوک لگی۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کاش! آپؐ ہم کو اجازت دیتے تو ہم اپنے اونٹوں کو جن پر پانی لاتے ہیں کاٹ ڈالتے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا کاٹو۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آئے اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ اگر ایسا کیجئے گا تو سواریاں کم ہو جائیں گی لیکن سب لوگوں کو بلا بھیجئے اور کہئے اپنا اپنا بچا ہوا توشہ لے کر آویں' پھر خدا سے دعا کیجئے کہ توشہ میں برکت دیوے۔ شاید اس میں اللہ کوئی راستہ نکال دے۔ (یعنی برکت اور بہتری عطا فرمائے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا پھر ایک دستر خوان منگایا' اس کو بچھا دیا اور سب کا بچا ہوا توشہ منگایا' کوئی مٹھی بھر جوار لایا' کوئی مٹھی بھر کھجور لایا' کوئی روٹی کا ٹکڑا یہاں تک کہ سب مل کو تھوڑا سا دستر خوان پر اکٹھا ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کیلئے دعا کی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اپنے اپنے برتنوں میں توشہ بھرو تو سب نے اپنے اپنے برتن بھر لیے یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا جس کو نہ بھرا ہو۔ پھر سب نے کھانا شروع کیا اور سیر ہو گئے' اس پر بھی کچھ بچ رہا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ خدا کے سوا کوئی

(۱۳۹) ☆ دار قطنیؒ نے اس حدیث کی اسناد میں طعن کیا ہے کہ اس میں اعمش سے اختلاف ہے اور کبھی اعمش سے کبھی عن ابی صالح عن جابر بھی روایت کیا گیا ہے پر حدیث کی صحت میں یہ طعن کچھ قدح نہیں کرتا ہے۔ اس لیے کہ اعمش کو صحابی کے نام میں شک ہے اور صحابہ سب ثقہ ہیں۔ نووی نے کہا جب کوئی راوی نام لے کر یوں کہے کہ مجھ سے فلاں نے یا فلاں نے حدیث بیان کی اور وہ دونوں ثقہ ہوں تو روایت حجت ہے بلا خلاف۔ اس لیے کہ غرض یہ ہے کہ روایت ثقہ سے ہو اور وہ حاصل ہے۔ اس قاعدہ کو خطیب بغدادیؒ نے کفایہ میں اور اور لوگوں نے بیان کیا ہے اور یہ غیر صحابہ میں ہے تو صحابہؓ میں تو بطریق اولیٰ ہوگا اس لیے کہ صحابہؓ سب عادل ہیں۔ پھر راوی کے تعیین نہ کرنے سے مقصود فوت نہیں ہوتا۔

صحابہؓ نے سخت بھوک کی وجہ سے خواہش ظاہر کی کہ کاش! آپؐ ہم کو اجازت دیتے تو اپنے اونٹوں کو جن پر پانی لاتے ہیں کاٹ ڈالتے۔ یہ ایک عمدہ طریقہ ہے ادب کی جگہ پر سوال کرنے کا اور اس سے معلوم ہوا کہ لشکر کے لوگوں کو اپنے جانور جو لڑائی میں مدد دیتے ہیں کاٹنا درست نہیں جب تک امام اجازت نہ دے۔ السراج الوہاج) ☆

وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ)).

سچا معبود نہیں اور میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جو شخص ان دونوں باتوں پر یقین کر کے اللہ سے ملے وہ جنت سے محروم نہ ہو گا۔

١٤٠- عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللّٰهِ وَابْنُ أَمَتِهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ)).

۱۴۰- عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ سوا اللہ کے کوئی سچا معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمدؐ اس کے بندے اور بھیجے ہوئے ہیں اور بے شک حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں اور اس کی لونڈی (مریم) کے بیٹے ہیں اور اس کی بات سے پیدا ہوئے جو اس نے مریمؑ میں ڈال دی (یعنی حکم کر دیا کن کے ساتھ پھر وہ ہو گئے بن باپ کے) اور رحمت ہیں خدا کی یا روح ہیں خدا کی (یعنی حضرت عیسیٰ کو روح اللہ کہتے

ؒ آپؐ نے فرمایا اچھا اپنے اونٹوں کو کاٹو اتنے میں حضرت عمرؓ آئے اور نبیؐ سے کہا اگر ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اور بادشاہ کے حکم میں اعتراض کرنا جائز ہے اور کم درجہ والے کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وقتی مصلحت کے مطابق بڑے درجہ والے کو عمدہ مشورہ دے اور ان کے احکام کو منسوخ کرنے کے لیے کہے۔

(۱۴۰) ☆ نوویؒ نے کہا یہ حدیث ایک بہت عمدہ حدیث ہے عقائد میں جو جامع ہے تمام ضروری باتوں کو اور اس سے رد ہوتا ہے تمام کفر کی ملتوں کا اختصار کے ساتھ۔ بعض لوگ ہمارے زمانہ میں یہ شبہ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے کیوں کر پیدا ہوئے؟ حالانکہ فطرت کے قاعدہ سے اور اصول حکمت سے یہ بات محال معلوم ہوتی ہے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ تم عالم کو قدیم جانتے ہو یا حادث؟ اگر حادث مانتے ہو تو ابتداء آفرینش میں نوع انسان کا ظہور کسی پہلے شخص سے ہوا ہو گا جو نہ باپ رکھتا تھا نہ ماں' پھر جب خدا نے بغیر ماں اور باپ کے ایک شخص کو پیدا کیا تو بغیر باپ کے پیدا کرنا اس کے نزدیک کیا دشوار ہے۔ اگر قدیم جانتے ہو تو قدم سے یہ مراد نہیں کہ عالم اسی طرح بوضع خاص قدیم ہے کیونکہ اوضاع اور اطوار میں ہمیشہ تغیر ہوتا رہتا ہے بلکہ اسی بنا پر کرات کے کرات متفرق اور پریشان ہو سکتے ہیں اور ان کے اجزاء پھر دوبارہ مل کر ایک نیا کرہ ظاہر کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابی قور اور دیوجانس اور فلاسفہ کی ایک جماعت نے جو قدیم عالم کے قائل تھے یہ لکھا ہے کہ اوائل ترکیب زمین میں زمین سے اعلیٰ اعلیٰ قسم کے جاندار جیسے انسان اور بہائم خود بخود پیدا ہوتے تھے۔ آخر زمانہ دراز کے بعد زمین کی قوت گھٹتے گھٹتے اب یہ نوبت پہنچی ہے کہ سوا نباتات اور کم درجہ کے حیوانات جیسے چوہے گھونس کیڑے مکوڑے وغیرہ کے عمدہ قسم کے جاندار زمین سے خود بخود پیدا نہیں ہوتے۔

پھر جس خدا نے زمین میں یہ استعداد رکھی ہے کہ آدمی اور سب طرح کے جانور اس میں سے پیدا کر دیوے اس کے نزدیک خود انسان میں سے ایک دوسرا انسان پیدا کرنا نہ مشکل ہے نہ عقل کے خلاف۔ ہے اور تعجب ہے کہ یہی حضرت عیسیٰ کو بن باپ کے نہ ماننے والے لوگ عقل اور فلسفہ کا دم بھرتے ہیں اور حکیموں اور فلسفیوں کی لغویات کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں اور قرآن و حدیث کی سچی، قرین قیاس باتوں میں شبہ کرتے ہیں۔ خود حکیم اور فلسفی انسان کی ابتدائی خلقت اور عالم کی ابتدائی آفرینش میں اس قدر اختلاف رکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے خیال کو لغو اور باطل سمجھتا ہے۔

ہیں اس لیے کہ اللہ جل جلالہ نے ان کی روح کو پیدا کیا۔ اگرچہ سب روحوں کو خدا ہی نے بنایا ہے پر حضرت عیسیٰؑ کی روح بڑی عزت اور بزرگی والی ہے اس لیے خدا کی طرف نسبت دی گئی جیسے خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں اور بے شک جنت حق ہے اور جہنم حق ہے' تو لے جاوے گا اس کو اللہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس میں سے چاہے جائے۔

١٤١ - وَ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ عَمَلٍ)) وَلَمْ يَذْكُرْ ((مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ)).

١۴١- یہ حدیث اس سند سے بھی مذکور ہے۔ اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ اس کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ اس کو اس کے اعمال کے مطابق اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائیں گے۔

١٤٢ - عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَهْلًا لِمَ تَبْكِي فَوَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ

١۴٢- صنابحی سے روایت ہے میں عبادہ بن صامتؓ کے پاس گیا' وہ مرنے کے قریب تھے' میں رونے لگا۔ انھوں نے کہا مجھ کو مہلت دو (یعنی مجھ کو بات کرنے میں) کیوں روتا ہے؟ قسم خدا کی اگر میں گواہ بنایا جاؤں گا تو تیرے لیے ایمان کی گواہی دوں گا اور اگر میری سفارش کام آئے گی تو تیری سفارش کروں گا اور اگر مجھے طاقت ہو گی تو تجھ کو فائدہ دوں گا۔ پھر کہا قسم خدا کی کوئی حدیث

(١۴٢) ☆ (صنابحی سے روایت ہے) صنابحی صنابح کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ مراد کی ایک شاخ ہے اور نام ان کا ابو عبداللہ عبدالرحمٰن بن عسیلہ ہے۔ نووی نے کہا یہ جلیل القدر تابعی تھے۔ یہ رسول اللہؐ سے ملنے کے لیے جا رہے تھے' ابھی یہ راہ میں جحفہ ہی میں تھے کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کی وفات کے پانچ یا چھ دن بعد یہ مدینہ میں آئے اور ابو بکرؓ صدیق اور بہت سے صحابہ سے ملے اور روایتیں کیں۔ "تقریب" میں ہے کہ عبدالملک کی خلافت میں انھوں نے انتقال کیا۔ نووی نے کہا جس کو حدیث میں اشتغال نہیں ہے وہ اس صنابحی کو صنابح بن اعسر خیال کرتا ہے حالانکہ صنابح بن اعسرؓ صحابی ہیں۔

عبادہ بن صامتؓ نے صنابحی سے قسم کھا کر کہا کوئی حدیث میں نے رسول اللہؐ سے نہیں سنی جس میں تمہاری بھلائی تھی مگر میں نے اس کو تم سے بیان کر دیا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے وہ حدیثیں چھپائیں جن کے بیان کرنے میں انکو نقصان یا فتنہ معلوم ہوا۔ اس لیے کہ ہر شخص کی عقل اتنی نہیں جو ہر حدیث کا مطلب سمجھے اور اس میں کوئی عمل کرنے کی بات نہ ہو گی نہ کوئی حد ہو گی شریعت کی حدود میں سے۔ اور ایسا بہت صحابہ نے کیا ہے کہ بے ضرورت حدیث کو بیان نہیں کیا یا اس حدیث کو جس سے لوگوں میں فساد پھیلنے کا خوف تھا اس وجہ سے کہ اس کے سمجھنے سے ان کی عقل قاصر تھی۔ ایسے ہی وہ حدیثیں جو منافقوں کے بیان میں یا قیامت کی علامات میں یا لڑ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ فِيهِ خَيْرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا وَسَوْفَ أُحَدِّثُكُمُوهُ الْيَوْمَ وَقَدْ أُحِيطَ بِنَفْسِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ)).

میں نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی جس میں تمہاری بھلائی تھی مگر میں نے اس کو تم سے بیان کر دیا البتہ ایک حدیث میں نے اب تک بیان نہیں کی وہ آج بیان کرتا ہوں' کس لیے کہ میری جان جانے کو ہے' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ فرماتے تھے جو شخص گواہی دے (یعنی دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار) کہ خدا کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور بے شک حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دے گا۔ (یعنی ہمیشہ جہنم میں رہنے کو یا جہنم کے اس طبقہ کو جس میں ہمیشہ رہنے والے کافر ڈالے جائیں گے۔

١٤٣- عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ ((يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ)) قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ ((يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ)) قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ)) قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا)) ثُمَّ سَارَ سَاعَةً قَالَ يَا مُعَاذَ

۱۴۳- معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں سواری پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پیچھے بیٹھا ہوا تھا' میرے اور آپؐ کے درمیان میں سوائے پالان کی پچھلی لکڑی کے کچھ نہ تھا آپ نے فرمایا اے معاذ بن جبلؓ! میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں آپؐ کی خدمت میں اور آپؐ کا فرمانبردار ہوں یا رسول اللہؐ! پھر آپؐ تھوڑی دیر چلے اسکے بعد فرمایا اے معاذ بن جبلؓ! میں نے کہا یا رسول اللہ فرمانبردار خدمت میں حاضر ہے۔ پھر آپؐ تھوڑی دیر چلے' اس کے بعد فرمایا اے معاذ بن جبلؓ! میں نے کہا یا رسول! فرمانبردار آپؐ کی خدمت میں حاضر ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو جانتا ہے اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کو پوجیں اور اس کے ساتھ کسی کو

ﷺ کسی قوم کے برے اوصاف میں یا ان کی مذمت اور لعنت میں تھیں (نووی)

(۱۴۳) ☆ صاحب "تحریر" نے کہا حق کہتے ہیں ہر موجود کو جو پایا جائے یا جس کا پایا جانا آئندہ ضروری ہو اور اللہ سبحانہ حق ہے' موجود ہے' ازلی ہے' باقی ہے' ابدی ہے' موت اور قیامت اور جنت اور نار حق ہیں' کیا معنی' وہ ضروری پائی جائیں گی اور ہو نگی اور سچ بات کو بھی حق کہتے ہیں یعنی وہ پائی گئی ہے اور اس کا وجود ہے۔ اسی طرح حق واجب اور لازم کام کو بھی کہتے ہیں جس میں اختیار نہ ہو جیسے فرائض اللہ کے جن کا کرنا لازم ہے یا کسی کا قرض جس کا ادا کرنا لازم ہے یا اور کوئی حق حقوق میں سے۔ تو جب یوں کہیں اللہ کا حق بندو پر تو اس کے معنی یہ ہیں جو بندہ پر کرنا لازم اور واجب ہے اللہ کے لیے اور جب یوں کہیں بندوں کا حق اللہ پر تو وہاں حق سے مراد اس کا تحقق ہے یعنی وہ ضرور پایا جاوے گا۔ یہ نہیں کہ ﷺ

بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ)) قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ)).

شریک نہ کریں۔ پھر آپؐ تھوڑی دیر چلے' فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے کہا یارسول اللہ! میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپؐ کا فرمانبردار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو جانتا ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ جب بندے یہ کام کریں یعنی اسی کی عبادت کریں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ کرے۔

١٤٤- عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ قَالَ فَقَالَ ((يَا مُعَاذُ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ)) قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا)) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ ((لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوا)).

۱۴۴- معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گدھے پر سوار تھا جس کا نام "عفیر" تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے معاذ! تو جانتا ہے اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو شخص شرک نہ کرے اللہ اس کو عذاب نہ دیوے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں خوش نہ کر دوں لوگوں کو یہ سنا کر؟ آپؐ نے فرمایا مت سنا ان کو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں۔

لئی اللہ پر واجب یا فرض ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ پر کوئی کام لازم اور واجب نہیں اور نہ کوئی اس پر کسی کام کو واجب کر سکتا ہے۔ وہ خود بادشاہ ہے' مالک ہے' صاحب ہے سارے جہان کا' جو چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے۔ پر اپنے وعدہ اور قول کا سچا ہے۔ اس کی بات ٹلنے والی نہیں۔ اس نے جیسا فرمایا اس کے نیک بندے جنت میں ضرور جائیں گے۔ لیکن اگر وہ چاہے تو نیکوں کو بھی دوزخ میں ڈال دے کسی کی کیا مجال جو اس کو کچھ بھی کہہ سکے۔

(۱۴۴) ☆ عفیر بضم عین مہملہ اور فتح فا موحدہ یہی صحیح ہے اور یہی معتبر نسخوں میں ہے اور قاضی عیاض نے جو اس کو غین معجمہ سے کہا ہے وہ متروک ہے۔ نووی نے کہا یہ وہ گدھا تھا جو رسول اللہؐ کی سواری کا تھا۔ بعضوں نے کہا وہ حجۃ الوداع میں مر گیا اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دوسری بار کا ہے اور پہلی حدیث میں جو مذکور ہے وہ اور بار کا ہے۔ اس لیے کہ پہلی حدیث میں پالان کا ذکر ہے اور پالان اونٹ پر ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ ایک ہی واقعہ ہو اور پہلی حدیث کا یہ مطلب ہو کہ میرے اور آپؐ کے درمیان میں صرف اتنا فاصلہ تھا جیسے پالان کی لکڑی۔

آپؐ نے معاذ بن جبلؓ سے فرمایا لوگوں کو خوشخبری مت سنا۔ ایسا نہ ہو وہ اس خوشخبری پر بھروسا کر بیٹھیں پھر اور نیک کام کرنا اور گناہوں سے بچنا چھوڑ دیں۔ اگرچہ توحید نجات کے لیے کافی ہے پر جہنم سے بالکل محفوظ رہنے کے لیے اور جنت میں اعلیٰ درجہ پانے کے لیے اعمال صالحہ کرنا اور برے کاموں سے بچنا ضروری ہے۔

۱۴۵- عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَا مُعَاذُ أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ)) قَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((أَنْ يُعْبَدَ اللَّهُ وَلَا يُشْرَكَ بِهِ شَيْءٌ)) قَالَ ((أَتَدْرِي مَا حَقُّهُمْ عَلَيْهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ)) فَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ)).

۱۴۵- معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے معاذؓ! تو جانتا ہے اللہ کا حق بندہ پر کیا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ حق یہ ہے کہ پوجا جاوے خدا اور شریک نہ کیا جاوے اس کے ساتھ کوئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا تو جانتا ہے بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ کرے۔ (یعنی ہمیشہ کا عذاب جیسے مشرکوں کو ہوگا)

۱۴۶- حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذًا يَقُولُ دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَجَبْتُهُ فَقَالَ ((هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى النَّاسِ)) نَحْوَ حَدِيثِهِمْ.

۱۴۶- اوپر والی حدیث کی طرح حدیث ہے لیکن ایک اور سند سے مروی ہے۔

۱۴۷- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ

۱۴۷- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر اور عمرؓ بھی تھے اور آدمیوں میں، اتنے میں رسول اللہ ﷺ اٹھے اور باہر تشریف لے گئے، پھر آپؐ نے ہمارے پاس آنے میں دیر لگائی تو ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو اکیلا پاکر نہ مار ڈالیں۔ ہم گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے میں گھبرایا تو میں آپؐ کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا اور بنی نجار

---

(۱۴۵) ☆ اور بعض نسخوں میں شیئاً ہے بنصب تو ترجمہ یہ ہوگا کہ پوجے بندہ اللہ کو اور اس کے ساتھ شریک نہ کرے کسی کو۔

(۱۴۷) ☆ حضرت ابوہریرہؓ نے دیکھا کہ ایک نالی بیر خارجہ یعنی باہر کنویں سے باغ کے اندر جاری ہے تو خارجہ کنویں کی صفت ہے اور بعضوں نے کہا کہ خارجہ ایک شخص کا نام ہے تو ترجمہ یہ ہوگا خارجہ کے کنویں سے یعنی پانی کی وہ نالی خارجہ کے کنویں سے آتی تھی۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے نبی کا خوشخبری والا پیغام عمرؓ کو سنایا تو حضرت عمرؓ نے میری چھاتیوں کے بیچ میں ایک ہاتھ مارا جس سے میں سرین کے بل گر پڑا۔ اس سے حضرت عمر کا قصد نہ تھا کہ ابوہریرہؓ کو گرا دیں یا ایذا پہنچائیں بلکہ ان کو اس کام سے باز رکھنا مقصود تھا اور ہاتھ سینہ پر اس لیے مارا کہ ان کو تنبیہ ہو اور وہ یہ کہنے سے باز رہیں۔ قاضی عیاض وغیرہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل بطور اعتراض کے نہ تھا رسول اللہؐ پر کیونکہ ابوہریرہؓ کے پیام میں سوا امت کے خوش کرنے کے اور کوئی بری بات نہ تھی۔ مگر حضرت عمرؓ نے ایسے پیام کو فاش کردینا خلاف مصلحت کے جانا کیونکہ وہ وقت سعی اور کوشش کا تھا دین میں اور تمام احکام الٰہی کا بجالانا علی الخصوص جہاد وغیرہ کا ترقی دین کے لیے اس وقت نہایت ضروری تھا اور اگر یہ خوش خبری سب کو پہنچ جاتی تو احتمال تھا کہ بہت لوگ تن آسانی کرتے اور اس پر بھروسہ کر کے سست ہو جاتے ☜

فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا فَلَمْ أَجِدْ فَإِذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ((أَبُوهُرَيْرَةَ)) فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((مَا شَأْنُكَ)) قُلْتُ كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هَذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهَؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِي فَقَالَ يَا ((أَبَا هُرَيْرَةَ)) وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ قَالَ ((اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ)) فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيتُ عُمَرُ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ

کے باغ کے پاس پہنچا۔ بنی نجار انصار میں سے ایک قبیلہ تھا۔ اس کے چاروں طرف دروازہ کو دیکھتا ہوا پھرا کہ دروازہ پاؤں تو اندر جاؤں۔ (کیونکہ گمان ہوا کہ شاید رسول اللہ ﷺ اس کے اندر تشریف لے گئے ہوں) دروازہ ملا ہی نہیں۔ (شاید اس باغ میں دروازہ ہی نہ ہوگا یا اگر ہوگا تو ابوہریرہؓ کو گھبراہٹ میں نظر نہ آیا ہوگا) دیکھا کہ باہر کنویں سے ایک نالی باغ کے اندر جاتی ہے۔ میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اس نالی کے اندر گھسا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپؐ نے فرمایا ابوہریرہؓ میں نے کہا جی ہاں یارسول اللہؐ! آپ نے فرمایا کیا حال ہے تیرا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ ہم لوگوں میں تشریف رکھتے تھے پھر آپ تشریف لے گئے اور آپ نے آنے میں دیر لگائی تو ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو ہم سے جدا دیکھ کر نہ ستائیں۔ ہم گھبرا گئے اور سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور اس باغ کے پاس آیا (دروازہ نہ ملا) تو اس طرح سمٹ کر گھس آیا جیسے لومڑی اپنے بدن کو سمیٹ کر گھس جاتی ہے اور سب لوگ میرے پیچھے آتے ہیں۔ آپؐ نے کہا اے ابوہریرہؓ! اور عنایت کیں مجھ کو اپنی جوتیاں (نشانی کے لیے تاکہ اور لوگ ابوہریرہؓ کی بات کو سچ سمجھیں) اور فرمایا میری یہ دونوں جوتیاں لے کر جا اور جو کوئی تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور وہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس بات پر دل سے یقین رکھتا ہو تو اس کو یہ سنا کر خوش کر دے کہ اس کے لیے جنت ہے۔ (ابوہریرہؓ نے کہا میں جوتیاں لے کر چلا) تو سب

ﷺ اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ آئے اور حضرتؐ سے یہ مصلحت بیان کی۔ آپؐ نے ان کی رائے کو ٹھیک سمجھا اور اسی پر عمل کیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رعیت کو امام کے حکم پر اعتراض کرنا پہنچتا ہے اور امام کو چاہیے کہ یا تو اس اعتراض کا معقول جواب دے کر رعیت کو خاموش کرے یا اپنے حکم کو موقوف رکھے۔ (نووی)

نوویؒ نے کہا یہ حدیث بہت سے فائدوں پر مشتمل ہے۔ ایک عالم کا بیٹھنا لوگوں کو سمجھانے اور دین کی باتیں بتانے کے لیے۔ دوسرے غیر کے ملک کے اندر جانا بغیر اس کی اجازت کے درست ہے جب یقین ہو اس بات کا کہ وہ ناراض نہ ہوگا۔ کیونکہ ابوہریرہؓ باغ کے اندر ﷺ

بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً وَرَكِبَنِي عُمَرُ فَإِذَا هُوَ عَلَى أَثَرِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ)) قُلْتُ لَقِيتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهِ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاسْتِي قَالَ ارْجِعْ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ((يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((فَخَلِّهِمْ)).

سے پہلے میں عمر رضی اللہ عنہ سے ملا انھوں نے پوچھا اے ابوہریرۃؓ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی جوتیاں ہیں۔ آپؐ نے یہ دے کر مجھ کو بھیجا ہے کہ میں جس سے ملوں اور وہ گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ کی دل سے یقین کر کے تو اس کو جنت کی خوشخبری دوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے ایک ہاتھ میری چھاتیوں کے بیچ میں مارا تو میں سرین کے بل گرا۔ پھر کہا اے ابوہریرۃؓ! رسول اللہؐ کے پاس لوٹ جا۔

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ کر چلا گیا اور رونے والا ہی تھا کہ میرے ساتھ پیچھے سے عمرؓ بھی آ پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرۃؓ! تجھے کیا ہوا۔ میں نے کہا میں عمرؓ سے ملا اور جو پیغام آپؐ نے مجھے دے کر بھیجا تھا پہنچایا۔ انھوں نے میری چھاتیوں کے بیچ میں ایسا مارا کہ میں سرین کے بل گر پڑا اور کہا لوٹ جا؟ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کہا تو نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ابوہریرۃؓ کو آپؐ نے اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص ملے اور وہ گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ کی دل سے یقین رکھ کر تو خوشخبری دو اس کو جنت کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ایسا نہ کیجئے کیونکہ میں ڈرتا ہوں لوگ اس پر تکیہ کر بیٹھیں گے۔ ان کو عمل کرنے دیجئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا ان کو عمل کرنے دو۔

چلے گئے اور حضرتؐ نے بھی منع نہیں کیا بلکہ جائز ہے دوسرے کے ہتھیار سے فائدہ اٹھانا اور دوسرے کا کھانا کھالینا اور اس کے جانور پر سواری کرنا اور کھانا اپنے گھر لے جانا اور اس کے مثل اور باتیں جو اس کو ناگوار نہ ہوں لیکن روپیہ پیسہ لینا درست نہیں جو ناگوار ہو۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس کی رضامندی کا یقین ہو اور جو شک ہو تو بغیر اذن کے تصرف درست نہیں۔ تیسرے امام کو نشانی دے کر کسی کو بھیجنا۔ چوتھے بعض دین کی باتیں چھپانا بنظر مصلحت یا خوف فساد۔ پانچویں تابع کا اعتراض کرنا متبوع پر اور تابع کی رائے قبول کرنا جب رائے ٹھیک ہو۔ چھٹے یہ قول درست ہونا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں اور بعض سلف نے اس کو مکروہ کہا ہے مگر وہ صحیح نہیں۔

١٤٨- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ ((**يَا مُعَاذُ**)) قَالَ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((**يَا مُعَاذُ**)) قَالَ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((**يَا مُعَاذُ**)) قَالَ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ ((**مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ**)) قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا قَالَ ((**إِذًا يَتَّكِلُوا**)) فَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا.

۱۴۸- انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبلؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے سواری پر' آپؐ نے فرمایا اے معاذؓ! انھوں نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور فرمانبردار ہوں آپ کا یارسول اللہؐ! آپؐ نے فرمایا اے معاذؓ! انھوں نے کہا حاضر ہوں یارسول اللہؐ! اور فرمانبردار ہوں آپ کا۔ آپؐ نے فرمایا اے معاذؓ! انھوں نے کہا حاضر ہوں یارسول اللہ! اور فرمانبردار ہوں آپ کا۔ آپؐ نے فرمایا جو بندہ گواہی دے اس بات کی کہ سوا خدا کے کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں تو اللہ حرام کرے گا اس کو جہنم پر۔ معاذؓ نے کہا یارسول اللہ! میں اس کی لوگوں کو خبر کر دوں' وہ خوش ہو جاویں۔ آپؐ نے فرمایا تب تو وہ تکیہ کر لیں گے اس پر۔ پھر معاذؓ نے گناہ سے بچنے کے لیے مرتے وقت یہ حدیث بیان کی۔

(۱۴۸) ☆ کیونکہ علم کا چھپانا اس طرح کہ وہ ضائع ہو جائے منع ہے۔ معاذؓ جب تک زندہ تھے تو یہ حدیث ضائع نہیں ہو سکتی تھی اور جب مرنے لگے تو ڈر ہوا کہ یہ حدیث بالکل تلف ہو جائے گی اس لیے انھوں نے بیان کر دیا اور حضرتؐ نے جو بیان کرنے سے منع کیا تھا وہ بطور تحریم کے نہ تھا بلکہ بطور مصلحت کے تھا یا ممانعت مشہور کرنے سے تھی نہ کہ خاص لوگوں سے بیان کرنے کی۔ ورنہ معاذ کو کیوں بتلاتے۔ شیخ ابن الصلاح نے کہا کہ رسول اللہؐ نے معاذ کو عام خوشخبری دینے سے منع کیا تھا اس ڈر سے کہ کہیں جاہل اور بے خبر آدمی سن کر دھوکہ نہ کھاوے اور تکیہ کر بیٹھے اور خود آپؐ نے یہ حدیث ان لوگوں کو بتلائی جن کے دھوکے میں پڑنے کا ڈر نہ تھا اور وہ صاحب علم اور معرفت تھے جیسے معاذ بن جبلؓ تو معاذ بھی اسی راہ پر چلے۔ انھوں نے بھی خاص آدمیوں کو جن کو اس لائق پایا یہ حدیث بتلائی اور ابوہریرہؓ کی روایت میں جو یہ منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے ان کو عام خوشخبری دینے کے لیے فرمایا تھا تو یہ پہلی رائے تھی جس کے بعد رائے بدل گئی اور رائے دینا یعنی اجتہاد رسول اللہ کو بھی درست تھا جیسے اور مجتہدوں کو درست ہے۔ پر آپ کو اور مجتہدوں پر فضیلت ہے کہ آپؐ خطا پر قائم نہیں رہتے تھے' فی الفور وحی سے اس کی اصلاح ہو جاتی برخلاف اور مجتہدوں کے کہ وہ خطا پر قائم رہتے ہیں اور جس شخص نے دین کی باتوں میں رسول اللہؐ کے لیے اجتہاد جائز نہیں رکھا وہ یہ کہتا ہے کہ شاید ابوہریرہؓ کو عام خوشخبری دینے کا حکم پہلے اترا ہو پھر حضرت عمرؓ کے سوال کے وقت دوسرا حکم اترا ہو جس سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ نووی نے کہا کہ رسول اللہؐ کے اجتہاد میں تفصیل ہے جو مشہور ہے لیکن دنیاوی امور میں تو آپ بالاتفاق اجتہاد کرتے تھے اور دین کی باتوں میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر جائز کہتے ہیں اجتہاد کو دین کی باتوں میں بھی کیونکہ آپؐ خدا سے پوچھ کر یقین حاصل کر سکتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ لڑائی کے کاموں میں اجتہاد جائز تھا اور باتوں میں نہیں۔ پھر جن علماء نے اجتہاد دین کی باتوں میں جائز رکھا ہے انھوں نے اختلاف کیا ہے کہ آیا اجتہاد آپؐ نے کیا بھی یا نہیں؟ اکثر نے کہا کہ کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ نہیں کیا اور بعضوں نے توقف کیا اس مسئلہ میں۔ پھر جن لوگوں نے کہا کہ اجتہاد کیا ہے انھوں نے اختلاف کیا ہے کہ خطا آپؐ سے ہو سکتی تھی یا نہیں؟ محققین کا یہ قول ہے کہ خطا آپ سے نہیں ہو سکتی تھی اور اکثر لوگوں کا یہ قول ہے کہ خطا ہوتی تھی پر آپؐ اس خطا پر قائم نہیں رہتے تھے اور یہ مقام اس کی تفصیل کا نہیں ہے۔

۱۴۹- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ حَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عِتْبَانَ فَقُلْتُ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي فَتُصَلِّيَ فِي مَنْزِلِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى قَالَ فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدَخَلَ وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابُهُ يَتَحَدَّثُونَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ أَسْنَدُوا عُظْمَ ذَلِكَ وَكُبْرَهُ إِلَى مَالِكِ بْنِ دُخْشُمٍ قَالُوا وَدُّوا أَنَّهُ دَعَا عَلَيْهِ فَهَلَكَ وَوَدُّوا أَنَّهُ أَصَابَهُ شَرٌّ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ وَقَالَ ((أَلَيْسَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ)) قَالُوا إِنَّهُ يَقُولُ ذَلِكَ وَمَا هُوَ فِي قَلْبِهِ قَالَ ((لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَيَدْخُلَ النَّارَ أَوْ تَطْعَمَهُ)) قَالَ أَنَسٌ فَأَعْجَبَنِي هَذَا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ لِابْنِي اكْتُبْهُ فَكَتَبَهُ.

۱۴۹- انس بن مالکؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمود بن ربیع نے انھوں نے سنا عتبان بن مالکؓ سے۔ محمودؓ نے کہا کہ میں مدینہ میں آیا تو عتبانؓ سے ملا اور میں نے کہا ایک حدیث ہے جو مجھے پہنچی ہے تم سے تو بیان کر واس کو۔ عتبان نے کہا میری نگاہ میں فتور ہو گیا۔ (دوسری روایت میں ہے کہ وہ اندھے ہو گئے اور شاید ضعف بصارت مراد ہو) میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں آپؐ میرے مکان پر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو مصلّٰی بنالوں (یعنی ہمیشہ وہیں نماز پڑھا کروں اور یہ درخواست اس لیے کی کہ آنکھ میں فتور ہو جانے کی وجہ سے مسجد نبویؐ میں ان کا آنا دشوار تھا) تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور جن کو خدا نے چاہا اپنے اصحاب میں سے ساتھ لائے۔ آپؐ اندر آئے اور نماز پڑھنے لگے اور آپکے اصحاب آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ (منافقوں کا ذکر چھڑ گیا تو ان کا حال بیان کرنے لگے اور ان کی بری باتیں اور بری عادتیں ذکر کرتے تھے) پھر انھوں نے بڑا منافق مالک بن دخشم کو کہا یا مالک بن دخیشم یا مالک بن دخشن یا دخیشن اور چاہا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے لیے بددعا کریں وہ مر جائے اور اس پر کوئی آفت اترے۔ (تو معلوم ہوا کہ بدکاروں کے تباہ ہونے کی آرزو کرنا برا نہیں) اتنے میں رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کیا وہ (یعنی مالک بن دخشم) اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ سوا خدا کے کوئی سچا معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا

(۱۴۹) ☆ نووی نے کہا اس حدیث کی اسناد میں دو عجیب باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تین صحابی برابر ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں وہ انسؓ ہیں اور محمودؓ اور عتبانؓ۔ دوسرے یہ کہ بڑے نے چھوٹے سے روایت کی۔ انسؓ بڑے ہیں محمودؓ سے سن اور علم اور مرتبہ میں۔
(انھوں نے یعنی صحابہ نے مالک بن دخشم کو بڑا منافق کہا) صحابہ نے نفاق میں اول درجہ کا اس شخص کو قرار دیا حالانکہ یہ بدر میں شریک تھا اور لڑائیوں میں اور نفاق اس کا ثابت نہیں ہوا بلکہ خود حضرتؐ نے اس کو مومن قرار دیا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ لا الہ الا اللہ محض خدا کے واسطے کہتا ہے۔

وہ تو اس بات کو زبان سے کہتا ہے لیکن دل میں اس کے یقین نہیں۔ آپؐ نے فرمایا جو گواہی دیوے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی پھر وہ جہنم میں نہ جائے گا یا اس کو انگارے نہ کھائیں گے۔ انسؓ نے کہا یہ حدیث مجھ کو بہت اچھی معلوم ہوئی تو میں نے اپنے بیٹے سے کہا اس کو لکھ لے۔ اس نے لکھ لیا۔

١٥٠- عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ عَمِيَ فَأَرْسَلَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ فَخُطَّ لِي مَسْجِدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ قَوْمُهُ وَنُعِتَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُمِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ.

١٥٠- انسؓ سے روایت ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عتبان بن مالکؓ نے۔ وہ اندھے ہو گئے تھے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے مکان پر تشریف لائیے اور مسجد کی ایک جگہ مقرر کر دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ آئے اور آپؐ کے لوگ آئے پر ایک شخص غائب تھا جس کو مالک بن دخیشمؓ کہتے تھے۔ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَإِنْ ارْتَكَبَ الْمَعَاصِيَ الْكَبَائِرَ

باب : جو شخص اللہ کی خدائی، اسلام کے دین اور محمد ﷺ کی پیغمبری پر راضی ہو وہ مومن ہے اگرچہ کبیرہ گناہ کر بیٹھے

١٥١- عَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ

١٥١- عباس بن عبدالمطلبؓ سے روایت ہے انھوں نے رسول

(١٥٠) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں کچھ اوپر گزریں۔ ایک بات یہ ہے کہ آثار صالحین کے ساتھ تبرک کرنا درست ہے۔ دوسرے یہ کہ علماء اور فضلاء اور مشائخ کو اپنے مریدوں اور شاگردوں کے گھر جانا اور ان سے ملنا بہتر ہے۔ تیسرے مفضول کو فاضل سے کچھ درخواست کرنا کسی مصلحت سے درست ہے۔ چوتھے نماز پڑھنے والے کے سامنے باتیں کرنا درست ہے اگر نمازی کا حرج نہ ہو۔ پانچویں جو شخص ملاقات کو جائے اس کو امامت درست ہے اگر صاحب خانہ رضامند ہو۔ چھٹے حاکم اور امام سے کسی شخص کا حال بیان کر دینا جب اس سے ضرر کا خوف ہو درست ہے۔ ساتویں حدیث کا لکھنا درست ہے کیونکہ انس نے اپنے بیٹے سے کہا لکھ لے اس کو۔ لکھ لینا مستحب ہے اور حدیث لکھنے سے ممانعت بھی آئی ہے اور اجازت بھی۔ ممانعت تو اس کے لیے ہے جو یاد نہ کرے صرف لکھنے پر بھروسا رکھے حالانکہ اس کو یاد کرنے کی طاقت ہو اور اجازت اس کے لیے ہے جو یاد نہ رکھ سکے اور بعضوں نے کہا ممانعت اس وقت تھی جب حدیث کے مل جانے کا ڈر تھا قرآن کے ساتھ پھر اجازت ہوئی اور پہلے سلف صحابہؓ اور تابعین میں اختلاف تھا حدیث کی کتابت میں لیکن بعد میں کتابت کے درست ہونے پر امت کا اجماع ہو گیا۔ آٹھویں امام یا عالم کو اپنے آدمی کے ساتھ لے جانا درست ہے ملاقات کے لیے یا دعوت میں۔ انتہی باختصار۔

(١٥١) ☆ نووی نے نقل کیا صاحب "تحریر" سے راضی ہونا یعنی قناعت کرنا اور کافی جاننا اور کچھ نہ چاہنا تو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سوا خدا کے اور کسی کو طلب نہ کرے اور سوا اسلام کے دوسرے کفر کے راستوں پر نہ چلے اور حضرتؐ کی شریعت کے موافق رہے پھر جس میں ☜

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا)).

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے ایمان کا مزا چکھا اس نے جو راضی ہو گیا خدا کی خدائی پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کی پیغمبری پر۔

ﷺ یہ صفات ہو نگی بے شک ایمان کی حلاوت اس کے دل میں معلوم ہو گی اور وہ اس کا مزا چکھے گا۔

قاضی عیاضؒ نے کہا مزا چکھنے سے یہ مراد ہے کہ اس کا ایمان صحیح ہو گا اور اس کے دل کو اطمینان ہو گا۔ اس واسطے کہ جب وہ ان چیزوں سے راضی ہوا تو یہ دلیل ہے اس کے کمال معرفت اور نفاذ بصیرت کی اور اس کے ساتھ اس کا دل بھی خوش ہو گا اس لیے کہ جو شخص کسی چیز سے راضی ہو تا ہے تو وہ اس پر سہل ہوتی ہے۔ اسی طرح جب مومن کے دل میں ایمان بیٹھ جاتا ہے تو تمام عبادتیں اور طاعتیں اس پر آسان ہو جاتی ہیں اور لذت دیتی ہیں۔ تحفۃ الاخیار میں ہے کہ خدا کی خدائی پر راضی ہونے کی یہ نشانی ہے کہ اس کی قضا اور قدر پر راضی رہے' رنج اور تکلیف اور مصیبت میں اس کا گلہ شکوہ نہ کرے اور دین اسلام پر راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسلام کے احکام پر مضبوط ہو جائے' کفر کی رسومات کے گرد نہ پھٹکے اور حضرت کی پیغمبری پر راضی ہونے کی یہ پہچان ہے کہ حضرت کی سنت پر چلے اور بدعت سے عداوت رکھے اور جس کو یہ بات حاصل نہیں اسکو ایمان کے مزے کی خبر نہیں۔ انتہی

مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرتؐ نے ایک بڑے مرتبہ کی طرف اشارہ کیا جو عام مومنوں اور مسلمانوں کو حاصل نہیں' پھر دنیا میں ان کو ایمان کی حلاوت اور لذت کچھ نہیں ہے۔ وہ تمام عبادتیں اور طاعتیں جو کرتے ہیں تو جہنم کے ڈر سے نفس پر زور ڈال کے کرتے ہیں اور دین کے احکام بجالانا ان کے نزدیک ایسے ہی دشوار ہیں جیسے بھاری پتھر ڈھونا اور کوئی محنت شاقہ کرنا جس کو دل نہ چاہتا ہو پر پیٹ کی خاطر یا کسی سے ڈر کر انسان کرتا ہے۔ قہر درویش بر جان درویش۔ پہلے ہر مسلمان کو اسی طرح ریاضت اور محنت کر کے نفس کی بری خواہشوں اور تن آسانی اور آرام طلبی کو توڑنا چاہیے۔ پر ان باتوں کا مزا بہت آگے چل کر کتنے دنوں کے بعد حاصل ہو گا جب اس کا نفس تکرار عمل سے یعنی بار بار نیک کام کرنے سے ان کاموں کا عادی ہو جائے گا تو اس کو ان کاموں میں ایک لذت پیدا ہو گی اور ایک مزا حاصل ہو گا۔ جیسے انسان پہلے کسرت کرتا' ڈنڈ پیلتا یا مگدر ہلاتا ہے تو چند روز کیسے ناگوار گزرتے ہیں' پھر ان میں ایسا مزا آنے لگتا ہے کہ انکا چھوڑنا دشوار گزرتا ہے اور بے کسرت کے چین نہیں پڑتا۔ یہ تو جسمانی قویٰ اور حرکات کی لذت ہے جو عادت ہونے کے بعد چھوٹ نہیں سکتی۔ ایمان جو روحانی لذت ہے اس کا مزا اور ذائقہ کس قدر ہو گا؟ قیاس کرنا چاہیے۔ پر اس کا بیان کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اس کو تو وہی جانے جس نے اس کا مزا چکھا ہو۔ آدمی جب دنیا میں مدت تک بسر کرتا ہے اور دنیا کے انقلابات اور حرکات اور تغیرات میں غور کرتا رہتا ہے تو اس کو ایک خلجان اور اضطراب پیدا ہوتا ہے اور چونکہ وہ اسباب خیر اور راحت اور خوشی کی جمع کرنا چاہتا ہے پر اسباب کی تشخیص شناخت میں غلطی کرتا ہے تو ہر مرتبہ اس کی کوشش رائیگاں اور اس کی سعی برباد ہونے سے اس کو وحشت پیدا ہوتی جاتی ہے اخیر میں ایک ایسا تشتت اور اضطراب اس کے دل کو ہو جاتا ہے کہ معاذ اللہ' اکثر دنیادار اسی عارضے میں گرفتار ہیں' ان کو دم بھر چین نہیں' ان کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ ان کو دنیا ہی میں وہ عذاب الیم ہے کہ خدا کی پناہ۔ جب کسی شخص کا یہ حال ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ برائے نام مومن ہے جو کلمات ایمان کو طوطے کی طرح کہتا ہے پر دل میں اس کے نور ایمان بالکل نہیں اور رضا بالقدر کا مرتبہ اس کو حاصل نہیں جس نے خداوند کریم کو اپنا مالک پروردگار مربی سرپرست ہر طرح کی حاجتیں برلانے والا' سب کے کام نکالنے والا' برے اور اچھے کی خبر لینے والا' تمام ضروریات کا بندوبست کرنے والا' تمام ایذاؤں اور تکلیفوں سے بچانے والا سمجھا اور دل سے اس پر یقین کیا اور سب مقاصد اور مطالب کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا وہ خدا کی خداوندی سے راضی اور خوش ہوا۔ اب کیا ممکن ہے کہ دنیا کے تغیرات سے اس کو رتی برابر رنج یا اضطراب پیدا ہو وہ تو اپنے مالک کے ارادوں پر اور اس کے کاموں پر دل سے خوش ہے اور جو انتظام پروردگار قائم کرتا وہی اس کا عین مطلب اور مقصد ہے۔ پھر اس کو کیا تکلیف اور رنج کیسا اور خفقان کیسا ۔ کارساز ما بفکر کار ما فکر ما در کار ما آزاد ما

بَاب بَيَانِ عَدَدِ شُعَبِ الْإِيمَانِ وَأَفْضَلِهَا وَأَدْنَاهَا وَفَضِيلَةِ الْحَيَاءِ وَكَوْنِهِ مِنْ الْإِيمَانِ

باب: ایمان کی شاخوں کا بیان، کون سی شاخ افضل ہے اور کون سی ادنی، شرم وحیا کی فضیلت اور اس کا ایمان میں داخل ہونے کا بیان

۱۵۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنْ الْإِيمَانِ)).

۱۵۲- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ستر پر کئی شاخیں ہیں اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

(۱۵۲) ☆ دوسری روایت میں ساٹھ پر کئی شاخیں ہیں مگر اس میں راوی کو شک ہے کہ ستر پر کئی شاخیں ہیں یا ساٹھ پر کئی شاخیں اور بخاری نے بغیر شک کے ساٹھ پر کی روایت کی اور ابوداؤد اور ترمذی نے ستر پر کئی بغیر شک کے اور ایک روایت میں ترمذی کی ایمان کے چونسٹھ دروازے منقول ہیں اور علماء نے اختلاف کیا ہے کہ صحیح کون سی روایت ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ صحیح ساٹھ پر کئی شاخیں ہیں۔ شیخ ابن الصلاح نے کہا کہ یہ شک سہیل راوی کی طرف سے واقع ہوا ایسا ہی کہا بیہقی نے اور سہیل سے ستر پر کئی شاخیں بغیر شک کے بھی منقول ہیں اور راجح کون سی روایت ہے یہ مختلف فیہ ہے۔ کسی نے کم کی روایت کو ترجیح دی ہے کسی نے زیادہ کی روایت کو۔

حدیث میں بضع کا جو لفظ آیا ہے تو اس کے معنوں میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ کسی نے کہا بضع تین سے دس تک کو کہتے ہیں۔ کسی نے کہا تین سے نو تک کو۔ خلیل نے کہا بضع سات کو کہتے ہیں۔ کسی نے کہا دو سے دس تک کو اور بارہ سے بیس تک کو اور شعبہ سے مراد ایک ٹکڑا ہے تو معنی حدیث کے یہ ہیں کہ ایمان ستر پر کئی خصلتوں کا نام ہے قاضی عیاض نے کہا اوپر یہ بات گزر چکی ہے کہ ایمان لغت میں یقین کرنے کو کہتے ہیں اور شرع میں دل سے یقین کرنے کو اور زبان سے اقرار کرنے کو۔ اور شرع کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اعمال کو کہتے ہیں جیسے ایک حدیث میں ہے کہ سب سے افضل خصلت ایمان کی کلمہ توحید پر یقین کرنا ہے اور سب سے کمتر راہ میں سے ایذا دینے والی چیز ہٹا دینا۔

اور ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ کمال ایمان کا اعمال سے اور اتمام ایمان کا عبادات سے ہے اور عبادات کا کرنا اور ان سب شاخوں کا ملانا تصدیق کا تمہ ہے اور دلیل ہے تصدیق کی اور یہ خصلتیں ان ہی کی ہیں جو تصدیق رکھتے ہیں تو وہ ایمان سے خارج نہیں ہیں 'نہ ایمان شرعی سے نہ لغوی سے اور رسول اللہؐ نے اس بات کو بتلایا کہ افضل ان سب خصلتوں میں توحید ہے جو ہر شخص پر واجب ہے اور کوئی شاخ بغیر اس کے قائم نہیں رہ سکتی گویا یہ جڑ ہے۔ اور سب سے کمتر خصلت یہ ہے کہ جس چیز سے مسلمانوں کو ضرر پہنچنے کا گمان ہو جیسے کانٹا وغیرہ وہ راہ سے ہٹا دینا اور ان دونوں کے بیچ میں بہت سے خصلتیں ہیں جو کوشش کرنے سے معلوم ہو سکتی ہیں اور بعضوں نے اس میں کوشش کی ہے مگر ان پر یقین نہیں ہو سکتا کہ وہی رسول اللہؐ کے دل میں تھیں اور ان کا نہ پہچاننا ایمان میں کچھ نقصان نہیں کرتا اس واسطے کہ اصول اور فروع ایمان کی سب معلوم اور محقق ہو چکی ہیں البتہ اجمالاً یقین کرنا کہ ایمان کے خصائل اس قدر ہیں ضروری ہے۔ قاضی عیاض کا کلام ختم ہوا۔

حافظ ابن حبانؒ نے کہا میں نے اس حدیث میں ایک مدت تک غور کیا اور عبادت اور اطاعات کا شمار کیا تو وہ ستر پر کئی سے بہت زیادہ ہیں۔ پھر میں نے حدیثوں کی طرف رجوع کیا اور جن عبادتوں کو رسول اللہؐ نے ایمان میں شمار کیا ہے ان کو جوڑا تو وہ ستر پر کئی سے کم ہوتی ہیں۔ آخر میں رجوع ہوا اللہ کی کتاب کی طرف اور اس کو غور سے پڑھا اور جن عبادتوں کو اللہ نے ایمان میں داخل کیا ہے ان کو جوڑا تو وہ بھی ستر پر کئی سے کم ہوئی ہیں۔ پھر میں نے قرآن اور حدیث کو ملایا اور جو عبادتیں مکرر ملیں ان کو نکال ڈالا تو اللہ اور اس کے رسول کی بیان کی ہوئی تب

١٥٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ)).

۱۵۳- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ستر پر کئی یا ساٹھ پر کئی شاخیں ہیں۔ ان سب میں افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ ان سب میں راہ میں سے موذی چیز کا ہٹانا ہے اور حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔

١٥٤- عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ ((اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ)).

دوسری روایت میں ہے:

مَرَّ بِرَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَعِظُ أَخَاهُ

۱۵۴- سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ ایک شخص اپنے بھائی کو حیاء کے باب میں نصیحت کر رہا تھا فرمایا (جانے دے یعنی حیاء سے مت منع کر)۔ (بخاری) حیا ایمان میں داخل ہے۔

یعنی آپ ایک انصاری پر گذرے جو اپنے بھائی کو نصیحت کرتا رہا تھا۔

١٥٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ

۱۵۵- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

تک عبادتیں ملا کر ستر پر نو ہوئیں نہ زیادہ نہ کم۔ جب میں نے یقین کیا کہ مراد آپ کی یہ عبادتیں ہیں۔ اور ابن حبان نے ان سب عبادتوں کو اپنی کتاب شعب الایمان میں بیان کیا ہے اور اس فن میں سب سے عمدہ کتاب منہاج ہے ابو عبداللہ حلیمی کی اور کتاب شعب الایمان ہے امام بیہقی کی اور ابن حبان نے کہا کہ ساٹھ پر کئی کی روایت بھی صحیح ہے اس لیے کہ عرب کے لوگ گنتی بیان کرتے ہیں اور اس سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ اس سے بڑھ کر اور نہیں ہیں۔ (انتہی کلام النووی) السراج الوہاج میں مولانا سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ شعب الایمان بیہقی کا خلاصہ امام قزوینی نے کیا ہے پھر میں نے قزوینی کے خلاصہ کا خلاصہ کیا ہے اور اس کا نام الروض الخصیب رکھا۔

(۱۵۳) ☆ اور ایک روایت میں ہے کہ حیا ایمان میں ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حیا سے نہیں ہوتی مگر بھلائی۔ ایک روایت میں ہے کہ حیا بالکل خیر ہے۔ واحدی نے کہا کہ حیا اور استحیاء دونوں حیات سے نکلے ہیں اور حیا انسان کی قوت حیات ہے۔ تو جس شخص کا احساس لطیف او رحیات قوی ہے اسی کو حیا ہوتی ہے۔ جنید بغدادی نے کہا کہ حیا نعمتوں کا دیکھنا اور اپنے قصوروں پر نظر کرنا ہے یعنی خدا کے احسانات اور اپنی تقصیرات پر غور کرنا اس سے ایک حالت پیدا ہوتی ہے جس کو حیا کہتے ہیں اخلاق میں فضائل نفس تین رکھے ہیں عفت اور شجاعت اور عدالت پھر حیا عفت کا ایک شعبہ ہے۔ ابو علی بن مسکویہ نے کتاب الطہارۃ میں کہا کہ حیا نفس کا بری باتیں کرنے سے رک جانا ہے اور برائی سے پرہیز کرنا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا حیا تو ایک خلقی صفت ہے پھر اس کو ایمان میں داخل کیا اس لیے کہ کبھی حیا پیدا ہوتی ہے ریاضت اور کسب سے جیسے اخلاق حسنہ ریاضت سے حاصل ہوتے ہیں اور کبھی خلقی ہوتی ہے لیکن حیا کا استعمال قانون شرع کے موافق محتاج ہوتا ہے کسب اور نیت اور علم کی طرف تو وہ ایمان میں ہے اور دوسرے یہ کہ حیا نیک کام کراتی ہے اور گناہوں سے باز رکھتی ہے۔ لیکن یہ جو فرمایا کہ حیا بالکل خیر ہے اور نہیں ہوتی اس سے مگر خیر تو اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ بعض وقت حیا کی وجہ سے انسان حق بات کہنے سے رک جاتا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کرتا ہے اور کبھی حیا کی وجہ سے اس کے حقوق تلف ہو جاتے ہیں تو خیر محض کیونکر ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حیا نہیں ہے یہ تو عجز اور ناتوانی ہے۔ اس کو حیا بعضوں نے مجازاً کہا ہے لیکن حقیقتاً حیا اس خلق کا نام ہے جو بری بات سے روکتی ہے اور اچھی بات کی طرف بلاتی ہے اور کسی حقدار کے حق میں قصور کرنے سے منع کرتی ہے اور جنید کا قول اس پر دلالت کرتا ہے۔ (نووی)

الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَرَّ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَعِظُ أَخَاهُ.

١٥٦- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ((الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ)) فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ وَقَارًا وَمِنْهُ سَكِينَةً فَقَالَ عِمْرَانُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صُحُفِكَ.

۱۵۶- عمران بن حصین حدیث بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا سے نہیں ہوتی مگر بہتری۔ بشیر بن کعب نے کہا حکمت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حیا ہی سے وقار ہوتا ہے اور حیا سے سکینہ ہوتا ہے۔ عمران نے کہا میں تو تجھ سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اپنی کتابوں کی باتیں بیان کرتا ہے۔

١٥٧- عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي رَهْطٍ مِنَّا وَفِينَا بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَنَا عِمْرَانُ يَوْمَئِذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ قَالَ أَوْ قَالَ ((الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ)) فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّا

۱۵۷- ابو قتادہ سے روایت ہے ہم عمران بن حصین کے پاس ایک رہط میں تھے ہمارے لوگوں میں سے (رہط کہتے ہیں دس سے کم مردوں کی جماعت کو) اور ہمارے لوگوں میں بشیر بن کعب (ابن ابی الحمیری عدوی ابو ایوب بصری) بھی تھے۔ عمران نے ایک دن حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیا خیر ہے۔ بشیر بن کعب نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یا حکمت میں دیکھا ہے کہ حیا

---

(۱۵۶) ☆ وقار کہتے ہیں سوچ سمجھ کر ایک کام کرنے کو اور اس کے خلاف چھچھورا پن ہے کہ جلدی سے جو خیال میں آئے کرنے لگے اور اس کا انجام نہ سوچے جیسے جانوروں کا حال ہے اور سکینہ بھی وہی وقار کو کہتے ہیں یعنی سکون نفس اور ثبات حرکات کے وقت اور اس کے خلاف میں ہیں اضطراب اور عجلت۔

(عمران بن حصین نے بشیر بن کعب سے کہا کہ میں تو تجھ سے رسول اللہ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اپنی کتابوں کی باتیں بیان کرتا ہے) یعنی قرآن وحدیث کے سامنے حکیموں کے اقوال بیان کرنا بے موقع ہے۔ گو حکیم بڑے دانشمند اور عقیل تھے مگر پھر بھی ان سے ہزاروں طرح کی غلطیاں ہوئی ہیں۔ حکیم کا رتبہ پیغمبر سے بہت کم ہے۔ اسی طرح حکمت کا رتبہ نبوت سے بہت کمتر ہے۔ پھر پیغمبرؐ کا قول جب مل جائے تو اب حکیموں کی بات ڈھونڈنا بے کار ہے۔

(۱۵۷) ☆ ایک حیا ضعف نفس ہے یعنی بودا پن اور ڈرپوک پنا' پست حوصلگی جس کے دل میں طاقت نہیں ہوتی' خون اس میں کم ہوتا ہے۔ اس کو یہ صفت اکثر لاحق ہوتی ہے۔ اس کو عربی میں عجز اور خور اور مہابۃ بھی کہتے ہیں۔ اس صفت کی وجہ سے انسان میں دنایت اور لئامت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے حقوق کو پورا پورا حاصل نہیں کر سکتا' ڈرتا ہے آخر جو مل جاتا ہے اسی پر قناعت کرتا ہے اور دم نہیں مارتا بلکہ اپنے حقوق کو حاصل کرنے میں کوشش بھی نہیں کرتا۔ اکثر ہندوستان کے لوگ اس بری صفت میں مبتلا ہیں اور یہ اخلاق بہیمیہ میں سے ہے جس سے حکیم ہمیشہ منع کرتے چلے آئے ہیں اور در حقیقت یہ حیا نہیں ہے جو صفات حمیدہ اور اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ پر بعضوں نے اس پر حیا کا اطلاق مغالطہ سے یا مجازاً کیا ہے۔ دیوجانس حکیم جو یونان میں تھا اس نے بھی کہا ہے کہ حیا ضعف نفس سے پیدا ہوتی ہے اور اس کو ترک کرنا چاہیے۔ مراد اس کی لفظ

لَنَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَوْ الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً وَوَقَارًا لِلَّهِ وَمِنْهُ ضَعْفٌ قَالَ فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتَّى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ وَقَالَ أَلَا أُرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُعَارِضُ فِيهِ قَالَ فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ قَالَ فَأَعَادَ بُشَيْرٌ فَغَضِبَ عِمْرَانُ قَالَ فَمَا زِلْنَا نَقُولُ فِيهِ إِنَّهُ مِنَّا يَا أَبَا نُجَيْدٍ إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ.

کی ایک قسم تو سکینہ اور وقار ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور ایک حیا ضعف نفس ہے۔ یہ سن کر عمران کو غصہ آیا ان کی آنکھیں لال ہو گئیں اور انھوں نے کہا میں تو رسول اللہؐ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اس کے خلاف بیان کرتا ہے ابو قتادہ نے کہا عمران نے پھر دوبارہ اسی حدیث کو بیان کیا۔ بشیر نے پھر دوبارہ وہی بات کہی جب تو عمران غصے ہوئے۔ (اور انھوں نے قصد کیا بشیر کو سزا دینے کا) ہم سب کہنے لگے اے ابا نجید! (یہ کنیت ہے عمران بن حصین کی) بشیر ہم میں سے ہے (یعنی مسلمان ہے) اس میں کوئی عیب نہیں (یعنی وہ منافق یا بے دین یا بدعتی نہیں جیسے تم نے خیال کیا)

١٥٨- حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا أَبُو نَعَامَةَ الْعَدَوِيُّ قَالَ سَمِعْتُ حُجَيْرَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَدَوِيَّ يَقُولُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ.

١٥٨- اوپر والی حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

ف: حیا سے بھی صفت رذیلہ ہے نہ کہ وہ حیا جو انسان کو بری باتوں سے روکتی ہے۔ وہ تو بالاتفاق عمدہ صفت ہے۔

(عمران بن حصین نے بشیر بن کعب سے کہا میں تو رسول اللہ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اس کے خلاف بیان کرتا ہے) ہر چند حدیث میں جو مطلب ہے وہ بالکل صحیح ہے کیونکہ مراد حضرتؐ کی حیا سے وہی صفت ہے جو اخلاق فاضلہ میں سے ہے جس کا بیان ابھی ہوا اور جو انسان کو قبائح اور معاصی سے روکتی ہے اور بالکل خیر ہے' سراسر بہتری ہے اور حکمت کی رو سے جو امر ثابت ہے وہ بھی صحیح ہے۔ اس لیے کہ حکیموں نے اس حیا کو برا نہیں کہا بلکہ ضعف نفس کو جو در حقیقت حیا میں داخل نہیں ہے اور دونوں قولوں میں کسی قسم کے تعارض کے خلاف نہیں ہے۔ پر چونکہ بشیر نے حیا کا اطلاق اس بری صفت پر بھی کیا اور حیا کو دو قسموں پر تقسیم کیا ایک عمدہ اور ایک بری اور حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ حیا بالکل خیر ہے۔ تو بظاہر گویا حدیث کے خلاف میں ایک بات کہی اور حکمت کی بات کو حدیث کے مقابلہ میں بیان کیا اس لیے عمران غصہ ہوئے۔ السراج الوہاج میں ہے کہ اکثر سلف بلکہ خلف کے صلحاء نے ایسا ہی غصہ اور انکار کیا ہے اس شخص پر جو رسول اللہؐ کے مقابلہ میں کسی اور کا قول بیان کرے اگرچہ وہ کیسے ہی بلند درجہ کا شخص ہو۔ اس لیے کہ کسی صحابی یا ولی یا مجتہد کا درجہ اور مرتبہ حضرتؐ کے برابر نہیں ہو سکتا پھر اس کی بات بھی حضرتؐ کے ارشاد کے خلاف میں محض بے وقعت اور بے اعتبار ہے اور حاصل یہ ہے کہ سوا حضرتؐ کے اور جتنے لوگ ہیں سب کے اقوال میں سے کچھ لینے کے قابل ہیں اور کچھ چھوڑنے کے قابل بقول "خذما صفا ودع ما کدر." اور مجھے تعجب ہوتا ہے اس شخص پر جو ایمان لاوے اللہ پر اور اس کے رسول پر اور قیامت پر کہ اس کا دل کیونکر مانتا ہے جب وہ حدیث سن لیوے رسول اللہ کی پھر اور کسی کی امت میں سے بات ماننے یا سننے اور اس کی بات کو مقدم کرے رسالت مآبؐ کی بات پر جن کی شان میں یہ آیت اتری وما ینطق عن الھویٰ○ ان ھو الا وحی یوحیٰ ○

بَابُ جَامِعِ أَوْصَافِ الْإِسْلَامِ

١٥٩ - عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ رضي الله عنه قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ غَيْرَكَ قَالَ ((قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ فَاسْتَقِمْ)).

باب: جامع اوصاف اسلام کا بیان

۱۵۹- سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ سے روایت ہے میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے اسلام میں ایک ایسی بات بتادیجئے کہ پھر میں اس کو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر جمارہ ابو اسامہ کی روایت میں ہے آپ کے سوا کسی سے۔

بَابُ بَيَانِ تَفَاضُلِ الْإِسْلَامِ وَأَيُّ أُمُورِهِ أَفْضَلُ

١٦٠ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ

باب: خصائل اسلام کی فضیلت اور اس بات کا بیان کہ اسلام میں کون سے کام افضل ہیں۔

۱۶۰- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول

---

(۱۵۹) ☆ قاضی عیاض نے کہا یہ حدیث جوامع الکلم میں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول ان الذین قالو ا ربنا اللہ ثم استقاموا کے مطابق ہے یعنی جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے یعنی توحید کی اللہ جل جلالہ کی اور اس پر ایمان لائے اور جمے رہے یعنی توحید سے ڈگے نہیں اور شرک میں نہ پھنسے اور انھوں نے اللہ جلالہ کی اطاعت لازم کرلی یہاں تک کہ اسی حال میں مرے اور یہی تفسیر ہے اس آیت کی اکثر مفسرین صحابہ کرام فمن بعد ہم کے مطابق اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے قاضی کا کلام تمام ہوا۔

ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس قول میں فاستقم کما امرت کہ رسول اللہؐ پر سارے قرآن میں کوئی آیت اس سے زیادہ دشوار اور سخت نہیں اتری اور اسی واسطے جب صحابہؓ نے آپ سے کہا آپ جلد بوڑھے ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود اور اس کے مانند اور سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

استاذ ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے استقامت وہ درجہ ہے جس سے سب کام پورے اور کامل ہوتے ہیں اور اسی صفت سے تمام بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں اور ان کا انتظام ہوتا ہے اور جس شخص میں استقامت اور استقلال نہ ہو اس کی کوشش سب رائیگاں ہے اور اس کی سعی سب بے نتیجہ ہے بعضوں نے کہا استقامت ایسی صفت ہے کہ اس کو بڑے بڑے ہی لوگ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ رسومات کے ترک سے اور خلاف شریعت عادات کے چھوڑنے سے اور خلوص و صدق کے ساتھ خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے حاصل ہوتی ہے اسی واسطے رسول اللہؐ نے فرمایا استقامت کرو اور تم ہرگز سب نیکیاں نہ کر سکو گے۔

واسطی نے کہا استقامت وہ خصلت ہے جس سے ساری نیکیاں پوری ہوتی ہیں اور اس کے نہ ہونے سے سب نیکیاں بری ہو جاتی ہیں اور مسلم نے اپنی صحیح میں سفیان بن عبداللہ ثقفی سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے اور اس حدیث کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ میں نے کہا یارسول اللہؐ! مجھے سب سے زیادہ کس چیز سے ڈرنا چاہیے آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اس سے کیونکہ اکثر گناہ زبان ہی سے صادر ہوتے ہیں اور اکثر آفتیں اور بلائیں انسان پر زبان سے آتی ہیں اور شروع تربیت کا حکماء میں یہی ہے کہ پہلے انسان اپنی زبان کو قابو میں کرے اور دیکھتا رہے کہ اس کی زبان سے جو باتیں نکل رہی ہیں وہ مناسب ہیں یا غیر مناسب اور لازم ہے کہ مصلحت کے خلاف کوئی بات زبان سے نہ نکالے۔

(۱۶۰) ☆ کون سا اسلام بہتر ہے یعنی اسلام کی کون سی خصلت بہتر ہے اور سنت اسلام یہی ہے جو اس حدیث سے بیان ہوئی کہ مسلمان ☜

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ ((تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)).

اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا (یہ کہ تو بھوکے اور مہمان کو) کھانا کھلادے اور ہر شخص سے السلام علیکم کرے خواہ تو اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔

۱۶۱- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ قَالَ ((مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)).

۱۶۱- عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے تھے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کون سا مسلمان بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں (یعنی نہ زبان سے کسی مسلمان کی برائی کرے نہ ہاتھ سے کسی کو ایذا دیوے)

۱۶۲- عَنْ جَابِرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)).

۱۶۲- جابرؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان بچے رہیں۔

۱۶۳- عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ ((مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)).

۱۶۳- ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے میں نے کہا یا رسول اللہ کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۱۶۴- و حَدَّثَنِيهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

۱۶۴- حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

☆ سے السلام علیکم کرے خواہ اس سے پہچان ہو یا نہ ہو اور یہ عادت جو بعض لوگوں نے اختیار کی ہے اسی شخص کو سلام کرتے ہیں جس سے پہچان ہو اچھی نہیں۔

(۱۶۳) ☆ نووی نے کہا کبھی حضرتؐ نے افضل اس مسلمان کو قرار دیا جو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کرے اور کبھی اس کو جس کی زبان اور ہاتھ سے اور مسلمان بچے رہیں۔ یہ اختلاف بوجہ اختلاف احوال سائلین اور حاضرین کے تھا تو ایک مقام میں سلام اور طعام یعنی کھانا کھلانے کی زیادہ ضرورت معلوم ہوئی آپ نے اسی کو بیان فرمایا اور ایک موقع پر ایذادہی سے روکنے کی ضرورت معلوم ہوئی تو اسی کو بیان فرمایا اور یہ جو فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان بچے رہیں تو مطلب یہ ہے کہ کامل مسلمان وہی ہے جس میں یہ صفت ہو اور یہ غرض نہیں کہ جس میں یہ صفت نہ ہو وہ مسلمان ہی نہیں ہے اور ان حدیثوں میں بہت سے فوائد ہیں ایک تو یہ کہ کھانا کھلانا اور سخاوت کرنا اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچانا دین کا بہت ضروری کام ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو ایذا دینے سے بچنا چاہیے خواہ زبان سے ایذا ہو یا کسی فعل سے۔ کسی کی توہین یا حقارت نہ کرنا چاہیے۔ تیسرے اس میں مسلمانوں کو یک دلی اور اتفاق کی اور باہم محبت اور دوستی اور الفت رکھنے کی ترغیب ہے قاضی عیاض نے کہا باہم الفت رکھنا اور اتفاق کرنا دین کے فرضوں میں سے ایک فرض ہے اور شریعت کا بڑا رکن ہے اور اسی سے اسلام کا انتظام ہے۔ چوتھے حکم ہے سلام کا ہر مسلمان پر خواہ اس سے پہچان ہو یا نہ ہو اور مراد ہر شخص سے ہر مسلمان ہے تو یہ عام خاص کیا گیا ہے اور کافر کو سلام کرنا ضروری نہیں۔ پانچویں ہدایت ہے اخلاص عمل کے واسطے۔ چھٹے ارشاد ہے تواضع اور انکساری کی طرف جو شعار ہے اسلام کا۔

بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

بَابُ بَيَانِ خِصَالٍ مَنِ اتَّصَفَ بِهِنَّ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ

باب: ان خصلتوں کا بیان جن سے ایمان کا مزا ملتا ہے

١٦٥- عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ)).

١٦٥- انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین باتیں ہیں جس میں ہونگی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی مٹھاس اور حلاوت پائے گا۔ ایک تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے دوسرے سب لوگوں سے زیادہ محبت رکھے۔ دوسرے یہ کہ کسی آدمی سے صرف خدا کے واسطے دوستی رکھے (یعنی دنیا کی کوئی غرض نہ ہو نہ اس سے ڈر ہو) تیسرے کہ کفر کو پھر اختیار کرنا بعد اس کے کہ خدا نے اس کو نجات دی اس سے اتنا برا جاننا جیسے آگ میں پڑنا۔

(١٦٥) ☆ نوویؒ نے کہا یہ حدیث بہت بڑی ہے اور اسلام کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے۔ علماء نے کہا ہے حلاوت ایمان کے معنی یہ ہیں کہ عبادت میں اور تکلیف اٹھانے میں خدا اور رسول کی رضامندی کے لیے لذت اور مزہ پیدا ہو اور دنیا کے فوائد اور منافع پر خدا اور رسول کی رضامندی کو مقدم رکھے اور خدا کی محبت یہ ہے کہ اس کا حکم مانے اور اس کی مخالفت کو ترک کرے ایسی ہی رسول اللہ کی محبت ہے۔

قاضی عیاضؒ نے کہا یہ حدیث اسی مطلب کی ہے جیسے اوپر گزری۔ ایک حدیث کہ ایمان کا مزا چکھا اس نے جو خدا کی خدائی کے ساتھ اور محمد کی پیغمبری کے اور اسلام کے دین کے ساتھ راضی ہوا اس لیے کہ خدا اور رسول کی محبت اسی طرح خالص خدا کے لیے دوسرے مسلمان سے محبت اسی طرح کفر کو پھر اختیار کرنے کی نفرت نہیں ہو گی مگر اس شخص کو جس کا ایمان اور یقین زوردار ہے اور اس کے دل کو اطمینان ہے اور اس کا سینہ کشادہ ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون میں اثر کر گیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس نے ایمان کی مٹھاس پائی۔ اور خدا کیلئے کسی سے محبت رکھنا پھل ہے خدا کی محبت کا۔ اور بعضوں نے کہا خدا کی محبت یہ ہے کہ اپنے دل کو موافق کر دیوے خدا کی مرضی کے تو جو خدا کو پسند ہے وہی اس کو بھی پسند ہو اور جو خدا کو ناپسند ہے وہ اس کو بھی ناپسند ہو۔ اور اس باب میں متکلمین کی عبارتیں مختلف ہیں لیکن مطلب ایک ہی ہے اور حاصل یہ ہے کہ محبت ایک میل اور خواہش ہے پھر یہ میل کبھی تو ان چیزوں کی طرف ہوتا ہے جو بالطبع انسان کو مرغوب ہیں جیسے خوبصورتی خوش آوازی، کھانے کا ذائقہ اور کبھی ان چیزوں کی طرف جن کا حسن عقل سے معلوم ہوا ہے جیسے محبت صالحین اور علماء اور اہل فضل کی اور کبھی یہ میل اس وجہ سے ہوتا ہے کہ کسی نے اس پر احسان کیا ہو یا مصیبت سے بچایا ہو اور یہ سب باتیں ہمارے رسول کریمؐ میں موجود ہیں کیونکہ تمام کمالات ظاہری اور باطنی آپ میں جمع تھے اور تمام فضائل اور محاسن اخلاق آپ میں موجود تھے اور آپ کا احسان اور فیض تو اتنا عام ہے کہ سب مسلمانوں کی گردن پر ہے۔ ان کو ہمیشہ ہمیشہ کا آرام دلوایا' جہنم کے عذاب سے بچایا۔ پھر خداوند کریم کا احسان تو سب سے زیادہ ہے کیونکہ اسی نے حضرتؐ کو پیدا کیا پھر پیغمبر بنا کر ہمارے پاس بھیجا۔ پس درحقیقت اصل الاصول محبت ہے اللہ جل جلالہ کی محبت رسول اللہؐ اور صحابہ کرام اور اہل بیت اور صالحین اور اولیاء اللہ اور آئمہ دین کی راجع ہے اللہ کی محبت کی طرف تو اللہ کی محبت بالذات ہے باقی سب کی بالعرض لخ

۱۶۶- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ)).

۱۶۶- انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں تین باتیں ہونگی وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ جو شخص کسی سے دوستی رکھے پھر اس سے دوستی نہ رکھتا ہو مگر خدا کے لیے (خدا کا نیک بندہ سمجھ کر) اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے دوستی رکھے دوسرے اور سب لوگوں سے یا چیزوں سے زیادہ اور جو آگ میں ڈالا جانا پسند کرے مگر پھر کفر اختیار کرنا پسند نہ کرے جب خدا نے اس کو کفر سے نجات دی۔

۱۶۷- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((مِنْ أَنْ يَرْجِعَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا)).

۱۶۷- انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں وہی حدیث جو اوپر گذر چکی سوائے اس کے کہ اس میں ہے کہ یہودی یا نصرانی ہونا پسند نہ کرے۔

بَابُ وُجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَكْثَرَ مِنَ الْأَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وَإِطْلَاقِ عَدَمِ الْإِيمَانِ عَلَى مَنْ لَمْ يُحِبَّهُ هَذِهِ الْمَحَبَّةِ

باب۔ رسول اللہ ﷺ سے بی بی اولاد ماں باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبت رکھنا واجب ہے اور جس کو ایسی محبت نہ ہو وہ مومن نہیں۔

۱۶۸- عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ الرَّجُلُ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ

۱۶۸- انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت گھر والوں اور مال اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو اور عبدالوارث کی روایت میں ہے کوئی

ﷺ یعنی خدا کی محبت کے ذیل میں اور جو کوئی سوا خدا کے کسی اور شے سے بالذات محبت رکھے وہ اہل اللہ کے نزدیک مشرک ہے یحبونھم کحب اللہ یہ صفت ہے مشرکین کی اور مومنوں کی یہ صفت ہے والذین امنوا اشد حبا للہ (نووی مع زیادۃ)

(۱۶۶) ☆ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو پہلے کافر یا مشرک تھے پھر خدا نے ان کو اسلام سے مشرف فرمایا تو ان کا اسلام ان کو تب ہی مزہ دے گا جب وہ کفر کے دین سے اس قدر بیزار ہوں کہ آگ میں گرنا قبول کریں پر کفر قبول نہ کریں۔

(۱۶۸) ☆ خطابی نے کہا مراد وہ محبت نہیں ہے جو طبعی ہوتی ہے اور غیر اختیاری بلکہ مقصود محبت اختیاری ہے تو مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ کی اطاعت اور آپ کے ارشاد کی تعمیل سب چیزوں پر مقدم رکھے ماں باپ، بی بی، اولاد، دوست، آشنا یہ سب اگر ناراض ہو جائیں تو قبول کرے پر خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی ہرگز اختیار نہ کرے۔ یہی محبت صادقہ ہے جس پر ایمان کا مدار ہے۔ ابن بطال اور قاضی عیاض نے کہا محبت تین قسم کی ہوتی ہے ایک تو محبت بزرگی کی وجہ سے جیسے بیٹے کو باپ سے ہوتی ہے اور شاگرد کو استاد سے۔ دوسری محبت شفقت اور پیار کی جیسے ماں باپ کو اولاد سے ہوتی ہے۔ تیسری محبت ہم شکل اور ہم خیال ہونے کی جیسے دوست آشناؤں سے ہوتی ہے تو ﷺ

مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))۔

آدمی مومن نہیں ہوتا۔

١٦٩- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))۔

۱۶۹- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو میری محبت اولاد، ماں، باپ اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مِنْ خِصَالِ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الْخَيْرِ

باب: ایمان کی خصلت یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے

١٧٠- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ أَوْ قَالَ لِجَارِهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))۔

۱۷۰- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوتا جب تک وہ نہ چاہے اپنے بھائی یا اپنے ہمسایہ کے لیے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔

١٧١- عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِجَارِهِ)) أَوْ قَالَ ((لِأَخِيهِ مَا

۱۷۱- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی آدمی مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی یا ہمسایہ کے لیے وہی نہ چاہے جو

ﷺ حضرتؐ نے ان تمام محبتوں کو جمع کیا ہے۔ ابن بطال نے کہا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ایمان کامل ہو وہ اس بات کا یقین کرے گا کہ رسول اللہ کا حق اس پر زیادہ ہے اس کے باپ اور بیٹے کے حق سے۔ کیونکہ رسول اللہؐ کے طفیل سے ہم کو جہنم سے نجات ملی ہے اور ہم نے گمراہی سے نکل کر ہدایت پائی ہے۔

قاضی عیاض نے کہا رسول اللہؐ کی محبت میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ کی سنت کی مدد کرنا اور آپ کی شریعت پر جو اعتراض کرے اس کا جواب دینا اور آپ سے ملنے کی آرزو کرنا اگرچہ جان اور مال سے تصدق ہو جائے اور جب یہ بات معلوم ہوئی تو یہ بات ثابت ہوئی کہ ایمان کی حقیقت پوری نہیں ہوتی بغیر اس محبت کے اور ایمان صحیح نہیں ہوتا جب تک رسول اللہؐ کی قدر و منزلت ماں باپ، بزرگ، محسن سب سے زیادہ دل میں نہ ہو اور جس کا یہ اعتقاد نہ ہو وہ مومن نہیں ہے۔ (نووی)

(۱۷۰) ☆ علماء نے کہا مراد یہ ہے کہ مومن کامل نہیں ہوتا ورنہ اصل ایمان تو بغیر اس صفت کے بھی حاصل ہوتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی عبادات اور نیکیاں اور دنیا کی تمام وہ چیزیں جو اپنے لیے چاہتا ہے چاہے۔ نسائی کی روایت میں ہے بھلائی اور خوبی۔ ابن الصلاح نے کہا بعضوں نے اس صفت کے حاصل کرنے کو دشوار اور محال سمجھا ہے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ مراد یہ ہے تم میں سے کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے یعنی اس کے لیے بھی نعمتوں کا حاصل ہونا اچھا جانے اگر خود کا نقصان نہ ہو اور یہ امر بہت آسان ہے قلب سلیم پر یعنی جس کا دل صاف ہو البتہ جس کے دل میں کینہ اور حسد بھرا ہوا ہو اس پر بہت دشوار ہے۔ خدا ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو ایسے خراب دل سے بچائے۔ (نووی) حاصل یہ ہے کہ جب کسی مسلمان بھائی کی بھلائی ہوتی ہو اور اپنا اس میں کچھ ضرر نہ ہو تو اس پر خوش ہونا چاہیے اور ہمیشہ عام خیر خواہی اور عام ہمدردی میں شریک رہنا چاہیے۔

يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)).

اپنے لیے چاہتا ہے۔

بَابُ بَيَانِ تَحْرِيمِ إِيذَاءِ الْجَارِ

باب: ہمسایہ کو ایذا دینا حرام ہے۔

١٧٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ)).

۱۷۲- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا ہمسایہ اس کے مکروفساد سے محفوظ نہیں ہے۔

بَابُ الْحَثِّ عَلَى إِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ وَلُزُومِ الصَّمْتِ إِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكَوْنِ ذَلِكَ كُلِّهِ مِنَ الْإِيمَانِ

باب: ہمسایہ اور مہمان کی خاطر داری کی ترغیب اور چپ رہنے کی فضیلت اور ان باتوں کا ایمان میں داخل ہونا۔

١٧٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ

۱۷۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت) پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے یا تو اچھی بات کرے یا چپ رہے اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر

---

(۱۷۲) ☆ یعنی اس کی بدی اور ظلم سے امن نہ ہو اور وہ ہمیشہ ڈرتا ہو کہ کہیں مجھ کو صدمہ نہ پہنچے اس کی طرف سے۔ علماء نے کہا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو ہمسایہ کو ستانا درست سمجھے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ یہ فعل حرام ہے تو وہ کافر ہے کبھی جنت میں نہ جائے گا۔ یا یہ غرض ہے کہ اس کو جنت کھلتے ہی جنت میں جانا نصیب نہ ہو گا بلکہ روکا جائے گا یہاں تک کہ اس کے گناہ پر عذاب ہو یا معاف کیا جائے اور ضرورت ان تاویلوں کی یہ ہے جو اوپر گذرا کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مرے اگرچہ کبیرہ گناہ کرتا ہو وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ چند روز عذاب دیا جائے گا یا معاف کیا جائے گا پھر جنت میں جائے گا۔ بہرحال ہمسایہ کو رنج دینا اور ناحق اس کو ستانا ایسا حرام ہے کہ بہشت سے محروم رکھتا ہے۔

(۱۷۳) ☆ سبحان اللہ کیا عمدہ نصیحت ہے۔ نوویؒ نے کہا غرض یہ ہے کہ جب بات کرنے کا ارادہ کرے تو سوچ لے کہ جو بات کہنا چاہتا ہے وہ بہتر ہے ثواب کی بات' واجب ہے یا مستحب اس وقت کہے اور اگر معلوم ہو کہ اس بات کا کہنا کچھ ثواب نہیں تو چپ ہو رہے۔ پھر چاہے وہ بات حرام ہو یا مکروہ ہو یا مباح ہو جس میں نہ ثواب ہے نہ عذاب ہر حال میں خاموشی بہتر ہے تو مباح بات کا بھی نہ کہنا بہتر ہے اور اولیٰ ہے کیونکہ مباح باتیں لے جاتی ہیں انسان کو حرام اور مکروہ کی طرف اور ایسا اتفاق اکثر ہوتا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد ○ یعنی جو بات انسان منہ سے نکالتا ہے اس کے پاس ایک شخص ہے جو راہ دیکھتا ہے تیار ہے اس کے لکھنے کو۔ اور اختلاف کیا ہے سلف اور خلف نے اس مسئلہ میں کہ انسان کی سب قسم کی باتیں اگرچہ مباح ہوں لکھی جاتی ہیں یا صرف وہی باتیں جن میں ثواب یا عذاب ہو۔

ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ صرف وہی باتیں لکھی جاتی ہیں جن کا بدلہ ملے گا ثواب یا عذاب۔ اس صورت میں آیت کو خاص کرنا پڑے گا اور شرع نے ترغیب دی ہے اس طرف کہ مباح باتیں بہت کرنا اچھا نہیں کیونکہ انسان اکثر بہت باتیں کرنے سے گو مباح ہوں حرام یا مکروہ باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

امام شافعیؒ نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ انسان کو بات کرنے سے پہلے فکر کرنا چاہیے پھر اگر اس کو یہ امر متحقق ہو کہ اس بات سے کچھ نقصان نہیں تو اس بات کو کہے اور اگر یہ امر متحقق ہو کہ اس سے ضرر ہو گا یا ضرر اور عدم ضرر میں شک ہو تو چپ رہے۔ امام شیخ

لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ))۔

ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے ہمسایہ کی خاطر داری کرے اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت) پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے۔

۱۷۴- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

۱۷۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے اور جو شخص اللہ

ابن ابی زید مالکیؒ نے کہا تمام آداب اور اخلاق حسنہ چار حدیثوں سے نکلتے ہیں ایک تو یہی حدیث دوسری وہ حدیث کہ آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے کہ اس بات کو چھوڑ دے جو کام نہ آئے (یعنی بیکار اور لغو سے پرہیز کرے) تیسری حدیث لا تغضب یعنی غصہ مت کرو۔ چوتھی وہ حدیث جو اوپر گزری کہ انسان کو چاہیے اپنے بھائی کے لیے وہی چاہے جو اپنے لیے خاص چاہتا ہے۔ اور استاد ابوالقاسم قشیریؒ نے فرمایا کہ موقع پر چپ رہنا مردوں کی صفت ہے جیسے موقع پر بولنا نہایت عمدہ خصلت ہے اور میں نے ابو علی دقاق سے سنا وہ کہتے تھے جو شخص چپ ہو رہے حق بات سے (یعنی جہاں حق بات بیان کرنے کا موقع ہو) تو وہ گونگا شیطان ہے لیکن ارباب مجاہدہ اور ریاضت نے جو سکوت اختیار کیا ہے وہ اس لیے کہ باتیں کرنے میں طرح طرح کی آفتیں ہیں اور اس میں نفس کو حظ ہوتا ہے۔ وہ اپنی تعریف کرتا ہے اور کبھی اپنی فصاحت اور شیریں بیانی لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے اور یہ سکوت و خاموشی تہذیب واخلاق کا ایک بڑا رکن ہے۔ فضیل بن عیاض نے یوں بیان کیا کہ جو شخص بات کو اپنے اعمال میں سے ایک عمل سمجھے گا وہ بے فائدہ بات کم کرے گا اور ذوالنون مصری نے کہا کہ سب سے زیادہ اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا وہ شخص ہے جو اپنی زبان کو زیادہ روکے۔

جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ ہمسایہ اور مہمان کی خاطر داری کرے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص شریعت اسلام پر چلنا چاہے اس کو ہمسایہ اور مہمان کے ساتھ سلوک کرنا ضروری ہے اور اللہ نے اپنی کتاب میں ہمسایہ کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم کیا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا جبرئیلؑ ہمیشہ مجھ کو وصیت کرتے تھے ہمسایہ کے ساتھ سلوک کرنے کے لیے یہاں تک کہ میں سمجھا کہ جبرئیل اس کو ترکہ بھی دلائیں گے۔ اسی طرح مہمانداری کرنا بھی اسلام کا طریقہ ہے اور پیغمبروں اور صالحوں کی خصلت ہے اور لیث نے کہا کہ ایک رات مہمان داری کرنا واجب ہے اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ ایک رات مہمانی کرنا حق ہے ہر مسلمان پر واجب ہے اور عقبہ کی حدیث کہ جب تم کسی قوم پر اترو پھر وہ بطور مہمانی تم کو کچھ دیں تو اس کو قبول کرو اور جو نہ دیں تو ان سے اپنی مہمانی کا حق لے لو۔ اور اکثر فقہاء اس بات پر ہیں کہ مہمانی کرنا اخلاق میں داخل ہے پر واجب نہیں اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے کہ ضیافت کا جائزہ ایک رات ہے اور جائزہ کہتے ہیں عطا اور صلہ اور احسان کو اور یہ اختیاری ہوتے ہیں نہ کہ وجوبی۔ اور بھی حضرت نے فرمایا چاہیے کہ احسان کرے اور سلوک کرے۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ مہمانی واجب نہیں کیونکہ ایسے الفاظ کا استعمال واجب میں نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ مہمان اور ہمسایہ ایک ساتھ بیان کیا حالانکہ ہمسایہ کے ساتھ سلوک واجب نہیں اور اگلی حدیثوں کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ اوائل اسلام کی حدیثیں ہیں جب دل داری اور خاطر داری واجب تھی۔ پھر اختلاف کیا ہے علماء نے کہ مہمان داری بستی والوں اور جنگل والوں دونوں پر واجب ہے یا صرف جنگل میں رہنے والوں پر تو شافعیؒ اور محمد بن حکم کا قول یہ ہے کہ دونوں پر واجب ہے اور مالک اور سحنون نے کہا کہ صرف جنگل والوں پر واجب ہے اس لیے کہ بستی یا شہر میں مسافر کو ٹھہرنے کی جگہ مل جاتی ہے سرائے وغیرہ میں اور کھانے پینے کی چیزیں بھی سب بازار سے ملتی ہیں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ضیافت جنگل میں رہنے والوں پر ہے نہ بستی والوں پر۔ لیکن یہ حدیث اہل معرفت کے نزدیک موضوع ہے۔ (نووی)

فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ)).

پر اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے۔

١٧٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي حَصِينٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ.

۱۷۵- اوپر والی حدیث اس سند سے بھی آئی ہے۔ فرق ہے اتنا کہ خاطر داری کے بجائے اچھا سلوک کے الفاظ آئے ہیں۔

١٧٦- عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ)).

۱۷۶- ابو شریح خزاعی (خویلد بن عمرو یا عبدالرحمٰن یا عمرو بن خویلد یا ہانی بن عمرو یا کعب) سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرے اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کے ساتھ احسان کرے اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے (جس میں بھلائی ہو یا ثواب ہو) یا چپ رہے۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ وَأَنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاجِبَانِ

باب: بری بات سے منع کرنا ایمان میں داخل ہے اور ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔

١٧٧- عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ

۱۷۷- طارق بن شہاب سے روایت ہے سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا (حکم کا بیٹا جو

(۱۷۷) ☆ عید کے دن سب سے پہلے جس نے نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا۔ قاضی عیاض نے کہا اس بات میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ سب سے پہلے خطبہ نماز سے پہلے حضرت عثمانؓ نے پڑھا ہے اور بعضوں نے کہا حضرت عمرؓ نے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ نماز ختم ہوتے ہی چل دیتے تھے اور خطبہ کے ختم ہونے کا انتظار نہ کرتے اور بعضوں نے کہا اس میں یہ مصلحت تھی کہ دور رہنے والوں کو بھی نماز مل جائے اور جو لوگ دیر میں آئیں ان کو بھی نماز ملے اور بعضوں نے کہا کہ یہ فعل سب سے پہلے معاویہؓ نے کیا اور بعضوں نے کہا عبداللہ بن زبیرؓ نے کیا (پر یہ سب روایتیں ثابت نہیں ہیں) اور جو رسول اللہ اور ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ سے ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے نماز عید پڑھی پھر خطبہ شروع کیا اور یہی قول ہے تمام ملکوں کے فقہا کا اور بعضوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور یہ اجماع اختلاف کے بعد ہوا یا یہ کہ التفات نہیں کیا گیا بنی امیہ کے اختلاف کی طرف کیونکہ تمام خلفائے راشدین اور صدر اول کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اور اس روایت میں ابو سعید نے جو کہا کہ اس شخص نے اپنا حق ادا کر دیا سب لوگوں کے سامنے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ لوگوں کے نزدیک سنت ثابت ہو چکی تھی برخلاف اس کے جو مروان نے کیا تھا اور یہ بھی ابو سعید نے کہا میں نے رسول اللہؐ سے سنا جو شخص تم میں سے کوئی کام خلاف شرع دیکھے اس کو مٹادے اور بقیہ

قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرْوَانُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَقَالَ قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ فَقَالَ أَبُو

خلفاء بنی امیہ میں سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا خطبہ سے پہلے نماز پڑھنا چاہیے۔ مروان نے کہا یہ بات

تو یہ خلاف شرع وہی کام ہو گا جو سنت کے خلاف ہو گا اور اس پر عمل نہ ہوا ہو گا زمانہ سابق میں اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ سوا مروان کے اور کسی خلیفہ نے ایسا نہیں کیا تھا اور عثمانؓ اور عمرؓ اور معاویہؓ سے جو منقول ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ (نووی)

ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ خطبہ سے پہلے نماز پڑھنا چاہیے۔ مروان نے کہا یہ بات موقوف کر دی گئی اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابو سعید خدریؓ نے خود کیوں نہیں منع کیا اس برے کام سے یہاں تک کہ ایک دوسرا شخص اٹھا اور اس نے کہا۔ اب اس کا جواب یہ ہے کہ شاید ابو سعید خطبہ شروع ہوتے وقت نہ ہو نگے تو اس شخص نے اعتراض کیا۔ پھر ابو سعید پہلے سے موجود ہوں لیکن انھوں نے خوف کیا ہو ضرر کا اپنے لیے یا فتنے کا تو ساقط ہو گیا ان سے انکار جو واجب تھا اور اس شخص نے خوف نہ کیا کسی قوت کی وجہ سے یا خوف کیا ہو صرف اپنے نفس پر اور یہ جائز ہے ایسی صورت میں بلکہ مستحب ہے اور احتمال ہے کہ ابو سعیدؓ نے اس کی تائید کی اور دوسری روایت میں جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے نکالا باب صلوٰۃ العید میں یہ ہے کہ ابو سعید نے خود مروان کا ہاتھ کھینچا جب اس کو منبر پر جاتے دیکھا اور مروان اور ابو سعید ساتھ آئے تھے پھر مروان نے ابو سعید کی بات کو نہ مانا تو احتمال ہے کہ یہ موقع دوبارہ ہوا ہو۔

اگر زبان سے منع یعنی روکنے کی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے اگر یہ بھی نہ ہو اور دل میں بھی خلاف شرع کام سے نفرت نہ آئے تو سمجھنا چاہیے کہ ایمان رخصت ہو گیا اور کفر جم گیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ نووی نے کہا کہ یہ جو حضرت نے فرمایا برے اور خلاف شرع کام کو مٹائے اور بگاڑے ہاتھ یا زبان سے تو یہ امر باجماع امت وجوب کے لیے ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واجب ہونے پر کتاب و سنت اور اجماع امت سے دلیل ہے اور یہ نصیحت میں داخل ہے جو خود دین ہے اور اس میں سوا چند رافضیوں کے کسی نے خلاف نہیں کیا اور ان کے خلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام الحرمین نے بھی کہا کہ ان کے خلاف کا اس مسئلہ میں اعتبار نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ مسلمانوں کا اس کے وجوب پر رافضیوں کے پیدا ہونے سے پہلے اتفاق ہو چکا تھا اور وجوب اس کا شرع سے ہے نہ کہ عقل سے ہے اور معتزلہ کے نزدیک عقل سے ہے اور یہ جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم یعنی اے ایمان والو تم اپنے تئیں سنبھالو تم کو دوسرے کے گمراہ ہونے سے کچھ نقصان نہ ہو گا جب تم ہدایت پاؤ گے تو یہ ہمارے مذہب کے خلاف میں نہیں کیونکہ آیت کے معنی مذہب صحیح پر یہ ہیں کہ جب تم سب احکام کو جو تم پر واجب ہیں بجا لاؤ گے تو دوسروں کی تقصیر سے تم کو ضرر نہ ہو گا۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا ولا تزر وازرۃ وزر اخری یعنی ایک کا بوجھ دوسرا نہ اٹھائے گا پھر جب کسی نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر دیا تو اس پر سے مواخذہ جاتا رہا اب گناہ اسی پر رہے گا جس نے برا کام کیا۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ اچھی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے منع کرنا فرض کفایہ ہے اگر بعضوں نے کر دیا تو سب کے ذمہ سے یہ فرض ادا ہو گیا ورنہ سب گنہگار ہو نگے۔ اور بعض مقاموں میں یہ فرض ہوتا ہے کسی خاص شخص پر جیسے اس مقام میں کوئی نہ ہو سوا اس کے یا اسی کے حکم سے وہ کام مٹتا ہو یا جیسے کوئی اپنی بی بی یا بچے یا غلام کو کوئی برا کام کرتے یا فرض کو ترک کرتے دیکھے۔

علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کو گمان ہو کہ میرے منع کیے سے کچھ فائدہ نہ ہو گا تو بھی منع کرنا چاہیے اس لیے کہ نصیحت سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ ضرور ہو گا اور اوپر ہم کہہ چکے ہیں کہ اس شخص کا کام حکم کر دینا ہے اچھے کام کا اور منع کر دینا ہے برے کام سے اب چاہے وہ مانے یا نہ مانے منوانا اس کا فرض نہیں جیسے اللہ جل جلالہ نے فرمایا رسول پر کچھ نہیں مگر پہنچا دینا۔ علماء نے کہا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں یہ شرط نہیں ہے کہ حکم کرنے والا خود تمام شریعت کے احکام پر چلتا ہو اور بری باتوں سے بچتا ہو بلکہ اگر وہ خود تقصیر دار ہو تو بھی

سَعِيدٍ أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ

موقوف کر دی گئی۔ ابو سعیدؓ نے کہا اس شخص نے تو اپنا حق ادا کر دیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دیوے اپنے ہاتھ

بھی امر اور نہی کرنا چاہیے کیونکہ یہ دوسرا فرض ہے پھر ایک میں خلل ہونے سے دوسرے کو بھی ضائع کرنا ضروری نہیں اور یہ کام حاکموں سے خاص نہیں ہے بلکہ ہر ایک مسلمان اس کو کر سکتا ہے۔

امام الحرمین نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع دلیل ہے اس لیے کہ صدر اول میں اور اس کے قریب زمانہ میں ادنیٰ ادنیٰ مسلمان خود حاکموں کو بری باتوں سے منع کرتے اور اچھے کاموں کا حکم کرتے حالانکہ اور مسلمان ان کو اس کام سے نہ روکتے اور اس پر زجر نہ کرتے۔ پھر اگر حکومت شرط ہوتی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے تو البتہ اور مسلمان اس کو سمجھا دیتے کہ تمہارا یہ عہدہ نہیں ہے یہ بات ضروری ہے کہ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے وہ خود اس مسئلہ کو جانتا ہو اگر وہ بات مشہور واجبات یا محرمات سے ہو جیسے نماز، روزہ، زنا، شراب، خمر تو ہر ایک مسلمان کو ان باتوں کا علم ہے وہ حکم اور منع کر سکتا ہے اور جو کوئی دقیق مسئلہ ہو تو عوام کو اس میں مداخلت نہیں پہنچتی اور نہ ان کو انکار پہنچتا ہے بلکہ یہ منصب علماء کا ہے پھر علماء کو بھی اس کام کا انکار کرنا یا حکم کرنا چاہیے جو اجماعی ہو اور جو کام اختلافی ہو اس میں کسی فریق کو دوسرے فریق سے جھگڑا کرنا درست نہیں اس لیے کہ ہر مجتہد مصیب ہے بعضوں کے نزدیک اور مخطی بھی ہے اور بعضوں کے نزدیک ایک مصیب ہے اور باقی مخطی لیکن مخطی معین نہیں ہو سکتا اور جو معین بھی ہو تو بوجہ خطائے اجتہادی کے اس پر گناہ نہیں پر اگر نصیحت کے طور پر اس کو نرمی سے سمجھائے تو وہ بہتر ہے اس لیے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اختلاف سے نکل جانا چاہیے حتی المقدور جب کسی سنت میں خلل نہ آئے یا کسی اور دوسرے اختلاف میں نہ پڑ جائے۔ قاضی القضاۃ ابوالحسن ماوردہ بصری شافعی نے اپنی کتاب "احکام سلطانیہ" میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر بادشاہ کسی کو محتسب بنائے اور وہ مجتہد ہو تو وہ لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف لا سکتا ہے اختلافی مسائل میں جس فقیہ کا چاہے مذہب اختیار کرے اور ہمیشہ فروعات میں صحابہ اور تابعین اور من بعد ہم کا اختلاف رہا تو نہ محتسب پر کوئی انکار کرے نہ محتسب دوسرے پر نہ اور کوئی دوسرے پر۔ اسی طرح علماء نے کہا ہے کہ مفتی اور قاضی کو نہیں پہنچتا کہ اپنے مخالف پر اعتراض کرے جب وہ نص یا اجماع یا قیاس جلی کی مخالفت نہ کرے اور جان تو کہ یہ باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہت ضائع ہو گیا بہت مدت دراز سے اور اس زمانہ میں جو کچھ باقی ہے وہ نہایت کم ہے حالانکہ یہ ایک بڑا باب تھا جس پر دین کا مدار تھا اور جب برائیاں بہت پھیلیں گی تو عذاب الٰہی عام ہو گا نیک و بد پر اور جب لوگ ظالم کو ظلم سے نہ روکیں گے تو خدا تعالیٰ سب کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ الایۃ یعنی بچیں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے پہنچے گا ان کو فتنہ یا دکھ کا عذاب۔

تو جو شخص آخرت کا طالب ہو اور اللہ جل جلالہ کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ اس بات کا خیال رکھے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اس لیے کہ اس کا بڑا فائدہ ہے خاص کر اس حالت میں کہ جب وہ موقوف ہو گیا ہے اور اپنی نیت خالص رکھے اور جس شخص کو حکم کرے یا منع اس سے خوف نہ کرے اس خیال سے کہ وہ بڑا آدمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا البتہ خدا مدد کرے گا اس کی جس نے خدا کی مدد کی اور فرمایا جو شخص بھروسا کرے اللہ پر اس کو سیدھی راہ ملی اور فرمایا جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ان کو اپنی راہ بتلائیں گے اور فرمایا لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اتنی بات پر کہ ہم ایمان لائے اور انکی آزمائش نہ ہو گی۔ ان سے پہلے جو لوگ گزر گئے ان کو بھی ہم نے آزمایا تو البتہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو جو جھوٹے ہیں اور یہ بات خیال کر لینا چاہیے کہ ہمیشہ ثواب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے جتنی تکلیف زیادہ ہو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے خوف سے ترک نہ کرنا چاہیے ویسے ہی

فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ))۔ سے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجے کا ایمان ہے۔

﴿ دوستی اور محبت اور سستی کی وجہ سے ترک نہ کرنا چاہیے اور اپنی سرخروئی اور مرتبہ بڑھانے کے لیے بھی نہیں۔ اس لیے کہ دوستی اور محبت سے تو اس کا حق اس پر ہو گیا اور وہ حق یہ ہے کہ اس کو نصیحت کرے اور آخرت کی بھلائی بتلائے اور مضر اور مہلک باتوں سے بچائے۔ اور آدمی کا دوست اور عزیز وہی ہے جو اس کی آخرت کی بھلائی میں کوشش کرے اگرچہ دنیا میں اس کی وجہ سے نقصان واقع ہو اور دشمن وہ ہے جو اس کی آخرت کو تباہ کرے اگرچہ دنیا کا فائدہ اس سے حاصل ہو اور شیطان جو ہم لوگوں کا دشمن گنا جاتا ہے وہ اسی وجہ سے۔ پیغمبر جو مومنوں کے دوست سمجھے جاتے ہیں وہ اسی سبب سے کہ وہ ان کی آخرت کے درست کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ یا اللہ تو ہم کو اور ہمارے دوستوں کو اور سب مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ تیری خوشی حاصل کرنے میں کوشش کریں اور اپنی رحمت و عنایت ہم سب پر عام کر دے اور جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اس کو چاہیے کہ نرمی کرے تاکہ اس پر لوگ جلدی عمل کریں۔

امام شافعیؒ نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کو پوشیدہ نصیحت کی اس نے اس کو درست کیا اور آراستہ کیا اور جس نے کھلم کھلا نصیحت کی اس نے اپنے بھائی کو رسوا کیا۔ اور اس باب میں سے ایک کام وہ ہے جس میں اکثر لوگ سستی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کو عیب دار چیز بیچتے ہوئے دیکھتے ہیں پھر اس کو منع نہیں کرتے اس عیب سے اور یہ ایک بڑی خطا ہے اور علماء نے صاف تصریح کر دی ہے کہ جو شخص اس امر کو جانتا ہے کہ اس چیز میں یہ عیب ہے تو اس پر واجب ہے کہ بیچنے والے کو منع کرے اور خریدار کو اس عیب سے آگاہ کر دے لیکن طریقہ منع کرنے کا تو وہ خود حضرت نے بتادیا کہ اس کو (یعنی برے کام کو) ہاتھ سے بگاڑے اگر یہ نہ ہو سکے تو زبان سے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو دل سے۔ دل سے بگاڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو برا جانے اور اگرچہ برا جاننا اس کا بگاڑنا نہیں ہو سکتا پر کیا کرنا چاہیے اس کا اختیار اسی قدر ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا سب سے کم درجہ کا ایمان یہ ہے یعنی یہ ایک ادنیٰ ثمرہ ہے ایمان کا کہ دل سے برے کام کو برا جانے اور اس سے نفرت کرے۔

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ یہ حدیث اصل ہے برے کام کے بگاڑنے میں تو بگاڑنے والے پر واجب ہے کہ جس طرح سے ہو سکے بگاڑے قول سے یا فعل سے تو جو حرام کام کے آلات اور اسباب ہوں ان کو ہاتھ سے توڑے اور شراب اور مسکرات کو بہادیوے یا دوسرے سے کہے وہ بہادے اور زبردستی سے چھینی ہوئی چیز چھین کر خود اس کے مالک کو واپس کر دیوے یا دوسرے کو حکم کرے اور چاہئے کہ بگاڑنے میں نرمی کرے جاہل پر اور اس ظالم پر جس سے شر کا خوف ہو مگر یہ جب ہے کہ اس کو اپنی بات چلنے کا خیال ہو جیسے مستحب ہے یہ بات کہ بگاڑنے والا خود صالح اور صاحب فضیلت ہو اور جو شخص انتہادرجہ پر گمراہ ہو یا اپنے کام میں اصرار کرتا ہو اس پر سختی بھی کرے جب یہ معلوم ہو کہ اس کی سختی سے فائدہ ہو گا اور خوف نہ ہو۔

دوسرے مفسدہ کا اگر اس کو گمان غالب ہو کہ ہاتھ سے بگاڑنے میں اور کوئی بڑا فساد ہو گا یعنی کسی کا خون ہو گا خود بگاڑنے والے کا یا اور کسی کا تو باز رہے اور صرف زبان سے نصیحت کرے اور خدا کے عذاب سے ڈرے اور اگر گمان غالب ہو کہ زبان سے کہنے میں بھی اس قسم کا شر ہو گا تو صرف دل سے اس کو برا سمجھے اور چپ ہو رہے اور یہی مقصود ہے حدیث سے اگر خدا نے چاہا اور جو اس کو کوئی مددگار ملے تو اس سے مد دلیوے پر ہتھیار نہ اٹھائے اور لڑائی شروع نہ کرے اور چاہئے کہ اطلاع کرے اس کی حاکم کو اگر یہ کام سوا حاکم کے اور کوئی کرتا ہو یا ﴾

۱۷۸- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي قِصَّةِ مَرْوَانَ وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ.

۱۷۸- یہ حدیث بالکل وہی ہے جو اوپر گزری ہے مگر ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

تو صرف دل سے اس کو برا سمجھے۔ یہی مسئلہ ہے اور یہی محققین علماء کے نزدیک صواب ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہر حال میں زبان سے کہدے پھر اگر قتل کیا جائے یا ایذا دیا جائے تو صبر کرے۔ قاضی عیاض کا کلام تمام ہوا۔

امام الحرمین نے کہا کہ رعیت میں سے ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والے کو روکے اس گناہ سے پر لڑائی شروع نہ کرے اور ہتھیار نہ اٹھائے اگر وہ نہ مانے تو بادشاہ وقت کو اطلاع کرے۔ پھر اگر بادشاہ بھی ظلم پر مستعد ہو اور شریعت کی مخالفت سے باز نہ آئے اور سمجھائے نہ سمجھے تو سب مسلمان جو صاحب الرائے ہوں مل کر اس بادشاہ کو تخت سے اتار دیں اگرچہ اس میں ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑے اور خون ریزی اور لڑائی ہو۔ یہ کلام ہے امام الحرمین کا۔ اور قاضی القضاۃ ماوردی نے کہا محتسب کو بحث کرنا نہیں چاہیے ان گناہوں سے جو ظاہر نہ ہوں پھر اگر گمان غالب ہو کہ بعض لوگ ایسے کاموں کو پوشیدہ کیا کرتے ہیں تو اس میں دو قسمیں ہیں۔

ایک قسم تو یہ ہے کہ جس کا تدارک بعد وقوع کے دشوار ہو جیسے کوئی شخص محتسب کو خبر کرے کہ فلاں شخص فلاں عورت کے ساتھ تنہائی میں زنا کرنا چاہتا ہے یا فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو فوراً محتسب کو تجسس کرنا چاہیے اور اس واقعہ کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر محتسب کے سوا اور لوگوں کو خبر ہو ان کو بھی بندوبست کرنا چاہیے۔

دوسری قسم وہ جو اس سے کم ہے اس میں تجسس اور کھوج جائز نہیں جیسے کسی مکان سے باجے بجانے کی آواز آئے تو باہر سے پکار کر منع کرے اور گھر کے اندر نہ گھسے اور ماوردی نے "احکام سلطانیہ" کے آخر میں ایک عمدہ باب احتساب کے باب میں لکھا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قاعدوں پر مشتمل ہے اور ہم نے اس مقام پر اس کے مطالب بیان کر دیے اور کلام کو طول دی اس لیے کہ مفید ہے اور یہ باب اسلام کا ایک بڑا باب ہے اور اس کی بہت حاجت پڑتی ہے۔ (نووی)

السراج الوہاج میں ہے مسلمانوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں دین کے بڑے ستون ہیں اور یہ واجب ہیں ہر مسلمان پر۔ القول الجمیل میں ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ادب یہ ہے کہ نرمی اور ملائمت کے ساتھ ہو اور سختی اور شدت بادشاہوں کو زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وجادلھم بالتی ھی احسن بحث کر ان سے اچھے طور سے۔ وضو اور نماز میں امر بالمعروف کا یہ طریقہ ہے مثلاً کسی کو دیکھے وہ پاؤں اچھی طرح نہیں دھوتا تو یہ حدیث سنائے خرابی ہے کوچوں کی جہنم کے عذاب سے یا نماز اچھی طرح نہیں پڑھتا تو یہ حدیث سنائے کہ پھر نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی اور لباس اور کلام وغیرہ میں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئك ھم المفلحون۔ یعنی تم میں سے ہونے چاہئیں کچھ لوگ جو نیکی کی طرف بلائیں اچھی بات کا حکم کریں اور بری بات سے منع کریں اور وہی لوگ ہیں چھٹکارا پانے والے۔

۱۷۹- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ

۱۷۹- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس کے اس کی امت میں سے حواری نہ ہوں اور اصحاب نہ ہوں جو اس کے طریقے پر چلتے ہیں اور اس کے حکم کی پیروی کرتے ہیں پھر ان لوگوں کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوتے ہیں جو زبان سے کہتے ہیں اور کرتے نہیں اور ان کاموں کو کرتے ہیں جن کا حکم نہیں۔ پھر جو کوئی ان نالائقوں سے لڑے ہاتھ سے وہ مومن ہے اور جو کوئی لڑے زبان سے (ان کو برا کہے ان کی باتوں کا رد کرے) وہ بھی مومن ہے اور جو کوئی لڑے ان سے دل سے (ان کو برا جانے)

(۱۷۹) ☆ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کے اس کی امت میں سے حواری نہ ہوں۔ حواری کے معنی مخلص اور برگزیدہ لوگ جو ہر قسم کے عیب سے پاک ہوں یا مددگار یا جہاد کرنے والے یا پیغمبر کے بعد خلافت کے مستحق ہوں۔

عبداللہ بن مسعود آئے اور قناۃ میں اترے نووی نے کہا قناۃ بفتح قاف ایسا ہی ذکر کیا اس کو حمیدی نے کتاب الجمع بین الصحیحین میں اور اکثر نسخوں میں بھی یہی ہے اور مسلم کی اکثر روایت کرنے والوں نے بفنائہ روایت کیا ہے فاء موحدہ سے اور فناء کہتے ہیں اس میدان کو جو گھر کے سامنے ہوتا ہے۔ ایسا ہی روایت کیا ابو عوانہ اسفرائنی نے قاضی عیاض نے کہا سمرقندی کی روایت قناۃ قاف سے ٹھیک ہے اور جمہور کی روایت بفناۃ خطا ہے اور تصحیف۔

صالح بن کیسان نے کہا اسی طرح یہ حدیث ابو رافع سے روایت کی گئی ہے یعنی صالح بن کیسان نے کہا کہ یہ حدیث ابو رافع سے اس نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے اور اس میں عبداللہ بن مسعود کا ذکر نہیں۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں اسی طرح باختصار ابو رافع سے اس نے رسول اللہؐ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ابو علی جیلانی نے کہا امام احمد بن حنبلؒ نے کہا یہ حدیث محفوظ نہیں ہے اور یہ کلام ابن مسعود کے کلام سے نہیں ملتا وہ تو یہ روایت کرتے ہیں کہ ایسے وقت صبر کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔ یہ کلام ہے قاضی عیاض کا اور شیخ ابو عمرو نے کہا کہ اس حدیث کا انکار کیا ہے امام احمد نے اور اس کی اسناد میں حارث بن فضیل انصاری ہے۔

ابو عبداللہ مدنی بجلی نے کہا وہ ثقہ ہے اور روایت کیا اس سے ایک جماعت ثقات نے اور ہم نے اس کا ذکر ضعفاء کی کتابوں میں نہیں پایا۔ اس کے علاوہ حارث منفرد نہیں ہے اس حدیث کے ساتھ بلکہ متابعت کی ہے اس کی دوسرے نے جیسا کہ صالح بن کیسان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ دارقطنی نے کتاب العلل میں کہا کہ یہ حدیث اور طریقوں سے بھی مروی ہے ان میں سے ایک روایت ہے ابو واقد لیثی کی ابن مسعود سے انھوں نے رسول اللہؐ سے اور یہ جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ تم صبر کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو تو یہ اس موقع پر ہے جہاں قتل اور خون ریزی اور فتنوں کا ڈر ہو اور اس حدیث میں جو حکم ہے نالائقوں سے جہاد کرنے کا ہاتھ سے اور زبان سے وہ اس موقع پر ہے جہاں کسی فتنے کے اٹھ کھڑے ہونے کا ڈر نہ ہو علاوہ اس کے اس حدیث میں اگلی امتوں کا بیان ہے اور اس امت کا ذکر نہیں ہے۔ تمام ہوا کلام ابو عمرو کا اور وہی ظاہر ہے اور امام احمد کا قدح اس حدیث میں بہت عجیب ہے۔ (انتہیٰ ما قال النووی)

السراج الوہاج میں ہے کہ اگرچہ حدیث میں اس امت کا ذکر نہیں لیکن حضرتؐ نے اشارہ کیا کہ ایسا ہی آپ کی امت میں بھی ہے

خَرْدَلٍ)) قَالَ أَبُو رَافِعٍ فَحَدَّثْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَأَنْكَرَهُ عَلَيَّ فَقَدِمَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَنَزَلَ بِقَنَاةَ فَاسْتَتْبَعَنِي إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَعُودُهُ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَلَمَّا جَلَسْنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثْتُهُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ صَالِحٌ وَقَدْ تُحُدِّثَ بِنَحْوِ ذَلِكَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ.

وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں (یعنی اگر دل سے بھی برا نہ جانے تو اس میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں) ابو رافع (جنھوں نے اس حدیث کو ابن مسعودؓ سے روایت کیا اور نام ان کا اسلم یا ابراہیم یا ہرمز یا ثابت یا یزید تھا مولیٰ تھے رسول اللہ ﷺ کے) نے کہا میں نے یہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی انھوں نے نہ مانا اور انکار کیا۔ اتفاق سے میرے پاس عبداللہ بن مسعودؓ آئے اور قناۃ (مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی کا نام ہے) میں اترے تو عبداللہ بن عمرؓ مجھے اپنے ساتھ لے گئے عبداللہ بن مسعودؓ کی عیادت کو۔ میں ان کے ساتھ گیا۔ جب ہم بیٹھے تو میں نے عبداللہ بن مسعود سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اسی طرح بیان کیا جیسے میں نے ابن عمرؓ سے بیان کیا تھا۔ صالح بن کیسان نے کہ یہ حدیث ابو رافع سے اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

۱۸۰- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَا كَانَ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ كَانَ لَهُ حَوَارِيُّونَ يَهْتَدُونَ بِهَدْيِهِ وَيَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِهِ)) مِثْلَ حَدِيثِ صَالِحٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قُدُومَ ابْنِ مَسْعُودٍ وَاجْتِمَاعَ ابْنِ عُمَرَ مَعَهُ.

۱۸۰- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبیؑ ایسا نہیں گزرا جس کے حواری نہ ہوں وہ اس کی (یعنی اپنے نبی کی) راہ پر چلتے ہیں اور اس کی سنت پر عمل کرتے ہیں پھر روایت کو اس طرح بیان کیا جیسے اوپر گزری مگر اس میں ابن مسعودؓ کے آنے کا اور ان سے ابن عمرؓ کے ملنے کا ذکر نہیں۔

ﷲ ہوگا۔ اس قول سے فمن جاھدھم یعنی جو کوئی ان سے جہاد کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ امت شامل نہ ہو اور اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے دوسرے یہ کہ مطلب اس حدیث کا دوسری حدیثوں میں بھی منقول ہے آپ نے فرمایا خیر القرون قرنی اخیر حدیث تک۔ نوویؒ نے کہا اس حدیث کی اسناد میں چار تابعی ہیں ایک دوسرے سے روایت کرتا ہے صالح اور حارث اور جعفر اور عبدالرحمٰن اور ایسے ہی ایک اسناد پہلے گزر چکی ہے اور میں نے ایک رسالہ بنایا ہے اسی قسم کی رباعی اسنادوں میں ان میں سے بعض اسناد ایسی ہیں جن میں چار صحابی ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں اور چار تابعی ایک دوسرے سے۔

بَابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ الْإِيمَانِ فِيهِ وَرُجْحَانِ أَهْلِ الْيَمَنِ فِيهِ

باب: ایمان داروں کا ایک دوسرے سے کم زیادہ ہونا اور یمن کے لوگوں کا ایمان زیادہ ہونا

۱۸۱- عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ أَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ ((أَلَا إِنَّ الْإِيمَانَ هَهُنَا وَإِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِي رَبِيعَةَ وَمُضَرَ)).

۱۸۱- ابو مسعود (عقبہ بن عمرو انصاریؓ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف (جو ایک ملک ہے جزیرہ عرب میں جنوبی مشرقی جانب مدینہ سے اس میں بہت سے شہر اور بستیاں ہیں صنعاء وہاں کا مشہور شہر ہے) اور فرمایا خبردار رہو ایمان ادھر ہے اور کرّا پن اور دلوں کی سختی ان لوگوں میں ہے جو چلایا کرتے ہیں اونٹوں کی دم کی جڑ کے پاس جدھر سے شیطان کے دو سینگ نکلتے ہیں یعنی قوم ربیعہ اور مضر۔

۱۸۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((جَاءَ أَهْلُ

۱۸۲- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن کے لوگ آئے (خود مسلمان ہونے کو) وہ

---

(۱۸۱) ☆ غیاث اللغات میں ہے کہ یمن اقلیم اول اور دوم میں ایک مشہور ملک ہے اور یہ ملک مکہ معظمہ سے داہنی طرف واقع ہے۔ اس واسطے اس کو یمن کہتے ہیں کیونکہ کعبہ کو عربوں نے ایک شخص قرار دیا ہے۔ جس کا منہ پورب کی طرف ہے اور پیٹھ اس کی پچھم کی طرف۔ اول حضرت نے یمن کی طرف اشارہ کر کے ان کی تعریف کی اس واسطے کہ وہاں کے لوگ بہت جلد ایمان لائے اور پورب کی طرف اشارہ کیا اور ان کی مذمت کی یعنی قوم ربیعہ اور مضر جن کے پاس اونٹ بہت تھے اس واسطے کہ وہ اسلام کے بہت مخالف رہے۔ شیطان کے دو سینگ سے مراد سورج ہے اس واسطے کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو شیطان اپنے دونوں سینگ (یعنی سر کے دونوں کونے) اس پر رکھ دیتا ہے کہ کافروں کا سجدہ اسی کو ہو۔ (تحفۃ الاخیار)

نووی نے کہا شیطان کے قرن سے مراد اس کے سر کے دونوں کونے ہیں اور بعضوں نے کہا اس کی دونوں جماعتیں جن کو وہ بھیجتا ہے لوگوں کے گمراہ کرنے کے لیے اور بعضوں نے کہا کہ اس کے دونوں گروہ کافروں میں سے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ مشرق یعنی پورب کی طرف شیطان کا تسلط زیادہ ہے جیسے دوسری حدیث میں ہے کفر کا سر مشرق کی طرف ہے اور حضرت کے زمانہ میں یہی حال تھا کیونکہ اس وقت پورب کی جنوب جو ملک واقع تھے جیسے ہند اور چین اور خود عرب کے ملک میں سے نجد وغیرہ وہاں ایمان بالکل نہ تھا اور نرا کفر ہی کفر تھا اور جس وقت دجال نکلے گا تو وہ بھی مشرق سے نکلے گا اس وقت بھی کفر کا زور مشرق ہی کی طرف ہو گا اور بڑے بڑے فتنے اور فساد اسی طرف سے واقع ہوئے اور یہی جانب ہے جاہل وحشی ترکوں کا جو انتہا درجہ کے جنگی اور فسادی ہوتے ہیں اور فتنہ ان ترکوں کا "ہلاکو" کے زمانہ میں غارت کرنا ان کا بغداد کو اور ختم کر دینا خلافت عباسی کو اور قتل ہونا لاکھوں مسلمانوں کا ان کے ہاتھ سے تاریخ میں مشہور ہے اور یہ ایک ایسا بڑا فتنہ ہے جس کے مثل اسلام میں بہت کم ہوا ہے پھر فتنہ تیمور لنگ کا اور ان فتنوں کی دوسری حدیثوں میں بھی حضرت نے خبر دی ہے۔

(۱۸۲) ☆ نووی نے کہا یہ جو فرمایا ایمان یمن کا ہے اس کو علماء نے ظاہر سے پھیرا ہے اس لیے کہ ایمان کا شروع مکہ سے ہوا پھر مدینہ سے۔ ابو عبید مغرب کے امام نے اس باب میں چند قول بیان کیے ہیں ایک تو یہ کہ یمن سے مراد مکہ ہے کیونکہ تہامہ میں ہے اور تہامہ ملک

الْیَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ)). لوگ نرم دل ہیں ایمان بھی یمن کا فقہ بھی یمن کی اور حکمت بھی یمن کی۔

لله یمن میں داخل ہے دوسرے یہ کہ یمن سے مراد مکہ اور مدینہ دونوں ہیں اس لیے کہ یہ حدیث آپ نے تبوک میں کہی اور مکہ اور مدینہ تبوک اور یمن کے درمیان ہیں تو اشارہ کیا آپ نے یمن کی طرف یعنی یمن کی سمت کی طرف اور مراد آپ کی مکہ اور مدینہ سے تھی۔ اس لیے آپ نے فرمایا ایمان یمن کا ہے کیونکہ اس وقت مکہ اور مدینہ دونوں یمن کی سمت میں تھے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ رکن یمانی مکہ میں واقع ہے اور اس کو یمانی کہتے ہیں اس لیے وہ یمن کی جانب واقع ہے۔ تیسرے یہ کہ یمن سے مراد انصار کے لوگ ہیں اس لیے کہ انصار اصل میں یمن کے رہنے والے تھے پھر ایمان نسبت دیا گیا انصار کی طرف کیونکہ وہ ایمان کے مددگار تھے اور یہ اختیار کیا بہت لوگوں نے اور سب میں یہی قول اچھا ہے۔ شیخ ابو عمرو نے کہا کہ اگر ابو عبید اور جو اسکے تابع ہوئے حدیث کے الفاظ کو دیکھتے اور اس میں تامل کرتے تو یہ تاویل نہ کرتے اور ظاہر حدیث کو نہ چھوڑتے اور یہی کہتے کہ مراد یمن کے لوگ ہیں اس لیے کہ ایک روایت میں ہے تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے۔ اور یہ خطاب ہے انصار کی طرف تو ضرور یمن والوں سے انصار کے سوا اور لوگ مراد ہونگے۔ اسی طرح اس روایت میں جو ہے کہ یمن کے لوگ آئے تو ظاہر ہے کہ اس وقت انصار نہیں آئے تھے دوسرے یہ کہ حضرت نے پہلے ان کے عمدہ صفات بیان کئے کہ وہ نرم دل ہیں پھر اس کے بعد بیان کیا کہ ایمان بھی یمن کا ہے تو یہ اشارہ ہے ان لوگوں کی طرف جو یمن سے آئے تھے مکہ اور مدینہ کی طرف اور حدیث کو ظاہر پر رکھنے سے کوئی مانع نہیں ہے اس واسطے کہ جو شخص کسی وصف سے موصوف ہوتا ہے اور اچھی طرح اس پر قائم ہوتا ہے اس کو نسبت دیتے ہیں اس شخص کی طرف اور یمن والوں کا ایسا ہی حال تھا اس وقت ایمان میں اور ان لوگوں کا جو رسول اللہؐ کے پاس آئے تھے یمن والوں میں سے اور آپ کی وفات کے بعد بھی بعض یمن والے ایمان میں ایسے ہی کامل گزرے ہیں جیسے اویس قرنی اور ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہا اور ان کے مانند اور لوگ جن کے قلب سلیم تھے اور ایمان قوی تھا تو ایمان کی نسبت ان کی طرف اس وجہ سے ہے کہ وہ ایمان میں کامل تھے اور اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ انکے سوا اور لوگ مومن نہیں ہیں اس صورت میں اس حدیث میں کہ ایمان حجاز میں ہے منافات بھی نہ ہوگی پھر مراد اس حدیث میں یمن والوں سے وہی یمن والے ہیں جو اس وقت موجود تھے نہ کہ ہر زمانہ کے یمن والے۔ اس لیے کہ لفظ سے یہ نہیں نکلتا اور یہی حق ہے اور ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو سیدھی راہ بتلائی۔ انتہی

السراج الوہاج میں ہے کہ لفظ سے نہ نکلنا کچھ یمن والوں سے خاص نہیں بلکہ یہ حکم ہر حدیث میں چل سکتا ہے جس میں کسی ملک والوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے لیکن صحیح صحیح روایتیں جو یمن والوں کی فضیلت یا اور کسی ملک کی فضیلت میں آئی ہیں ان روایتوں سے اب تک لوگ اس ملک والوں کی فضیلت نکالتے ہیں اس لیے کہ اصول کی تاثیر فروع میں ضرور ہوتی ہے پھر تجربہ سے بھی یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جیسا ایمان اور حکمت اور فقہ یمن میں ہر زمانہ میں رہا ہے ایسا اور کسی ملک میں نہیں رہا جیسے اس کی طرف آئندہ اشارہ ہوگا اور اس قدر کافی ہے حدیث کے مضمون کی صحت کے لیے اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جن کو چاہتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حدیث کو خاص کریں ان لوگوں سے جو موجود تھے اس زمانہ میں اور اللہ کی رحمت اس سے زیادہ وسیع ہے۔ انتہی

یہ جو فرمایا کہ فقہ بھی یمن کی ہے تو فقہ سے مراد یہاں دین کی سمجھ بوجھ ہے پھر اصطلاح شرع میں اہل اصول نے فقہ کے یہ معنی قرار دیے کہ وہ علم ہے احکام شرعیہ عملیہ کا ان کے دلائل کے ساتھ۔

پھر فرمایا حکمت بھی یمن کی ہے حکمت کے باب میں کئی قول ہیں لیکن عمدہ قول یہ ہے کہ حکمت عبارت ہے اس علم سے جو اللہ کی معرفت پر مشتمل ہے اور اس کی وجہ سے بصیرت کھل جاتی ہے اور نفس درست ہو جاتا ہے اور حق معلوم ہو جاتا ہے اور توفیق عمل کی لله

۱۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح و حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ كِلَاهُمَا عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

۱۸۳- مندرجہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

۱۸۴- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَضْعَفُ قُلُوبًا وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً الْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ)).

۱۸۴- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس یمن والے آئے ان کے قلب ضعیف اور فواد نرم ہیں فقہ بھی یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔

بقیہ ہوتی ہے اور خواہش نفسانی سے بچاؤ ہوتا ہے اور حکیم وہ ہے جس میں یہ سب باتیں موجود ہوں۔ ابو بکر بن درید نے کہا جو کلمہ نصیحت کا ہو یا زجر کا اور جو بات بہتری کی طرف لے جائے اور برائی سے بچائے وہ حکمت ہے اور وہ حکم ہے اور یہی مقصود ہے اس حدیث میں ان من الشعر لحکمة یعنی بعض شعر حکمت ہوتا ہے۔ کذا قال النووی۔ اور السراج الوہاج میں ہے کہ حکمت رسول اللہ کی حدیث کو کہتے ہیں جو اللہ کے کلام کے بعد ہے اور ایک جماعت سلف نے آیۃ یعلمهم الكتب والحكمة کی تفسیر یوں کی ہے اسی طرح اس آیت ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة کی تو صاف حدیث کے معنوں میں یہی ہے کہ حکمت سے حدیث نبوی مراد ہے جس پر حدیث کی کتابیں مشتمل ہیں اور فرمایا کہ بعض شعر حکمت ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شعر حدیث کے موافق ہوتا ہے وہ اچھا اور جو حدیث کے خلاف ہو وہ قبیح ہے اور وہ جو ابن الصلاح وغیرہ نے حکمت کے معنی بیان کیے ہیں وہ فلاسفہ کی تعریف سے ملتے ہیں اور اس سے قریب ہیں اور ایک دلیل اس بات کی کہ حکمت سے مراد حدیث شریف ہے یہ ہے کہ اس کے ساتھ فقہ کو بیان کیا اور یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اس میں رسول اللہ کی طرف سے یمن اور اہل یمن پر شہادت ہے کہ ان میں ایمان ہے اور حدیث ہے اور فقہ ہے اور یہ اتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس سے بڑھ کر دوسری فضیلت نہیں اور کئی آیتیں اور حدیثیں ان کی شان میں اور ان کے ایمان کی صفت میں وارد ہوئی ہیں ان کو علامہ شوکانی نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے اور میں نے ان کو سلسلۃ العسجد وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور یمن اور صنعاء کا بیان کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ ان میں سے حظیرۃ القدس اور ریاض المرتاض ہیں اور میں نے یمن والوں میں سے چند علماء کا حال جو کتاب وسنت پر چلنے والے تھے کتاب "اتحاف النبلاء" اور "التاج المکلل" میں ذکر کیا ہے اور شکر ہے خدا کا اس بات پر جو قرآن اور حدیث اور فقہ کے علم میں ہم کو اہل یمن سے توسل ہے۔ انتہی۔

(۲۸۴) ☆ فواد اور قلب دونوں شہرت کی بنا پر ایک ہیں اور بعضوں نے کہا فواد مغایر ہے قلب کے اور عین ہے قلب کی اور بعضوں نے کہا کہ فواد باطن قلب ہے اور بعضوں نے کہا کہ قلب کا پردہ ہے اور قلب ضعیف ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس میں خدا کا خوف اور تواضع ہے اور وہ نصیحت پانے کے قابل ہے اور سختی اور قسوت سے سالم ہے جیسے اور لوگوں کے دل میں ہے اور وہ ضعف قلب مراد نہیں جو حکیموں کے نزدیک بڑا عیب ہے۔

۱۸۵- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ)).

۱۸۵- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کفر کی چوٹی مشرق کی طرف ہے اور بڑائی و شیخی مارنا اور فخر و گھمنڈ کرنا گھوڑے والوں اور اونٹ والوں میں ہے جو چلاتے ہیں اور وبر والے ہیں اور غریبی اور نرمی بکری والوں میں ہے۔

۱۸۶- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْكُفْرُ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالرِّيَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْوَبَرِ)).

۱۸۶- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان یمن میں ہے اور کفر پورب کی طرف ہے اور غریبی اور اطمینان بکری والوں میں ہے اور گھمنڈ اور دکھاوا شور کرنے والوں میں ہے جو گھوڑے اور اونٹ رکھتے ہیں۔

۱۸۷-عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ)).

۱۸۷- ابوہریرہؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا بڑائی اور گھمنڈ کرنا شور کرنے والوں میں ہے جو اونٹ رکھتے ہیں اور غریبی اور مسکینی بکری والوں میں ہے۔

۱۸۸- و حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ ((الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ)).

۱۸۸- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے اتنا اضافہ ہے کہ ایمان یمن والوں میں ہے، حکمت یمن والوں میں ہے۔

۱۸۹- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَأَضْعَفُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ السَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي

۱۸۹- ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یمن والے آگئے ہیں یہ لوگ نرم دل اور کمزور دل والے ہیں-ایمان یمن والوں میں ہے، حکمت یمن والوں میں ہے، مسکینی بکریاں چرانے والوں میں ہے اور فخر و غرور اور شور و

(۱۸۵) ☆ حدیث میں فدادین کا لفظ ہے اسکے معنوں میں اختلاف ہے ابو عمرو شیبانی نے کہا یہ فداد کی جمع ہے بتشدید دال اور فداد گائے بیل کو کہتے ہیں جن سے کھیتی میں کام لیا جاتا ہے اس سے مراد کاشتکار اور زمیندار ملکی لوگ ہیں لیکن اوروں نے اس کا انکار کیا اور کہا فدادین فدید سے ہے جس کے معنی ہیں چلانا اور شور کرنا اور مراد وہی لوگ ہیں جو اونٹوں اور گھوڑوں اور کھیتوں میں چلایا کرتے اور حد درجہ کے بد خلق اور سخت ہوتے ہیں۔ابو عبیدہ نے کہا فدادین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس بہت اونٹ ہیں دو سو سے لے کر ہزار تک (نووی) تحفۃ الاخیار میں ہے کہ جانوروں کی صحبت کی بھی تاثیر ہوتی ہے۔ سائیس اور شتر بان اکثر بد خلق ہوتے ہیں اور بکری چرانے والے بیشتر مسکین ہوتے ہیں اسی واسطے پیغمبروں نے بکریوں کو چرایا۔

(اور وبر والے ہیں) وبر کہتے ہیں اونٹ کے بالوں کو اور یہ اونٹ والوں کے پاس ہوں گے نہ کہ گھوڑے والوں کے پاس اور شاید مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس گھوڑے اور اونٹ دونوں ہوں۔

الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ قِبَلَ مَطْلِعِ الشَّمْسِ))۔

غوغا اونٹ چرانے والوں میں ہے جو مشرق کی جانب رہتے ہیں۔

۱۹۰- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَلْيَنُ قُلُوبًا وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ))۔

۱۹۰- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمنی آئے ہیں یہ بہت نرم دل اور رقیق القلب ہیں حکمت اور ایمان یمن میں ہے اور کفر کا سرچشمہ مشرق میں ہے۔

۱۹۱- و حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ ((رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ))۔

۱۹۱- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی آئی ہے صرف اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ کفر کا سرچشمہ مشرق کی طرف ہے۔

۱۹۲- و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح و حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ ((وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي أَصْحَابِ الشَّاءِ))۔

۱۹۲- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

۱۹۳- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((غِلَظُ الْقُلُوبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْإِيمَانُ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ))۔

۱۹۳- جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دلوں کی سختی اور کھرا پن پورب والوں میں ہے اور ایمان حجاز والوں میں۔

---

(۱۹۳) ☆ مدینہ سے مشرق کی طرف مضر کے کافر رہتے تھے جو نہایت سخت لوگ تھے اور حضرتؐ کے پاس آنے والے لوگوں کو ستاتے تھے اور حجاز عرب کا ایک قطعہ ہے جس میں مکہ اور مدینہ اور طائف واقع ہیں۔

السراج الوہاج میں ہے کہ اس حدیث میں مشرق کی مذمت اور حجاز کی تعریف ہے اور یمن حجاز میں داخل ہے اور ہندوستان مشرق میں ہے اور یہ ایک گذشتہ زمانہ کی حکایت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر اپنا فضل کیا اور اس میں اسلام اور مسلمانوں کو پھیلایا اور ہند کے بہت سے لوگ اسلام سے مشرف ہوئے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے دیتا ہے اور ہندوستان میں بہت بڑے بڑے علماء اور فضلاء گزرے ہیں اور بہت سے محدث جو کتاب اور سنت پر عمل کرتے تھے اور ہند کے رہنے والے وہ بعض بدعتی جو اس حدیث سے بات نکالتے ہیں کہ مشرق سے مراد نجد کے لوگ ہیں اور یہ حدیث نجد والوں پر صادق آتی ہے اور اسی بنا پر تکفیر کرتے ہیں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی جو نجد سے نکل کر حجاز میں آئے تھے اور انھوں نے توحید کو پھیلایا تھا اور شرک کو مٹایا تھا تو یہ متبدعین ہند کا تعصب اور عناد ہے اس لیے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کفر کی چوٹی پورب میں ہے اور نجد کو خاص نہیں کیا اور مشرق عام ہے تمام ان ممالک کو شامل ہے جو مدینہ سے پورب کی جانب واقع ہیں ہند ہو یا سندھ اور شیخ محمد بن عبدالوہابؒ مسلمان تھے عالم تھے حق بات کی دعوت دیا کرتے تھے۔ وہ نہ کافر تھے نہ اسلام سے خارج تھے۔ پھر وہ اس ☜

بَابُ بَيَانِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَأَنَّ مَحَبَّةَ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ إِفْشَاءَ السَّلَامِ سَبَبًا لِحُصُولِهَا

باب: جنت میں مومن ہی جائیں گے اور مومنوں سے محبت رکھنا ایمان میں داخل ہے اور سلام کا رواج دینا محبت کا سبب ہے

١٩٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ)).

۱۹۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بہشت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور ایماندار نہ بنو گے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ رکھو گے اور میں تم کو وہ چیز نہ بتلادوں جب تم اس کو کرو تو آپس میں محبت ہو جائے۔ اسلام کو آپس میں رائج کرو۔

ﷺ حدیث سے کیوں کر مراد ہونگے اس حال میں جب کہ بعض احادیث صحیحہ میں نجد والوں کی فضیلت موجود ہے آپ نے ایک شخص کے باب میں جو نجد کا رہنے والا تھا فرمایا کہ اس نے نجات پائی اگر وہ سچا ہے۔ اور حدیث سے مراد وہی شخص ہے جو اس صفت کا ہو یعنی سخت دل اور کافر ہو اور جس میں یہ صفت نہیں وہ حدیث میں داخل نہیں ہے خواہ مشرقی نجدی یا ہندی ہو یا مغربی اندلسی ہو اور حدیث کا مفہوم یہی ہے۔

مترجم نے مولانا محمد بشیر الدین صاحب مرحوم قنوجیؒ سے سنا فرماتے تھے کہ مشرق سے مراد "بدایوں" کا قصبہ ہے جو مدینہ منورہ سے پورب کی جانب واقع ہے اور وہاں سے شیطان کا قرن نکلا جس نے دنیا میں بدعت کا رواج دیا اور علمائے موحدین کو کافر اور فاسق قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے تمام مسلمانوں کو بچائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

(۱۹۴) ☆ ایماندار نہ بنو گے یعنی پورے ایماندار نہ ہوں گے جب تک محبت نہ رکھو گے۔ آپس میں ایک دوسرے سے اور سلام رائج کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک مومن کو سلام کرے خواہ اس سے پہچان ہو یا نہ ہو اور سلام الفت کا سبب ہے اور دوستی پیدا کرنے کی کنجی ہے اور سلام کے رائج کرنے میں مسلمانوں کے دلوں میں الفت جمتی ہے اور ان کی علامت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ سلام مسلمانوں کی نشانی ہے جو ان کو اور قوموں سے ممتاز کردیتی ہے اور اس میں نفس کی ریاضت ہے اور تواضع ہے اور دوسرے مسلمانوں کی تعظیم ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں عمار بن یاسر سے روایت کیا انھوں نے کہا تین باتیں ہیں جس نے ان کو حاصل کیا تو ایمان کو حاصل کیا۔ ایک تو انصاف اپنے نفس سے، دوسرے سب کو سلام کرنا، تیسرے تنگی کے وقت خرچ کرنا اور بخاری کے سوا اور لوگوں نے اس قول کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور سلام میں ایک اور فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس سے عداوت اور دشمنی دور ہوتی ہے اور آپس کا بغض رفع ہوتا ہے جو نیکیوں کا مٹانے والا ہے مگر سلام خاص خدا کے واسطے کرے نہ کسی خواہش نفسانی سے اور نہ اپنے دوستوں اور احباب کو خاص کرے۔ کذا ذکرہ النووی۔

تحفۃ الاخیار میں ہے کہ بہشت کا ملنا ایمان پر موقوف ہے اور ایمان محبت پر موقوف تو معلوم ہوا کہ بہشت محبت پر موقوف ہے پھر حضرتؐ نے محبت حاصل کرنے کا آسان طریقہ السلام علیکم کرنا بتلایا۔ سلام سے اس واسطے محبت حاصل ہوتی ہے کہ وہ دعائے خیر ہے یعنی خدا تم کو ہر بلا سے سلامت رکھے اور معمول ہے کہ آدمی اپنے خیر خواہ دعا مانگنے والے کو اپنا دوست جانتا اور سمجھتا ہے تو آپ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ ہر چند سخاوت اور احسان بھی محبت کا سبب ہے لیکن احسان اور سخاوت تمام عالم کے مسلمانوں سے نہیں ہو سکتی اور سلام آسان بات ہے کہ ہر ایک کو ہو سکتا ہے اس واسطے حضرتؐ نے اسی کو خاص کر کے بتلایا ہے لیکن افسوس عجب الٹا زمانہ ہو گیا ہے کہ جہالت اور غرور کے سبب سے اب بعض لوگ سلام علیک کرنے سے ناخوش ہوتے اور عداوت پر کمر باندھتے ہیں محبت اور خیر خواہی کی چیز ان الٹوں کے نزدیک ﷺ

۱۹۵- عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا)) بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٍ.

۱۹۵- دوسری روایت بھی ایسی ہے اس میں یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بہشت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اخیر تک ابو معاویہ اور وکیع کی حدیث کی طرح۔

بَاب بَيَانِ أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ

باب: دین خیر خواہی سچائی اور خلوص کو کہتے ہیں

۱۹۶- عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((الدِّينُ النَّصِيحَةُ)) قُلْنَا لِمَنْ

۱۹۶- تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین خلوص اور خیر خواہی کا نام ہے ہم نے کہا کس کی خیر خواہی؟ آپ

ﷺ عداوت کا سبب ہو گئی ہے۔ انتہی

مترجم کہتا ہے میں نے جن لوگوں کو سلام علیک کرنے سے ناراض ہوتے دیکھا وہ وہ لوگ ہیں جو انتہا درجہ کے جاہل اور وحشی ہیں جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ سلام علیک کے معنی کیا ہیں اگر انہی لوگوں سے کوئی اردو زبان میں کہے خدا آپ کو سلامت رکھے جو بعینہ سلام علیک کے معنی ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ پس ایسے جاہلوں کا علاج یہ ہے کہ ان کو سلام علیک کے معنی بتا دیے جائیں اور یہ سمجھا دیا جائے کہ صحابہ کرام رسول اللہ کو جو دین و دنیا دونوں کے ہادی تھے سلام علیک کہا کرتے تھے اور یہ اسلام کا شعار ہے پھر تمہاری حقیقت کیا ہے جو تم رسول اللہ کی سنت سے ناراض ہوتے ہو اور تمہارا درجہ بھی کیا ہے اور تم کو کون پوچھتا ہے اگر اس برے خیال کو ترک نہ کرو گے تو اسلام سے خارج ہو جاؤ گے اور اس غرور اور جہالت کی بدولت دین اور دنیا دونوں تباہ ہوں گے۔

(۱۹۶) ☆ نووی نے کہا یہ حدیث عظیم الشان ہے اور اس پر اسلام کا دارومدار ہے اور وہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ یہ ان چار حدیثوں میں سے ایک حدیث ہے جو اسلام کی تمام باتوں کو جامع ہیں تو صحیح نہیں بلکہ صرف اسی حدیث پر اسلام کا مدار ہے اور یہ حدیث مسلم کے افراد میں سے ہے اور تمیم داری سے صحیح بخاری میں کوئی روایت نہیں اور نہ مسلم میں اس کے سوا اور کوئی روایت ہے۔

اس روایت پر امام ابو سلیمان خطابی نے کہا نصیحت ایک جامع لفظ ہے جس کے مثل دوسرا لفظ زبان عرب میں بہت کم ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ سب بھلائیوں کا اکٹھا کرنا جس کے لیے نصیحت کی جائے ایسے ہی فلاح کا لفظ ہے عربی زبان میں جو دنیا اور آخرت سب قسم کی بھلائیوں کو جامع ہے۔ بعضوں نے کہا نصیحت ماخوذ ہے نصح الرجل ثوبہ سے یعنی سیا فلانے نے کپڑا اپنا۔ تو نصیحت کرنے والے کے فعل کو مشابہت دی سینے سے جیسے سینے سے کپڑا درست ہوا ہے ایسے ہی نصیحت سے دوسرے کے خلل رفع ہوتے ہیں اور وہ درست ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا وہ ماخوذ ہے نصحت العسل سے یعنی صاف کیا میں نے شہد کو موم سے تو مشابہت دی صاف بات کو جس میں کھوٹا پن نہ ہو اس شہد کے ساتھ جو موم اور چرک سے صاف کیا جائے لیکن نصیحت کی تفسیر میں تو خطابی اور علماء نے اس باب میں ایک نفیس کلام کہا ہے اور میں سب کو ملا کر مختصر طور پر بیان کرتا ہوں اللہ کے لیے نصیحت یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اسکی صفات میں بے دینی اختیار نہ کرے جتنے صفات کمال اور جمال کے ہیں وہ سب اس کے لیے ثابت کرے اور اس کو پاک سمجھے تمام عیبوں اور نقصانات سے اس کی عبادت کے لیے مستعد رہے اس کی نافرمانی سے بچتا رہے اس کے لیے دوستی رکھے اور اسی کے لیے دشمنی جو شخص خدا کا فرمانبردار ہو اس سے محبت رکھے اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اس سے دشمنی رکھے جو شخص خدا کا انکار کرے اس سے جہاد کرے اس کے احسان کا اقرار کرے اس کا شکر گزار رہے تمام کاموں میں سچا اور مخلص رہے ان باتوں کی طرف لوگوں کو بلائے اور ان کی سب لوگوں کو یا جن پر اسے قدرت ﷺ

قَالَ ((لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ)). نے فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے حاکموں کی اور سب مسلمانوں کی۔

لئے ہے ترغیب دے۔ خطابی نے کہا ان صفات سے بندے کو نفع حاصل ہوتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کو کیونکہ اللہ بے پرواہ ہے ہر ناصح کی نصح سے۔

دوم یہ کہ خدا کی کتاب کے لیے نصیحت یہ ہے کہ اس بات پر یقین کرے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اسی نے اتارا ہے کسی مخلوق کا کلام اس کے مثل نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی مخلوق اس کے مثل بنا سکتا ہے پھر اس کی بڑائی دل میں رکھے اس کی تلاوت کرے جس طرح تلاوت کا حق ہے اس کو خوش آوازی سے پڑھے درد اور رقت کے ساتھ اس کے حروف اچھی طرح سے ادا کرے۔ جو لوگ اس میں تحریف کرنا چاہتے ہیں تاویلات سے ان کا رد کرے جو اس پر اعتراض اور طعنہ کرتے ہیں اُن کا جواب دے جو مضمون اس میں ہیں ان کی تصدیق کرے اس کے احکام سے خبر دار ہو اس کے علوم اور مثالوں کو سمجھے اس کی نصیحتوں پر غور کرے اس کے عجائب و غرائب میں فکر و خوض کرے اس میں جو آیتیں محکم ہیں ان پر عمل کرے (یعنی حلال حرام کی آیتیں اور احکام کی آیتیں) اور جو آیتیں متشابہ ہیں (یعنی اعتقاد کی آیتیں) ان کو تسلیم کرے (یعنی ان کے ظاہری معنی پر یقین کر کے اس کی حقیقت کو خدا کے سپرد کرے اس میں تاویل یا تحریف یا انکار نہ کرے اس کے عام اور خاص اور ناسخ اور منسوخ کو پہچانے اس کے علوم کو پھیلائے اس کی طرف دعوت کرے۔

رسول اللہؐ کے لیے نصیحت یہ ہے کہ آپ کو خدا کا بھیجا ہوا سمجھے اور اس پر یقین رکھے اور جتنی باتیں آپ لے کر آئے ہیں ان سب پر ایمان لائے آپ کے حکم کو مانے آپؐ نے جس سے منع کیا اس سے باز رہے آپ کی مدد کرے گو آپ وفات پا چکے ہیں (جیسے زندگی میں آپ کی مدد کرتا اگر آپ دنیا میں تشریف رکھتے ہوئے) جو شخص آپ کا دشمن ہو اس سے دشمنی رکھے جو شخص آپ کا دوست ہو اس سے دوستی رکھے آپ کا درجہ بڑا سمجھے آپ کے حق کی توقیر کرے آپ کے طریقے کو زندہ کرے آپ کی سنت کو چلائے آپ کی دعوت کو پھیلائے آپ کی شریعت کو مشہور کرے آپ کی شریعت پر جو کوئی تہمت لگائے اس کی تہمت کو دور کرے آپ کی شریعت کے علم کو پھیلائے آپ کی شریعت کے مضامین میں غور کرے۔ اس کی طرف لوگوں کو بلائے اس کے سیکھنے اور سکھانے میں کوشش اور نرمی کرے اس کی عظمت اور بزرگی کرے اور اس کو پڑھتے وقت ادب سے پڑھے لغو باتیں نہ کرے بغیر جانے بوجھے اس میں گفتگو نہ کرے جو لوگ شریعت کا علم رکھتے ہوں یعنی قرآن اور حدیث کا ان کی عظمت اور بزرگی کرے آپ کے اخلاق و عادات کو اختیار کرے آپ کے آداب پر چلے آپ کے اہل بیت اور اصحاب سے محبت رکھے جو آپ کی شریعت میں بدعت نکالے اس سے علیحدہ رہے (یعنی اس کا شریک نہ ہو اس کی مدد نہ کرے) جو شخص آپ کے آل یا اصحاب سے بغض رکھے اس سے جدا رہے۔

مسلمان حاکموں کے لیے نصیحت یہ ہے کہ حق بات میں ان کی مدد کرے ان کی اطاعت کرے اور ان کو حق بات کا حکم کرے اور یاد دلائے اور نرمی اور ملائمت سے نصیحت کرے اور جس بات سے وہ غافل ہوں ان کو بتائے اور مسلمانوں کے کسی حق کی ان کو خبر نہ ہو تو اس سے مطلع کرے اور ان سے بغاوت اور سرکشی نہ کرے اور لوگوں کا دل ان کی اطاعت کی طرف مائل کرے۔

خطابی نے کہا یہ بھی ان کے لیے نصیحت ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھے ان کے ساتھ کافروں سے جہاد کرے زکوٰۃ ان کو ادا کرے تلوار ان پر نہ اٹھائے جب وہ کچھ ظلم کریں یا بد خلقی کریں اور جھوٹی خوشامد سے ان کو مغرور نہ کرے اور ان کے واسطے نیکی کی دعا کرے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ مسلمانوں کے اماموں سے خلفاء وغیرہ مراد ہوں جو مسلمانوں کے کاموں کا انتظام کرتے ہیں حکومت والوں میں سے اور یہی مشہور ہے اور خطابی نے اسی کو نقل کیا پھر کہا اماموں سے کبھی دین کے علماء مراد لیے جاتے ہیں اور ان کے لیے نصیحت یہ ہے کہ ان کی باتوں کو مانیں جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہوں لیکن عام مسلمانوں کے لیے نصیحت وہ بات ہے کہ ان کو وہ بات بتلائے کہ جس میں ان

١٩٧- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۱۹۷- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

١٩٨- عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ سَمِعَهُ وَهُوَ يُحَدِّثُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۱۹۸- اس سند سے بھی مذکورہ بالا روایت کی گئی ہے۔

١٩٩- عَنْ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۱۹۹- جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز پڑھنے پر اور زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت کی۔

٢٠٠- عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضي الله عنه يَقُولُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۲۰۰- جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کے لیے بیعت کی۔

لئے ان کی آخرت کا فائدہ ہو اور دنیا کا اور ان کو ایذا نہ دے اور ان کو دین کی وہ بات سکھلائے جو وہ نہیں جانتے اور زبان سے اور ہاتھ سے ان کی مدد کرے اور ان کے عیبوں کو چھپائے اور ان کے ضرر کو دور کرے اور ان کی منفعت کے لئے کوشش کرے اور ان کو نیک بات کا حکم کرے اور بری بات سے نرمی اور ملائمت اور شفقت سے منع کرے اور ان میں جو بزرگ بوڑھا ہو اس کی بزرگی کرے اور جو بچہ چھوٹا ہو اس پر شفقت اور ان کو اچھی پند و نصیحت کرتا رہے اور ان سے فریب نہ کرے اور ان سے حسد نہ کرے اور ان کے واسطے وہی چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اور ان کے لیے برا جانے جو اپنے لیے برا جانتا ہے اور انکے مال یا عزت کی محافظت کرے۔ اسی طرح جتنی باتیں ہم نے نصیحت کی بیان کیں ان سب کی ان کو دعوت دے ان کی ہمت کو عبادت کی طرف لگائے اور سلف صالحین میں بعض ایسے بزرگ تھے کہ وہ نصیحت کے لیے اپنی دنیا کا نقصان گوارا کرتے۔

یہ خلاصہ ہے اس کا جو بیان کیا گیا نصیحت کی تفسیر میں۔ ابن بطال نے کہا اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نصیحت کو دین اور اسلام کہتے ہیں اور دین کا اطلاق اعمال پر بھی ہوتا ہے جیسے اقوال پر ہوتا ہے اور نصیحت فرض کفایہ ہے اگر بعض کریں گے تو کافی ہے باقی لوگوں کے اوپر مواخذہ نہ رہے گا اور نصیحت اپنی طاقت کے موافق لازم ہے جب یہ بات معلوم ہو کہ اس کی نصیحت قبول کی جائے گی اور اس کے حکم کی اطاعت کی جائے گی اور اس کی جان پر کوئی آفت نہ آئے گی اگر کسی مصیبت یا آفت کا خوف ہو تو مختار ہے چاہے تو نصیحت چھوڑ دے۔

(۱۹۹) ☆ خاص کیا نماز اور زکوٰۃ کو کیونکہ یہ دونوں شہادتین کے بعد دین کے بڑے رکن ہیں اور روزہ کو ذکر نہیں کیا اس لیے کہ دوسری روایت میں ہے بیعت کی سننے اور مان لینے پر اور روزہ اس میں داخل ہے بلکہ دین کے تمام احکام اس میں آگئے۔

۲۰۱- عَنْ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِي ((فِيمَا اسْتَطَعْتُ)) وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَالَ يَعْقُوبُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ.

۲۰۱- جریرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی سن لینے اور مان لینے کی (یعنی جو حکم آپ فرمائیں گے اس کو سنوں گا اور بجالاؤں گا) پھر آپ نے مجھے سکھلادیا اتنا اور کہہ جہاں تک مجھے قدرت ہے (یہ آپ کی کمال شفقت تھی اپنی امت پر کہ شاید کوئی حکم دشوار ہو اور نہ ہو سکے تو بیعت میں خلل آوے اس لیے اتنا اور بڑھادیا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے) اور اس بات پر میں نے بیعت کی کہ ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔

بَاب بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيمَانِ بِالْمَعَاصِي وَنَفْيِهِ عَنْ الْمُتَلَبِّسِ بِالْمَعْصِيَةِ عَلَى إِرَادَةِ نَفْيِ كَمَالِهِ

باب: گناہوں سے ایمان کے گھٹ جانے اور بوقت گناہ گنہگار سے ایمان کے جدا ہو جانے یعنی گناہ کرتے وقت ایمان کا کمال نہ رہنے کا بیان

۲۰۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ))

۲۰۲- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں زنا کرتا زنا کرنے والا مگر زنا کرتے وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور نہ چور چراتے وقت مومن ہوتا ہے اور نہ شراب پینے والا شراب پیتے وقت مومن ہوتا

(۲۰۱) ☆ پھر جریر نے اپنی بیعت پر ایسا عمل کیا کہ ایک بار اپنے غلام کو گھوڑا خریدنے کے لیے بھیجا وہ تین سو درہم میں ایک گھوڑا چکالایا۔ اس کا مالک بھی دام لینے کے لیے ساتھ آیا جریر نے گھوڑے کے مالک سے کہا تیرا گھوڑا تین سو درہم سے زیادہ کا مال ہے تو چار سو درہم کو بیچ۔ اس نے کہا میں نے تم کو اختیار دیا جو دام مناسب ہے دے دو۔ جریر نے کہا وہ چار سو درہم سے بھی زیادہ کا مال ہے پانچ سو درہم کو بیچ۔ اسی طرح جریر سو سو درہم بڑھاتے گئے اور مالک کم پر راضی تھا یہاں تک کہ آٹھ سو درہم تک لگائے اور آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ لوگوں نے کہا یہ کیا کیا؟ جریرؓ نے کہا میں نے رسول اللہؐ سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی تو گھوڑا بیچنے والا بھی مسلمان تھا اور یہ بات خیر خواہی کی نہ تھی کہ میں اس کا مال کم قیمت میں خرید لوں اور اسے نقصان دوں۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے۔

(۲۰۲) ☆ نووی نے کہا علمائے محققین نے اس حدیث کے معنی یوں بیان کئے ہیں کہ ان افعال کو کرتے وقت اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا اور ایسا محاورہ بہت ہے کہ ایک شے کی نفی کرتے ہیں اور مراد اس کے کمال کی نفی ہوتی ہے جیسے یہ کہتے ہیں علم نہیں مگر وہ جو فائدہ دے مال نہیں مگر اونٹ عیش نہیں مگر آخرت کا عیش اور ہم نے یہ تاویل اس لیے کی کہ ابوذرؓ وغیرہ کی حدیث یوں آئی ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا اگرچہ زنا یا چوری کرے اور عبادہ بن صامتؓ کی حدیث میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہؐ سے اس بات پر بیعت کی کہ چوری نہ کریں گے نہ زنا کریں گے نہ اور کوئی گناہ۔ پھر رسول اللہؐ نے فرمایا جو کوئی تم میں سے اپنی بیعت کو پورا کرے اس کا تو ثواب اللہ پر ہے اور جس سے ان خطاؤں میں سے کوئی خطا ہو جائے پھر اس کو دنیا ہی میں سزا مل جائے تو یہی اس کا کفارہ ہے اور جو دنیا میں سزا نہ ملے تو آخرت میں خدا کو اختیار ہے چاہے اس کو معاف کرے چاہے عذاب دے۔ تو یہ دونوں حدیثیں مع اپنے نظائر کے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ان اللہ لا یغفر ☜

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُمْ هَؤُلَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَقُولُ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ ((وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)).

ہے۔ ابن شہاب نے کہا مجھ سے عبدالملک بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث اس حدیث کو روایت کرتے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پھر کہتے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں اتنا اور ملا دیتے تھے نہ لوٹنے والا ایسی لوٹ جو بڑی ہو (یعنی حقیر چیز نہ ہو) جس کی طرف لوگوں کی نظر اٹھے لوٹتے وقت مومن ہوتا ہے۔

۲۰۳- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَا يَزْنِي الزَّانِي)) وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ يَذْكُرُ مَعَ ذِكْرِ النُّهْبَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَاتَ شَرَفٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۲۰۳- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں زنا کرتا زانی- باقی حدیث وہی ہے جو گذر چکی ہے اس میں "ذات شرف" کے الفاظ استعمال نہیں ہوئے۔

ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور سوا شرک کے جس کو چاہے گا گناہ بخش دے گا اور اہل حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ زانی اور چور اور قاتل اور ان کے سوا اصحاب کبائر جو شرک اور کفر میں مبتلا نہ ہو مومن ہیں مگر ان کا ایمان ناقص ہے اگر توبہ کریں گے تو گناہ معاف ہو جائے گا اور جو گناہ کرتے کرتے مر جائیں گے تو خدا کے اختیار پر ہے چاہے ان کو بخش دیوے اور جنت میں لے جائے اور چاہے گناہ کے برابر عذاب دے کر پھر جنت میں لیجائے ہم کو اس حدیث کی تاویل پر لاچار کرتی ہیں اور جو حدیث اس کے مشابہ آئی ہے۔ پھر یہ تاویل ظاہر ہے لغت سے بعید نہیں نہ استعمال سے اور جب دو حدیثیں ایسی وارد ہوں کہ بظاہر ان میں اختلاف ہو تو ان کی تاویل کرنا ضروری ہے اور جمع کرنا واجب ہے اور بعض علماء نے اس حدیث کے معنی یوں بیان کیے ہیں کہ جو شخص زنا کرے اس کو حلال جان کر یا چوری کرے اس کو حلال جان کر تو وہ مومن نہیں کیونکہ شرعی حرام کو حلال جاننا باتفاق علماء کفر ہے۔ اور حسن اور ابو جعفر طبری نے کہا مومن نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ تعریف کے قابل نہیں رہتا کہ مومن اللہ کا دوست ہے وہ کسی اور برے لقب کا مستحق ہوتا ہے جیسے زانی یا چور یا لٹیرا یا شرابی اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس کے دل سے ایمان کا نور جاتا رہتا ہے اور اس باب میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے اور مہلب نے کہا اس کی بصیرت اللہ کی عبادت میں جاتی رہتی ہے اور زہری نے کہا یہ حدیث اور جو حدیثیں اس کے مثل آئی ہیں ان پر ایمان لانا چاہیے اور جس مطلب پر آئی ہیں اس پر رواں کرنا چاہیے اور اس کے معنی میں زیادہ غور نہ کرنا چاہیے کیونکہ ہمیں اس کے معنی معلوم نہیں اور انھوں نے کہا کہ چلاؤ ان حدیثوں کو اسی طرح جیسے اگلے لوگوں نے ان کو چلایا اور بعضوں نے اس حدیث کے معنی میں اور اقوال بیان کیے ہیں جو ظاہر نہیں ہیں بلکہ بعض غلط ہیں اس لیے میں نے ان کو نقل نہیں کیا اور یہ اقوال جو بیان ہوئے سب محتمل ہیں اور صحیح وہی معنی ہیں جو ہم نے سب سے پہلے بیان کیے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کے معنی یہی بیان کیے ہیں کہ وہ مومن کامل نہیں ہوتا اور اس میں ایمان کا نور نہیں رہتا۔

وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ هَذَا إِلَّا النُّهْبَةَ.

٢٠٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَذَكَرَ النُّهْبَةَ وَلَمْ يَقُلْ ذَاتَ شَرَفٍ.

۲۰۴- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے اس میں "نهبة" کا ذکر ہے "ذات شرف" مذکور نہیں ہے۔

٢٠٥- و حَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۰۵- اس سند سے بھی تمام راویوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

٢٠٦- وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۰۶- اس سند سے بھی وہی حدیث روایت کی گئی ہے۔

٢٠٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كُلُّ هَؤُلَاءِ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّ الْعَلَاءَ وَصَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا ((**يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ يَرْفَعُ إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ أَعْيُنَهُمْ فِيهَا وَهُوَ حِينَ يَنْتَهِبُهَا مُؤْمِنٌ وَزَادَ وَلَا يَغُلُّ أَحَدُكُمْ حِينَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ إِيَّاكُمْ**)).

۲۰۷- یہ حدیث بھی زہری کی روایت کی طرح ہے فرق صرف اتنا ہے کہ علاء اور صفوان کی حدیث میں "یرفع الناس الیه فیها ابصارهم" کے الفاظ نہیں اور ہمام کی حدیث میں "یرفع الیه المومنون اعینهم" کے الفاظ ہیں۔ اس میں اضافہ ہے کہ "لا یغل... الخ پس تم بچتے رہو، تم بچتے رہو۔

٢٠٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي**

۲۰۸- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا کرنے والا جس وقت زنا کرتا ہے وہ مومن

(۲۰۸) ☆ نووی نے کہا علماء نے اجماع کیا ہے کہ توبہ قبول ہوتی ہے جب تک جان کنی شروع نہ ہو اور توبہ کے تین رکن ہیں ایک تو یہ گناہ سے جدا ہو جائے دوسرے اس کے کرنے پر شرمندہ ہو تیسرے قصد کرے کہ پھر کبھی نہ کروں گا۔ پھر اگر توبہ کی ایک گناہ سے اور اس کو دوبارہ کیا تو توبہ باطل نہ ہوگی اور جو ایک گناہ سے توبہ کی پھر دوسری قسم کا گناہ کیا تو پہلی توبہ صحیح ہے۔ اہل حق کا یہی مذہب ہے اور معتزلہ نے دونوں مسئلوں میں خلاف کیا ہے۔ ☆

وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ))۔

نہیں ہوتا۔ چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور توبہ اس کے بعد قبول ہوگی۔

۲۰۹- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ ((لَا يَزْنِي الزَّانِي)) ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ.

۲۰۹- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ -

بَابُ بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ

باب: منافق کی خصلتوں کا بیان

۲۱۰- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْ

۲۱۰- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس میں چار باتیں ہوں گی وہ تو نرا منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک ہی خو

ف قاضی عیاضؒ نے کہا کہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں اشارہ ہے تمام گناہوں کی طرف اور ذرایا گیا سب سے تو زنا اشارہ ہے ان تمام گناہوں کی طرف جو خواہش نفسانی سے ہوتے ہیں اور حرام کی خواہش سے اور شراب اشارہ ہے تمام گناہوں کی طرف جو خدا کی یاد سے روکتے ہیں اور اس کے حقوق سے غافل کرتے ہیں اور لوٹ اشارہ ہے ان تمام گناہوں کی طرف جس میں اللہ کے بندوں پر ظلم ہوتا ہے اور ان کی بے عزتی ہوتی اور دنیا ناجائز طریقوں سے اکٹھی کی جاتی ہے۔

(۲۱۰) ☆ اور بعض روایتوں میں یہ ہے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ نووی نے کہا علماء نے اس حدیث کو مشکل کہا ہے اس وجہ سے کہ کبھی یہ خصلتیں اس مسلمان میں پائی جاتی ہیں جو ارکان ایمان پر یقین رکھتا ہے اور علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ جو شخص دل سے یقین رکھے اور زبان سے ایمان کے ارکان کا اقرار کرے پھر یہ چاروں کام کرتا ہو تو وہ کافر نہیں نہ منافق ہے جو ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس لیے کہ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ السلام کے بھائیوں میں یہ چاروں خصلتیں موجود تھیں تو علمائے محققین نے یہ کہا ہے کہ وہی صحیح اور مختار ہے کہ یہ خصلتیں نفاق کی ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان خصائل میں اور اخلاق میں منافقوں کے مشابہ ہے کیونکہ نفاق یہی ہے کہ ظاہر باطن کے خلاف ہو اور جس شخص میں یہ خصلتیں ہونگی اس کا ظاہر باطن کے خلاف ہوا اور نفاق ان ہی لوگوں کے حق میں اثر کرے گا جن سے وہ وعدہ کرے گا یا گفتگو کرے گا یا جھگڑے گا یا امانت لے گا اور اسلام کے حق میں یہ نفاق اثر نہ کرے گا کیونکہ اسلام میں اس کا ظاہر باطن کے خلاف میں نہیں ہے اور رسول اللہ کا یہ مقصود نہیں ہے کہ ان خصلتوں کے رکھنے والا ایسا منافق ہے جو کافر ہوتا ہے جس کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ وہ نرا منافق ہوگا اس سے غرض یہ ہے کہ ان خصلتوں کے سبب سے منافق کے بہت مشابہ ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے یہ حدیث اس شخص کے باب میں ہے جس سے ایسی خصلتیں عموماً وقوع میں آتی ہوں لیکن جس سے شاذ و نادر یہ باتیں ہو جائیں وہ اس میں داخل نہیں ہے اور حدیث کے معنی میں یہی مختار ہے اور امام ابو عیسیٰ ترمذی نے علماء سے اس کے یہ معنی نقل کیے ہیں کہ حدیث سے مراد عمل کا نفاق ہے نہ اعتقاد کا نفاق اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے اس حدیث سے وہ منافق مراد ہیں جو رسول اللہؐ کے زمانہ میں تھے اور ف

نِفَاقٍ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ ((وَإِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ)).

ہے یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دیوے۔ ایک تو یہ کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ دوسرا یہ کہ جب اقرار کرے تو اس کے خلاف کرے۔ تیسرا یہ کہ جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے چوتھا یہ کہ جب جھگڑا کرے تو ناحق چلے اور طوفان جوڑے۔

۲۱۱- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)).

۲۱۱- ابی ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی نشانیاں تین ہیں جب بات کرے تو جھوٹی جب وعدہ کرے تو خلاف کرے جب امانت لیوے تو اس میں خیانت کرے۔

۲۱۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مِنْ عَلَامَاتِ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)).

۲۱۲- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافق کی تین خصلتیں ہیں جب بولے جھوٹ بولے' وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

۲۱۳- حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا

۲۱۳- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے- اتنا اضافہ

ؒ انھوں نے جھوٹ موٹ اپنا ایمان ظاہر کیا تھا اور دین کی امانت میں خیانت کی تھی اور دین کی مدد کا وعدہ کیا تھا پھر وعدہ کا خلاف کیا اور لڑائی جھگڑے میں ناحق پیروی کی اور یہی قول ہے سعید بن جبیر اور عطاء بن ابی رباح کا اور رجوع کیا اسی طرح حسن بصری نے اگرچہ پہلے اس کے خلاف پر تھے اور یہی منقول ہے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے اور انھوں نے روایت کیا اس کو رسول اللہؐ سے۔

قاضی عیاض نے کہا ہمارے بہت سے امام اسی قول کی طرف گئے ہیں اور خطابی نے ایک اور قول نقل کیا وہ یہ ہے کہ مقصود اس حدیث سے ڈرانا ہے مسلمانوں کو کہ وہ ان خصلتوں کی عادت نہ ڈالیں ورنہ خوف ہے کہ حقیقتاً منافق ہو جائے گا اور خطابی نے حکایت کی کہ یہ حدیث وارد ہوئی ہے ایک خاص منافق کے باب میں اور حضرت کا قاعدہ تھا کہ آپ صاف یوں نہ فرماتے کہ فلاں منافق ہے بلکہ اشارہ کرتے جیسے آپ نے فرمایا کیا حال ہے لوگوں کا ایسا کرتے ہیں۔

مترجم کہتا ہے اللہ جل جلالہ نے مجھے الہام کیا کہ حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے اور نہ اس میں تاویل کی ضرورت ہے۔ بے شک جس شخص میں یہ چاروں باتیں جمع ہو نگی اور وہ ہمیشہ یہی کرتا ہو کہ بات کرتے وقت جھوٹ بولے، عہد کر کے توڑ ڈالے، لڑتے وقت ناحق چلے، امانت میں خیانت کرے تو وہ پکا منافق ہو گا اس لیے کہ دین کی باتوں میں بھی وہ یہی کرے گا زبان سے اقرار کرے گا پر دل میں خلاف ہو گا۔ دین کے احکام میں بھی خیانت کرے گا اس لیے کہ اس کا تو یہ قاعدہ ہو گیا ہے یہ نہیں کہ کبھی کبھی اس سے یہ باتیں سرزد ہوں اور وہ ان پر شرمندہ ہو۔ اس صورت میں اذا حدث کذب وغیرہ یہ سب قضایا کلیہ ہوں گے نہ کہ جزئیہ اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص جس کا ہمیشہ یہ قاعدہ ہو مومن نہیں ہو سکتا۔

تحفۃ الاخیار میں ہے کہ منافق کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ دل میں کفر ہو صرف زبان سے اقرار کرے۔ حضرتؐ کے وقت میں جو منافق تھے اسی طرح کے تھے دوسرے یہ کہ دل میں کفر نہیں بلکہ اسلام ہے لیکن سست اعتقاد اور فسق وفجور میں گرفتار سو اس حدیث میں دوسری قسم کا نفاق مراد ہے یعنی ایمان کے لائق تو یہ تھا کہ آدمی ان بد کاموں سے بچتا پھر جب ان بد کاموں میں گرفتار رہا تو اسلام کا لطف اس میں کچھ ظاہر نہ ہوا اس واسطے اس کو منافق فرمایا۔ انتہی۔

يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ أَبُو زُكَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ)).

ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ روزہ رکھتا ہو نماز پڑھتا ہو اور سمجھتا ہو کہ وہ مسلمان ہے۔

٢١٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ ذَكَرَ فِيهِ ((وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ)).

۲۱۴- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث روایت کی گئی ہے چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ۔

بَاب بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ يَا كَافِرُ

باب: مسلمان بھائی کو کافر کہنے والے کے ایمان کا بیان

٢١٥- عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا كَفَّرَ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا)).

۲۱۵- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی مرد نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو وہ کفر دونوں میں سے کسی پر ضرور پلٹے گا۔

(۲۱۵) ☆ یعنی اگر وہ جس کو کافر کہا حقیقت میں کافر ہے تو بجا ہوا اور اگر وہ کافر نہیں تو اس وقت کفر کہنے والے پر پلٹ پڑے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنی زبان کو روکے رکھے ہر ایک کو بے دلیل یقینی کافر نہ کہے شاید اسی پر پلٹ پڑے اور خدا کے غضب میں گرفتار ہو۔ ہاں یوں کہنا مضائقہ نہیں کہ فلاں شخص کافروں کے سے کام کرتا ہے اگر اس کے عمل دین کے خلاف ہوں اور اگر کسی کا کفر بدلیل قطعی ثابت ہو گیا ہو اور ضروریات کا وہ انکار کرتا ہو تو اس کو شوق سے کافر کہے تاکہ کوئی اس کی راہ پر نہ چلے اور شریعت محمدیؐ میں خلل نہ پڑے جیسے کہ اس زمانہ میں ملحد فقیر ظاہر ہوتے ہیں کہ شریعت محمدیؐ پر ہنستے ہیں بے شک وہ کافر ہیں۔ انتہی

مترجم کہتا ہے ہمارے زمانہ میں ایک نیا فرقہ مسلمانوں میں پھر پیدا ہوا ہے جن کو نیچری کہتے ہیں وہ گو اپنے تئیں عقل کے تابع کہتے ہیں پر عقل سلیم سے بہرہ نہیں رکھتے وہ تمام ضروریات دین جیسے فرشتوں کا، شیطان کا، وحی کا، معجزات کا انکار کرتے ہیں۔ نماز روزہ کو لغو اور بیکار خیال کرتے ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں اور کافر بھی کیسے سخت کہ اگر کوئی مسلمان ان کے کفر میں شبہ کرے تو میں ڈرتا ہوں کہیں وہ خود بھی کافر نہ ہو جائے۔

امام نوویؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کو بھی بعض علماء نے مشکلات میں سے خیال کیا ہے۔ اس لیے کہ ظاہری معنی مراد نہیں کیونکہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان گناہ کرنے سے جیسے قتل یا زنا کرنے سے کافر نہیں ہوتا پس اسی طرح اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہنے سے بھی کافر نہ ہوگا جب تک دین اسلام کے بطلان کا اعتقاد نہ کرے اور جب یہ معلوم ہوا تو حدیث کی تاویل کئی صورتوں سے کی گئی ہے ایک یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو اس بات کو درست جانے کفر پلٹنے سے یہ مراد ہوگا کہ وہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا کیونکہ مسلمان کو کافر کہنا درست جانتا ہے دوسرے یہ کہ مراد کفر پلٹنے سے یہ ہو کہ اس کا گناہ اور عیب کہنے والے پر لوٹ جائے گا تیسرے یہ کہ حدیث ان خوارج پر محمول ہے جو اہل

۲۱۶- عَنِ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ)).

۲۱۶- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہہ کر پکارے تو دونوں میں سے ایک پر کفر آجائے گا۔ اگر وہ شخص جس کو اس نے پکارا کافر ہے تو خیر (کفر اس پر رہے گا) ورنہ پکارنے والے پر لوٹ آئے گا۔

بَاب بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ.

باب : اپنے باپ کے سوا اور کا بیٹا کہلانے والا کافر ہے۔

۲۱۷- عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ وَمَنْ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنْ النَّارِ وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ)).

۲۱۷- ابوذر غفاریؓ (جندب بن جنادہ یا بریر) سے روایت ہے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے تئیں کسی اور کا بیٹا کہے اور وہ جانتا ہو کہ اس کا بیٹا نہیں ہے (یعنی جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا کسی اور کو باپ بتلائے) وہ کافر ہو گیا اور جس شخص نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیوے۔ اور جو شخص کسی کو کافر کہہ کر بلاوے یا خدا کا دشمن کہہ کر پھر وہ جس کو اس نام سے پکارا

ﷺ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور اس تاویل کو قاضی عیاض نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے اور یہ ضعیف ہے اس لیے کہ اہل حق کے نزدیک خوارج بھی اور اہل بدعت کی طرح کافر نہیں ہیں۔ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے۔ چوتھی تاویل یہ کہ مراد پلٹنے سے یہ ہے کہ انجام اس کا کفر ہو گا اس لیے کہ گناہ گویا کفر کا قاصد ہے اور جو شخص گناہ بہت کرے تو ڈر ہے کہ گناہوں کی نحوست اس کو کفر تک نہ لے جائے اور مؤید ہے اس تاویل کی وہ روایت جو ابو عوانہ اسفرائنی نے اپنی کتاب مخرج علی صحیح مسلم میں نکالی کہ پھر اگر وہ شخص جس کو اس نے کافر کہا حقیقت میں کافر ہو تو خیر ورنہ کفر لوٹ آئے گا اس پر اور ایک روایت میں ہے جب اپنے بھائی کو کافر کہا تو دونوں میں سے ایک پر کفر واجب ہو گیا۔

پانچویں تاویل یہ ہے کہ مراد پلٹنے سے اس کی تکفیر کا پلٹنا ہے یعنی اس نے جو ایک مسلمان کو کافر کہا اور وہ کافر نہیں تو اس نے خود اپنی تکفیر کی اس لیے کہ مثل اس کے ایک مسلمان ہے۔ انتہی ما قال النووی۔

(۲۱۷) ☆ جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتائے تو وہ کافر ہو گیا۔ نووی نے کہا اس کی تاویل دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو اس امر کو حلال اور جائز جانے دوسرے یہ کہ کفر سے مراد کفر شرعی نہیں ہے جو اسلام کے مقابل ہے بلکہ کفر سے مقصود کفران ہے یعنی ناشکری اور احسان فراموشی' اس لیے کہ باپ کا حق اس نے فراموش کر دیا اور غیر کو باپ بنایا اور اس کی نظیر دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا عورتوں کے بارے میں کہ وہ کفر کرتی ہیں یعنی خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ انتہی

جس شخص نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیوے یعنی وہ جانتا ہے کہ یہ شے میری نہیں ہے خواہ دوسرے کسی کی ہو یا نہ ہو اس پر دعویٰ کرے کہ میری ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی ہماری راہ اور طریقہ پر نہیں ہے کیونکہ اسلام کی شان سے جھوٹا دعویٰ کرنا بہت بعید ہے جیسے باپ بیٹے سے کہتا ہے تو میرا نہیں ہے یعنی میری وضع اور چال ﷺ

ہے ایسا نہ ہو (یعنی کافر نہ ہو) تو وہ کفر پکارنے والے پر پلٹ آئے گا۔

بَابُ بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ وَ هُوَ يَعْلَمُ

باب: اپنے باپ سے پھر جانے، نفرت کرنے اور دانستہ دوسرے کو باپ بنانے والے کے ایمان کا بیان

۲۱۸- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ)).

۲۱۸- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے باپوں سے نفرت مت کرو (یعنی اپنے باپ کو باپ کہو دوسرے کو باپ مت بناؤ) جو شخص اپنے باپ سے نفرت کرے وہ کافر ہو گیا (اس کے معنے اوپر گزر چکے ہیں)۔

۲۱۹- عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمَّا ادُّعِيَ زِيَادٌ لَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ مَا هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ إِنِّي سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ سَمِعَ أُذُنَايَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ ((مَنْ ادَّعَى أَبًا فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ

۲۱۹- ابوعثمان (نہدی عبدالرحمٰن بن مل) سے روایت ہے جب زیاد کا دعویٰ کیا گیا تو میں ابوبکرہ سے ملا (زیاد ان کا مادری بھائی تھا) اور میں نے کہا تم نے یہ کیا کیا (یعنی تمہارے بھائی نے) میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جس

ﷺ پر نہیں ہے اور جہنم میں ٹھکانا بنانے سے یہ غرض ہے کہ اس قصور کی سزا جہنم ہے پھر اگر خدا چاہے تو معاف کر دے اور توبہ سے بھی معاف ہو سکتا ہے۔ (نووی)

(۲۱۹) ☆ جب زیاد کا دعویٰ کیا گیا اصل میں زیاد عبید ثقفی کا بیٹا تھا اور حضرت علیؓ کے یاروں میں سے تھا۔ پھر معاویہؓ نے اس کو اپنے باپ ابوسفیان کا نطفہ قرار دیا اور زیاد نے قبول کر لیا اور معاویہ کا بھائی بن بیٹھا۔

فرمایا جس نے اسلام میں آن کر اپنے باپ کے سوا اور کسی کو باپ بنایا تو جنت اس پر حرام ہے اور وہ اس امر کو درست جان کر کرے یا اس فعل کی جزا یہ ہے کہ جنت اس پر اس وقت حرام ہو گی جب اچھے لوگ جنت میں داخل ہوں گے پھر خدا چاہے تو یہ جزا اس کو دیوے یا معاف کر دے۔ (نووی)

ابوبکرؓ نے کہا میں نے خود رسول اللہؐ سے سنا ہے اور ابوبکرؓ نے اس گناہ کی وجہ سے زیاد سے ملنا چھوڑ دیا اور قسم کھائی کہ زیاد سے کبھی بات نہ کروں گا۔ (نووی)

سراج الوہاج میں ہے کہ لوگوں نے اس بات میں بڑی ڈھیل کی ہے یہاں تک کہ بعض لوگ دوسروں کی اولاد بن بیٹھے اور وہ جانتے ہیں کہ ہم ان کی اولاد نہیں اور بادشاہوں اور امیروں اور نوابوں میں حرام کی نسل بہت پھیلی ہے اور باوجود اس کے اپنے تئیں نسبت دیتے ہیں باپوں کی طرف حالانکہ وہ بنی فاطمہ نہیں ہیں اور وہ اس بات کو جانتے ہیں لیکن دنیا کی وجاہت اور عزت کے خیال سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اکثر ایسے ہلاکت اور تباہی میں امیر اور مفلس پڑ جاتے ہیں امیر تو اپنی شان بڑھانے کے لیے اور مفلس پیشہ کمانے کے لیے اور یہ نہیں ہے مگر شیطان کے تسلط سے جس نے ان کی عقلوں کو مٹا دیا ہے اور گمراہ کر دیا ہے۔ خدا نیک راہ کی ہدایت کرے۔

أَبِيهِ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ)) فَقَالَ لِيَ أَبُو بَكْرَةَ وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے اسلام میں آن کر اپنے باپ کے سوا اور کسی کو باپ بنایا تو جنت اس پر حرام ہے ابو بکرہؓ نے کہا میں نے یہ خود سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

٢٢٠- عَنْ سَعْدٍ وَأَبِي بَكْرَةَ كِلَاهُمَا يَقُولُ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((مَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ)).

٢٢٠- سعدؓ اور ابو بکرہؓ دونوں سے روایت ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کانوں نے سنا اور دل نے یاد رکھا' آپ فرماتے تھے جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کو باپ بنائے تو اس پر جنت حرام ہے (یعنی وہ جنت سے روکا جائے گا)۔

بَاب بَيَانِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ

باب: مسلمان کو گالی دینا' برا کہنا گناہ ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔

٢٢١- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)) قَالَ زُبَيْدٌ فَقُلْتُ لِأَبِي وَائِلٍ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ يَرْوِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ قَوْلُ زُبَيْدٍ لِأَبِي وَائِلٍ.

٢٢١- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا (یا اس کا عیب بیان کرنا) فسق ہے (یعنی گناہ ہے اور ایسا کرنے والا فاسق ہو جاتا ہے) اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ زبید نے کہا میں نے ابو وائل سے پوچھا آپ نے خود عبداللہ بن مسعودؓ کو نبیؐ سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے؟ تو انھوں نے کہا ہاں اور نہیں ہے شعبہ کی حدیث میں پوچھنا زبید کا ابو وائل سے۔

---

(٢٢٠) ☆ مراد یہ ہے کہ اپنا نسبی باپ کسی کو بتائے یعنی اپنے تئیں اس کے نطفے سے کہے اور شفقت کی راہ سے دوسرے کو باپ کہہ سکتا ہے۔

(٢٢١) ☆ نووی نے کہا مسلمانوں کو ناحق برا کہنا باجماع امت حرام ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے لیکن مسلمان سے لڑنا کفر نہیں ہے اہل حق کے نزدیک جیسے ہم اوپر کئی جگہ بیان کر چکے ہیں تو حدیث کی تاویل کئی طرح پر ہے ایک یہ ہے کہ حلال جان کر لڑے دوسرے یہ کہ کفر سے مراد ناشکری ہے نہ کہ کفر شرعی تیسرے یہ کہ انجام اس کا کفر ہے۔ چوتھے یہ کہ کافروں کا فعل ہے۔

السراج الوہاج میں ہے کہ حدیث دلیل ہے روافض کے فسق کی اور جو انکے مثل اہل بدعت اور شرک اور تقلید میں سے ہیں جو صحابہؓ اور علمائے سلف اور اہل حدیث کو برا کہتے ہیں اور دلیل ہے ان لوگوں کے کفر کی جو مسلمانوں سے لڑتے ہیں جیسے خوارج اور نواصب اور شیعہ اور مقلدین اپنے اپنے مذہب کی حمایت میں۔

مترجم کہتا ہے اس حدیث پر مسلمانوں کو التفات کرنا چاہیے اور ذرا ذرا سی بات پر جو وہ مسلمانوں سے لڑائی پر مستعد ہو جاتے ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ یہ لڑائی ان کا درجہ کہاں تک پہنچاتی ہے۔ ایک امر مستحب یا سنت کے لیے لڑ کر اپنے تئیں کافر بنانا انتہا درجہ کا جہل اور غلو ہے خدا بچائے۔

٢٢٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ الْمُثَنَّى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۲۲۲- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث روایت کی گئی ہے۔

٢٢٣- عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ((اسْتَنْصِتْ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)).

۲۲۳- جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا حجۃ الوداع میں (یعنی آخری حج میں۔ وداع کا حج اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو رخصت کیا۔ اس حج میں دین کے احکام بتلائے اور دوسرے سال آپ کی وفات ہوئی) چپ کراؤ لوگوں کو (تاکہ وہ اس ضروری بات کو سنیں) پھر فرمایا میرے بعد (میرے اس موقف کے بعد یا وفات کے بعد) ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔

٢٢٤- و حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۲۲۴- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٢٢٥- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

۲۲۵- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ویحکم یا ویلکم فرمایا

(۲۲۳) ☆ یعنی اتفاق سے رہنا اور سب مل کر کافروں سے لڑنا تاکہ اسلام کی ترقی ہو اور جو پھوٹ ڈالو گے اور آپس ہی میں ایک دوسرے کو مارو گے تو خود کافر ہو جاؤ گے۔

امام نووی نے کہا اس حدیث کی تفسیر میں سات قول ہیں ایک یہ کہ مراد وہ لوگ ہیں جو آپس میں لڑنا درست جانیں ناحق وہ تو بلاشبہ کافر ہیں دوسرے یہ کہ مراد کفر سے اسلام کے حق کی ناشکری ہے تیسرے یہ کہ وہ کفر سے قریب ہو جائیں گے اور یہ فعل ان کو کفر تک پہنچا دے گا چوتھے یہ کہ یہ فعل کافروں کا سا ہے۔ پانچویں یہ کہ مراد کفر ہے حقیقتاً اور غرض آپ کی یہ ہے کہ میرے بعد کافر نہ ہو جانا' اسلام پر قائم رہنا۔ چھٹے وہ جو حکایت کیا خطابی وغیرہ نے کہ مراد کفار سے سلاح پوش ہیں یعنی ہتھیار بند ہو کر ایک دوسرے کی گردن نہ مارنا اور کافر سلاح پوش کو بھی کہتے ہیں ساتویں یہ کہ ایک دوسرے کو کافر مت کہنا پھر کفر کے بہانے سے گردنیں مارو اور سب میں ظاہر چوتھی تاویل ہے اور قاضی عیاضؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۲۲۵) ☆ ویحکم یا ویلکم قاضی عیاض نے کہا یہ دونوں کلمے عرب کے لوگ تعجب اور درد میں استعمال کرتے ہیں۔ سیبویہؒ نے کہا ویل اس کے لیے کہتے ہیں جو تباہی میں پڑ جائے اور ویح رحم کے لیے اور منقول ہے ان سے کہ ویح زجر ہے اس شخص کے لیے جو ہلاکت کے لائق

((وَيْحَكُمْ)) أَوْ قَالَ ((وَيْلَكُمْ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)).

میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

۲۲۶- عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدٍ.

۲۲۶- اوپر والی حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

بَابُ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى الطَّعْنِ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةِ

باب: نسب میں طعن کرنے والے اور میت پر چلا کر رونے والے پر کفر کا اطلاق

۲۲۷- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ)).

۲۲۶- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں دو باتیں موجود ہیں اور وہ کفر ہیں ایک نسب میں طعنہ کرنا، دوسری میت پر چلا کر رونا (اس کے اوصاف بیان کر کے جس کو نوحہ کہتے ہیں)۔

بَابُ تَسْمِيَةِ الْعَبْدِ الْآبِقِ كَافِرًا

باب: اپنے مولی کے پاس سے بھاگے ہوئے غلام کو کافر کہنے کا بیان

۲۲۸- عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ ((أَيُّمَا عَبْدٍ

۲۲۸- منصور بن عبدالرحمٰن (واشل عدانی بصری اس کو احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا اور اس کو ابو حاتم نے ضعیف

ﷺ قریب ہو اور ان کلموں سے بد دعا مقصود نہیں ہے فقط رحم اور تعجب مقصود ہے اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ویح رحمت کا کلمہ ہے اور ہر دی نے کہا کہ ویح اس شخص کے لیے کہتے ہیں جو آفت میں پڑ جائے اور اس کے سزاوار نہ ہو اور ویل اس کے لیے جو سزاوار ہو تو ویح سے رحم مقصود ہوتا ہے اور ویل سے نہیں۔ (نووی)

(۲۲۷) ☆ نسب میں طعن کرنا یعنی کسی کی ذات پر دھبہ لگانا کہ وہ شریف نہیں ہیں یا انکا خاندان برا ہے یا لونڈی کے جنے ہیں یہ سب کافروں کی تقلید ہے کیونکہ عرب کے کفار زمانہ جاہلیت میں اپنے حسب و نسب پر بڑا فخر کیا کرتے تھے اور دوسروں کے نسب پر طعن و تشنیع کرتے تھے مسلمانوں کو یہ بات ہر گز سزاوار نہیں اس لیے کہ سب بنی آدمی ہیں اور فضیلت و بزرگی علم اور اعمال صالحہ سے ہے اور قیامت میں ہر شخص کو اس کے عمل کام آئیں گے ذات اور نسبت کچھ کام نہ آئے گی جیسے دوسری حدیث میں صاف مصرح ہے۔

میت پر چلا کر رونا یعنی اس کے اوصاف بیان کر کے رونا جسے نوحہ کہتے ہیں۔ نووی نے کہا ان دونوں کے کفر ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ کافروں کے فعل ہیں اور جاہلیت کی عادات ہیں یا وہ کفر کی طرف مؤدی ہوتے ہیں یا مراد کفران نعمت ہے' اور ان کاموں کو حلال یا ناشکری جان کر کرنا وہ تو بلا شبہ کفر ہے اور اس حدیث سے نوحہ کی اور نسب میں طعنہ کرنے کی بڑی برائی نکلی اور ہر ایک کے باب میں مشہور حدیثیں آئی ہیں۔

(۲۲۸) ☆ یہ منصور نے خاص لوگوں سے کہہ دیا اور مرفوعاً روایت کرنا انہوں نے اس لیے برا جانا کہ اس زمانہ میں بصرہ میں خوارج کا زور ﷺ

أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ)) قَالَ مَنْصُورٌ قَدْ وَاللَّهِ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يُرْوَى عَنِّي هَهُنَا بِالْبَصْرَةِ.

کہا) نے شعبی سے سنا انھوں نے جریرؓ سے سنا وہ کہتے تھے جو غلام اپنے مالکوں سے بھاگ جائے وہ کافر ہو گیا (یہاں کفر سے مراد ناشکری ہے کیونکہ اس نے مالک کا حق ادا نہ کیا) جب تک لوٹ کر ان کے پاس نہ آئے منصور نے کہا قسم خدا کی یہ حدیث تو مرفوعاً رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے پر میں نے یہاں مرفوعاً بیان نہیں کی، جریر کا قول بتایا) لیکن مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث مجھ سے بیان کی جائے اس جگہ بصرہ میں۔

۲۲۹- عَنْ جَرِيرٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ)).

۲۲۹- جریرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو غلام بھاگ جائے اس سے ذمہ اتر گیا (یعنی اسلام کی پناہ جاتی رہی یا پہلے جو اس کی رعایت ہوتی تھی وہ نہ ہوگی اور مالک کو اختیار دیا جائے گا اس کے ضرب اور حبس کا)۔

۲۳۰- عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ)).

۲۳۰- جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔

بَابُ بَيَانِ كُفْرِ مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِالنَّوْءِ

باب: اس شخص کا کافر ہونا جو کہے کہ پانی تاروں کی گردش سے پڑا

۲۳۱- عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ

۲۳۱- زید بن خالد جہنی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی صبح کی ہمارے ساتھ حدیبیہ میں (جو ایک مقام کا نام ہے

☆ تھا جو کبیرہ گناہ کرنے والے کو کافر کہتے اور ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق کرتے تو منصور کو ڈر ہوا کہیں خوارج اس حدیث سے سند نہ پکڑیں اور اوپر ہم خوارج کا مذہب اور اس کا بطلان بیان کر چکے ہیں۔ (نووی)

(۲۳۰) ☆ امام مازریؒ نے اس کی تاویل کی ہے اور قاضی عیاض نے ان کی پیروی کی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث محمول ہے اس غلام پر جو بھاگنے کو حلال سمجھے اس کی نماز قبول نہیں اور قبول نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز درست نہ ہو کیونکہ قبول نہ ہونا سقوط ثواب کا باعث ہے اور صحیح نہ ہونا وجوب قضا کا باعث ہے۔ نووی نے کہا یہ کلام بیشک عمدہ ہے اور ہمارے جمہور علماء نے کہا ہے کہ مغصوب گھر میں نماز صحیح ہے مگر ثواب نہ ہوگا۔ اور فتاویٰ ابی نصر میں میں نے دیکھا عراق کے اصحاب کا یہ قول محفوظ ہے کہ مغصوب گھر میں نماز صحیح ہے اور فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا پر ثواب نہ ہوگا۔ ابو منصور نے کہا کہ خراسان کے علماء نے اس میں اختلاف کیا بعضوں نے کہا نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ انتہی۔

(۲۳۱) ☆ نووی نے کہا اختلاف کیا علماء نے اس شخص کے باب میں جو کہے پانی پڑا (بارش ہوئی) تاروں کی حرکت سے۔ بعضوں نے کہا وہ درحقیقت کافر ہو گیا اور اسلام سے نکل گیا اور یہ اس صورت میں ہے کہنے والا تاروں کو فاعل اور مؤثر سمجھتا ہو پانی برسانے کے لیے جیسے جاہلیت ☆

الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي إِثْرِ السَّمَاءِ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ ((هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ)) قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ)).

قریب مکہ کے) اور رات کو پانی پڑ چکا تھا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں میں سے بعضوں کی صبح ایمان پر ہوئی اور بعضوں کی کفر پر تو جس نے کہا پانی پڑا اللہ کے فضل اور رحمت سے وہ ایمان لایا مجھ پر اور کافر ہوا تاروں سے اور جس نے کہا پانی پڑا تاروں کی گردش سے وہ کافر ہوا میرے ساتھ اور ایمان لایا تاروں پر۔

۲۳۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((أَلَمْ تَرَوْا إِلَى مَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ مَا أَنْعَمْتُ

۲۳۲- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے جو فرمایا تمہارے رب نے فرمایا اس نے میں نے کوئی

ﷺ کے لوگوں کا اعتقاد تھا اور جو شخص ایسا اعتقاد رکھے اس کے کفر میں کچھ شک نہیں اور اسی قول کی طرف جمہور علماء گئے ہیں۔ ان میں سے ہیں امام شافعیؒ اور یہی ظاہر ہے حدیث سے اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی کہے تاروں کی گردش سے پانی پڑا لیکن اس کا اعتقاد یہ ہو کہ پانی برسانے والا اللہ ہے اور اسی کی رحمت سے پانی پڑتا ہے اور تارا اگر کچھ ہو تو ایک نشانی ہے پانی پڑنے کی تو وہ کافر نہ ہوگا گو ایسا کہنا مکروہ تنزیہی ہے پر گناہ نہیں ہے اس میں۔ اور سبب کراہت کا یہ ہے کہ یہ کلمہ مشابہ ہے کافروں کے کلمہ کے اور شعار ہے جاہلیت کا اور بعضوں نے کہا کفر سے مراد ناشکری ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس نے ناشکری کی خدا کی لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب کہنے والا تاروں کو فاعل مؤثر نہ جانتا ہو اور مؤید ہے اس تاویل کی وہ جو دوسری روایت میں ہے کہ صبح کی بعضوں نے شکر پر اور بعضوں نے کفر پر اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے کوئی نعمت اپنے بندوں کو نہیں دی پر بعضے ان میں سے صبح کو کافر ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان سے کوئی برکت اللہ نے نہیں اتاری پر بعضے کافر ہوئے اس کے ساتھ۔ تو مراد اس سے کفران نعمت ہی ہے اور نوء کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے اس میں بڑی گفتگو ہے۔ خلاصہ بیان کیا ہے اس کا شیخ ابوعمرو بن الصلاح نے انھوں نے کہا نوء تارے کو نہیں کہتے بلکہ نوء کے معنی ڈوبنا یا نکلنا ہے اور اصل یہ ہے کہ اٹھائیس تارے ایسے ہیں جن کا نکلنا تمام سال میں معین اور معروف ہے اور وہی اٹھائیس منازل ہیں قمر کی یعنی چاند کی ہر تیرہ رات کے بعد ایک تارہ ان میں سے مغرب کی طرف ڈوب جاتا ہے اور دوسرا مقابل اس کے اسی وقت مشرق سے نکلتا ہے تو جاہلیت کے لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب پانی پڑتا تو اس تارے کی طرف نسبت دیتے جو ڈوب جاتا اور اصمعیؒ نے کہا کہ اس تارے کی طرف جو نکلتا ہے مشرق سے۔ ابو عبید نے کہا نوء سے ڈوبنا اسی مقام پر مراد ہے پھر کبھی نوء خود تارے کو کہتے ہیں۔ زجاج نے کہا جو تارے مغرب میں ڈوبیں ان کو نوء کہتے ہیں اور جو مشرق کی طرف نکلیں ان کو بارح کہتے ہیں۔ انتہی ما قال النوویؒ۔

(۲۳۲) ☆ یعنی تاروں کے پھرنے کو اس نعمت کی علت قرار دی اب تک دنیا میں ایسے ضعیف الاعتقاد ناسمجھ لوگ موجود ہیں جو ہر شخص کی بھلائی برائی کو اس کے ستارے کی طرف منسوب کرتے ہیں اور قمر اور شمس اور سبعہ سیارہ کی حرکات کو خاص خاص انسان اور آدمیوں کے لیے مفید اور مضر سمجھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان بڑے بڑے جسموں کو بیکار پیدا نہیں کیا اور چاند اور سورج کی وجہ سے منجملہ ہزاروں فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان سے نباتات اور حیوانات کی پرورش ہوتی ہے پر یہ تاثیر سب نباتات و حیوانات پر ﷺ

عَلٰی عِبَادِیْ مِنْ نِعْمَةٍ اِلَّا اَصْبَحَ فَرِیْقٌ مِنْهُمْ بِهَا　　نعمت نہیں دی اپنے بندوں کو مگر ایک فرقے نے ان میں سے صبح

بطور عموم ہے جیسے انگار یا پانی کی تاثیر۔ انگار اور پانی کی طرح آفتاب اور چاند کو بھی سمجھنا چاہیے۔ آفتاب یا چاند انسان کی طرح عقل نہیں رکھتے نہ جان کہ بعضوں کو نفع پہنچاویں اور بعضوں کو نقصان اور جو اجرام علویہ کو طاقتور اور صاحب قوت خیال کرتے ہوں تو زمین بیچاری نے کیا قصور کیا ہے کہ وہ کسی کو نفع اور ضرر نہیں پہنچا سکتی حالانکہ بنابر ہیئت جدیدہ کے زمین اور سیاروں میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ زمانہ سابق میں جب آلات اور دوربینیں ایسی نہ تھیں تو لوگوں نے صرف آنکھوں سے کام لیا تھا اور جہاں تک ان کی آنکھوں نے کام کیا وہ یہ تھا کہ انھوں نے سات تارے سیارے نکالے اور باقی ثوابت اور چاند اور سورج کو بھی ایک ایک سیارہ خیال کیا اس طرح پانچ سیارے یعنی عطارد او زہرہ مشتری، مریخ اور زحل اور چونکہ یہ اجسام نہایت بلند اور اونچے اور چمکتے ہوئے نظر آئے اور ان کے دورات ہمیشہ مختلف منازل میں زمین کے گرد پائے گئے اس لیے عوام کیا بہت سے خواص فلاسفہ اور حکماء کو بھی یہ خیال گزرا کہ یہ اجسام عقل اور نفس رکھتے ہیں انھوں نے زمین کے مختلف واقعات اور حادثات کو جن کے اسباب پوشیدہ تھے ان سیاروں کی طرف منسوب کیا پر یہ خیال بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھا کہ صائبین اور کلدانی اور مصری لوگوں نے چاند اور سورج اور سیاروں کی پرستش شروع کر دی اور شرک میں گرفتار ہوئے اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کی روشنی دنیا میں پھیلائی اور یہ اعتقاد مٹنا شروع ہوا اور حضرت نے صاف فرمایا منجمین جھوٹے ہیں۔ بعد اس کے جب ہیئت کی زیادہ تحقیقات ہوئی اور بڑے بڑے آلات اور دوربینیں ایجاد ہوئیں تب سے تو اس کی اعتقاد کی جڑ اکھڑ گئی کیونکہ سوا ان سیاروں کے اور کئی سیارے نظام شمسی میں معلوم ہوئے جیسے سیریز، اپالس، جونو، وسٹا اور یورانس اور آفتاب مرکز عالم ٹھہرا اور زمین بھی ان سیاروں کی طرح ایک سیارہ قرار پائی اور چاند زمین کے تابع قرار پایا پھر سارا کارخانہ جو ہزاروں برس سے منجمین نے قائم کیا تھا الٹ پلٹ اور چوپٹ ہو گیا اور محال ہے کہ مشتری، مریخ اور زحل وغیرہ کی تاثیر تو خاص خاص آدمیوں پر ہوتی ہو اور سیریز، پالس ویورانس وغیرہ کی نہ ہوتی ہو حالانکہ وہ بھی ان کی طرح سیارے ہیں پھر محال ہے کہ زمین جس پر ہم سب بستے ہیں اور وہ بھی ایک سیارہ ہے اس کی تاثیر ہم پر نہ ہو اور ان سیاروں کی باوصف اس قدر بعد کے ہمارے اوپر یہ قدرت اور طاقت ہو دور کے ڈھول سہانے زمین بیچاری گھر کی مرغی ہے اس کی کوئی قدر اور منزلت نہیں۔ اس کو کھودتے ہیں، کوٹتے ہیں، مارتے ہیں، اس پر چلتے ہیں، پاؤں سے روندتے ہیں پھر دور کے تارے چمکتے اور اونچے دیکھ کر مقدس اور پاکیزہ خیال کئے جاتے ہیں حالانکہ ان سیاروں پر اگر جانا ہو سکے تو صاف معلوم ہو جائے کہ بعضے ان میں سے زمین سے بھی میلے اور کھلے اور پہاڑ دار ہیں خود چاند میں دوربین سے بہت بڑے بڑے غار معلوم ہوتے ہیں ہزار ہا صد ہا میل کی ان کی گہرائی ہے۔ معاذ اللہ وہ کیسے مہیب اور تاریک ہونگے۔ اور دور سے چاند کا وہ حسن ہے کہ معشوقوں کے منہ کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں یہی حال ہے انسان کا وہ بغیر غور اور فکر کئے ہوئے اور بغیر اپنے فکر کو میزان مقررہ سے جانچے ہوئے ایک خیال کو جما لیتا ہے اور اس کا پیرو ہو جاتا ہے۔ خیر یہ تارے تو بڑے بڑے اجسام ہیں اور چمکتے اور روشن ہیں خدا کی مار ان لوگوں پر جو پتھروں اور دریاؤں اور پہاڑوں اور درختوں اور جانوروں کو پوجتے ہیں اور ان کو اپنا معبود، مالک اور متصرف خیال کرتے ہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے ایک بے جان پتلہ مٹی یا تانبے یا چاندی یا سونے کا بنا کر اس کو پوجتے ہیں خدا کو اپنی خواہش کے موافق گھڑا کرتے ہیں افرء یت من اتخذ الٰهه هوٰهُ اور بعضے جو ان کی نسبت ذرا عاقل ہیں وہ آدمیوں اور جنوں کو پوجتے ہیں اور آدمی کی سی بے ثبات اور ناپائیدار ہستی کو معاذ اللہ خدا بنا دیتے ہیں آدمی کو خدا کا بیٹا یا محبوب خیال کر کے اس کو مقدس اور لائق عبادت کے جانتے ہیں حالانکہ وہ آدمی جب زندہ تھے تو دنیا کی کسی بات میں اور آدمیوں سے ممتاز نہ تھے کھاتے پیتے تھے حوائج ضروریہ ان کو پیش آتی تھیں جیسے اور آدمی مرے وہ بھی مر گئے یا مرنے والے ہیں پھر ان کو خدائی سے کیا علاقہ؟ وہ ہماری طرح خدا کی ایک مخلوق ہیں اور اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اب تک سچے خدا کو نہیں پہچانا اور اس کی عظمت اور بڑائی اور تقدس پر غور نہیں کیا ورنہ ایسی ناپاک بات کہتے ہوئے ان کو شرم آتی اور سچے خداوند کی درگاہ میں ایسی بے ادبی نہ کرتے خداوند کریم کی عظمت اس کی مخلوقات میں

كَافِرِينَ يَقُولُونَ الْكَوَاكِبُ وَبِالْكَوَاكِبِ)). کو اس کا انکار کیا اور کہنے لگے تارے تارے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے۔ زمین اس کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے جس کا محیط چوبیس ہزار میل اور قطر قریب آٹھ ہزار میل کے ہے پھر مشتری جو ہمارے نظام شمسی میں ایک سیارہ ہے وہ ہماری اس زمین سے ہزار حصے بڑا ہے اور اس کا قطر لاکھ میل ہے۔ اسی طرح زحل زمین سے قریب چھ سو درجے کے بڑا ہے اس کا قطر اناسی ہزار میل اسی طرح اور سیارے کچھ زمین سے بڑے کچھ چھوٹے کچھ زمین کے برابر ہیں ہماری زمین کو ایک چاند روشنی کے لیے عنایت ہوا ہے وہ بھی اس قدر بڑا ہے کہ اس کا قطر دو ہزار میل سے زیادہ ہے مشتری کو چار چاند اور زحل کو سات چاند اور یورانس کو چھ چاند بوجہ اس کے کہ آفتاب سے بہت دور ہیں عنایت ہوئے ہیں۔ پھر آفتاب جو ان سب سیاروں کا مرکز ہے اس کی بڑائی اس قدر ہے کہ اکیلا ہماری زمین سے تیرہ لاکھ حصے بڑا ہے اور زمین سے نو کروڑ پچیس لاکھ میل بعد رکھتا ہے۔ اگر آفتاب کی قدر کو برابر ایک گھڑے کے سمجھو تو زمین کی قدر ایک مٹر کے برابر ہوگی اگر آفتاب کے قریب سے توپ چھوڑ دی جاوے تو زمین تک اس کا گولہ انیس برس میں بھی نہیں پہنچے گا۔ اب یہ سب سیارے اس آفتاب کے گرد پھرتے ہیں اور اس سے گرمی اور روشنی حاصل کرتے ہیں زمین کی حرکت اس قدر تیز ہے کہ ایک سو بیس گنا زیادہ توپ کے گولے سے حرکت کر رہی ہے اور اٹھاون ہزار میل ایک گھنٹے میں کرتی ہے اسی طرح اور تارے بھی اپنے اپنے مدار پر بڑی سرعت اور تیزی سے گھوم رہے ہیں پھر آفتاب ان سب بڑے بڑے جسموں کو لیے ہوئے معلوم نہیں کس کے گرد گھوم رہا ہے۔ اب سوا ان سیاروں کے خود ہمارے نظام میں بڑے بڑے دمدار تارے ہیں جن کی عظمت پر خیال کرنے سے خدا کا خوف دل میں آجاتا ہے ایک دم دار تارے کی دم دس کروڑ میل سے بھی زیادہ لمبی حساب کی گئی ہے اور یہ دم دار تارے ایسے تیز رو ہیں کہ ان کی تیز روی خیال سے باہر ہے یہ آفتاب کے پاس آتے ہیں اور چکر کھاتے ہیں پھر اپنے کج رو راستوں میں نہایت جلد چلے جاتے ہیں۔ ۱۴۵۴ء میں ایک دم دار تارہ ایسا زمین کے نزدیک آگیا تھا کہ چاند اور زمین کے بیچ میں ہو گیا تھا اور چاند کو نظر سے چھپا دیا تھا وہ دمدار تارہ جو ۱۷۷۰ء میں نمودار ہوا تھا۔ زمین کے ایسا نزدیک آیا کہ زمین کی قوت جاذبہ نے اس کے چلنے پر اثر کیا تھا اگر وہ دمدار تارہ ہماری اس زمین سے رگڑ کھا کر ایک صدمہ پہنچاتا تو زمین مع سمندروں اور پہاڑوں کے پانی کی ایک بوند کی طرح یا پتھر کے ایک ٹکڑے کی طرح کسی زبردست اور بڑے تارے پر جا پڑتی لیکن وہ اپنی تیز روی سے مشتری کے چاندوں کے بیچ میں سے ہو کر نکل گیا اگر ان چاندوں میں سے کہ وہ آپ نہایت تیز رو ہیں کسی کو اس تیز رو دمدار سے ٹکر لگ جاتی تو ایک یا دونوں ٹوٹ جاتے پر خدا کی نظر اپنی سب مخلوقات پر ہے اور وہ سب کی نگہبانی اور حفاظت کرتا ہے۔ اب یہ سارا ہمارا نظام شمسی مع اپنے سب سیاروں اور دمدار تاروں وغیرہ کے خدا کی ان مصنوعات کے مقابلے میں جو آسمان پر بکثرت معلوم ہوتی ہیں بے قدر ہے اس لئے کہ یہ جو سب تارے صدہا میل آسمان پر چمکتے نظر آتے ہیں ہر ایک ان میں سے بمنزلہ ایک آفتاب کے ہے اور اسی طور پر ہر ایک کو ان میں سے سیارے عنایت ہوئے ہیں پس کیا کیا عجب قدرت اداکی ہے رات کو آسمان کی طرف دیکھ کر غور کرو کہ جتنے سیارے دوربین سے نظر آتے ہیں وہ آٹھ کروڑ ہیں ان میں سے ایک ایک اس آفتاب کی مانند روشن ہے اور خیال میں یوں آتا ہے کہ ایک ایک ان میں سے اس آفتاب کے موافق اپنے اپنے جلو میں سیاروں کو رکھتا ہے اور ان کو گرمی اور روشنی دیتا ہے۔ اسلئے شہنشاہ بے پرواہ قادر مطلق سچے خداوند کی قدرت انسان کے فہم اور ادراک اور قیاس کو پریشان کرتی ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر لحظہ زمین اور دمدار ستاروں اور سیاروں اور لاکھوں کروڑوں آفتابوں سیاروں کی حفاظت کرتا ہے اور اپنی بے انتہا قدرت اور اختیار سے ان بے شمار عالموں کو اپنی راہوں پر چلاتا ہے اور ایک سے دوسرے کو لڑنے اور ٹکر کھانے نہیں دیتا پھر ان ثوابت کا بعد زمین سے اس قدر دور ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کوئی آدمی ان کے بعد کا حساب نہیں کر سکتا ستر لاکھ برس میں جتنی دور توپ کا گولہ جائے گا نزدیک کا ستارہ اس سے بھی زیادہ دور ہے پھر کون جستجو کر کے اللہ کی قدرت کو پا سکتا ہے اور کون خدا کے کمالات کو دریافت کر سکتا ہے۔ اب ایسے خداوند عظیم الشان کے جلال اور بزرگی کے سامنے انسان کا کیا رتبہ ہے جو اس کی ایک ادنیٰ مخلوق یعنی زمین کا کیڑا ہے اور وہ کس منہ سے خدائی کا دعویٰ کرتا ہے

٢٣٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيقٌ مِنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِينَ يُنْزِلُ اللَّهُ الْغَيْثَ فَيَقُولُونَ الْكَوْكَبُ كَذَا وَكَذَا وَفِي حَدِيثِ الْمُرَادِيِّ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا)).

۲۳۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں اتاری اللہ نے آسمان سے کوئی برکت مگر صبح کو ایک فرقہ اس کا انکار کرنے لگا۔ اللہ پانی برساتا ہے یہ لوگ کہتے ہیں فلاں فلاں تارہ نکلا یا ڈوبا اس کی وجہ سے پانی برسا اور مرادی کی حدیث میں فلاں تارے فلاں تارے کے سبب سے۔

٢٣٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مُطِرَ النَّاسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ شَاكِرٌ وَمِنْهُمْ كَافِرٌ قَالُوا هَذِهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَكَذَا)) قَالَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ حَتَّى بَلَغَ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ.

۲۳۴- ابن عباسؓ سے روایت ہے پانی پڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو آپؐ نے فرمایا صبح کی لوگوں نے بعضوں نے شکر پر اور بعضوں نے کفر پر تو جنہوں نے شکر پر کی انھوں نے کہا یہ اللہ کی رحمت ہے اور جنہوں نے کفر کیا انھوں نے کہا فلانے تو فلانے نوء سچ ہوئے پھر یہ آیت اتری فلا اقسم بمواقع النجوم اخیر تک۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ حُبَّ الْأَنْصَارِ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ وَعَلَامَاتِهِ وَبُغْضِهِمْ مِنْ عَلَامَاتِ النِّفَاقِ

باب: انصار اور حضرت علیؓ سے محبت رکھنا ایمان میں داخل ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے

٢٣٥- عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((آيَةُ الْمُنَافِقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْأَنْصَارِ)).

۲۳۵- انس سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی نشانی یہ ہے کہ انصار سے دشمنی رکھے اور مومن کی نشانی یہ ہے کہ انصار سے محبت رکھے۔

یا پہاڑ یا دریا یا چاند یا سورج یا آدمی یا جن یا قبر یا ولی یا نبی کی پرستش کرتا ہے اور اپنے ایسے خداوند عظیم الشان کی طرف اپنے دل کو متوجہ نہیں کرتا اور اس کو چھوڑ کر اوروں سے مدد چاہتا ہے اور اوروں سے اپنی حاجتیں مانگتا ہے۔ لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔

(۲۳۴) ☆ یعنی میں قسم کھاتا ہوں تارے ڈوبنے کی یا نکلنے کی اور یہ قسم اگر سمجھو تو بڑی قسم ہے اخیر تک یہاں تک فرمایا کہ تم اپنا حصہ یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔ شیخ ابو عمرو نے کہا یہ مقصود نہیں کہ سب آیتیں نوء کے باب میں اتریں کیونکہ تفسیر اس کا انکار کرتی ہے بلکہ یہ آیت وتجعلون رزقکم انکم تکذبون نوء کے باب میں اتری اور باقی اور باب میں اور ابن عباسؓ سے ایک روایت میں صرف یہی آیت مذکور ہے اور اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ تم اپنا شکر یا اپنا حصہ یا اپنے رزق کا شکر یا اپنا حصہ بھی لیتے ہو خدا کی رحمت سے اور نسبت کرتے ہو روزی کی تاروں کی طرف۔

(۲۳۵) ☆ کیونکہ انصار وہ لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہؐ کو مدینہ میں بلوایا پھر ہر طرح سے آپ کی مدد کی گویا اسلام کو جمانے والے اور قائم کرنے والے انصار ہی ہیں تو ان سے محبت رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

۲۳۶- عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ((حُبُّ الْأَنْصَارِ آيَةُ الْإِيمَانِ وَبُغْضُهُمْ آيَةُ النِّفَاقِ)).

۲۳۶- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور ان سے دشمنی رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔

۲۳۷- عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ ((لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ)) قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لِعَدِيٍّ سَمِعْتَهُ مِنْ الْبَرَاءِ قَالَ إِيَّايَ حَدَّثَ.

۲۳۷- عدی بن ثابت سے روایت ہے میں نے براء بن عازبؓ سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے انصار کے باب میں کہ ان کا دوست مومن ہے اور ان کا دشمن منافق ہے اور جس نے ان سے محبت کی اللہ اس سے محبت کرے گا اور جس نے ان سے دشمنی کی اللہ اس سے دشمنی کرے گا۔ شعبہ نے کہا میں نے عدی سے پوچھا تم نے یہ حدیث براء سے سنی؟ انھوں نے کہا براء نے مجھ ہی سے یہ حدیث بیان کی۔

۲۳۸- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ)).

۲۳۸- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انصار سے کبھی دشمنی نہ رکھے گا وہ شخص جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت پر۔

۲۳۹- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ)).

۲۳۹- وہی ہے جو اوپر گزرا یہ روایت ابوسعیدؓ سے ہے۔

۲۴۰- عَنْ زِرٍّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ ((أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ)).

۲۴۰- زر بن حبیش (اسدی کوفی جو ایک سو بیس یا تیس یا ستائیس برس کا ہو کر مرا اور اس نے جاہلیت کا زمانہ دیکھا تھا) نے کہا حضرت علیؓ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس نے دانہ چیرا (پھر اس نے گھاس اگائی) اور جان بنائی' رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ نہیں محبت رکھے گا مجھ سے مگر مومن اور نہیں دشمنی رکھے گا مجھ سے مگر منافق۔

---

(۲۴۰) ☆ حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی اور آپ کے داماد تھے اور بچپن ہی سے ایمان لائے تھے اور آپ ان سے بہت محبت رکھتے تھے جب بڑے ہوئے تو بہت مدد کی انھوں نے آپ کی اور لڑائیوں میں بڑی بہادری اور جان بازی کی اور سخت کافروں کو مارا تو ان کا احسان ہر ایک مسلمان پر ہے اور ہر ایک مسلمان کو ان سے محبت رکھنا ضروری ہے۔

بَاب بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيمَانِ بِنَقْصِ الطَّاعَاتِ وَبَيَانِ إِطْلَاقِ لَفْظِ الْكُفْرِ عَلَى غَيْرِ الْكُفْرِ بِاللَّهِ كَكُفْرِ النِّعْمَةِ وَالْحُقُوقِ

باب: عبادت کی کمی سے ایمان کا گھٹنا اور ناشکری اور احسان فراموشی کو کفر کہنا

۲۴۱- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ الِاسْتِغْفَارَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)) فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ جَزْلَةٌ وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ قَالَ ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ)) قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ

۲۴۱- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ دو اور استغفار کرو کیونکہ میں نے دیکھا جہنم میں اکثر عورتیں ہیں؟ ایک عقل مند عورت بولی یا رسول اللہ! کیا سبب ہے عورتیں کیوں زیادہ ہیں جہنم میں؟ آپ نے فرمایا وہ لعنت بہت کرتی ہیں۔ اور خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ میں نے عقل اور دین میں کم اور عقل مند کو بے عقل کرنے والی تم سے زیادہ کسی کو نہ دیکھا۔ وہ عورت بولی ہماری عقل اور دین میں کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا عقل کی کمی تو اس سے معلوم ہوتی ہے کہ

---

(۲۴۱) ☆ نوویؒ نے کہا اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو ترغیب صدقہ اور نیک کاموں کی اور استغفار بہت کرنے کی۔ دوسرے یہ کہ نیکیوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں جیسے قرآن سے ثابت ہے۔ تیسری یہ کہ خاوند کی ناشکری اور احسان فراموشی بڑا گناہ ہے اور جہنم کا وعدہ اسی گناہ میں ہوتا ہے جو کبیرہ ہو۔ چوتھی یہ کہ لعنت کرنا بھی ایک گناہ ہے مگر کبیرہ نہیں کیونکہ آپ نے فرمایا وہ لعنت بہت کرتی ہیں اور صغیرہ کو بہت کرنا کبیرہ ہے۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا مسلمان پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے اور اتفاق کیا ہے علماء نے لعنت کے حرام ہونے پر اور لعنت کہتے ہیں لغت میں دور کر دینے اور نکال دینے کو اور شرع میں اللہ کی رحمت سے دور کرنے کو تو درست نہیں ہے یہ بات کہ دور کریں اللہ کی رحمت سے کسی کو جب تک اس کا حال اور اس کے خاتمہ کا حال یقیناً معلوم نہ ہو۔ اس لیے علماء نے کہا کہ کسی شخص خاص پر لعنت کرنا خواہ مسلمان ہو یا کافر درست نہیں یہاں تک کہ جانور پر بھی جب تک نص شرعی سے یہ بات معلوم نہ ہو کہ وہ کفر پر مرا ہے یا کفر پر مرے گا جیسے ابو جہل یا ابلیس لیکن لعنت کرنا اوصاف کے ساتھ تو حرام نہیں ہے خود حدیث میں لعنت آئی ہے اس عورت پر جو بال جوڑے یا جوڑوا وے گودنا گودے یا گدا وے، سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، تصویر بنانے والوں پر، ظالموں پر، فاسقوں پر، کافروں پر جو زمین کی نشانی مٹے، اس پر جو غلام اپنے مالک کے سوا اور کسی کو مالک بناوے جو اپنے باپ کے سوا اور کسی کو باپ بناوے جو اسلام میں بدعت نکالے یا بدعتی کی مدد کرے وغیرہ وغیرہ بہت لوگوں پر۔ پانچویں یہ کہ کفر کا اطلاق سوا کفر شرعی کے ناشکری و احسان فراموشی پر بھی ہوتا ہے۔ چھٹی یہ کہ ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔ ساتویں یہ کہ امام اور حاکم کو نصیحت کرنا اپنی رعایا کو اور انکو ڈرانا گناہوں سے رغبت دلانا عبادتوں کی درست ہے۔ آٹھویں یہ کہ شاگرد کو استاد اور رعیت کو امام سے پوچھنا اور سوال کرنا درست ہے جب اس کی سمجھ میں کوئی بات نہ آوے۔ نویں یہ کہ صرف رمضان کا لفظ کہنا درست ہے ماہ رمضان یا شہر رمضان کہنا ضروری نہیں۔ امام ابو عبداللہ مازریؒ نے کہا یہ جو عورتوں کی عقل کی کمی ان کی گواہی سے نکالی یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف ان تضل احدھما اخیر تک یعنی اگر ایک عورت بھول جاوے تو دوسری اس کو یاد دلادے اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں ضبط اور حفظ کم ہے اور اختلاف کیا ہے لوگوں نے عقل میں۔ بعضوں نے کہا عقل علم کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا☜

وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّينِ قَالَ ((أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ فَهٰذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَتَمْكُثُ اللَّيَالِي مَا تُصَلِّي وَتُفْطِرُ فِي رَمَضَانَ فَهٰذَا نُقْصَانُ الدِّينِ)).

دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین میں کمی یہ ہے کہ عورت کئی دن تک (ہر مہینے میں) نماز نہیں پڑھتی (حیض کی وجہ سے) اور رمضان میں روزے نہیں رکھتی (حیض کے دنوں میں)۔

۲۴۲ - و حَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

۲۴۲- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

۲۴۳ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

۲۴۳- اوپر والی حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

(ف) بعض علوم ضروریہ کو اور بعضوں نے کہا عقل ایک قوت ہے جس کی وجہ سے تمیز ہوتی ہے معلومات کے حقائق میں اور عقل کی حقیقت اور اس کی اقسام میں بہت اختلاف ہے جو مشہور ہے اور کوئی حاجت اس کے بیان کرنے کی اس مقام پر نہیں ہے پھر اختلاف کیا ہے لوگوں نے عقل کی جگہ میں۔ متکلمین نے کہا کہ عقل کی جگہ دل ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ عقل کی جگہ دماغ ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ حال کے حکیموں نے بہت دلائل سے بات ثابت کی ہے کہ عقل اور تمام قوائے مدرکہ کا ظرف دماغ ہے اور جس شخص کو یہ دلائل دیکھنا ہو وہ حکمت کی کتابوں کی طرف رجوع کرے اور عمدہ معنی عقل کا یہ ہے کہ بوجہ مختلف تجارت اور واقعات کے جو قوت مدرکہ کو ایک حالت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ تمیز کر لیتا ہے برے اور بھلے صحیح اور فاسد میں۔

پھر امام نوویؒ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے جو عورتوں کے دین کی کمی حیض کے دنوں میں نماز نہ پڑھنے اور روزہ نہ رکھنے سے بیان کی اس کو بعض لوگوں نے مشکل سمجھا ہے حالانکہ یہ مشکل نہیں کیونکہ دین اور اسلام اور ایمان کا ایک ہی معنی ہے اور عبادات کو ایمان اور دین کہتے ہیں اور جب یہ ثابت ہوا تو جس کی عبادات زیادہ ہیں اس کا ایمان اور دین بھی زیادہ ہے اور جس کی عبادات کم ہیں اس کا دین اور ایمان بھی کم ہے پھر نقصان دین کا کبھی تو اس طرح ہوتا ہے کہ انسان اس کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے جیسے کوئی نماز یا روزہ ترک کرے بغیر عذر کے اور کبھی اس طرح سے ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے گنہگار نہ ہو جیسے کوئی جہاد یا جمعہ ترک کرے کسی عذر سے اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وہ مکلف ہو اس کے ساتھ جیسے حائضہ روزہ یا نماز ترک کرے۔ اگر کوئی کہے حائضہ جب معذور ہے تو چاہئے کہ حیض کی حالت میں اس کو نماز کا ثواب ہو اگرچہ وہ اس کو قضا نہیں کرتی جیسے مریض یا مسافر کو نوافل کا جن کو وہ حالت صحت اور اقامت میں ادا کرتے تھے ثواب ہوتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ کو ثواب نہ ہوگا اور فرق یہ ہے کہ مریض اور مسافر نوافل کو بہ نیت دوام ادا کرتے تھے اور وہ ان کے لائق ہیں برخلاف حائضہ کے اور اس کی تو نیت بھی یہی ہے کہ حیض کی حالت میں نماز ترک کرے گی بلکہ نماز کی نیت حیض کی حال میں حرام ہے تو حائضہ کی نظیر وہ مریض یا مسافر ہے جو بعض وقت نوافل ادا کرتا تھا اور بعض وقت نہیں ایسے مریض یا مسافر کو نوافل کا ثواب نہ ملے گا اپنے مرض یا سفر میں جب وہ ان کو ادا نہ کرے۔ انتہی قال النوویؒ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ بَيَانِ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ

باب: جو شخص نماز ترک کرے اس کے کفر کا بیان

٢٤٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ يَا وَيْلَهُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ يَا وَيْلِي أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ)).

۲۴۴-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھتا ہے پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا ایک طرف چلا جاتا ہے اور کہتا ہے خرابی ہو اس کی یا میری آدمی کو سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کیا اب اس کو جنت ملے گی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے انکار کیا یا نافرمانی کی میرے لیے جہنم ہے۔

٢٤٥- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((فَعَصَيْتُ فَلِيَ النَّارُ)).

۲۴۵- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے اس میں انکار کی بجائے نافرمان کے الفاظ ہیں۔

٢٤٦- عَنْ جَابِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ

۲۴۶- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے آدمی اور شرک اور کفر

---

(۲۴۴) ☆ نووی نے کہا امام مسلم کا مقصود اس حدیث کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ بعضے افعال کے ترک سے کفر ہو جاتا ہے یا حقیقتاً یا برائے نام اور شیطان کا کفر سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ماخوذ ہے اس آیت سے واذقلنا للملئكة اسجدوا لادم فسجدوا الاابليس ابى واستكبر وكان من الكافرين یعنی یاد کر اس وقت کو جب ہم نے کہا فرشتوں سے سجدہ کرو آدمؑ کو پھر سجدہ کیا انھوں نے پھر ابلیس نے نہ مانا اور غرور کیا اور وہ تھا کافروں سے۔ جمہور علماء نے یہ کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ کافر تھا اور بعض نے کہا کان بمعنی صار ہے یعنی ہو گیا کافروں میں سے جیسے وحال بينهما الموج فكان من المغرقين۔

(۲۴۶) ☆ نوویؒ نے کہا حدیث کا معنی یہ ہے کہ کفر سے مانع نماز کا ترک نہ کرنا ہے پھر جب نماز کو ترک کیا تو بندہ اور شرک اور کفر کے بیچ میں کوئی روک نہ رہی اور شرک وکفر ایک ہے اور کبھی شرک خاص کیا جاتا ہے بت پرستوں سے تو کفر عام ہو گا شرک سے اور جو شخص نماز کو ترک کرے اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ تو کافر ہے باجماع اہل اسلام اور ملت اسلام سے خارج ہے لیکن اس صورت میں جب وہ نو مسلم ہو اور ارکان اسلام سے واقف نہ ہو تو کافر نہ ہو گا اور جو شخص نماز کو ترک کرے سستی اور کاہلی سے اس کو فرض جان کر تو اس کے باب میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک اور شافعیؒ اور جمہور سلف اور خلف کا یہ قول ہے کہ وہ کافر نہ ہو گا بلکہ فاسق ہو گا اس سے توبہ کرائی جاوے گی پھر اگر وہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے تو خیر ورنہ اس کو قتل کر دیں گے حداً جیسے زانی محصن کو سنگسار کرتے ہیں پر تارک الصلوٰۃ کو تلوار سے قتل کریں گے اور ایک جماعت سلف کا یہ قول ہے کہ وہ کافر ہو جاوے گا اور یہی منقول ہے حضرت علیؓ سے اور یہی مروی ہے امام احمدؒ سے اور اسی طرف گئے ہیں ☜

الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ)).

کے بیچ میں نماز کا ترک ہے۔

۲۴۷- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ)).

۲۴۷- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔

بَاب بَيَانِ كَوْنِ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالَى أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ

باب: اللہ پر ایمان لانا سب کاموں سے بڑھ کر ہے

۲۴۸- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ ((إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ)) قَالَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) قَالَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ((حَجٌّ مَبْرُورٌ)).

۲۴۸- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کون سا کام افضل ہے؟ (یعنی سب سے بڑھ کر) آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا پھر پوچھا گیا اس کے بعد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا حج مبرور۔

لاہ عبداللہ بن مبارکؒ اور اسحاق بن راہویہؒ۔ السراج الوہاج میں ہے کہ ظاہر حدیث اس مذہب کی تائید کرتی ہے اور اسی کو ثابت کیا ہے علمائے حدیث نے اور علامہ ابن قیمؒ کی ایک جدا کتاب ہے اس باب میں انھوں نے مخالفوں کی سب دلیلوں کا جواب دیا ہے اور امام شوکانیؒ نے السیل الجرار میں اسی کو اختیار کیا ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو کوئی قصداً نماز ترک کرے وہ قتل کے لائق ہو گیا اور مسلمانوں کے حاکم پر واجب ہے اس کو قتل کرنا اور اس سے کہا جاوے گا نماز پڑھ پھر اگر اس نے انکار کیا تو فوراً قتل کیا جائے گا اور کوئی ضرورت نہیں کہ مہلت دی جاوے اس کو تین روز کی بلکہ انکار کرتے ہی اس کو قتل کریں گے اور میں نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے "ہدایۃ السائل" میں انتہی۔ نووی نے کہا ابو حنیفہؒ اور ایک جماعت کا اہل کوفہ میں سے یہ قول ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا اور نہ قتل کیا جاوے گا بلکہ اس کو سزا دیں گے اور قید کریں گے یہاں تک کہ نماز پڑھے اور جو شخص کفر کا قائل ہوا ہے اس کی دلیل ظاہر حدیث ہے اور جس نے کہا کہ اس کو قتل نہ کریں اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ نہیں حلال ہے مسلمان کا خون مگر ایک بات سے تین باتوں میں سے اور اس میں نماز کا ترک نہیں ہے اور جمہور نے جو کہا وہ کافر نہ ہوگا تو دلیل لاتے ہیں اس آیت سے ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء یعنی اللہ نہیں بخشے گا مشرک کو اور بخش دے گا اس کے سوا جس کو چاہے اور اس حدیث سے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جاوے گا اور جو شخص مر جاوے لا الہ الا اللہ پر یقین رکھ کر وہ جنت میں جاوے گا اور اس کو قتل نہ کرنا چاہیے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزكوة فخلوا سبيلهم یعنی اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو ان کو چھوڑ دو یعنی جان بخشی کر دو اور یہ حدیث ہے کہ مجھے حکم ہوا لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ لا اللہ لا اللہ کہیں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں پھر جب وہ ایسا کریں تو بچا لیا انھوں نے اپنا خون اور مال اور اس کی تاویل یہ کی کہ بندہ نماز کے ترک سے مستحق ہوگا اس سزا کا جو کافر کو ہوتی ہے یعنی قتل کا یا حدیث محمول ہے اس پر کہ جو نماز کو ترک کرنا درست سمجھے تو اس کا انجام کفر ہے یا اس کا فعل کافروں کا سا ہے۔ انتہی

(۲۴۸) ☆ نوویؒ نے کہا حج مبرور وہ ہے جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور بعضوں نے کہا جو حج قبول ہو جاوے خدا کو یا جو صادق ہو خالصاً للہ ہو پھر قبول ہونے کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد نیک کام کرے اور گناہوں سے بچتا رہے۔

۲۴۹- و حَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

۲۴۹- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

۲۵۰- عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ ((الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ)) قَالَ قُلْتُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ قَالَ ((أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا)) قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ قَالَ ((تُعِينُ صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ)) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ ((تَكُفُّ شَرَّكَ عَنْ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ

۲۵۰- ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے میں نے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور جہاد کرنا اس کی راہ میں۔ میں نے کہا کون سا بردہ آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جو بردہ اس کے مالک کو عمدہ معلوم ہو اور جس کی قیمت بھاری ہو۔ میں نے کہا اگر میں نہ یہ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا تو مدد کر کسی صانع کی یا مزدوری کر اس کے لیے جو بے ہنر ہو (یعنی کوئی کام اور پیشہ نہ جانتا ہو اور روٹی کا محتاج ہو) میں نے کہا یارسول اللہ اگر خود میں ناتواں ہوں؟ یعنی کام نہ کر سکوں یا کوئی کسب نہ

(۲۵۰)☆میں نے پوچھا کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان لانا اللہ پر۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل کا اطلاق ایمان پر بھی ہوتا ہے اور مراد اس سے وہ ایمان ہے جس کے سبب سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور وہ دل سے یقین کرنا ہے اور زبان سے کہنا ہے شہادتین کا۔ یقین تو دل کا عمل ہے اور کہنا زبان کا عمل اور یہاں ایمان میں اور اعمال داخل نہیں ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ کیونکہ ان کو آگے بیان کیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان اعمال کو ایمان نہ کہیں۔ (السراج الوہاج)

پوچھا گیا کونسا بردہ آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا وہ جو اس کے مالک کو عمدہ معلوم ہو۔ یہ جب ہے کہ ایک ہی بردہ آزاد کرنا چاہے اور جو اس کے پاس کچھ روپیہ ہو اور ان کے بدلے دو بردے اسے مل سکتے ہوں پر اعلیٰ بردہ ایک ہی آتا ہے تو دو کو لے کر آزاد کرنا افضل ہے ایک عمدہ کے آزاد کرنے سے اور یہ قربانی کے خلاف ہے قربانی میں ایک موٹی تازی بکری دو دبلی بکریوں سے بہتر ہے۔ (السراج الوہاج)

کہا گیا اگر میں یہ نہ کر سکوں؟ فرمایا تو مدد کر کسی صانع کی۔ السراج الوہاج میں ہے کہ بعضے نسخوں میں بجائے صانع کے صائغ ہے یعنی گلانے والا اور بعضے نسخوں میں ضائع ہے مگر صحیح صانع ہے صاد مہملہ سے جس صورت میں صانع ہو صاد مہملہ اور نون سے تو معنی یہ ہونگے کہ مدد کر کسی کاریگر کی جو ہاتھ سے محنت اور مزدوری کرتا ہو جیسے بڑھئی یا لوہار یا درزی وغیرہ کیونکہ یہ کمائیاں حلال ہیں اور مراد وہ پیشہ والا ہے جس کو اس کی کمائی بس نہ ہوتی ہو اور اس کے بال بچے بہت ہوں جن کی پرورش اس کی کمائی میں دشوار ہو تو اس کی مدد کرنا بڑا ثواب ہے اور جس صورت میں ضائع ہو ضاد معجمہ سے تو وہ ضیاع سے ہے جس کے معنی عیال کے ہیں یعنی جو عیال دار ہو اور مفلس ہو اس کی مدد کر اور جس صورت میں صائغ ہو صاد مہملہ اور غین معجمہ سے تو معنی نہیں بنتے کیونکہ صائغ سونے چاندی کے گلانے والے کو کہیں گے پر اس کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں ہے اور امام نوویؒ نے اس مقام پر دو ہی لفظوں کو نقل کیا ہے ایک صانع صاد مہملہ اور نون سے اور دوسرے ضائع ضاد معجمہ اور عین مہملہ سے پھر یہ کہا کہ صحیح علماء کے نزدیک صانع صاد مہملہ اور نون سے ہے اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ مقابلہ کیا اس کا اخرق سے اور اخرق اسے کہتے ہیں جسے کوئی ہنر اور پیشہ نہ آتا ہو اور ابن طاہر نے مجمع البحار میں بھی صرف دو لفظوں کو نقل کیا ہے پھر یہ کہا ہے کہ بعضوں نے صانع صاد مہملہ اور نون سے صحیح کہا ہے تو معلوم نہیں کہ السراج الوہاج میں تیسرا لفظ صائغ صاد مہملہ اور غین معجمہ سے کہاں سے نقل کیا ہے اور ﷺ

عَلٰی نَفْسِكَ))۔

کر سکوں؟ آپ نے فرمایا تو کسی سے برائی نہ کر یہی تیرا صدقہ ہے اپنے نفس پر۔

۲۵۱- عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((فَتُعِينُ الصَّانِعَ أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ))۔

۲۵۱- ابوذرؓ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے۔

۲۵۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ ((الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا)) قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) فَمَا تَرَكْتُ أَسْتَزِيدُهُ إِلَّا إِرْعَاءً عَلَيْهِ.

۲۵۲- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کون سا کام افضل ہے؟ (یعنی سب سے بڑھ کر ہے ثواب میں) آپ نے فرمایا نماز پڑھنا اپنے وقت پر۔ میں نے کہا پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا نیکی کرنا ماں باپ سے (یعنی ان کو خوش اور راضی رکھنا اور ان کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے دوستوں کے ساتھ بھی سلوک کرنا)۔ میں نے کہا پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا جہاد کرنا اللہ کی راہ میں۔ پھر میں نے زیادہ پوچھنا چھوڑ دیا آپ کی رعایت کر کے (تاکہ آپ پر بار نہ گزرے)۔

۲۵۳- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ ((الصَّلَاةُ عَلَى مَوَاقِيتِهَا)) قُلْتُ وَمَاذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ ((بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قُلْتُ وَمَاذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ))۔

۲۵۳- عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی کون سے اعمال جنت کے قریب کرنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ میں نے پوچھا اور کیا؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ میں نے پوچھا اور بتائیں۔ کہا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

۲۵۴- عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۵۴- ابو عمرو شیبانی سے روایت ہے مجھ سے بیان کیا اس گھر والے نے اور اشارہ کیا عبداللہ بن مسعودؓ کے گھر کی طرف کہا پوچھا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کون سا کام بہت پسند ہے اللہ تعالیٰ کو؟ اس کے بعد پوری حدیث بیان کی جو اوپر گزری۔

۲۵۵- عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ

۲۵۵- دوسری روایت بھی ایسی ہے اس میں یہ ہے ابو عمرو شیبانی

ؒ شاید یہ سہو ہو۔ واللہ اعلم۔

یہ جو فرمایا کسی سے برائی نہ کریں تیرا صدقہ یہی ہے اپنے نفس پر یعنی جیسے صدقہ دینے سے دوسرے کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح برائی نہ کرنے سے نفس کو فائدہ حاصل ہوتا ہے دنیا میں آرام ملتا ہے اور آخرت میں ثواب ملے گا۔

وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ وَمَا سَمَّاهُ لَنَا.

نے اشارہ کیا عبداللہ بن مسعودؓ کے گھر کی طرف اور ان کا نام نہ لیا۔

۲۵۶- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ أَوِ الْعَمَلِ الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ)).

۲۵۶- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب کاموں سے بڑھ کر یا سب سے بڑھ کر کام نماز پڑھنا ہے اپنے وقت پر اور نیکی کرنا ہے ماں باپ سے۔

بَابُ كَوْنِ الشِّرْكِ أَقْبَحُ الذُّنُوبِ وَبَيَانِ أَعْظَمِهَا بَعْدَهُ

باب : شرک سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور اس کے بعد کون سا گناہ ہے اس کا بیان

۲۵۷- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ

۲۵۷- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ

---

(۲۵۶) ☆ نوویؒ نے کہا اس مقام پر ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ بعض روایتوں میں سب سے افضل ایمان کو قرار دیا پھر جہاد کو پھر حج کو اور بعض میں ایمان اور جہاد کو اور نماز کو پھر ماں باپ سے سلوک کرنے کو پھر جہاد کو اور بعض میں کھانا کھلانے اور ہر ایک کو سلام کرنے اور بعض میں قرآن سیکھنے اور سکھانے کو اور اس کے مثل بہت سی صحیح حدیثوں میں مذکور ہے تو اختلاف کیا ہے علماء نے کہ کیونکر جمع ہوگا ان اختلافوں کا۔ حلیمی نے قفال۔۔۔ شاشی کبیر سے نقل کیا کہ دو طرح سے جمع ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف احوال اور اشخاص کے ہے اور کبھی کہتے ہیں یہ بات سب سے بہتر ہے اور یہ مراد نہیں ہوتی کہ ہر طرح یا ہر شخص کے لیے بہتر ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے حج نہیں کیا اس کے لیے حج چالیس جہاد سے بہتر ہے اور جس نے جہاد نہیں کیا اس کے لیے ایک جہاد چالیس حج سے بہتر ہے۔ دوسری یہ کہ افضل الاعمال سے پہلے من کا لفظ محذوف ہو تو ترجمہ یہ ہوگا کہ افضل کاموں میں سے ایمان ہے اور جہاد ہے اس صورت میں کوئی اشکال نہیں جیسے کہتے ہیں فلاں شخص ان میں سے عاقل ہے یا افضل ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ ان کے عاقلوں یا فضلوں میں سے ہے اور ایسے ہی قول ہے رسول اللہ کا بہتر تم میں سے وہ ہے جو بہتر ہو اپنے گھر کے لوگوں کے لیے اور معلوم ہے یہ بات کہ گھر والوں کے لیے بہتر ہونے سے سب لوگوں سے بہتر نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی لوگ کہتے ہیں سب سے زیادہ عالم سے نفرت کرنے والے اس کے ہمسائے ہوتے ہیں حالانکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس کے ہمسایوں سے بھی زیادہ اس کی پرواہ نہ کرتا ہو۔ یہ کلام ہے قفال کا اس صورت میں ایمان سب سے افضل ہوگا اور باقی اعمال برابر ہوں گے فضیلت میں پر بعضے خاص صورتوں میں یا خاص شخصوں میں ایک عمل دوسرے سے فضیلت رکھے گا اور ثم کا لفظ جو بعض روایتوں میں ہے اس سے کسی ایک عمل کی دوسرے سے فضیلت میں مقصود نہیں بلکہ محض ترتیب ذکری کے لیے ہے جیسے ثم کان من الذین امنوا اور قاضی عیاضؒ نے جمع کے لیے دو وجہیں بیان کی ہیں ایک تو وہی وجہ جو پہلے مذکور ہوئی انھوں نے کہا کہ جواب میں اختلاف بوجہ اختلاف احوال کے ہے تو بتلایا آپ نے ہر ایک قوم کو وہ کام جو بہت ضروری تھا ان کے لیے یا جس کو انھوں نے حاصل نہیں کیا تھا یا پہچانا نہ تھا دوسرے یہ کہ آپ نے مقدم کیا جہاد کو حج پر اس لیے کہ جہاد کی بہت ضرورت تھی اس زمانہ میں بوجہ شروع زمانہ اسلام کے اور صاحب تحریر نے ایک یہ وجہ بیان کی ہے اور دوسری یہ کہ ثم کلام عرب میں ترتیب کو مقتضی نہیں اور یہ قول شاذ ہے اہل عربیت اور اصول کے نزدیک پھر صاحب تحریر نے کہا صحیح ہے کہ جہاد کو آپ نے مقدم کیا اس واسطے کہ مراد آپ کی وہ زمانہ ہے جب جہاد کی بہت ضرورت ہو اور کافروں کا ہجوم ہو جائے اس وقت تو جہاد سب پر فرض ہو جاتا ہے اور جہاد میں فائدہ ہے تمام مسلمانوں کا اور حج تو دوسرے وقت میں بھی ادا ہو سکتا ہے۔ انتہی ما قال النوویؒ ملخصاً۔

(۲۵۷) ☆ یعنی مفلس ہو اور تجھے خود اپنی بی بی کے کھانے کی تکلیف ہو تو یہ خیال کر کے کہ اولاد کو کہاں سے کھلاؤں گا ان کو مار ڈالے ☆

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ ((أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ)) قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ)) قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ)).

صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا گناہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک یا برابر والا کسی اور کو بنا دے حالانکہ تجھے اللہ نے پیدا کیا (پھر تو اپنے صاحب پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر دوسرے کو مالک بنا دے یہ کتنا بڑا اندھیر ہے اور مالک اس کام سے کیسا ناراض ہوگا)۔ میں نے کہا یہ تو بڑا گناہ ہے اب اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تو اپنی اولاد (لڑکا یا لڑکی) کو مار ڈالے اس ڈر سے کہ تیرے ساتھ روٹی کھائے گا۔ میں نے کہا پھر کون سا گناہ۔ آپ نے فرمایا تو زنا کرے اپنے ہمسائے کی عورت سے۔

۲۵۸- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ ((أَنْ تَدْعُوَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ)) قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ)) قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ((أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ فَأَنْزَلَ)) اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا.

۲۵۸- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا بڑا گناہ ہے اللہ کے نزدیک؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک کرے کسی کو حالانکہ پیدا کیا تجھے اللہ نے۔ اس نے کہا پھر کیا؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو قتل کرے اپنی اولاد کو اس ڈر سے کہ وہ کھائے گی تیرے ساتھ۔ اس نے کہا پھر کیا؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو زنا کرے اپنے ہمسایہ کی عورت سے پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی کے موافق اتارا والذین لا یدعون مع اللہ الٰھاً اخر اخیر تک یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے وہ ہیں جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو اور نہیں قتل کرتے اس جان کو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا مگر کسی حق کے بدلے اور نہیں زنا کرتے اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اس کی سزا پاوے گا۔

ف: تو یہ بڑا گناہ ہے جو شرک کے بعد ہے پر اور سب گناہوں سے بڑھ کر ہے کس لیے کہ یہ گناہ کیا ہے؟ مجموعہ ہے گناہوں کا اول تو ناحق خون کرنا دوسرے خدا کی نسبت بداعتقاد ہونا وہ جس نے پیدا کرتا ہے اس کا رزق بھی اتارتا ہے تیسرے حرص کھانے کی چوتھے بخیلی پانچویں بے رحمی، چھٹے کمینہ پن اور پاجی پن اور بے ہمتی خدا بچاوے ایسے خیالوں سے اس کی بی بی یا لونڈی سے ہر چند زنا مطلقاً کسی عورت کے ساتھ ہو بڑا گناہ ہے پر ہمسائے کی بی بی کے ساتھ بڑا اور بھی گناہ ہے کیونکہ ہمسایہ کو توقع ہوتی ہے کہ اس کا ہمسایہ اس کی مدد کرے گا اس کے بال بچوں کی ضرورت کے وقت حفاظت کرے گا پھر ایسے موقع میں اسی کی بی بی کے ساتھ زنا کرنا کتنی بڑی بے حیائی اور خیانت ہے خدا بچائے۔

بَابُ بَيَانِ الْكَبَائِرِ وَأَكْبَرِهَا

باب: بیان میں ان گناہوں کے جو کبیرہ ہیں پھر ان میں بڑے کون کون سے گناہ ہیں ان کا بیان

۲۵۹- عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضي الله عنه عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا

۲۵۹- ابو بکرہؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے آپ نے فرمایا کیا نہ بتلاؤں میں تم کو بڑا کبیرہ گناہ تین بار آپ نے یہ فرمایا شرک کرنا اللہ کے ساتھ (یہ تو ظاہر ہے کہ سب سے بڑا

(۲۵۹) ☆ کبیرہ گناہوں کا مفصل بیان ● نوویؒ نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے کبیرہ گناہ کی تعریف میں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے اس کا کرنا کبیرہ ہے۔ اور یہی اختیار کیا ہے استاذ ابو اسحٰق نے اور قاضی عیاضؒ نے یہ مذہب محققین کا لکھا ہے اور دلیل ان کی یہ ہے کہ ہر ایک مخالفت اللہ جل جلالہ کی طرف نظر کرتے ہوئے کبیرہ ہے اور جمہور سلف اور خلف اس طرف گئے ہیں کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک کبیرہ ایک صغیرہ اور یہ بھی ابن عباسؓ سے مروی ہے اور کتاب اور سنت اور سلف اور خلف کے اقوال سے اس پر بہت دلیلیں ہیں۔ امام غزالی نے "بسیط" میں لکھا ہے کہ صغیرہ اور کبیرہ میں جو فرق ہے اس کا انکار کرنا فقہ سے بعید ہے کیونکہ شرع کے مضامین سے یہ امر ثابت ہے اور اور لوگوں نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور بے شک اللہ جل جلالہ کی مخالفت خواہ کیسی چھوٹی ہو نہایت بری ہے بہ نسبت اللہ کے جلال اور بزرگی کے پر بعضی مخالفت بعض سے بڑھ کر ہے اور اسی وجہ سے بعضے گناہ ایسے ہیں جو معاف ہو جاتے ہیں نماز اور روزے اور حج اور عمرے اور وضو وغیرہ عبادات سے جیسے احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور بعض ایسے ہیں جو معاف نہیں ہوتے۔ پھر اول قسم کے گناہ صغائر ہیں اور دوسری قسم کے کبائر۔ اب جب یہ ثابت ہوا کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک صغائر اور ایک کبائر تو علماء نے ان کے ضبط میں بڑا اختلاف کیا ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر اللہ نے جہنم یا غضب یا لعنت یا عذاب یا اور کوئی لفظ مانند اس کے فرمایا ہے اور حسن بصری سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور بعضوں نے کہا کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر اللہ نے آخرت میں جہنم کا وعدہ کیا یا دنیا میں کسی سزا (حد) کا۔ امام غزالی نے "بسیط" میں کہا کہ عمدہ تعریف یہ ہے کہ جو گناہ انسان کرتا ہے اس کو ہلکا سمجھ کر اور اس سے ڈرتا نہیں نہ شرمندہ ہوتا ہے وہ کبیرہ ہے اور جس سے اس کو ندامت ہوتی ہے اور آئندہ بچنے کا خیال ہوتا ہے وہ کبیرہ نہیں۔ ابن الصلاح نے کہا کبیرہ کہتے ہیں بڑے گناہ کو اور اس کی کئی نشانیاں ہیں ایک یہ کہ اس میں حد ہو (جیسے زنا یا چوری یا شراب خوری یا تہمت زنا یا راہزنی) دوسری یہ کہ اس پر وعدہ ہو جہنم کے عذاب کا تیسرے یہ کہ اس کے کرنے والے کو فاسق کہا ہو چوتھے یہ کہ اس پر لعنت کی ہو جیسے لعنت کی ہے اللہ نے اس پر جو زمین کی نشانی مٹا دے۔ امام ابو محمد بن عبدالسلام نے کہا جب تو صغیرہ اور کبیرہ کو پہچاننا چاہے تو اس گناہ کی برائی میں غور کر اگر اس کی برائی ان گناہوں کی برائی سے جن کو حدیث میں کبیرہ کہا ہے برابر یا زیادہ ہو تو وہ کبیرہ ہے ورنہ وہ صغیرہ ہے تو جس نے خداوند کریم کو برا کہا ہے یا اس کے رسول کو برا کہا یا توہین کی کسی پیغمبر کی یا جھٹلایا کسی پیغمبر کو یا کعبے میں نجاست لگائی یا قرآن کو اٹھا کر نجس جگہ میں پھینک دیا تو اس نے بڑا کبیرہ گناہ کیا حالانکہ شرع نے ان افعال کو کبیرہ نہیں کہا اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک پاک دامن عورت کو پکڑ زنا کرنے کے لیے یا کسی مسلمان کو پکڑا خون کرنے کے لیے تو کچھ شک نہیں کہ اس کی برائی یتیم کا مال کھا جانے سے بڑھ گئی اور وہ کبیرہ ہے۔ پس یہ بھی کبیرہ ہوئے اسی طرح اگر کافروں کو مسلمانوں کے بال بچے عورتیں بتا دیں اور وہ جانتا ہے کہ کافر ان کو ستاویں گے اور عورتوں کو بے عزت کریں گے تو اس کی برائی میدان جنگ میں بھاگنے سے زیادہ ہے پس یہ بھی کبیرہ ہوا اسی طرح اگر کسی آدمی پر ایسا جھوٹ باندھا جس کی وجہ سے جانتا ہے کہ وہ مارا جاوے گا تو یہ ایک کبیرہ ہوا البتہ اس کی وجہ سے ایک کھجور اس کی جاتی رہے گی تو وہ کبیرہ نہیں ہے اور شرع نے تصریح کردی کہ جھوٹی گواہی اور یتیم کا مال کھا جانا دونوں کبیرہ گناہ ہیں پھر اگر ان دونوں

الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ کبیرہ گناہ ہے)دوسرے نافرمانی کرنا ماں باپ کی۔ تیسرے جھوٹی الزُّوْرِ أَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ)) وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ گواہی دینا یا جھوٹ بولنا اور رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے تھے آپ بیٹھ

تھے کاموں سے بڑا نقصان ہو تو ظاہر ہے کہ وہ کبیرہ ہیں اور جو نقصان بہت قلیل ہو تب بھی وہ کبیرہ ہیں تاکہ ان گناہوں کی جڑ مٹ جاوے اور لوگ باز آویں جیسے شراب کا ایک قطرہ پینا کبیرہ ہے اگرچہ اس سے کوئی فساد نہیں ہوتا اسی طرح ناحق فیصلہ کرنا بھی کبیرہ ہے کیونکہ جھوٹی گواہی سبب ہے ناحق فیصلہ کی پھر جب جھوٹی گواہی کبیرہ گناہ ہے تو فیصلہ اور حکم ناحق کرنا ضرور کبیرہ ہوگا اور بعضے علماء نے یہ تعریف کی ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی وعید یا حد یا لعنت مذکور ہو پھر جو گناہ برائی میں ایسے گناہ کے برابر ہو تو وہ بھی کبیرہ ہوگا۔ امام ابو الحسن واحدی نے کہا صحیح یہ ہے کہ کبیرہ کی کوئی تعریف نہیں بلکہ بعض گناہوں کو شرع نے کبیرہ کہا اور بعضوں کو صغیرہ اور بعض گناہوں کا ذکر شرع نے نہیں کیا ان میں کبیرہ بھی ہیں اور صغیرہ بھی اور حکمت بیان نہ کرنے کی یہ ہے کہ آدمی ان سب گناہوں سے اس ڈر سے کہ کہیں کبیرہ نہ ہو بچے اور یہ ایسا ہے جیسے شرع نے شب قدر کو اور ساعت جمعہ کو چھپایا۔ علماء نے کہا کہ صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے اور حضرت عمر اور ابن عباس سے منقول ہے کہ توبہ اور استغفار کے ساتھ کوئی گناہ نہیں رہتا اور اصرار (یعنی بار بار کرنا) کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ توبہ اور استغفار سے معاف ہو جاتا ہے اور صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ ابن عبد السلام نے کہا کہ اصرار کی حد یہ ہے کہ اتنی بار اس گناہ کو کرے جس سے اس کی بے پرواہی معلوم ہو اسی طرح جب کئی صغیرہ گناہ ہوں کہ وہ سب ملا کر کبیرہ کی برائی کو پہنچ جاویں۔ ابن الصلاح نے کہا اصرار یہ ہے کہ گناہ کو کر کے اس سے باز آنے کا قصد نہ کرے بلکہ پھر کرنے کا قصد کرے یا ہمیشہ اس کو کرتا رہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اصرار کی تعریف یہی صحیح ہے ورنہ بار بار کرنا اصرار نہیں اگر بار بار توبہ یا ندامت ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر بار وہی گناہ کرے۔ حدیث میں عقوق کا لفظ ہے جس کے معنی کاٹنا نہ ماننا اور عاق اس کو کہتے ہیں جو اپنے باپ کی اطاعت چھوڑ دے۔ نووی نے کہا جو عقوق شرع میں حرام ہے اس کی تعریف کم لوگوں نے کی ہے۔ شیخ امام عبد اللہؒ نے کہا میں نے عقوق والدین اور ان کے حقوق میں کوئی قاعدہ نہیں پایا اسلئے کہ باتفاق علماء ہر ایک امر اور نواہی میں والدین کی اطاعت ضروری اور واجب نہیں البتہ جہاد بغیر اجازت ماں باپ کے درست نہیں کیونکہ ماں باپ پر جہاد بہت گراں گزرتا ہے وہ ڈرتے ہیں لڑکے کے زخمی ہونے یا مارے جانے سے اور اس سے ان کو بہت رنج ہوتا ہے اسی پر ہر ایک سفر کو قیاس کر لینا چاہیے جس میں جان جانے کا یا کسی اور صدمے کا خوف ہو ابن الصلاح نے کہا جو عقوق حرام ہے وہ یہ ہے کہ کوئی کام ایسا کرے جس سے والدین کو رنج ہو اور رنج بھی کیسا سخت بشرطیکہ وہ کام اس پر شرع کی رو سے واجب اور فرض نہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ والدین کی اطاعت ہر ایک امر میں واجب ہے بشرطیکہ وہ امر گناہ نہ ہو اور ان کا خلاف کرنا عقوق ہے اور مشتبہ کاموں میں بھی ان کی اطاعت بعضے علماء نے واجب کی ہے اور ہمارے علماء نے جو طلب علم یا تجارت کے لیے سفر جائز رکھا ہے بغیر ماں باپ کی اجازت کے وہ ہمارے اس کلام کے خلاف نہیں ہے جو ہم نے بیان کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ والدین کی اطاعت فرض مثل اور فرائض کے ہے مگر خدا کی اطاعت ان کی اطاعت پر مقدم ہے تو نہ ترک کیا جاوے فرض خدا کا ان کے کہنے سے اور ترک کیا جاوے مباح اور مسنون اور مستحب کیونکہ فرض کا کرنا مقدم ہے اور جہاد کو جانا فرض عین نہیں ہے اس لیے بے ماں باپ کی اجازت کے جانا حرام ہے اور طلب علم فرض عین ہے اسی طرح کسب معیشت واسطے پرورش اہل و عیال کے تو اس میں اجازت ان کی ضروری نہیں پر جہاں تک ہو سکے اگر ان کی خوشی کے ساتھ علم حاصل کرے اور روٹی کماوے تو بہتر ہے۔ نووی نے کہا ہر چند والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی دونوں کبیرہ گناہ ہیں پر وہ شرک کے برابر نہیں ہو سکتے اس صورت میں تاویل کرنا ہوگی کہ مراد وہ جھوٹا گواہ ہے جو کافر بھی ہو یا مراد وہ شخص ہے جو اس کام کو درست سمجھ کر کرے یا من کا لفظ محذوف ہے یعنی یہ چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں اور یہی تیسری تاویل ٹھیک ہے اس لیے کہ جھوٹی گواہی کو بیان کرنے سے یہ مقصود ہے کہ لوگ اس سے لئے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ.

گئے اور بار بار یہ فرمانے لگے (تاکہ لوگ خوب آگاہ ہو جاویں اور ان کاموں سے باز رہیں) ہم نے اپنے دل میں کہا کاش آپ چپ رہیں (تاکہ آپ کو زیادہ رنج نہ ہو ان گناہوں کا خیال کر کے کہ لوگ ان کو کیا کرتے ہیں)۔

۲۶۰- عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَبَائِرِ قَالَ ((الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَقَوْلُ الزُّورِ)).

۲۶۰- انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کبیرہ گناہوں کے باب میں وہ شرک کرنا ہے اللہ کے ساتھ اور نافرمانی کرنا ماں باپ کی اور خون کرنا (ناحق) اور جھوٹ بولنا۔

۲۶۱- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْكَبَائِرَ أَوْ سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ ((الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ شَهَادَةُ الزُّورِ)) قَالَ شُعْبَةُ وَأَكْبَرُ ظَنِّي أَنَّهُ شَهَادَةُ الزُّورِ.

۲۶۱- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کبیرہ گناہوں کا یا آپ سے پوچھا کسی نے کبیرہ گناہوں کو آپ نے فرمایا شرک کرنا اللہ کے ساتھ اور ناحق خون کرنا اور نافرمانی ماں باپ کی اور آپ نے فرمایا میں تم کو بتلاؤں سب کبائر میں کبیرہ وہ جھوٹ بولنا ہے یا جھوٹی گواہی دینا۔ شعبہ نے کہا میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھوٹی گواہی کو فرمایا۔

۲۶۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ

۲۶۲-ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بچو سات گناہوں سے جو ایمان کو ہلاک کر ڈالتے ہیں اصحابؓ نے کہا یا رسول

ﷺ باز رہیں اور کفر کی برائی تو ہر ایک شخص کو معلوم تھی پھر حدیث کے اطلاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی ہر طرح سے کبیرہ گناہ ہے خواہ بڑے حق کے لیے ہو یا چھوٹے حق کے لیے۔ انتہی۔

(۲۶۱) ☆ امام نووی سے جو فائدہ اوپر نقل ہوا وہ اس مقام سے متعلق ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جھوٹی گواہی کو شرک سے کیونکر بڑھایا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس محل پر جھوٹی گواہی سے ڈرانا منظور تھا کیونکہ خوف ہو گا لوگوں کے پڑ جانے کا اس گناہ میں اگرچہ جھوٹی گواہی یا جھوٹ بولنا شرک کے برابر نہیں کیونکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور ایک بھید یہ بھی ہے کہ شرک در حقیقت ایک قسم ہے جھوٹ کی یا جھوٹی گواہی کی کیونکہ شرک جھوٹی گواہی اللہ پر یا جھوٹ ہے جیسے ایک جھوٹ ہوتا ہے بندوں پر ویسے ہی شرک ایک جھوٹ ہے اللہ پر پھر جس نے جھوٹ بولنا روا رکھا یا جھوٹی گواہی دی وہ شرک کرنے میں بھی باک نہ کرے گا اور اکثر ایسا معلوم ہوا ہے کہ جھوٹی گواہی وہی لوگ دیتے ہیں جن کے دل میں اللہ کی عظمت مطلق نہیں ہوتی تب تو اس کا نام لے کر معاذ اللہ جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹی قسم کھاتے ہیں دو پیسہ کی طمع میں ایمان کھوتے ہیں۔ پس ایسے شخص شرک کرنے میں یا شرک کی بات کرنے میں کب رکیں گے اگر ان کو ایک ذرا سی بھی طمع دی جاوے۔

(۲۶۲) ☆ نووی نے کہا یہ دلیل ہے اس ہمارے مذہب کی جو صحیح اور مشہور ہے کہ جادو حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے یعنی جادو کا کرنا اور چلانا اور سیکھنا اور سکھانا سب حرام ہے اور ہمارے بعض علماء نے کہا جادو کا سیکھنا حرام نہیں ہے بلکہ جائز ہے تاکہ جادو کی شناخت ہو اور جادو کو ﷺ

الْمُوبِقَاتِ)) قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ ((الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَأَكْلُ الرِّبَا وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ)).

اللہ!وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو اور اس جان کو مارنا جس کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے لیکن حق پر مارنا درست ہے اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھا جانا اور لڑائی کے دن کافروں کے سامنے سے بھاگنا اور خاوند والی ایمان دار پاک دامن عورتوں کو جو بدکاری سے واقف نہیں عیب لگانا۔

٢٦٣- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مِنْ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ)) قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ ((نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ)).

۲۶۳- عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سے ہے گالی دینا اپنے ماں باپ کو۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہؐ! کیا کوئی گالی دیتا ہے اپنے ماں باپ کو؟ آپ نے فرمایا ہاں دیتا ہے۔ کوئی گالی دیتا ہے دوسرے کے باپ کو پھر وہ گالی دیتا ہے اس کے باپ کو اور یہ گالی دیتا ہے اس کی ماں کو وہ گالی دیتا ہے اس کی ماں کو۔

٢٦٤- و حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

۲۶۴- اوپر والی حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

ﷲ توڑنے کے لیے اور جادوگر کو اولیاء اللہ سے تمیز دینے کے لیے اور ان لوگوں کے نزدیک حدیث محمول ہے جادو کے چلانے پر یعنی ان پر تہمت کرنا زنا کی۔ نووی نے کہا اس روایت میں سات گناہ مذکور ہیں اور ایک روایت میں تین اور ایک روایت میں چار اس لیے کہ یہ بڑے سخت گناہ ہیں اور اکثر واقع ہوتے ہیں۔ خاص کر جاہلیت کے زمانے میں یہ گناہ واقع ہوتے تھے اور اس کے بعد کی حدیث میں ایک اور گناہ مذکور ہے اپنے ماں باپ کو گالی دینا اور حدیث میں چغل خوری اور پیشاب سے پاکی نہ کرنا مذکور ہے اور مسلم کے سوا اور کتابوں میں جھوٹی قسم کھانا اور بیت اللہ کی حرمت توڑنا بھی آیا ہے اور علماء نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہ ان میں منحصر نہیں بلکہ اور بہت گناہ کبیرہ ہیں اور ابن عباسؓ سے منقول ہے ان سے کسی نے پوچھا کبیرہ گناہ سات ہیں؟ انھوں نے کہا سات سے ستر تک ہیں بلکہ سات سو تک اور اوپر تفصیل کبیرہ کی گزر چکی۔

(۲۶۳) ☆ تو جس نے پہلے گالی دی وہی سبب ہوا اپنے ماں باپ کو گالی کھلانے کا تو گویا اس نے خود گالی دی اپنے ماں باپ کو۔ انسان کی حرمت اور عزت خود اس کے ہاتھ میں ہے۔ کسی کو گالی دینا پھر آپ کھانا کتنی بڑی حماقت ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص سبب ہو کسی کام کا تو وہ کام اس کی طرف منسوب ہو سکتا ہے اور بد کام کا جو ذریعہ ہو وہ بھی بد ہے تو شیرہ انگور کا بیچنا اس شخص کے ہاتھ جو اس کی شراب بناتا ہے یا ہتھیار بیچنا اس شخص کے ہاتھ جو ڈاکہ مارتا ہے ناجائز ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهِ

باب: کبر (یعنی غرور اور خود پسندی) کی حرمت اور اس کا بیان

٢٦٥- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ

۲۶۵- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں نہ جاوے گا وہ شخص جس کے دل میں رتی برابر بھی غرور اور گھمنڈ ہوگا۔ ایک شخص بولا ہر ایک آدمی چاہتا ہے اس کا جوتا اچھا ہو (اوروں سے) (تو کیا یہ بھی غرور اور گھمنڈ ہے) آپ

(۲۶۵) ٭ یعنی اللہ جل جلالہ سب سے زیادہ پاکیزہ اور خوش اور خوب صورت ہے تو وہ پسند کرتا ہے خوبصورتی اور پاکیزگی اور ستھرائی کو۔ عمدہ کپڑے عمدہ جوتی جس قدر حلال ہیں وہ پہننا اور زینت کرنا اور خوشبو لگانا یہ امر سب شرع کی رو سے حلال بلکہ بہتر ہیں اور یہ چیزیں کبر اور غرور میں داخل نہیں اگر کسی آدمی کو شوق ہو لباس کا وہ دوسروں سے بہتر کپڑا پہننا چاہے یا جوتا پہننا تو یہ برا نہیں بلکہ بہتر اور عمدہ ہے کیونکہ صفائی اور ستھرائی اور پاکیزگی اور حسن و جمال یہ سب صفات ہیں اللہ جل جلالہ کی اور انسان کو بالطبع یہ امر مرغوب ہیں۔ پس ان کا حاصل کرنا یا ان کا شوق رکھنا کسی طرح برا نہیں ہو سکتا اور ان کا شوق کبر اور غرور نہیں ہو سکتا بلکہ کبر کے وہ معنی ہیں جو آگے بیان ہوں گے۔ نوویؒ نے کہا یہ جو آپ نے فرمایا اللہ جمیل ہے پسند کرتا ہے جمال کو تو علماء نے اس کے معنوں میں یہ اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی ہر ایک صفت جمیل ہے اور ہر ایک کام جمیل ہے یعنی عمدہ اور بہتر ہے اور اس کے تمام نام بہتر ہیں اور تمام صفات میں جمال اور کمال موجود ہے۔ ابوالقاسم قشیریؒ نے کہا جمیل کے معنی جلیل یعنی بزرگ اور خطابیؒ نے نقل کیا کہ جمیل کے معنی نورانی اور روشن یعنی وہ مالک ہے روشنی اور تازگی کا اور بعضوں نے کہا اس کے افعال جمیل ہیں کہ وہ نظر کرتا ہے اپنے بندوں پر رحمت کے ساتھ اور تکلیف دیتا ہے تھوڑے آسان کاموں کی اور ثواب دیتا ہے بہت اور جمیل ایسا اسم ہے جو صحیح حدیث میں خدا کے لیے آیا ہے یہ حدیث خبر واحد ہے اور اسماء حسنیٰ کی حدیث میں بھی یہ اسم موجود ہے لیکن اس کی اسناد میں گفتگو ہے اور مختار یہ ہے کہ اللہ کو جمیل بول سکتے ہیں اور بعضے علماء نے اس سے منع کیا ہے۔ امام الحرمین نے کہا کہ اللہ جل جلالہ کے جو اسماء اور صفات شرع میں وارد ہوئے ہیں ہم ان کا اطلاق کریں گے اور جن سے شرع نے منع کیا ہے ان کے اطلاق سے باز رہیں گے اور جو اسماء اور صفات شرع میں نہیں آئے ان کے جواز یا عدم جواز کسی کا ہم حکم نہ کریں گے اس لیے کہ شرع کے احکام نص سے معلوم ہوتے ہیں اور اگر ہم جواز یا عدم جواز کا حکم کر دیں تو ہم نے ایک حکم کیا بغیر حکم شرع کے پھر اطلاق کے جائز ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ دلیل یقینی ہو (یعنی آیت یا حدیث متواتر) بلکہ وہ دلیل کافی ہے جو موجب ہوتی ہے عمل کو اگرچہ علم کو موجب نہ ہو (یعنی خبر واحد کافی ہے) البتہ قیاس کو اس میں دخل نہیں ہو سکتا۔ تمام ہوا کلام امام الحرمینؒ کا اور ان کا درجہ اور رتبہ ہر ایک علم میں خصوصاً اس فن میں یعنی علم کلام میں تو انتہا درجہ کا ہے اور یہ جو انھوں نے کہا کہ ہم جواز اور عدم جواز کسی کا حکم نہیں کریں گے جب تک دلیل شرعی نہ ہو تو بناء اس کی اس مذہب پر ہے جو مختار ہے اور صحیح ہے محققین کے نزدیک کہ اصل اشیاء میں یہ ہے کہ کوئی حکم نہ کیا جاوے جب تک شرع وارد نہ ہو نہ حلت نہ حرمت نہ اباحت کا کیونکہ اہل سنت کے نزدیک حاکم شرع ہے اور ہمارے بعض علماء نے کہا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور بعضوں نے کہا کہ اصل حرمت ہے اور بعضوں نے کہا کہ اصل توقف ہے اور مختار وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا اور اہل سنت نے اختلاف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ان اسماء اور صفات کا جو شرع میں وارد نہیں ہوئے اطلاق کیا جاوے یا نہ کیا جاوے بشرطیکہ وہ اسماء اور صفات جمال اور جلال اور مال اور مدح کے ہوں تو بعضوں نے ان کا اطلاق جائز رکھا ہے اور بعضوں نے منع کیا ہے جب تک کوئی دلیل قطعی جیسے آیت یا حدیث متواتر یا اجماع نہ ہو اور خبر واحد سے جو ثابت

حَسَنَةً قَالَ ((إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ)).

نے فرمایا اللہ جمیل ہے دوست رکھتا ہے جمال کو۔ غرور گھمنڈ یہ ہے کہ انسان حق کو ناحق کرے (یعنی اپنی بات کو پچ یا نفسانیت سے ایک بات واجبی ہو اور صحیح ہو اس کو رد کرے اور نہ مانے) اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

٢٦٦- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ)).

٢٦٦- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں نہ جاوے گا (یعنی ہمیشہ کے لیے) وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اور جنت میں نہ جاوے گا وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر گھمنڈ اور غرور ہو۔

٢٦٧- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)).

٢٦٧- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں نہ جاوے گا وہ شخص جس کے دل میں رتی برابر غرور ہو۔

ﷺ اسم یا صفت ثابت ہو اس کے اطلاق میں اختلاف ہے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا صحیح یہ ہے کہ اس کا اطلاق جائز ہے۔ انتہی ما قال النووی۔ السراج الوہاج میں ہے کہ اللہ جل جلالہ کے اسماء اور صفات میں وقوف صحیح ہے یعنی جو اسماء اور صفات شرع میں وارد ہوئے ہیں ان ہی کا اطلاق کرنا چاہیے اور اپنی طرف سے نئے نام اور صفات تراشنا بہتر نہیں گو ان کے معنی عمدہ ہوں۔ از امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات اس باب میں نہایت عمدہ اور جامع کتاب ہے اور اپنے تئیں عالی اور بلند اور معزز خیال کرے یعنی نفس پروری کرے یہ صفت ایسی بری ہے کہ انسان کو بہت ذلیل کرتی ہے اور لوگ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس کو دشمن جانتے ہیں اس کمبخت صفت کی وجہ سے صرف یہی عذاب نہیں کہ جنت سے محروم ہو گا بلکہ دنیا میں بھی بڑی تکلیف اور مصیبت ہو گی۔ جو شخص گھمنڈ کرتا ہے اور خود سرے لوگ اس کی فکر میں رہتے ہیں اور کسی موقع پر اس کو ذلیل کرتے ہیں کہ اس کا سارا غرور ناک کی راہ نکل جاتا ہے۔ حدیث میں غمط الناس طاء مہملہ سے مروی ہے جس کے معنی لوگوں کو حقیر جاننا اور صحیح مسلم کے سب نسخوں میں یہ لفظ یوں ہی ہے اور ابوداؤد نے بھی اس کو اسی طرح نقل کیا ہے لیکن ترمذی نے غمص صاد مہملہ سے نقل کیا ہے اور معنی اس کا بھی یہی ہے۔

(٢٦٦) ☆ نوویؒ نے کہا اس کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے۔ خطابی نے دو وجہیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو ایمان لانے میں اتنا ذرا سا بھی غرور کرے اور ایمان نہ لاوے تو وہ جنت میں ہرگز نہ جاوے گا جب اسی حالت میں مرے دوسرے یہ کہ جب لوگ جنت میں جاویں گے تو ان کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور نہ ہو گا اس لیے کہ اللہ نے فرمایا ہم نے نکال لیا بہشتیوں کے دلوں میں سے جو کچھ کھٹک تھی ان میں اور یہ دونوں تاویلیں بعید ہیں اس لیے کہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ کبر کی ممانعت میں لوگوں کو اس بری بات سے بچانے کے لیے اور ان دونوں تاویلوں کی وجہ سے وہ مطلب فوت ہو جاتا ہے تو ظاہر وہ۔۔ ہے جو قاضی عیاضؒ اور محققین نے اختیار کیا ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ وہ جنت میں نہ جائے گا جب تک اس کو کبر کا بدلہ نہ ملے گا یا اگر اس کو بدلہ ملے تو یہی بدلہ ہے کہ وہ جنت میں نہ جاوے اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ پرہیزگاروں کے ساتھ پہلی بار جنت میں نہ جاوے گا۔

بَابُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ مُشْرِكًا دَخَلَ النَّارَ

باب: جو شخص شرک سے پاک ہو اور مرے تو وہ جنت میں جاوے گا اور جو شرک کی حالت میں مرے وہ جہنم میں جاوے گا

۲۶۸- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَكِيعٌ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)).

۲۶۸- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور ایک روایت میں ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص مر جاوے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو تو وہ جہنم میں جاوے گا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا میں کہتا ہوں جو شخص مر جاوے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں جاوے گا۔

۲۶۹- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ فَقَالَ ((مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ)).

۲۶۹- جابرؓ سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دو باتیں کون سی ہیں جو واجب کرتی ہیں جنت کو اور جہنم کو؟ آپ نے فرمایا جو شخص مر جاوے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جاوے گا اور جو شخص مر جاوے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو تو وہ جہنم میں جاوے گا۔

---

(۲۶۸) ☆ ایسا ہی ہے صحیح مسلم کے اکثر نسخوں میں اور صحیح بخاریؒ میں اور قاضی عیاض نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے اور بعض نسخوں میں اس کے برعکس ہے یعنی پہلے جملہ کو ابن مسعودؓ کا کلام نقل کیا ہے اور دوسرے جملہ کو رسول اللہ کا اور حمیدی نے کتاب الجمع بین الصحیحین میں ایسا ہی نقل کیا ہے اور ابو عوانہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور یہ دونوں جملے مرفوعاً جابر سے ثابت ہیں پھر ابن مسعود نے جو ایک جملہ حضرت کی طرف نسبت کیا اور ایک اپنی طرف تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ انھوں نے حضرتؐ سے ایک ہی جملہ سنا ہوگا اور دوسرا جملہ قرآن و حدیث سے انھوں نے خود نکالا مگر اس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ ابن مسعود نے جو دوسری روایت میں دونوں جملوں کو حضرتؐ سے نقل کیا تو شاید ابن مسعود کو اس روایت کے وقت ایک جملہ یاد رہا ہوگا اس لیے انھوں نے اپنی طرف نسبت دیا۔ واللہ اعلم۔

(۲۶۹) ☆ نوویؒ نے کہا اس پر اجماع ہے مسلمانوں کا لیکن مشرک کا جہنم میں جانا وہ عموماً ہے وہ جہنم میں جاوے گا اور ہمیشہ اس میں ہی رہے گا اور یہودی اور نصرانی اور بت پرست اور سب قسم کے کافروں کا یہی حکم ہے ان میں کوئی فرق نہیں ہے وہ سب ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اسی طرح جو کافر ہو عناد سے یا بغیر عناد کے یا جو اسلام کے یا جو مخالف ہو ملت اسلام کے یا جو اسلام کی طرف منسوب ہو یعنی مسلمان کہلاوے پھر حکم کیا جاوے اس کے کفر کا کسی امر کے انکار سے اور جو مشرک نہ ہو موحد ہو اس کا جنت میں جانا بھی یقینی ہے پھر اگر اس سے کبیرہ گناہ پر اصرار نہیں ہوا وہ تو پہلے ہی ہلہ میں جنت میں جاوے گا اور جو کبیرہ پر اصرار کرتا رہا تو وہ خدا کی مشیت پر ہے چاہے اسے معاف کرے اور سیدھا جنت میں لے جاوے اور چاہے چند روز عذاب کر کے پھر جنت میں لے جاوے لیکن وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔

۲۷۰- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ دَخَلَ النَّارَ)).

۲۷۰- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص اللہ سے ملے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں جاوے گا اور جو اس سے ملے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک کرتا ہو وہ جہنم میں جاوے گا۔

۲۷۱- عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ

۲۷۱- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث آتی ہے۔

۲۷۲- عَنْ أَبِي ذَرٍّ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ((أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ)).

۲۷۲- ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور مجھ کو خوشخبری دی کہ جو شخص تمہاری امت سے مرے گا اور وہ کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہوگا تو جنت میں جاوے گا۔ میں نے کہا اگرچہ وہ زنا کرے یا چوری کرے انھوں نے کہا اگرچہ وہ زنا کرے یا چوری کرے۔

۲۷۳- عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ عَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ ((مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) قُلْتُ ((وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ)) قَالَ ((وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ)) قُلْتُ وَإِنْ زَنَى

۲۷۳- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ سو رہے تھے ایک سفید کپڑا اوڑھے ہوئے پھر میں آیا تو آپ سو رہے تھے پھر میں آیا تو آپ جاگتے تھے۔ میں بیٹھا آپ کے پاس آپ نے فرمایا جو لا الہ الا اللہ کہے پھر مر جاوے اسی اعتقاد پر (یعنی اللہ کی توحید پر) تو وہ جنت میں جاوے گا۔ میں نے کہا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟

(۲۷۰) ☆ نووی نے کہا یہ حدیث دلیل ہے اہل سنت کے مذہب کی کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ جہنم میں یا تو بالکل نہ جاوے گا اور اگر جاوے گا تو چند روز کے بعد وہاں سے نکل کر پھر جنت میں جاوے گا اور اوپر اس کا بیان مفصل گزر چکا ہے۔ انتہی۔ زنا اور چوری کو اس لیے خاص کیا کہ یہ دونوں بڑے کبیرہ گناہ ہیں اور زنا حق اللہ ہے اور چوری حق العباد تو معلوم ہوا کہ جو شخص موحد ہو اور اس گناہ میں مبتلا ہو جو حقوق العباد ہوں تب بھی وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ کبھی نہ کبھی وہاں سے نکل کر آخر کو جنت میں ضرور جاوے گا۔

(۲۷۳) ☆ یعنی ابوذرؓ کی ذلت ہو اس لیے کہ یہ امر ان کی رائے اور مرضی کے خلاف تھا وہ گناہوں سے بڑی نفرت کرتے تھے اور گنہگاروں کو اللہ کی رحمت سے دور سمجھتے تھے اور یہ امر ان کے بار بار پوچھنے سے معلوم ہوا کہ زنا اور چوری کرنے پر بھی وہ جنت میں جائے گا گویا ان کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنے بڑے بڑے گناہ کرنے پر بھی اس کو جنت ملے گی یعنی جو لفظ حضرتؐ نے فرمایا تھا اسی کو کہتے جاتے تھے اور یہ انتہائی محبت تھی ابوذر کی رسول اللہؐ کے ساتھ۔

وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ ((عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ)) قَالَ فَخَرَجَ أَبُو ذَرٍّ وَهُوَ يَقُولُ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ.

تین بار ایسا ہی فرمایا۔ چوتھی بار آپ نے فرمایا اگرچہ ابوذر کی ناک میں خاک لگے۔ پھر نکلے ابوذرؓ اور وہ کہتے تھے اگرچہ ابوذر کی ناک میں خاک لگے۔

بَاب تَحْرِيمِ قَتْلِ الْكَافِرِ بَعْدَ أَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

باب: کافر کو لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کرنا حرام ہے

۲۷۴- عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((لَا تَقْتُلْهُ)) قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِي ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ

۲۷۴- مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر میں ایک کافر سے بھڑوں وہ مجھ سے لڑے اور میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے پھر مجھ سے بچ کر ایک درخت کی آڑ لیوے اور کہنے لگے میں تابع ہو گیا اللہ کا کیا میں اس کو قتل کروں جب وہ کہہ چکے؟ آپ نے فرمایا مت قتل کر اس کو۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! اس نے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ایسا کہنے لگا کیا میں اس کو قتل کروں؟ آپ نے فرمایا مت قتل کر اس کو (اگرچہ تجھ کو اس سے صدمہ پہنچا اور زخم لگا) اگر تو اس کو قتل کرے گا تو اس کا حال تیرا سا ہو گا قتل سے پہلے اور تیرا حال اس کا سا ہو گا جب تک اس نے یہ

(۲۷۴) ☆ ظاہر حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تو اس کو قتل کرے گا تو وہ تیری مثل ہو جائے گا یعنی وہ مسلمان ہو گا اور تو اس کے مثل ہو جائے گا یعنی جیسے وہ تھا اسلام لانے سے پہلے یعنی کافر ہو جائے گا۔ اس میں یہ اشکال ہے کہ مسلمان جہاد کرنے والا اس گناہ سے کافر نہیں ہو سکتا خصوصاً اس صورت میں جب اس کو احتمال ہو کہ یہ دل سے مسلمان نہیں ہوا ہے بلکہ جان بچانے کے لیے بہانہ کرتا ہے اور اس نے مسلمان کو زخمی بھی کیا ہو۔ نوویؒ نے کہا اس حدیث کے مطلب میں علماء نے اختلاف کیا ہے سب سے عمدہ معنی وہ ہے جو امام شافعیؒ اور ابن قصار سے منقول ہے کہ جب اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اسلام قبول کیا تو وہ تیری مثل ہو گیا یعنی جان کی حرمت اور حفاظت میں جیسے تو تھا اس کے قتل سے پہلے اور تو نے جب اس کو قتل کیا تو تو اس کے مثل ہو گیا یعنی تیری جان کی حرمت نہ رہی اور تیرا خون حلال ہو گیا جیسے اس کا حال تھا اسلام لانے سے پہلے۔ قاضی عیاض نے کہا اس کا یہ معنی ہے کہ تو اس کے مثل ہو گیا حق کی مخالفت میں اور گناہ کے ارتکاب میں اگرچہ تیری مخالفت اور گناہ اور اس کی مخالفت اور گناہ میں فرق ہے اس کا گناہ کفر تک پہنچا تھا اور تیرا گناہ فسق تک پہنچے گا پھر علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان جہاد میں ایسا کرے یعنی کسی کافر کو لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے بعضوں نے کہا اس پر کچھ نہیں نہ قصاص ہے نہ دیت نہ کفارہ کیونکہ آگے کی حدیث میں آوے گا کہ اسامہ نے یہ فعل کیا تھا پھر رسول اللہؐ نے نہ ان کو قتل کیا نہ دیت لی ان سے نہ کفارہ ان پر واجب کیا اور بعضوں کے نزدیک کفارہ واجب ہے لیکن قصاص ساقط ہے بوجہ شبہ کے کیونکہ اس کو کافر سمجھ کر مارا اور یہ خیال کیا کہ وہ کلمہ توحید پڑھنے سے مسلمان نہیں ہو سکتا ایسی حالت میں اور دیت کے واجب ہونے میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں پھر یہ لوگ اسامہ کی حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ کفارہ واجب نہیں اور دیت بھی اس واسطے نہ لی گئی کہ اسامہ مفلس ہوں گے۔

بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ)).

کلمہ نہیں کہا تھا۔

۲۷۵- عَنْ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا الْأَوْزَاعِيُّ وَابْنُ جُرَيْجٍ فَفِي حَدِيثِهِمَا قَالَ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ كَمَا قَالَ اللَّيْثُ فِي حَدِيثِهِ وَأَمَّا مَعْمَرٌ فَفِي حَدِيثِهِ فَلَمَّا أَهْوَيْتُ لِأَقْتُلَهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

۲۷۵- دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اس میں یہ ہے کہ وہ کہے اسلام لایا میں اللہ کے لیے اور معمر کی روایت میں ہے کہ جب میں جھکوں اس کے قتل کے لیے تو وہ کہے لا الہ الا اللہ۔

۲۷۶- عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِيِّ وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنْ الْكُفَّارِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ.

۲۷۶- مقداد بن عمرو بن اسود کندیؓ سے روایت ہے وہ حلیف تھے بنی زہرہ کے (یعنی ان کی امان میں آئے تھے اور ان سے عہد کر چکے تھے) اور بدر کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کیا سمجھتے ہیں اگر میں بھڑوں ایک کافر سے پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری۔

۲۷۷- عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهَذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَأَدْرَكْتُ رَجُلًا فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَطَعَنْتُهُ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**أَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَقَتَلْتَهُ**)) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنْ السِّلَاحِ قَالَ ((**أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا**)) فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَقَالَ سَعْدٌ وَأَنَا وَاللَّهِ لَا أَقْتُلُ مُسْلِمًا حَتَّى يَقْتُلَهُ ذُو الْبُطَيْنِ يَعْنِي

۲۷۷- اسامہ بن زیدؓ سے رویات ہے رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک سریہ میں بھیجا (سریہ کہتے ہیں لشکر کے ایک ٹکڑے کو جس میں چار سو آدمی تک ہوتے ہیں) ہم صبح کو لڑے حرقات سے جہینہ میں سے ہے (حرقات بضم حا اور فتح را ایک قبیلہ ہے) پھر میں نے ایک شخص کو پایا اس نے لا الہ الا اللہ کہا میں نے برچھی سے اس کو مار دیا۔ بعد اسکے میرے دل میں وہم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہنے پر مارنا درست نہ تھا میں نے رسول اللہؐ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہا تھا اور تو نے اس کو مار ڈالا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس نے ہتھیار سے ڈر کر کہا تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا تا کہ تجھے معلوم ہو کہ اس کے دل نے یہ کلمہ کہا تھا یا نہیں (مطلب یہ ہے کہ دل کا حال تجھے کہاں سے معلوم ہوا)؟ پھر آپ بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کاش میں اسی دن مسلمان ہوا ہوتا (تو اسلام لانے کے بعد

(۲۷۷) ☆ اللہ نے فرمایا سورہ انفال میں لڑو کافروں سے یہاں تک کہ فساد نہ رہے یعنی ان کا زور ٹوٹ جاوے اور وہ ایمان میں خلل نہ ڈال سکیں اور ہو جاوے سب دین اللہ کا اس شخص کا مطلب اس آیت کے پڑھنے سے یہ تھا کہ مسلمان بھی اگر فساد کریں تو ان سے لڑنا جائز ہے۔ سعد نے اس کو الزام دیا کہ یہ تو اور فساد بڑھاتا ہے آپس میں لڑ کر اور ہماری لڑائیاں فساد مٹانے کے لیے تھیں۔

أُسَامَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَأَنْتَ وَأَصْحَابُكَ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتّٰى تَكُونَ فِتْنَةٌ.

ایسے گناہ میں مبتلانہ ہو تا کیونکہ اسلام لانے سے کفر کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں) سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا قسم خدا کی میں کسی مسلمان کو نہ ماروں گا جب تک اس کو ذوالبطین یعنی اسامہ نہ مارے (بطین تصغیر ہے بطن کی اور بطن کہتے ہیں پیٹ کو۔ اسامہؓ کو ذوالبطین اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا پیٹ بڑا تھا) ایک شخص بولا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لڑو ان سے جب تک کہ فساد نہ رہے اور دین سب اللہ کے لئے ہو جائے۔ سعدؓ نے کہا ہم تو لڑے کافروں سے اس لیے کہ فساد نہ ہو اور تو اور تیرا ساتھی اس لیے لڑتے ہیں کہ فساد ہو۔

۲۷۸- عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ يُحَدِّثُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ رَجُلاً مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ وَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتّٰى قَتَلْتُهُ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي ((يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا قَالَ فَقَالَ ((أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)) قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

۲۷۸- اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حرقہ کی طرف بھیجا جو ایک قبیلہ ہے جہینہ میں سے۔ پھر ہم صبح کو وہاں پہنچے اور ان کو شکست دی۔ میں نے اور ایک انصار آدمی نے مل کر ایک شخص کو پکڑا جب اس کو گھیرا تو وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگا۔ انصاری تو یہ سن کر اس سے ہٹ گیا اور میں نے اسے مارا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ جب ہم لوٹ کر آئے تو یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی اور (پہلی روایت میں ہے کہ اسامہؓ نے خود ذکر کیا تو شاید آپ کو پہلے خبر پہنچ گئی ہو گی پھر اسامہؓ نے بھی ذکر کیا ہو گا) اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اسامہ تو نے اس کو مار ڈالا لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے اپنے تئیں بچانے کے لیے کہا تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کو مار ڈالا لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد۔ پھر آپ بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کاش میں مسلمان نہ ہوا ہو تا اس دن سے پہلے (تو یہ گناہ مجھ پر نہ ہو تا)۔

۲۷۹- عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ أَنَّهُ حَدَّثَ أَنَّ جُنْدَبَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيَّ بَعَثَ إِلَى

۲۷۹- صفوان بن محرز سے روایت ہے کہ جندب بن عبداللہ بجلیؓ نے عسعس بن سلامہ کو کہلا بھیجا جب عبداللہ بن زبیرؓ کا فتنہ

(۲۷۹) ☆ حدیث میں یوں ہے ولا ارید ان اخبر کم عن نبیکم جس کا لفظی ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ میرا ارادہ نہ تھا تم سے بیان کرنے کا تمہارے پیغمبر کی حدیث اور یہ بنتا نہیں۔ نووی نے کہا تمام نسخوں میں یہ عبارت اسی طرح ہے اور میں نے بھی جہاں تک نسخے میرے پاس موجود تھے ان میں یہی پایا۔ نسخہ مطبوعہ مصر اور مطبوعہ دہلی اور کلکتہ سب میں ایسا ہی ہے پر مطبوعہ کلکتہ کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ لفظ

عَسْعَسِ بْنِ سَلَامَةَ زَمَنَ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ اجْمَعْ لِي نَفَرًا مِنْ إِخْوَانِكَ حَتَّى أُحَدِّثَهُمْ فَبَعَثَ رَسُولًا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا جَاءَ جُنْدَبٌ وَعَلَيْهِ بُرْنُسٌ أَصْفَرُ فَقَالَ تَحَدَّثُوا بِمَا كُنْتُمْ تَحَدَّثُونَ بِهِ حَتَّى دَارَ الْحَدِيثُ فَلَمَّا دَارَ الْحَدِيثُ إِلَيْهِ حَسَرَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ إِنِّي أَتَيْتُكُمْ وَلَا أُرِيدُ أَنْ أُخْبِرَكُمْ عَنْ نَبِيِّكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِنَّهُمُ الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِذَا شَاءَ أَنْ يَقْصِدَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ لَهُ فَقَتَلَهُ وَإِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ غَفْلَتَهُ قَالَ وَكُنَّا نُحَدَّثُ أَنَّهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَتَلَهُ فَجَاءَ الْبَشِيرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ حَتَّى أَخْبَرَهُ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ ((لِمَ قَتَلْتَهُ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِينَ وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَسَمَّى لَهُ نَفَرًا وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

ہوا کہ تم اکٹھا کرو میرے لیے اپنے چند بھائیوں کو تاکہ میں ان سے باتیں کروں۔ عسعس نے لوگوں کو کہلا بھیجا وہ اکٹھے ہوئے تو جندبؓ آئے ایک زرد برنس اوڑھے تھے (صراح میں ہے برنس وہ ٹوپی جس کو لوگ شروع زمانہ اسلام میں پہنتے تھے اور راوی نے کہا برنس وہ کپڑا ہے جس کا سر اسی میں لگا ہوا ہو کرتہ یا جبہ۔ جوہری نے کہا برنس ایک لمبی ٹوپی تھی جس کو لوگ ابتدائے اسلام میں پہنتے تھے) انھوں نے کہا تم باتیں کرو جو کرتے تھے یہاں تک کہ جندبؓ کی باری آئی (یعنی ان کو بات ضرور کرنا پڑی) تو انھوں نے برنس اپنے سر سے ہٹا دیا اور کہا میں تمہارے پاس آیا اس ارادے سے کہ بیان کروں تم سے حدیث تمہارے پیغمبر کی۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکوں کی ایک قوم پر بھیجا اور وہ دونوں ملے (یعنی آمنا سامنا ہوا میدان جنگ میں) تو مشرکوں میں ایک شخص تھا وہ جس مسلمان پر چاہتا اس پر حملہ کرتا اور مار لیتا۔ آخر ایک مسلمان نے اس کی غفلت کو تاکا اور لوگوں نے ہم سے کہا وہ مسلمان اسامہ بن زیدؓ تھے پھر جب انھوں نے تلوار اس پر سیدھی کی تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ۔ لیکن انھوں نے مار ڈالا اس کو۔ بعد اسکے قاصد خوشخبری لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ نے اس سے حال پوچھا اس نے سب حال بیان کیا یہاں تک کہ اس شخص کا بھی حال کہا (یعنی اسامہؓ بن زید کا) آپ نے ان کو بلایا اور پوچھا تم نے کیوں اس کو مارا؟ اسامہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اس نے بہت تکلیف دی مسلمانوں کو تو مار افلانے اور فلانے کو اور نام لیا کئی

ؒ بعض نسخوں میں الا کا لفظ اوپر لکھا ہوا ہے یعنی یوں ہے ولا ارید ان اخبر کم عن نبیکم اس صورت میں تو مطلب صاف ہے یعنی میر ارادہ کچھ نہ تھا سوا اس کے کہ حدیث بیان کروں تم سے تمہارے پیغمبر کی اور نووی کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نسخے میں الا کا لفظ نہیں ہے تو شاید مراد ان کی وہ نسخے ہیں جو ان کو دمشق میں دستیاب ہوئے نووی نے کہا یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جندب نے خود عسعس سے کہلا بھیجا کہ تم لوگوں کو جمع کرو میں ان سے حدیث بیان کروں گا پھر جب آئے تو خود کیسے کہنے لگے کہ میر ارادہ حدیث بیان کرنے کا نہ تھا اور اس کا رفع دو طرح سے ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ لا کا لفظ زائد ہو اس صورت میں ترجمہ وہ ہوگا جو اوپر مذکور ہوا یعنی میں تمہارے پاس آیا اس ارادے ؒ

وَسَلَّمَ أَقَتَلْتَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ ((فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ ((وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) قَالَ فَجَعَلَ لَا يَزِيدُهُ عَلَى أَنْ يَقُولَ ((كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

آدمیوں کا پھر میں اس پر غالب ہوا جب اس نے تلوار کو دیکھا تو لاالہ الا اللہ کہنے لگا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کو قتل کر دیا؟ انھوں نے کہاہاں۔ آپ نے فرمایا تم کیا جواب دو گے لاالہ الا اللہ کا جب وہ آوے گا دن قیامت کے۔ انھوں نے کہا یارسول اللہ دعا کیجئے میرے لئے بخشش کی۔ آپ نے فرمایا تم کیا جواب دو گے لاالہ الا اللہ کا جب وہ آوے گا قیامت کے دن پھر آپ نے اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اور یہی کہتے رہے تم کیا جواب دو گے لاالہ الا اللہ کا جب وہ آوے گا قیامت کے روز۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

باب: جو شخص مسلمانوں پر ہتھیار اٹھاوے وہ مسلمان نہیں ہے

۲۸۰- عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا)).

۲۸۰- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھاوے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۲۸۱- عَنْ سَلَمَةَ رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا)).

۲۸۱- سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر تلوار کھینچے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۲۸۲- عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا)).

۲۸۲- ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھاوے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

سے کہ بیان کروں میں تم سے حدیث تمہارے پیغمبر کی اور مطلب صاف ہو جائے گا جیسے قرآن میں لا کا لفظ لعلا یعلم اھل الکتاب اور ما منعك ان لا تسجد میں زائد ہے دوسرے یہ کہ لا کا لفظ زائد نہ ہو اور مطلب یہ ہو کہ میں تمہارے پاس آیا اور میرا ارادہ حدیث بیان کرنے کا نہ تھا بلکہ اپنی طرف سے باتیں کرنے کا پر میں اب اپنے ارادے سے زیادہ حدیث بھی بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ رسول اللہؐ نے ایک لشکر بھیجا اخیر تک۔ خیر جاری میں ہے کہ شاید لا سے پہلے ہمزہ استفہام محذوف ہو یعنی میں تمہارے پاس آیا اور یہ ہو سکتا ہے کہ میرا ارادہ حدیث بیان کرنے کا نہ ہو (یعنی میرا ارادہ ہے)۔ واللہ اعلم

(۲۸۰) ☆ نووی نے کہا جو شخص مسلمانوں پر ہتھیار اٹھاوے ناحق بغیر کسی قسم کی تاویل کے لیکن اس فعل کو حلال نہ جانے وہ تو گنہگار ہے اور کافر نہ ہو گا اور جو حلال جانے وہ کافر ہے اور یہ حدیث محمول ہے حلال جاننے والے پر یا مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے عمدہ طریقے پر نہیں ہے۔ انتہی

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا

باب: جو شخص مسلمانوں کو فریب دیوے وہ ہم سے نہیں۔

۲۸۳- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا)).

۲۸۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھاوے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو شخص ہم کو دھوکا دیوے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۲۸٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ ((مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ)) قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي)).

۲۸۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ایک ڈھیر اناج کا راہ میں آپ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر ڈالا تو انگلیوں پر تری آگئی۔ آپ نے پوچھا اے اناج کے مالک یہ کیا ہے؟ وہ بولا پانی پڑ گیا تھا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر تو نے اس بھیگے ہوئے اناج کو اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے؟ جو شخص فریب کرے دھوکہ دیوے وہ مجھ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔

بَابُ تَحْرِيمِ ضَرْبِ الْخُدُودِ وَشَقِّ الْجُيُوبِ وَالدُّعَاءِ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

باب: رخسار پر مارنا، گریبان پھاڑنا اور جاہلیت کی سی باتیں کرنا حرام ہے

۲۸۵- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ أَوْ شَقَّ الْجُيُوبَ أَوْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)) هٰذَا حَدِيثُ يَحْيَى وَأَمَّا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو بَكْرٍ فَقَالَا ((وَشَقَّ وَدَعَا)) بِغَيْرِ أَلِفٍ.

۲۸۵- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو گالوں کو پیٹے اور گریبانوں کو پھاڑے یا جاہلیت (کفر) کے زمانے کی باتیں کرے اور دوسری روایت میں "او" کے بدلے "و" ہے۔

۲۸٦- و حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح و حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا ((وَشَقَّ وَدَعَا)).

۲۸۶- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

(۲۸۵) ☆ یعنی جو شخص گالوں کو پیٹے گریبانوں کو پھاڑے اور جاہلیت کی سی باتیں کرے (یعنی مصیبت کے وقت) ہماری شریعت میں یہ سب کام حرام ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیے اور صبر کرنا اگر آنسو بے اختیار نکل آویں تو مضائقہ نہیں۔ جاہلیت کی سی باتیں یہ ہیں کہ خدا کی ناشکری کرے پکارے چلائے نوحہ کرے واویلا کرے زبان سے اور کوئی بے صبری یا بے ادبی کی بات نکالے۔

۲۸۷- عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ وَجِعَ أَبُو مُوسَى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَصَاحَتْ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ ((أَنَا بَرِيءٌ مِمَّا بَرِئَ مِنْهُ)) رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ.

۲۸۷- ابو بردہ بن ابی موسیٰؓ سے روایت ہے۔ابو موسیٰ اشعریؓ بیمار ہوئے۔ان کو غش آگیا۔ان کا سر ایک عورت کی گود میں تھا ان کے گھر والوں میں سے تو ایک عورت چلائی ان کے گھر والوں میں سے۔ابو موسیٰؓ کو طاقت نہ ہوئی اس کو منع کرنے کی جب ہوش آیا تو کہا میں بیزار ہوں اس سے جس سے رسول اللہ ﷺ بیزار ہیں آپ بیزار ہوئے ہیں چلانے والی سے (یعنی جو عورت مصیبت میں چلا کر رووے) اور بال منڈانے والی سے (یعنی جو عورت غمی میں بال منڈوائے) اور کپڑا پھاڑنے والی سے۔

۲۸۸- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَا أُغْمِيَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ تَصِيحُ بِرَنَّةٍ قَالَا ثُمَّ أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ تَعْلَمِي وَكَانَ يُحَدِّثُهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ وَخَرَقَ.

۲۸۸- عبدالرحمٰن بن یزید اور ابی بردہ سے روایت ہے ابو موسیٰ اشعریؓ بے ہوش ہو گئے تو ان کی عورت ام عبداللہ آئی چلا رہی تھی رو رو کر پھر ان کو ہوش ہوا تو کہا کیا تو نہیں جانتی اور حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بیزار ہوں اس شخص سے جو بال منڈائے اور چلا کر رووے اور کپڑے پھاڑے مصیبت میں (کیونکہ یہ کافروں کی رسمیں ہیں)۔

۲۸۹- عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيَاضٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَيْسَ مِنَّا وَلَمْ يَقُلْ ((بَرِيءٌ)).

۲۸۹- ابو موسیٰ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اس میں یوں ہے ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو یہ کام کرے اور یہ نہیں کہا کہ بیزار ہوں۔

بَاب بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ النَّمِيمَةِ

باب: چغل خوری سخت حرام ہے

۲۹۰- عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا يَنِمُّ الْحَدِيثَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

۲۹۰- حذیفہ کو خبر پہنچی کہ فلاں شخص بات لگا دیتا ہے (یعنی چغلی کھاتا ہے) انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ

---

(۲۸۷) ☆ نووی نے کہا ظاہر اور مشہور معنی یہی ہے اور قاضی عیاض نے ابن اعرابی سے نقل کیا کہ صالقہ منہ پیٹنے والی کو کہتے ہیں۔

(۲۹۰) ☆ نووی نے کہا چغلی کہتے ہیں لوگوں کی بات دوسروں کو پہنچانا، لڑانے اور فساد کرانے کے لیے۔امام غزالی نے "احیاءالعلوم" میں کہا اکثر چغلی اس کو کہتے ہیں کہ ایک کی بات دوسرے سے لگا دینا یعنی اس شخص سے کہنا کہ فلاں نے تجھے ایسا کہا تھا اور حالانکہ چغلی کچھ بھی امر نہیں بلکہ ہر بری بات کا بیان کرنا چغلی ہے خواہ اس سے اس بات کے کہنے والے کو رنج ہو یا جس کے لیے کہی جاوے اس کو رنج ہو یا اور کسی تیسرے کو رنج ہو اور یہ بیان خواہ زبان سے ہو یا اشارے اور کنایہ سے سب چغلی میں داخل ہیں تو حقیقت چغلی کی راز کا کھولنا ہے اور پردہ فاش کرنا جو کسی کو ناگوار ہو پھر اگر کسی شخص کو دیکھا اپنا روپیہ گاڑتے ہوئے اور ذکر کیا اس کا دوسروں سے تو چغلی کی پھر امام غزالی نے کہا اب جس شخص کے ☜

يَقُولُ ((لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ)).

فرماتے تھے چغل خور جنت میں نہ جاوے گا۔

۲۹۱- عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَنْقُلُ الْحَدِيثَ إِلَى الْأَمِيرِ فَكُنَّا جُلُوسًا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْقَوْمُ هَذَا مِمَّنْ يَنْقُلُ الْحَدِيثَ إِلَى الْأَمِيرِ قَالَ فَجَاءَ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ)).

۲۹۱- ہمام بن حارث سے روایت ہے ایک شخص لوگوں کی باتیں حاکم سے بیان کیا کرتا تھا ایک بار ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ لوگوں نے کہا یہ شخص حاکم تک بات کو پہنچاتا ہے۔ پھر وہ آیا بیٹھا ہمارے پاس۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جنت میں نہ جاوے گا چغل خور۔

۲۹۲- عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ حُذَيْفَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ رَجُلٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقِيلَ لِحُذَيْفَةَ إِنَّ هَذَا يَرْفَعُ إِلَى السُّلْطَانِ أَشْيَاءَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ إِرَادَةَ أَنْ يُسْمِعَهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ)).

۲۹۲- ہمام بن حارث سے روایت ہے ہم مسجد میں حذیفہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور ہمارے پاس آکر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا یہ بادشاہ تک بات لگاتا ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کو سنانے کی نیت سے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جنت میں نہ جاوے گا چغل خور۔

بَابُ بَيَانِ غِلْظِ تَحْرِيمِ إِسْبَالِ الْإِزَارِ وَالْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَتَنْفِيقِ السِّلْعَةِ بِالْحَلِفِ وَبَيَانِ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ

باب: تہ بند ٹخنوں سے زیادہ نیچے رکھنے کی اور احسان کر کے جتانے کی اور مال کی جھوٹی قسم کھا کر بیچنے کی سخت حرمت کا بیان اور ان تین آدمیوں کا بیان جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے

پاس کوئی چغلی کھاوے اس کو چھ باتیں ضروری ہیں ایک تو یہ کہ اس کی بات سچ نہ جانے کیونکہ چغل خور فاسق ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کام سے اس کو منع کرے اور برا کہے اس کو، تیسرے یہ کہ اس شخص کو برا جانے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے (یعنی چغلی کھانے والا) چوتھے یہ کہ اپنے بھائی پر جس کی چغلی اس نے کھائی ہے بدگمانی نہ کرے۔ پانچویں یہ کہ اس بات کا زیادہ تجسس نہ کرے اور اس کو دریافت نہ کرے ورنہ خود اسی گناہ میں پھنسے گا جس سے چغل خور کو منع کرتا تھا انتہی۔ امام نووی نے کہا یہ سب اس صورت میں ہے جب اس میں کوئی مصلحت شرعی نہ ہو لیکن اس کے فاش کرنے میں کوئی مصلحت ہو تو منع نہیں مثلاً کوئی کسی کے قتل یا عزت ریزی کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کو مطلع کر دیوے یا امام یا حاکم سے کسی شخص کے فساد یا ظلم کو بیان کرے جس میں اور لوگوں کا فائدہ ہو تو یہ حرام نہیں ہے بلکہ بعض صورت میں واجب ہے یا مستحب ہے۔

مترجم کہتا ہے اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ اگر اس کے فاش کرنے میں یا امام یا حاکم سے کہنے میں عام کی بھلائی اور منفعت ہے تو بے شک کہنا چاہیے اور جو کسی کا فائدہ نہیں صرف اس شخص کا ضرر ہے تو اس کا کہنا ضروری نہیں پھر نووی نے کہا یہ جو فرمایا چغل خور جنت میں نہ جاوے گا تو اس میں دو تاویلیں ہیں ایک یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو چغلی کو حرام نہ سمجھے۔ دوسرے یہ کہ مراد یہ ہے کہ چغل خور اور اچھے جنتیوں کے ساتھ جنت میں نہ جاوے۔

الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

دن بات نہ کرے گا اور نہ دیکھے گا طرف ان کے، نہ ان کو پاک کرے گا بلکہ ان کو دکھ کا عذاب ہو گا

۲۹۳- عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)) قَالَ فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارًا قَالَ أَبُو ذَرٍّ خَابُوا وَخَسِرُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ)).

۲۹۳- ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بات نہ کرے گا قیامت کے دن نہ ان کی طرف دیکھے گا (رحمت کی نگاہ سے) نہ ان کو پاک کرے گا (گناہوں سے) اور ان کو دکھ کا عذاب ہو گا آپ نے تین بار یہ فرمایا تو ابوذرؓ نے کہا برباد ہو گئے وہ لوگ اور نقصان میں پڑے وہ کون ہیں یا رسول اللہؐ؟ آپ نے فرمایا ایک تو لٹکانے والا ازار کا دوسرے احسان کر کے اس کو جتانے والا تیسرے جھوٹی قسم کھا کر اپنے مال کی نکاسی کرنے والا۔

۲۹۴- عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَنَّانُ الَّذِي لَا يُعْطِي شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ)).

۲۹۴- ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بات نہ کرے گا قیامت کے روز، ایک احسان جتانے والا جو دے کر احسان جتادے، دوسرے اپنا مال چلانے والا جھوٹی قسم کھا کر تیسرے ازار لٹکانے والا۔

۲۹۵- عَنْ سُلَيْمَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا

۲۹۵- اس روایت میں ہے کہ تین آدمیوں سے اللہ بات نہ کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ

(۲۹۳) ☆ یعنی تہبند پاجامے کو پا کرتے کو ٹخنوں کے نیچے غرور اور تکبر کی راہ سے جیسے دوسری حدیث میں صاف آیا کہ اللہ تعالیٰ نہ دیکھے گا اس شخص کی طرف جو کپڑا اپنا لٹکاوے غرور سے اور یہ غرور کی قید خاص کرتی ہے ازار لٹکانے والے کے عموم کو۔ اس سے یہ بات نکلی کہ وعید اسی کے لیے ہے جو غرور سے لٹکاوے اور خود رسول اللہؐ نے رخصت دی ہے حضرت ابو بکر کو کپڑا لٹکانے کی کیونکہ ان کا یہ فعل غرور کی راہ سے نہ تھا۔ امام محمد بن جریر طبری نے کہا دوسری روایت میں حضرتؐ نے صرف ازار لٹکانے والے کو بیان کیا اس لیے کہ اکثر لباس اس وقت کا ازار ہی تھا اور قمیص کا بھی یہی حکم ہے اور یہ ایک حدیث میں صاف آگیا ہے جس کو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے بسند حسن سالم سے روایت کیا انھوں نے اپنے باپ سے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا لٹکانا ازار میں ہے اور قمیص میں اور عمامے میں اور جو کوئی ان میں کسی کو لٹکاوے غرور سے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہ دیکھے گا۔ (نووی)

یہ جو فرمایا احسان کر کے اس کو جتانے والا یعنی اوچھا مثل مشہور ہے خدا اور اوچھے کا احسان نہ کراوے جب کسی شخص سے کسی قسم کا سلوک کرے یا احسان تو تہذیب ہے کہ اس کا ذکر نہ کرے کسی جلسے میں اپنا احسان اس پر نہ جتادے ورنہ نیکی برباد گناہ لازم ہو گا اور مال کو جھوٹی قسم سے بیچنا جیسے بے ایمان تاجروں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے مال کی خواہ مخواہ تعریف کرتے ہیں اگرچہ خریدار کو اس کی قیمت میں یا خرید میں تردد ہو تو قسم کھا بیٹھتے ہیں اور خریدار دھوکے میں آکر خرید لیتا ہے۔

يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)).

کا عذاب ہے۔

۲۹۶- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)).

۲۹۶- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے خدا بات نہ کرے گا قیامت کے روز نہ ان کو پاک کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کو دکھ کا عذاب ہے ایک تو بوڑھا زنا کرنے والا دوسرے بادشاہ جھوٹا تیسرے محتاج مغرور۔

۲۹۷- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((ثَلَاثٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفَى وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ)).

۲۹۷- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخص ہیں جن سے خدا قیامت میں نہ بولے گا نہ ان کو دیکھے گا نہ ان کو گناہ سے پاک کرے گا اور ان کیلئے بڑے درد کا عذاب ہے ایک تو وہ جو جنگل میں حاجت سے زیادہ پانی رکھتا ہو پھر مسافر کو اس پانی سے روکے دوسرے وہ جس نے کسی کے ہاتھ کوئی مال بیچا عصر کے بعد اور خدا کی قسم کھائی کہ میں نے اتنے کو مول لیا ہے اور خریدار نے سچ سمجھا اس کی بات کو حالانکہ اتنے کو اس نے نہیں لیا تھا (یعنی جھوٹی قسم کھائی اور عصر کے بعد کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہ متبرک وقت ہے فرشتوں کے جمع ہونے کا یا وہ اصل وقت ہے خرید اور فروخت کا تیسرے وہ جس نے بیعت کی امام سے دنیا کے طمع سے پر اگر امام نے اس کو کچھ دیا دنیا کا مال تو اس نے اپنی بیعت پوری کی اور جو نہ دیا تو پوری نہ کی (تو اس شخص نے دھوکا دیا مسلمانوں

(۲۹۶) ☆ ہر چند حرام کاری اور جھوٹ اور غرور سب کے حق میں برا ہے لیکن ان تینوں شخصوں کے حق میں نہایت بے موقع ہے کہ باوجود بڑھاپے کے جب عقل کامل ہوتی ہے اور شہوت کم ہو جاتی ہے زنا اور حرام کاری کرنا سراسر شقاوت ہے اور باوجود بادشاہی اور حکومت کے جب کسی کا خوف اور ڈر نہیں یعنی جھوٹ بولنا بالکل بدبختی ہے اور باوجود کنگالی اور محتاجی کے گھمنڈ کرنا اور فرعون بے سامان بننا نہایت نامناسب ہے۔ قاضی عیاض نے کہا وجہ ان کے تخصیص کی یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان گناہوں کی کوئی ضرورت اور احتیاج نہیں اگرچہ کرنے میں کوئی معذور نہیں پر ان لوگوں کو تو بالکل کسی کا عذر نہیں ہو سکتا تو اب گناہ کرتا گویا عمداً خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور ضد اور ہٹ دھرمی ہے اور ذلیل سمجھنا ہے خدا کے احکام کو۔

(۲۹۷) ☆ اور کہیں پانی نہ ہو کہ مسافر کے کام آوے۔ نووی نے کہا اس فعل کی حرمت نہایت سخت اور بہت برا کام ہے اس لیے کہ جانوروں کو اس پانی سے نہ روکنا چاہیے جو ضرورت سے زیادہ ہو پھر آدمیوں کو روکنا کیونکر درست ہوگا البتہ اگر کافر مسافر حربی یا مرتد ہو تو اس کو پانی دینا واجب نہیں۔ (انتہی)

کو بیعت کر کے کہ وہ اس کے عہد کے بھروسے رہے اور یہ دنیا کی فکر میں تھا عہد کی پرواہ نہ تھی)۔

۲۹۸- عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ ((وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ)).

۲۹۸- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

۲۹۹- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُرَاهُ مَرْفُوعًا قَالَ ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمْ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى مَالِ مُسْلِمٍ فَاقْتَطَعَهُ)) وَبَاقِي حَدِيثِهِ نَحْوُ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ.

۲۹۹- یہ روایت بھی ایسی ہی ہے اس میں یہ ہے جس نے قسم کھائی عصر کی نماز کے بعد ایک مسلمان کے مال پر پھر مار لیا اس کو (یعنی جھوٹی قسم کھا کر)۔

بَاب غِلَظِ تَحْرِيمِ قَتْلِ الْإِنْسَانِ نَفْسَهُ وَأَنَّ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي النَّارِ وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ

باب: خود کشی کی سخت حرمت اور خود کشی کرنے والے کا عذاب جہنم میں اور نہ جانا جنت میں سوا مسلمان کے

۳۰۰- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا)).

۳۰۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے تئیں آپ لوہے کے ہتھیار سے مار لیوے تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا بھونکتا رہے گا اس کو اپنے پیٹ میں، جہنم کی آگ میں، ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس میں اور جو شخص زہر پی کر اپنی جان لیوے تو وہ چوسا کرے گا اسی زہر کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گرا کر اپنے تئیں مار ڈالے تو وہ ہمیشہ گرا کرے گا جہنم کی آگ میں (سدا اس کا یہی حال رہے گا کہ اونچے مقام سے نیچے گرے گا)۔

۳۰۱- عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ.

۳۰۱- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث آئی ہے۔

(۳۰۰) ☆ نوویؒ نے کہا اس مقام پر کئی قول ہیں ایک یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو خود کشی کو حلال جان کر ایسے کاموں سے اپنی جان دیوے وہ تو کافر ہے بیشک ہمیشہ جہنم میں رہے گا دوسرے یہ کہ ہمیشہ رہنے سے مراد بہت مدت تک رہنا ہے تیسرے یہ کہ اس کے فعل کا بدلہ یہی تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے پر خدا نے احسان کیا اور حکم دیا کہ جس کا خاتمہ اسلام پر ہو گا وہ جہنم میں نہ رہے گا۔

٣٠٢- عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِي شَيْءٍ لَا يَمْلِكُهُ))۔

٣٠٢- ثابت بن ضحاکؓ سے روایت ہے انھوں نے بیعت کی رسول اللہ ﷺ سے شجرہ رضوان کے تلے اور آپ نے فرمایا جو شخص قسم کھاوے کسی بات پر اسلام کے سوا اور دین کی (یعنی یوں کہے اگر میں ایسا کام کروں تو نصرانی ہوں یا یہودی ہوں یا ہندو ہوں) جھوٹی قسم تو وہ ایسا ہی ہو گیا جیسا اس نے کہا اور جس نے قتل کیا اپنے تئیں کسی چیز سے وہ اسی سے عذاب دیا جائے گا قیامت کے دن اور کسی آدمی پر وہ نذر پوری کرنا واجب نہیں جو اس کے اختیار میں نہیں (جیسے نذر کرے اور کسی کا بردہ آزاد کرنے کی)

٣٠٣- عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ ادَّعَى دَعْوَى كَاذِبَةً لِيَتَكَثَّرَ بِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللَّهُ إِلَّا قِلَّةً وَمَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ فَاجِرَةٍ))۔

٣٠٣- ثابت بن ضحاکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی آدمی پر وہ نذر پوری کرنی واجب نہیں جو اس کے ملک میں نہیں اور مسلمان پر لعنت کرنا ایسا ہے جیسے اس کو قتل کرنا اور جو شخص اپنی جان لیوے دنیا میں کسی چیز سے وہ اسی سے عذاب دیا جائے گا قیامت کے دن اور جو شخص جھوٹا دعویٰ کرے اپنا مال بڑھانے کے لیے تو خدا اس کا مال اور کم کر دے گا اور جو شخص قسم کھاوے حاکم کے حکم سے جھوٹی۔

٣٠٤- عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ

٣٠٤- ثابت بن ضحاک انصاریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قسم کھاوے کسی اور دین کی سوائے اسلام کے جھوٹ قصداً تو وہ ایسا ہی ہو گیا اور جو شخص قتل کرے اپنے

(٣٠٢) ☆ یعنی کافر ہو گیا یہ زجر اور تغلیظ کے طور پر ہے۔ نووی نے کہا اگر اس کے دل میں اسلام کے سوا اور دین کی عظمت ہے تو وہ بلاشبہ کافر ہے اور جو اور دین کی عظمت نہیں بلکہ اسلام اس کے دل میں راسخ ہے تو وہ کافر نہ ہو گا اس صورت میں کفر سے مراد ناشکری ہے کیونکہ اسلام کا مقتضی یہ تھا کہ ایسی بد قسم نہ کھاتا۔

(٣٠٣) ☆ نووی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پر لعنت کرنا درست نہیں اسی طرح اس مسلمان پر جو فاسق ہو اسی طرح کسی معین کافر پر خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو مگر اس کافر پر جس کا کفر پر مرنا نص سے ثابت ہو لعنت کرنا درست ہے جیسے ابو لہب اور ابو جہل وغیرہ اور لعنت کرنا کافروں کے گروہ پر درست ہے جیسے لعنت اللہ کی کافروں پر یا یہودیوں پر یا نصاریٰ پر اور ظاہر حدیث یہ ہے کہ لعنت اور قتل دونوں حرمت میں برابر ہیں اگرچہ قتل بہت سخت ہے۔ یہی اختیار کیا ہے مازری نے۔ اس کا مال بھی اللہ تعالیٰ کم کر دے گا۔ نووی نے کہا یہاں یہ عبارت محذوف ہے یا وہ عطف ہے پہلے جملے کے مبتداء پر اور یہ مطلب دوسری روایت میں پورا آیا ہے جو شخص قسم کھاوے حاکم کے حکم سے کسی مسلمان کا مال دبا لینے کو تو وہ اللہ سے ملے گا اور وہ اس پر غصے ہو گا۔

نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عَذَّبَهُ اللّٰهُ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ)) هٰذَا حَدِيثُ سُفْيَانَ وَأَمَّا شُعْبَةُ فَحَدِيثُهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ ذَبَحَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ ذُبِحَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

تئیں کسی چیز سے تو خدا عذاب کرے گا اس کو اسی چیز سے جہنم کی آگ میں۔ یہ روایت ہے سفیان کی اور شعبہ کی روایت میں ہے جو شخص قسم کھاوے کسی دین کی سوائے اسلام کے جھوٹ تو وہ ایسا ہی ہو گیا جیسے اس نے کہا اور جو شخص ذبح کرے اپنے تئیں کسی چیز سے تو وہ اسی چیز سے ذبح کیا جاوے گا قیامت کے دن۔

٣٠٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يُدْعَى بِالْإِسْلَامِ ((هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ)) فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتَ لَهُ آنِفًا ((إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ)) فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِلَى النَّارِ)) فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ قِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذٰلِكَ فَقَالَ ((اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ)) ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ ((أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَأَنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ)).

٣٠٥- ابوہریرہؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جنگ حنین میں (قاضی عیاضؒ نے کہا صحیح خیبر ہے بجائے حنین کے) آپ نے فرمایا ایک شخص کو جو دعویٰ کرتا تھا اسلام کا (یعنی اپنے تئیں مسلمان کہتا تھا) یہ جہنم والوں میں سے ہے۔ جب لڑائی کا وقت آیا تو یہ شخص خوب لڑا اور زخمی ہوا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ نے جس شخص کو جہنمی فرمایا وہ آج خوب لڑا اور مر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنم میں گیا۔ بعض مسلمانوں کو اس میں شک ہونے کو تھا (کیونکہ ظاہر حال سے اس کا جنتی ہونا پایا تھا) اتنے میں خبر آئی کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے لیکن بہت سخت زخمی ہے۔ جب رات ہوئی تو وہ زخموں کی تکلیف برداشت نہ کر سکا اور اس نے اپنے تئیں مار لیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اللہ بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا بھیجا ہوا ہوں (اس لیے کہ جو بات آپ نے بتلادی تھی وہ سچ نکلی) پھر آپ نے حکم کیا بلالؓ کو اس نے منادی کردی لوگوں میں کہ جنت میں نہ جاوے گا کوئی شخص مگر وہی جو مسلمان ہو اور اللہ مدد کرے گا اس دین کی برے آدمی سے۔

٣٠٦- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ

٣٠٦- سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اور

(٣٠٥) ☆ یہ شخص منافق تھا ظاہر میں مسلمان دل میں کافر اگرچہ اس نے اسلام کے لیے بہت کوشش کی لڑا زخمی ہوا، پھر ایمان نہ ہونے سے کوئی کوشش اس کی کام نہ آئی معلوم ہوا کہ بغیر ایمان کے انسان کتنی ہی نیک باتیں کرے مسلمانوں کی مدد کرے اسلام کو فائدہ پہنچائے پر وہ جنتی نہیں ہو سکتا۔

(٣٠٦) ☆ تو انسان کو چاہیے کہ اپنے اعمال پر غرہ نہ کرے اور بھروسہ نہ رکھے بلکہ خدا سے ڈرتا رہے اور حسن خاتمہ کے لیے دعا کرتا رہے

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقَالُوا مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ أَبَدًا قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ ((وَمَا ذَاكَ)) قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ حَتّٰى جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ ((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ)).

مشرکوں کا سامنا ہوا جنگ میں تو لڑے۔ پھر جب آپ اپنے لشکر کی طرف جھکے اور وہ لوگ اپنے لشکر کی طرف گئے تو آپؐ کے اصحابؓ میں ایک شخص تھا (اس کا نام قزمان تھا اور وہ منافقوں میں سے تھا) اکادکا کو نہ چھوڑتا بلکہ اس کا پیچھا کر کے تلوار سے مار ڈالتا (یعنی جس کافر سے بھڑتا اس کو قتل کرتا) تو صحابہ نے کہا آج ہمارے کام جیسے یہ شخص آیا ایسا کوئی نہ آیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تو جہنمی ہے۔ ایک شخص ہم میں سے بولا میں اس کے ساتھ رہوں گا (اور اس کی خبر رکھوں گا کہ وہ کونسا کام کرتا ہے جہنم میں جانے کا کیونکہ ظاہر میں تو وہ بہت عمدہ کام کر رہا تھا) پھر وہ شخص اس کے ساتھ نکلا جہاں وہ ٹھہرتا یہ بھی ٹھہر جاتا اور جہاں وہ دوڑ کر چلتا یہ بھی اس کے ساتھ دوڑ کر جاتا آخر وہ شخص (یعنی قزمان) سخت زخمی ہوا اور (زخموں کی تکلیف پر صبر نہ کر سکا) جلدی مر جانا چاہا اور تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور نوک اس کی دونوں چھاتیوں کے بیچ میں پھر اس پر زور دیا اور اپنے تئیں مار ڈالا۔ تب وہ شخص (جو اس کے ساتھ گیا تھا) رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا وہ شخص بولا آپ نے ابھی جس شخص کو جہنمی فرمایا تھا اور لوگوں نے اس پر تعجب کیا تھا تو میں نے کہا تھا میں تمہارے واسطے اس کی خبر رکھوں گا پھر میں اس کی تلاش میں نکلا وہ سخت زخمی ہوا اور جلدی مرنے کے لیے اس نے تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور نوک اس کی اپنی دونوں چھاتیوں کے بیچ میں پھر زور دیا اس پر یہاں تک کہ مار ڈالا اپنے تئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ آدمی جنتیوں کے سے کام کرتا ہے لوگوں کے نزدیک اور وہ جہنمی ہوتا ہے اور جہنمیوں کے سے کام کرتا ہے لوگوں کے نزدیک اور وہ جنتی ہوتا ہے۔

ﷺ رہے۔ اسی طرح گنہگار کو ناامید نہ ہونا چاہیے اللہ کی رحمت سے شاید اس کا خاتمہ عمدہ کر دے۔

۳۰۷- عَنِ الْحَسَنِ يَقُولُ ((إِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ)) كَانَ ((قَبْلَكُمْ خَرَجَتْ بِهِ قُرْحَةٌ فَلَمَّا آذَتْهُ انْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ فَنَكَأَهَا فَلَمْ يَرْقَأْ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ قَالَ رَبُّكُمْ قَدْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِي وَاللَّهِ لَقَدْ حَدَّثَنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ جُنْدَبٌ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ.

۳۰۷- حسن سے روایت ہے وہ کہتے تھے اگلے لوگوں میں ایک شخص کے پھوڑا نکلا۔ اس کو جب بہت تکلیف ہوئی تو اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور پھوڑے کو چیر دیا اس سے پھر خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے حرام کیا اس پر جنت کو۔ پھر اپنا ہاتھ حسنؒ نے مسجد کی طرف بڑھایا اور کہا قسم خدا کی یہ حدیث مجھ سے جندبؓ نے بیان کی رسول اللہ ﷺ سے اس مسجد میں۔

۳۰۸- عَنِ الْحَسَنِ يَقُولُ جُنْدَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيُّ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِينَا وَمَا نَخْشَى أَنْ يَكُونَ جُنْدَبٌ كَذَبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((خَرَجَ بِرَجُلٍ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خُرَاجٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ)).

۳۰۸- حسن سے روایت ہے کہ ہم سے جندب بن عبداللہ بجلیؓ نے اس مسجد میں حدیث بیان کی پھر ہم اس کو نہیں بھولے اور نہ ہم کو ڈر ہے کہ جندب رضی اللہ عنہ نے جھوٹ باندھا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پہلے ایک شخص کے پھوڑا نکلا پھر بیان کیا قصہ اسی طرح جیسے اوپر گزرا۔

بَابُ غِلَظِ تَحْرِيمِ الْغُلُولِ وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ

باب : مال غنیمت چوری کرنا سخت حرام ہے اور جنت میں صرف ایماندار ہی جائیں گے

۳۰۹- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ فُلَانٌ شَهِيدٌ حَتَّى مَرُّوا عَلَى رَجُلٍ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَاءَةٍ)) ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَا ابْنَ الْخَطَّابِ

۳۰۹- حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے جب خیبر کا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے کئی صحابہؓ آئے اور کہنے لگے فلاں شہید ہے اور فلاں شہید ہے یہاں تک گزرے ایک شخص پر تو کہا یہ شہید ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے اس کو جہنم میں دیکھا ایک چادر یا عبا کی چوری میں (یعنی چوری کی وجہ سے)۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے! اٹھ اور پکار دے لوگوں میں کہ جنت میں وہی جائیں گے جو ایمان دار

(۳۰۷) ☆ قاضی عیاض نے کہا شاید یہ شخص خودکشی کو حلال جانتا ہو گا یا مراد یہ ہے کہ اس پر جنت حرام ہے اس وقت جب اچھے اور نیک لوگ جاویں گے یا اس کے حساب میں طول ہو گا یا وہ رکا رہے گا اعراف میں۔ نووی نے کہا احتمال ہے کہ اس وقت کی شرع میں کبیرہ گناہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہو اور یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ اس نے جلد مرنے کے لیے یا بغیر کسی مصلحت کے ایسی حرکت کی اس دلیے کہ دوا اور علاج کے لیے پھوڑا چیرنا درست ہے جب گمان غالب ہو فائدے کا۔

اذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ))۔

ہیں (اور چور نہ جاویں گے) حضرت عمرؓ نے کہا میں نکلا اور میں نے پکار دیا لوگوں میں۔ خبردار ہو جاؤ جنت میں وہی جائیں گے جو ایمان دار ہیں۔

۳۱۰- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا وَرِقًا غَنِمْنَا الْمَتَاعَ وَالطَّعَامَ وَالثِّيَابَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا إِلَى الْوَادِي وَمَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ لَهُ وَهَبَهُ لَهُ رَجُلٌ مِنْ جُذَامَ يُدْعَى رِفَاعَةَ بْنَ زَيْدٍ مِنْ بَنِي الضُّبَيْبِ فَلَمَّا نَزَلْنَا الْوَادِي قَامَ عَبْدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُلُّ رَحْلَهُ فَرُمِيَ بِسَهْمٍ فَكَانَ فِيهِ حَتْفُهُ فَقُلْنَا هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((كَلَّا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ لَتَلْتَهِبُ عَلَيْهِ نَارًا أَخَذَهَا مِنَ الْغَنَائِمِ يَوْمَ خَيْبَرَ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ)) قَالَ فَفَزِعَ النَّاسُ فَجَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصَبْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((شِرَاكٌ مِنْ

۳۱۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے خیبر کی طرف پھر اللہ نے فتح دی ہم کو تو نہیں لوٹا ہم نے چاندی اور سونا (یعنی چاندی اور سونا ہاتھ نہیں آیا) بلکہ لوٹا ہم نے اسباب اور اناج اور کپڑے پھر ہم چلے وادی کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کا ایک غلام تھا (جس کا نام مدعم تھا) جو بخشا تھا آپ کو ایک شخص نے جذام میں سے جس کا نام رفاعہ بن زید تھا بنی ضبیب میں سے۔ جب ہم وادی میں اترے تو رسول اللہ ﷺ کا غلام کھڑا ہوا آپ کا کجاوہ کھول رہا تھا اتنے میں ایک غیبی تیر اس کو لگا جس میں اس کی موت تھی۔ ہم لوگوں نے کہا مبارک ہو وہ شہید ہے یارسول اللہؐ! آپ نے فرمایا ہرگز نہیں قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے وہ شملہ اس پر انگار کی طرح سلگ رہا ہے جو اس نے مال غنیمت میں سے خیبر کے دن لے لیا تھا اور اس وقت تک غنیمت تقسیم نہیں ہوئی تھی۔ یہ سن کر لوگ ڈر گئے اور ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے لے کر آیا اور کہنے لگا یارسول اللہؐ میں نے خیبر کے دن ان کو پایا تھا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا یہ تسمہ یا تسمے انگار کے ہیں (یعنی اگر تو ان کو داخل نہ کرتا تو یہ تسمہ انگارہ ہو کر قیامت

(۳۱۰) ☆ نووی نے کہا ان دونوں حدیثوں سے یہ احکام نکلتے ہیں ایک تو غلول یعنی چوری کا حرام ہونا مال غنیمت میں دوسرے کوئی فرق نہ ہونا قلیل اور کثیر میں یہاں تک کہ ایک تسمہ کی چوری بھی حرام ہے۔ تیسرے یہ کہ جس نے غلول کیا اس کو شہید نہ کہیں گے چوتھے یہ کہ جو کفر پر مرے وہ جنت میں نہ جاوے گا اور اس پر اجماع ہے مسلمانوں کا۔ پانچویں یہ کہ بغیر ضرورت کے قسم کھانا درست ہے کیونکہ حضرت نے خود قسم کھائی چھٹے یہ کہ جس نے کچھ چوری کی غنیمت کے مال میں تو اس کو وہ چیز پھیر دینا اور داخل کر دینا واجب ہے اور جب وہ پھیر دے تو اس کو لے لیں اور اس کا مال نہ جلاویں خواہ وہ پھیرے یا نہ پھیرے کیونکہ حضرتؐ نے شملے کے چور کا اور تسمے کے چور کا مال نہ جلایا اور جو یہ واجب ہوتا تو آپ ایسا کرتے اور وہ جو حدیث منقول ہے کہ جو شخص غنیمت کے مال میں چوری کرے اس کا اسباب جلا دو اور اس کو مار دو یا اس کی گردن مار دو تو ضعیف ہے۔ اس کے ضعف کو ابن عبدالبرؒ نے بیان کیا ہے۔ طحاویؒ نے کہا اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تو منسوخ ہوگی اور یہ اس وقت کا حکم ہے جب مالی سزا جائز تھی (یعنی اب شریعت میں مالی سزا دینا جیسے جرمانہ ضبطی جائداد وغیرہ نہیں رہی)۔

نَارٍ أَوْ شِرًا كَانَ مِنْ نَارٍ))۔

کے دن تجھ پر لپٹتا یا تجھے عذاب ہوتا ان تسموں کی وجہ سے)۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ قَاتِلَ نَفْسَهُ لَا يَكْفُرُ

باب: خودکشی کرنے والا کافر نہ ہوگا

٣١١- عَنْ جَابِرٍ أَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو الدَّوْسِيَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لَكَ فِي حِصْنٍ حَصِينٍ وَمَنْعَةٍ قَالَ حِصْنٌ كَانَ لِدَوْسٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَبَى ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِي ذَخَرَ اللَّهُ لِلْأَنْصَارِ فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَاجْتَوَوْا الْمَدِينَةَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتَّى مَاتَ فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ فَرَآهُ وَهَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ وَرَآهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَ لِي بِهِجْرَتِي إِلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيلَ لِي لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اللَّهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ))۔

٣١١- جابرؓ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو دوسیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ ایک مضبوط قلعہ اور لشکر چاہتے ہیں (اس قلعہ کے لیے کہا جو دوس کا تھا جاہلیت کے زمانے میں) آپ نے قبول نہ کیا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے حصے میں یہ بات لکھ دی تھی (کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس رہیں ان کی حمایت اور حفاظت میں) تو جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو طفیل بن عمروؓ نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی پھر مدینہ کی ہوا ان کو ناموافق ہوئی (اور ان کے پیٹ میں عارضہ پیدا ہوا) وہ شخص جو طفیلؓ کے ساتھ آیا تھا بیمار ہوا اور تکلیف کے مارے اس نے چوڑی گانسیاں لے کر اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اور خون بہنا شروع ہوا دونوں ہاتھوں سے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ پھر طفیل بن عمرو نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس کی شکل اچھی تھی مگر اپنے دونوں ہاتھوں کو چھپائے ہوئے تھا طفیل نے پوچھا تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا بخش دیا مجھ کو اس لیے کہ میں نے ہجرت کی تھی اس کے پیغمبر کی طرف۔ طفیلؓ نے کہا کیا وجہ ہے میں دیکھتا ہوں تو دونوں ہاتھ اپنے چھپائے ہوئے ہے۔ وہ شخص بولا کہ مجھے حکم ہوا ہم اس کو نہیں سنواریں گے جس کو تو نے خود بخود بگاڑا۔ پھر یہ خواب طفیلؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اس کے دونوں ہاتھوں

(٣١١) ☆ نووی نے کہا اس حدیث میں دلیل ہے اس بڑے قاعدے کی جو اہل سنت نے قرار دیا ہے کہ جو شخص اپنے تئیں مار ڈالے یا اور کوئی گناہ کرے پھر بغیر توبہ کے مر جاوے تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ جہنم میں جاوے بلکہ وہ خدا کی مشیت پر ہے اور اوپر یہ قاعدہ بیان ہو چکا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گنہگاروں کو عذاب ہوگا اور گناہوں سے نقصان پہنچتا ہے اور رد ہے مرجیہ کا جو کہتے ہیں ایمان کے ساتھ گناہوں سے ضرر نہ ہوگا۔ تحفۃ الاخیار میں ہے کہ اس حدیث سے بڑی فضیلت ہجرت کی ثابت ہوئی اس شخص کو للہ

کو بھی بخش دے یعنی جیسے تو نے اس کے سارے بدن پر کرم کیا ہے اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی درست کر دے۔

بَابُ فِي الرِّيحِ الَّتِي تَكُونُ قُرْبَ الْقِيَامَةِ تَقْبِضُ مَنْ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِنْ الْإِيمَانِ

باب: اس ہوا کا بیان جو قیامت کے قریب چلے گی اور مار دے گی ہر اس شخص کو جس کے دل میں رتی برابر بھی ایمان ہو گا

۳۱۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ رِيحًا مِنْ الْيَمَنِ أَلْيَنَ مِنْ الْحَرِيرِ فَلَا تَدَعُ أَحَدًا فِي قَلْبِهِ قَالَ أَبُو عَلْقَمَةَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ و قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ)).

۳۱۲- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ خدا چلاوے گا ایک ہوا یمن کے ملک سے جو ریشم سے بھی زیادہ ملائم ہو گی پھر یہ ہوا نہ چھوڑے گی اس شخص کو جس کے دل میں دانے برابر یا رتی برابر بھی ایمان ہو گا یعنی مار ڈالے گی اس کو۔

بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْمُبَادَرَةِ بِالْأَعْمَالِ قَبْلَ تَظَاهُرِ الْفِتَنِ

باب: فتنے اور فساد پھیلنے سے پہلے نیک اعمال کو جلد بجا لانے کی ترغیب

۳۱۳- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ

۳۱۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جلدی جلدی نیک کام کر لو ان فتنوں سے پہلے جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہونگے صبح کو آدمی ایماندار ہو گا اور شام کو کافر یا

ﷺ اپنے مارنے کی نیت نہ ہو گی کہ حرام موت ہوتی' اضطراب سے یہ حرکت ہوئی ہو گی یا شاید ہلاکت کی نیت ہو مگر ہجرت کی برکت اور حضرت کی دعا سے اس کی مغفرت ہو گئی۔

(۳۱۲) ☆ تو کوئی ایمان دار دنیا میں باقی نہ رہے گا اس وقت قیامت ہو گی۔ نوویؒ نے کہا اس مضمون کی حدیثیں اور بھی آئی ہیں جیسے قیامت قائم نہ ہو گی مگر اس وقت جب کوئی اللہ اللہ کہنے والا بھی نہ رہے گا یا قیامت قائم نہ ہو گی مگر بدترین خلق پر اور یہ سب حدیثیں اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور وہ جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایک گروہ میری امت کا حق پر قائم رہے گا قیامت کے دن تک اس کے مخالف نہیں کیونکہ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ گروہ قائم رہے گا یہاں تک کہ یہ ہوا اس کو تمام کر دے گی پھر قیامت قائم ہو گی اور یہ جو فرمایا جس کے دل میں دانے برابر یا رتی برابر بھی ایمان ہو گا تو اس سے وہ مذہب ثابت ہوا جو صحیح ہے کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے اور ریشم سے زیادہ ملائم ہونے سے یہ غرض ہے کہ وہ ہوا نرم اور لطیف ہو گی اور ایک دوسری حدیث میں یوں ہے کہ وہ ہوا شام کی طرف سے چلے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ شاید اس وقت دو ہوائیں چلیں ایک یمن کی طرف سے اور دوسری شام کی طرف سے یا ایک ہی ہوا شروع ہو یمن سے پھر پھیل جاوے شام تک۔ واللہ اعلم۔

(۳۱۳) ☆ یعنی دنیا کی طمع اس وقت ایسی غالب ہو گی کہ ایمان کی محبت دل میں نہ رہے گی ذرا سے دنیاوی فائدے کے لیے انسان ایمان کو چھوڑ دے گا اور کفر اختیار کرے گا۔ یہ بات ہمارے زمانے میں بہت پھیل گئی کہ ایمان کی قدر اور منزلت بالکل نہ رہی اور جس کو دیکھو دنیا کا ﷺ

الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا))۔

شام کو ایمان دار ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا اور اپنے دین کو بیچ ڈالے گا دنیا کے مال کے بدلے۔

بَابُ مَخَافَةِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ

باب: مومن کو اپنے اعمال مٹ جانے سے ڈرنا چاہیے

۳۱۴- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ جَلَسَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ فِي بَيْتِهِ وَقَالَ أَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ ((يَا أَبَا عَمْرٍو مَا شَأْنُ ثَابِتٍ اشْتَكَى)) قَالَ سَعْدٌ إِنَّهُ لَجَارِي وَمَا عَلِمْتُ لَهُ بِشَكْوَى قَالَ فَأَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ثَابِتٌ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي مِنْ أَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذَلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ))۔

۳۱۴- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری یا ایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اخیر تک تو ثابت بن قیس بن شماس اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور کہنے لگے میں جہنمی ہوں (کیونکہ ان کی آواز بہت بلند تھی اور وہ خطیب تھے انصار کے اس لیے وہ ڈر گئے) اور نہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ آپ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابا عمرو! ثابت رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے کچھ بیمار ہو گیا ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا وہ میرا ہمسایہ ہے میں نہیں جانتا کہ وہ بیمار ہے۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے یہ بیان کیا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت اتری اور تم جانتے ہو کہ تم سب میں میری آواز اونچی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو میں جہنمی ہوں۔ پر سعد رضی اللہ عنہ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے فرمایا نہیں وہ جنتی ہے۔

ﷺ طلب گار ہے۔ بہت لوگوں کو دیکھا جو پہلے مسلمان دیندار تھے پھر دنیا کے طمع سے بے ایمان ہو گئے اور کفر اختیار کیا کوئی نصرانی بن گیا کوئی دہریہ خدا محفوظ رکھے۔ نووی نے کہا مراد یہ ہے کہ اس زمانے میں ایسے فتنے پے در پے ہونگے کہ ایمان کا بچانا مشکل ہوگا ایک ہی دن میں ایسا انقلاب ہوگا کہ صبح کو آدمی مومن ہو تو شام کو کافر ہوگا۔ تحفۃ الاخیار میں ہے کہ اس حدیث میں ان فسادوں کی خبر ہے جو یزید اور سلطنت مروانیہ کے زمانے میں واقع ہوئے۔ اس حدیث میں ارشاد ہے کہ فرصت کو آدمی غنیمت جانے اور پریشانی سے پہلے جو نیک عمل ہو سکیں سو کر لیوے۔

(۳۱۴) ☆ یعنی اے ایمان والو! اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور نہ بولو اس سے زور سے جیسے بولتے ہو ایک دوسرے سے کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے عمل اور تم کو خبر نہ ہو تو ڈرایا مومنوں کو بے ادبی سے حضرت کی صحبت میں۔ ایسا نہ ہو کہ بے ادبی تمام نیک عملوں کو مٹادے کیونکہ آواز بلند ہونا کچھ برا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بلند آواز سے باتیں کرنا اور چلانا منع ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے ثابت بن قیس کی بڑی فضیلت معلوم ہوئی کیونکہ ان کا جنتی ہونا ثابت ہوا اور اس سے یہ بات بھی نکلی کہ امام یا سردار کو اپنے لوگوں کا حال پوچھنا چاہیے جو غائب ہو جائیں۔

۳۱۵- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيبَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ بِنَحْوِ حَدِيثِ حَمَّادٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِ ذِكْرُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ.

۳۱۵- دوسری روایت میں یوں ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ انصار کے خطیب تھے پھر جب یہ آیت اتری اخیر تک اور اس میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

۳۱۶- عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فِي الْحَدِيثِ.

۳۱۶- ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

۳۱۷- عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَلَمْ يَذْكُرْ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ وَزَادَ فَكُنَّا نَرَاهُ يَمْشِي بَيْنَ أَظْهُرِنَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

۳۱۷- اس روایت میں بھی سعد بن معاذؓ کا ذکر نہیں اتنا زیادہ ہے کہ انس نے کہا ثابتؓ ہم لوگوں کے بیچ میں چلتے تھے ہم ان کو دیکھتے تھے ایک شخص جنتی ہم میں جا رہا ہے۔

بَابُ هَلْ يُؤَاخَذُ بِأَعْمَالِ الْجَاهِلِيَّةِ

باب: جب کوئی مسلمان ہو جاوے تو کیا کفر کے وقت کے اعمال کا مواخذہ ہو گا؟

۳۱۸- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ أُنَاسٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ ((أَمَّا مَنْ أَحْسَنَ مِنْكُمْ فِي الْإِسْلَامِ فَلَا يُؤَاخَذُ بِهَا وَمَنْ أَسَاءَ أُخِذَ بِعَمَلِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ)).

۳۱۸- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے کہا رسول اللہ ﷺ سے یا رسول اللہؐ! کیا ہم سے پوچھ ہو گی ان کاموں کی جو ہم نے جاہلیت کے زمانے میں کئے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اچھی طرح اسلام لایا (یعنی سچا مسلمان ہوا دل سے) اس سے تو پوچھ نہ ہو گی جاہلیت کے کاموں کی اور جو برا ہے (یعنی صرف ظاہر میں مسلمان ہوا اور دل میں اس کے کفر رہا) اس سے پوچھ ہو گی جاہلیت اور اسلام دونوں وقت کے کاموں کی۔

۳۱۹- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رضي الله عنه قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ ((مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ

۳۱۹- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم سے مواخذہ ہو گا ان کاموں کا جو جاہلیت کے وقت میں کئے ہیں؟ آپ نے فرمایا جس نے نیکی کی اسلام میں اس سے جاہلیت کے کاموں کا مواخذہ نہ ہو گا اور جس نے برائی کی اسلام

(۳۱۸) ☆ کیونکہ وہ کفر پر قائم رہا اور در حقیقت میں وہ مسلمان ہی نہیں ہوا بلکہ منافق رہا۔ نووی نے کہا دوسری حدیث صحیح میں ہے کہ اسلام گرا دیتا ہے پیشتر کے گناہوں کو یعنی کفر کے زمانے کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسلام لانے سے اور اس پر اجماع ہے مسلمانوں کا۔

بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ))۔

میں اس سے مواخذہ ہو گا اگلے (یعنی کفر) اور پچھلے (یعنی اسلام) دونوں وقت کے کاموں کے۔

۳۲۰- حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

۳۲۰- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةِ وَالْحَجِّ

باب: اسلام، حج اور ہجرت سے اگلے گناہوں کا معاف ہو جانا

۳۲۱- عَنْ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكَى طَوِيلًا وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ يَا أَبَتَاهُ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا قَالَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ قَدْ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ فَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا

۳۲۱- ابن شماسہ (عبدالرحمٰن بن شماسہ بن ذئب) مہری سے روایت ہے ہم عمرو بن عاصؓ کے پاس گئے اور وہ مرنے کے قریب تھے تو روئے بہت دیر تک اور منہ پھیر لیا اپنا دیوار کی طرف۔ ان کے بیٹے کہنے لگے باوا! تم کیوں روتے ہو تم کو کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ خوشخبری نہیں دی یہ خوشخبری نہیں دی؟ تب انھوں نے اپنا منہ سامنے کیا اور کہا کہ سب باتوں میں افضل ہم سمجھتے ہیں اس بات کی گواہی دینے کو کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا خدا کے اور محمدؐ اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور میرے اوپر تین حال گزرے ہیں ایک حال یہ تھا جو میں نے اپنے کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ میں کسی کو برا نہیں جانتا تھا اور مجھے آرزو تھی کہ کسی طرح میں قابو پاؤں اور آپ کو قتل کروں۔ (معاذاللہ) پھر اگر میں مر جاتا اس حال میں تو جہنمی ہوتا دوسرا حال یہ تھا کہ اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل

(۳۲۱) ☆ یعنی منکر نکیر کو نووی نے کہا اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ جو مرنے کے قریب ہو اس کو تسلی اور تشفی دینا چاہیے اور امید اور عفو اور خوشی کی آیتیں سنانا چاہیے جیسے عمرو بن عاص کے بیٹے نے کہا اور یہ مستحب ہے بالاتفاق دوسرے یہ کہ صحابہ رسول اللہؐ کی کس قدر عزت اور حرمت کرتے تھے تیسرے یہ کہ جنازے کے ساتھ رونے والی اور آگ لے جانا منع ہے اور علماء نے اس کو مکروہ رکھا ہے لیکن نوحہ کرنا وہ تو حرام ہے اور آگ لے جانا مکروہ ہے بوجہ دوسری حدیث کے اور سبب کراہت کا یہ ہے کہ وہ عادت ہے جاہلیت کے زمانے کی اور ابن حبیب مالکیؒ نے کہا کہ آگ رکھنے میں شگون بد ہے مردہ کے لیے چوتھے یہ کہ مٹی ڈالنا قبر پر مستحب ہے پانچویں یہ کہ قبر پر بیٹھنا نہیں چاہیے جیسے بعض ملکوں میں دستور ہے چھٹے یہ کہ قبر میں مردے کا امتحان ہوتا ہے اور فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں اور یہی مذہب ہے اہل حق کا ساتویں یہ کہ دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا چاہیے اور یہ مستحب ہے آٹھویں یہ کہ مردہ اپنی قبر پر حاضر ہونے ☜

جعل اللّٰهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلْأُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ قَالَ فَقَبَضْتُ يَدِي قَالَ ((مَا لَكَ يَا عَمْرُو)) قَالَ قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ بِمَاذَا قُلْتُ أَنْ يُغْفَرَ لِي قَالَ ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ)) وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وَلِينَا أَشْيَاءَ مَا أَدْرِي مَا حَالِي فِيهَا فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي.

میں ڈالی اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے کہا اپنا داہنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں بیعت کروں آپ سے۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اس وقت اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا تجھ کو اے عمرو! میں نے کہا میں شرط کرنا چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا کیا شرط؟ میں نے کہا یہ شرط کہ میرے گناہ معاف ہوں (جو اب تک کئے ہیں)۔ آپ نے فرمایا اے عمرو! تو نہیں جانتا کہ اسلام گرا دیتا ہے پیشتر کے گناہوں کو اسی طرح حج گرا دیتا ہے پیشتر کے گناہوں کو۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مجھ کو کسی کی محبت نہ تھی اور نہ میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کسی کی شان تھی اور میں آنکھ بھر کر آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا آپکے جلال کی وجہ سے اور اگر کوئی مجھ سے آپ کی صورت کو پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور اگر میں مر جاتا اس حال میں تو امید تھی کہ جنتی ہوتا۔ بعد اس کے چند اور چیزوں میں ہم کو پھنسنا پڑا میں نہیں جانتا میرا کیا حال ہو گا ان کی وجہ سے تو جب میں مر جاؤں میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے چلانے والی نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ اور جب مجھے دفن کرنا تو مٹی ڈال دینا مجھ پر اچھی طرح اور میری قبر کے گرد کھڑے رہنا اتنی دیر تک جتنی دیر میں اونٹ کاٹا جاتا ہے اور اس کا گوشت بانٹا جاتا ہے تاکہ میرا دل بہلے تم سے (اور میں تنہائی میں گھبرا نہ جاؤں) اور دیکھ لوں پروردگار کے وکیلوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں۔

۳۲۲- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ قَتَلُوا فَأَكْثَرُوا وَزَنَوْا فَأَكْثَرُوا ثُمَّ أَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُو

۳۲۲- عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے مشرکوں میں چند لوگوں نے (شرک کی حالت میں) بہت خون کئے تھے اور بہت زنا کیا تھا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا آپ جو فرماتے ہیں اور جس راہ کی طرف بلاتے ہیں وہ خوب ہے اور جو

بقیہ والوں کی آواز سنتا ہے نووی نے کہا یہ کہ مشترک گوشت کا بانٹ لینا درست ہے اسی طرح تر میووں جیسے انگور وغیرہ اور اس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے جو مشہور ہے۔ انتہی مختصراً

لَحَسَنٌ وَلَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا وَنَزَلَ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ.

آپ ہم کو بتلاویں ہمارے گناہوں کا کفارہ تو ہم اسلام لاویں تب یہ آیت اتری والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر. اخیر تک یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ اور دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو نہیں مارتے مگر کسی حق کے بدلے اور زنا نہیں کرتے اور جو کوئی ان کاموں کو (یعنی خون اور زنا اور شرک) کرے تو وہ بدلہ پاوے گا اور اس کو دردناک عذاب ہو گا قیامت کے روز اور ہمیشہ رہے گا عذاب میں ذلت سے پر جو کوئی ایمان لایا اور اس نے توبہ کی اور نیک کام کئے تو اس کی برائیاں مٹ کر نیکیاں ہو جاویں گی اور اللہ تعالیٰ مہربان ہے بخشنے والا (اور خدا نے ان لوگوں کو بتلا دیا کہ تم اسلام لاؤ تمہارے اگلے سب گناہ شرک کے زمانے کے معاف ہو جاویں گے) اور یہ آیت اتری یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم اخیر تک یعنی اے بندو میرے جنھوں نے گناہ کئے ہیں مت ناامید ہو اللہ کی رحمت سے۔

بَابُ بَيَانِ حُكْمِ عَمَلِ الْكَافِرِ إِذَا أَسْلَمَ بَعْدَهُ

باب: کافر اگر کفر کی حالت میں نیک کام کرے پھر مسلمان ہو جائے

۳۲۳- عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ هَلْ لِي فِيهَا مِنْ

۳۲۳- حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا آپ سمجھتے ہیں جاہلیت کے زمانے میں جو میں نے عبادت کے کام کئے (یعنی نیک سمجھ کر گناہ سے نکلنے کے

(۳۲۳) ☆ یعنی جب تو مسلمان ہو گیا تو تیرے کفر کے زمانے کی نیکیاں بھی بیکار نہ جاویں گی بلکہ ان سب کا ثواب ملے گا البتہ اگر تو مسلمان نہ ہوتا اور کفر ہی پر مر جاتا تو تیری سب نیکیاں مٹ جاتیں۔ یہی مطلب حدیث سے نکلتا ہے اور یہی قول ہے ابن بطال اور محققین کا کہ کافر اگر مسلمان ہو جاوے تو اس کے وہ نیک کام جو کفر کے زمانے میں کئے ہیں لغو نہ ہونگے اور خدا ان پر ثواب دے گا بدلیل اس حدیث کے جس کو دار قطنی نے ابو سعید خدری سے روایت کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب کافر مسلمان ہو جاوے پھر اس کا اسلام اچھا ہو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نیکی کو لکھے گا جو کر چکا ہے اور ہر برائی کو مٹا دے گا جو کر چکا ہے اور اسلام کے بعد جو نیکی کرے گا تو ایک کے بدلے دس کا سات سو تک ثواب ملے گا اور برائی کے بدلے ایک ہی برائی لکھی جاوے گی پر جب خدا اس کو بھی معاف کر دے تو ایک بھی نہ لکھی جاوے گی۔ امام ابو عبداللہ مازری نے کہا ظاہر حدیث خلاف ہے اس قاعدے کے جو مقرر ہو چکا ہے کہ کافر کا تقرب صحیح نہیں پھر اس کو نیکی پر ثواب بھی نہ ہو گا اور ایمان لانا اس کا اطاعت ہے نہ تقرب۔ اس لیے کہ تقرب میں شرط ہے کہ جس سے تقرب کرتا ہے اس کو پہچانے اور وہ کفر کی حالت میں خدا کو ذرا برابر ☜

شَيْءٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ)) وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ.

لیے) ان کا کچھ ثواب مجھ کو ملے گا (یعنی کفر کے زمانے کے نیک کام بیکار تو نہ جاویں گے)؟ آپ نے فرمایا تو اسلام لایا اگلی ان سب نیکیوں پر جو کر چکا ہے۔

٣٢٤- عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي

٣٢٤- حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یارسول اللہ! آپ کیا سمجھتے ہیں جو نیک کام میں نے جاہلیت کے زمانے میں کیے ہیں جیسے صدقہ یا غلام کا آزاد

ﷺ پہچانتا نہ تھا۔ اس صورت میں حدیث کی تاویل کرنا ضروری ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ کفر کے زمانے میں جو تو نے نیکیاں کی تھیں ان کی وجہ سے تیری طبیعت نیک ہو گئی اور تجھے نیک کام کرنے کی عادت پیدا ہوئی پھر تو اس عادت اور طبیعت سے اسلام میں بھی فائدہ اٹھاوے گا کیونکہ وہ لے جائے گی تجھ کو نیک کاموں کی طرف یا یہ مطلب ہے کہ ان نیکیوں کی وجہ سے تو مستحق ہوا تعریف کا جو اسلام کی حالت میں بھی باقی ہے یا یہ مطلب ہے کہ اسلام کی حالت میں تجھ کو نیکیوں کا ثواب اوروں سے زیادہ ملے گا کیونکہ تو پہلے بھی نیک کام کر چکا ہے اور جب کافر کو نیک اعمال کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گی تو ثواب کا زیادہ ہونا بعید نہیں۔ تمام ہوا کلام مازری کا۔ قاضی عیاض نے کہا بعضوں نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اگلی نیکیوں ہی کی برکت سے خدا نے تجھے اسلام کی ہدایت کی اور نیکیاں اوائل میں دلیل ہیں حسن خاتمہ اور سعادت کی کے انجام میں انتہی۔ لیکن صحیح وہی ہے جو ابن بطال وغیرہ نے کہا کہ حدیث محمول ہے ظاہر پر۔ ابن بطال نے کہا اللہ کو اختیار ہے کہ اپنے بندوں پر جتنی چاہے اور جس طرح چاہے عنایت کرے اور کسی کو اس میں اعتراض کی مجال نہیں اور فقہاء نے جو کہا ہے کہ کافر کی عبادت صحیح نہیں اور اگر وہ اسلام لاوے تو اس عبادت کا اعتبار نہ ہو گا اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے احکام کی رو سے اس کی عبادت صحیح نہیں اور آخرت کا ثواب اللہ کے اختیار میں ہے۔ اب اگر کوئی یوں کہنے لگے کہ آخرت میں بھی اس پر ثواب نہ ہو گا تو اس کا قول رد کیا جاوے گا اس صحیح حدیث سے اور کفار کے بعض افعال کا تو دنیا میں بھی اعتبار ہوتا ہے۔ خود فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کافر پر حالت کفر میں کوئی کفارہ جیسے ظہار وغیرہ کا کفارہ واجب ہو پھر وہ اس کو ادا کر دے کفر کی حالت میں تو کافی ہو جاوے گا اور اسلام لانے کے بعد دوبارہ کفارہ دینا لازم نہ ہو گا اور اختلاف کیا ہے شافعیہ نے کہ اگر حالت کفر میں جنبی ہوا پھر غسل کر لیا کفر کی حالت میں بعد اس کے مسلمان ہوا تو دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور ہمارے بعض اصحاب نے اس میں مبالغہ کیا ہے کہ کافر کی ہر ایک طہارت صحیح ہے غسل ہو یا وضو ہو یا تیمم ہو اور اسلام لانے کے بعد اسی طہارت سے نماز پڑھنا درست ہے۔ انتہی ما قال النوویؒ

مترجم کہتا ہے کہ اسلام لانا ایک ایسی بڑی نعمت ہے خدا کی جس کے مقابلہ میں اور کوئی نعمت نہیں تو جہاں تک اس نعمت کی وجہ سے فوائد حاصل ہوں بعید نہیں اور کافر کے نیک اعمال جو مٹ جاتے ہیں تو وہ اسی وجہ سے کہ اس کی موت کفر پر ہوتی ہے اور اعتبار خاتمہ کا ہے پھر جب خاتمہ نیک ہوا اور انسان کفر کو چھوڑ کر مسلمان ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو ضائع نہ کرے گا اور اس کے نیک کاموں پر ضرور ثواب دے گا دوسرے یہ کہ اگر رسول اللہ کافر کی نیکیوں کو اسلام لانے کے بعد لغو کر دیتے تو لوگوں کو رنج ہوتا اور اسلام کی طرف رغبت گھٹ جاتی حالانکہ اصلی مقصد آپ کا یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام کا شوق پیدا ہو اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اسلام لانے سے کفر کے گناہ تو سب مٹ گئے اور نیکیاں باقی ہیں وہ ہرگز تلف نہ ہوں گی سبحان اللہ خداوند کریم کی عنایت اور محبت اپنے بندوں کے ساتھ کیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک بندے کو ایمان کی ہدایت دیوے اور ہمارا اور سب مسلمانوں کا خاتمہ بخیر کرے۔ اے میرے رب تو میرا خاتمہ بھی اچھا کیجو۔ آمین۔

الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ أَوْ صِلَةِ رَحِمٍ أَفِيهَا أَجْرٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ)).

کرنا یانا تا ملانا ان کا ثواب مجھ کو ہو گا؟ آپ نے فرمایا تو اسلام لایا اسی نیکی پر جو پہلے کر چکا ہے (یعنی وہ نیکی قائم ہے اب اس پر اسلام زیادہ ہوا)۔

۳۲۵- عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِي اللہ عنه قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صلي الله عليه و سلم أَشْيَاءَ كُنْتُ أَفْعَلُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي أَتَبَرَّرُ بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ لَكَ مِنَ الْخَيْرِ)) قُلْتُ فَوَاللَّهِ لَا أَدَعُ شَيْئًا صَنَعْتُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَّا فَعَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ مِثْلَهُ.

۳۲۵- حکیم بن حزامؓ نے کہا یا رسول اللہ! کئی کام ہیں جن کو میں جاہلیت کے زمانے میں کیا کرتا تھا ہشام نے کہا یعنی نیک کام۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام لایا تو ان نیکیوں پر جو تو نے کیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! تو قسم خدا کی پھر جتنے نیک کام میں نے جاہلیت کے زمانے میں کئے ہیں ان میں سے کوئی نہ چھوڑوں گا ان سب کو اتنا ہی اسلام کی حالت میں بجا لاؤں گا (تاکہ جاہلیت کا زمانہ اسلام سے بڑھ کر نہ رہے نیکیوں کی کثرت میں)۔

۳۲۶- عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ ثُمَّ أَعْتَقَ فِي الْإِسْلَامِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ.

۳۲۶- عروہ بن زبیر سے روایت ہے حکیم بن حزامؓ نے جاہلیت کے زمانے میں سو غلام آزاد کئے تھے اور سو اونٹ سواری کے لیے خدا کی راہ میں دیئے تھے پھر انھوں نے اسلام کی حالت میں بھی سو غلام آزاد کئے اور سو اونٹ خدا کی راہ میں سواری کیلئے دیتے بعد اس کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری۔

بَابُ صِدْقِ الْإِيمَانِ وَإِخْلَاصِهِ

باب: ایمان کی سچائی اور خلوص کا بیان

۳۲۷- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى

۳۲۷- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اخیر تک یعنی جو لوگ

(۳۲۶) ☆ نووی نے کہا حکیم بن حزام مشہور صحابی ہیں۔ وہ کعبے کے اندر پیدا ہوئے یہ فضیلت اور کسی کو نہیں ملی اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ ساٹھ برس تک جاہلیت کی حالت میں جئے پھر ساٹھ برس تک اسلام کی حالت میں زندہ رہے اور وہ مسلمان ہوئے جس سال مکہ فتح ہوا اور مرے مدینہ میں ۵۴ھ میں۔ تو اسلام کی حالت میں ساٹھ برس جینے سے یہ غرض ہے کہ اسلام کے زمانے میں ساٹھ برس جئے۔

(۳۲۷) ☆ تو ظلم سے مراد شرک ہے اس صورت میں آیت کا یہ مطلب ہو گا کہ جو لوگ ایمان لائے پھر انھوں نے شرک نہیں کیا تو ان کو امن ہے اگرچہ وہ اور گناہوں میں جو شرک سے کم ہیں پھنس گئے ہوں۔ صحیح بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ جب آیت اتری تو رسول اللہؐ کے اصحاب نے کہا ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ شرک بڑا ظلم ہے تو اصحاب نے ظلم سے مراد ہر ایک گناہ کو سمجھا تھا اس وجہ سے وہ آیت ان پر بھاری ہوئی۔ رسول اللہؐ نے فرمادیا کہ مراد ظلم سے مطلق نہیں ہے بلکہ خاص ظلم

أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوا أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ)) يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ.

ایمان لائے پھر انھوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم نہیں کیا(یعنی گناہ میں نہ پھنسے) ان کو امن ہے اور وہی ہیں راہ پانے والے۔ تو بہت گراں گزری رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر۔ انھوں نے کہایارسول اللہ! ہم میں سے کونسا ایسا ہے جو ظلم نہیں کرتا اپنے نفس پر (یعنی گناہ نہیں کرتا)؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس آیت کا یہ مطلب نہیں جیسا تم خیال کرتے ہو بلکہ ظلم سے مراد وہ ہے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے میرے مت شرک کر اللہ کے ساتھ بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔

٣٢٨- عَنْ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنِيهِ أَوَّلًا أَبِي عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ الْأَعْمَشِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ مِنْهُ

٣٢٨- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

بَابُ بَيَانِ تَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيثِ النَّفْسِ وَالْخَوَاطِرِ بِالْقَلْبِ إِذَا لَمْ تَسْتَقِرَّ وَبَيَانِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَمْ يُكَلِّفْ إِلَّا مَا يُطَاقُ وَبَيَانِ حُكْمِ الْهَمِّ بِالْحَسَنَةِ وَبِالسَّيِّئَةِ

باب : دل میں جو وسوسے آتے ہیں جب تک وہ جم نہ جاویں ان پر مواخذہ نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی تکلیف دی ہے جتنی طاقت ہے اور نیکی اور گناہ کا قصد کرنا کیا حکم رکھتا ہے

٣٢٩- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٣٢٩- ابوہریرہؓ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت اتری لله ما فى السموات ومافى الارض اخیر تک یعنی اللہ ہی کا

ﷺ ایک ظلم جو سب سے بڑا ہے یعنی شرک جیسے لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا کہ شرک بڑا ظلم ہے۔ خطابی نے کہا صحابہ پر یہ آیت اس وجہ سے گراں گزری کہ ظلم کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ لوگوں کے حق دبالینا اور گناہوں میں مبتلا ہونا۔ انھوں نے خیال کیا کہ یہی ظاہری معنی مراد ہیں اور اصلی معنی ظلم کا یہ ہے کہ ایک چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ میں رکھنا۔ پھر جس شخص نے اللہ کے سوا دوسرے کسی کی پرستش کی تو وہ بڑھ گیا ظلم میں سب ظالموں سے۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سوا شرک کے اور گناہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ اور لقمان ایک بہت بڑے حکیم گزرے ہیں اور اختلاف کیا علماء نے کہ وہ نبی تھے یا نہیں۔ امام ابو اسحٰق ثعلبیؒ نے کہا وہ بالاتفاق حکیم تھے مگر عکرمہ نے کہا کہ وہ نبی بھی تھے اور کسی نے ان کو نبی نہیں کہا اور لقمان کے بیٹے کے نام جن کو انھوں نے یہ نصیحت کی تھی انعم تھا اور بعضوں نے کہا مشکم۔ واللہ اعلم۔ (نووی)

(٣٢٩) ☆امام ابو عبداللہ مازریؒ نے کہا یہ آیت ان پر گراں گزری کیونکہ وہ سمجھے ہم سے مواخذہ ہوگا ان وسوسوں پر جو خود بخود دل میں گزرتے ہیں اور ہم کو ان کے دور کرنے کی طاقت نہیں پھر یہ تکلیف مالایطاق ٹھہری اور وہ جائز ہے عقلاً لیکن اختلاف ہے کہ آیا شریعت میں اس کا ﷺ

لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ قَالَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوا أَيْ رَسُولَ اللَّهِ كُلِّفْنَا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا نُطِيقُ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَا نُطِيقُهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**أَتُرِيدُونَ أَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ**)) قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ ذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِي إِثْرِهَا آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللَّهُ تَعَالَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ

ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں اور اگر تم کھول دو اپنے دل کی بات کو یا چھپاؤ اس کو اللہ تعالیٰ حساب کرے گا اس کا تم سے پھر بخش دے گا جس کو چاہے گا اور عذاب کرے گا جس کو چاہے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے تو گراں گزری رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر اور وہ آئے رسول اللہؐ کے پاس پھر بیٹھ گئے گھٹنوں پر اور کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم کو حکم ہوا ان کاموں کے کرنے کا جن کی طاقت ہے جیسے نماز، روزہ، جہاد، صدقہ، اب آپ پر یہ آیت اتری اور اس پر عمل کرنے کی ہم میں طاقت نہیں (یعنی اپنے دل پر ہمارا زور نہیں چلتا کہ برے شیطانی وسوسے بالکل نہ آنے پاویں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو کہ ایسا کہو جیسے پہلے دونوں کتاب والوں (یہود اور نصاریٰ) نے کہا (جب اللہ کا حکم سنا) سنا ہم نے اور نافرمانی کی (یعنی ہم نے تیرا حکم سنا پر ہم اس پر عمل نہیں کرینگے) بلکہ یوں کہو سنا ہم نے اور مان لیا۔ بخش دے ہم کو اے ہمارے مالک! تیری ہی طرف ہم کو جانا ہے۔ یہ سن کر صحابہؓ نے کہا سنا ہم نے اور مان لیا بخش دے ہم کو مالک ہمارے۔ تیری ہی طرف ہم کو جانا ہے۔ جب لوگوں نے یہ کہا اور اپنی زبانوں سے نکالا اسکے بعد ہی یہ آیت اتری **امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون** اخیر تک یعنی ایمان لایا رسولؐ اس پر جو اترا اس کی طرف اس کے مالک کے پاس سے اور ایمان لائے مومن بھی سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں

ف حکم ہوا ایا نہیں یعنی خداوند کریم نے اپنے فضل سے اپنے عاجز بندوں کی سب دعائیں قبول کیں اور سخت سے سخت احکام جو ان سے نہ ہو سکتے اسلام میں اٹھادیے اور دین کو آسان کر دیا اور وہ حکم بھی اٹھادیا جو پہلے دیا تھا کہ دل کے خیال پر مواخذہ ہوگا۔ اب اگر کسی کے دل میں گناہ کا خیال آوے تو جب تک اس گناہ کو کرے نہیں وہ لکھا نہ جاوے گا۔ امام مازری نے کہا وان تبدوا ما فی انفسکم کے منسوخ ہونے میں یہ اعتراض ہے کہ نسخ وہاں ہوتا ہے جہاں دوسرے حکم میں اور پہلے حکم میں جمع نہ ہو سکے اور یہاں جمع ممکن ہے۔ اس طرح سے کہ پہلی آیت عام ہو ہر ایک قسم کے وسوسوں اور خیالوں کو جو اختیار میں ہیں مگر جس صورت میں صحابہ پہلی آیت سے وہی خیال سمجھے ہیں جو اختیار میں نہیں اس صورت میں البتہ دوسری آیت اس کی ناسخ ہوئی۔ قاضی عیاض نے کہا نسخ سے کوئی امر مانع نہیں جب راوی نے خود نسخ کو نقل کیا ہے۔ بعضوں ف

عَزَّوَجَلَّ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ قَالَ نَعَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ قَالَ نَعَمْ.

پر۔ ہم ایسا نہیں کرتے کہ ایک رسول کو مانیں اور ایک کو نہ مانیں (جیسے یہود اور نصاریٰ نے کیا) اور کہا انھوں نے ہم نے سنا اور مان لیا بخش دے ہم کو اے ہمارے مالک، تیرے ہی پاس ہم کو جانا ہے۔ جب انھوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے اس آیت کو (**وان تبدوا ما فی انفسکم**) کو منسوخ کر دیا اور یہ آیت اتاری اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسکی طاقت کے موافق۔ ہر کسی کو اسی کی نیکیاں کام آویں گی اور اس پر اس کی برائیوں کا بوجھ ہوگا۔ اے مالک ہمارے مت پکڑ ہم کو اگر ہم بھول یا چوک جاویں۔ مالک نے فرمایا اچھا۔ اے مالک ہمارے مت لاد ہم پر ایسا بوجھ جیسے لادا تھا تو نے اگلوں پر (یہود پر پھر ان سے نہ ہو سکا انھوں نے نافرمانی کی۔ مالک نے فرمایا اچھا اور معاف کر دے ہماری خطائیں اور بخش دے ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہمارا مالک ہے۔ مدد کر ہماری ان لوگوں پر جو کافر ہیں۔ پروردگار نے فرمایا اچھا۔

۳۳۰- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عنهما قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ قَالَ دَخَلَ قُلُوبَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ لَمْ يَدْخُلْ قُلُوبَهُمْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا**)) قَالَ فَأَلْقَى اللَّهُ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى

۳۳۰- عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری **وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به الله** تو لوگوں کے دلوں میں وہ بات سما گئی جو کسی چیز سے نہ سمائی تھی (یعنی بہت ڈر پیدا ہوا) تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو ہم نے سنا اور مان لیا اور اطاعت کی پھر اللہ نے ایمان ان کے دلوں میں ڈال دیا اور اتارا اس آیت کو **لا یکلف الله نفساً الا وسعها** اخیر تک یعنی اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر اس کی طاقت کے موافق جو وہ کرے گا اپنے لیے نیک کام اس کا ثواب اسی کو ہے اور جو گناہ کرے گا اس کا پاپ اسی پر ہوگا اے مالک ہمارے مت پکڑ ہم کو بھول چوک میں۔ مالک نے فرمایا میں ایسا ہی کروں گا۔ اے مالک ہمارے مت لاد ہم پر بوجھ جیسے تو نے لادا تھا اگلوں پر۔

ؒ نے کہا نسخ سے یہاں مراد ان کے شبہ کا دور کرنا ہے جو ان کو ہوا تھا پہلی آیت سے اور گراں گزری تھی وہ ان پر اب دوسری آیت سے ان کو اطمینان ہو گیا کہ مواخذہ طاقت سے زیادہ نہ ہوگا۔ امام واحدی نے کہا آیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے اور محققین کا قول یہ ہے کہ وہ محکم ہے منسوخ نہیں ہے۔ (نووی مختصراً)

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ.

مالک نے فرمایا ایسا ہی میں کروں گا اور بخش دے ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہمارا مالک ہے۔ مالک نے فرمایا میں نے ایسا ہی کیا۔

۳۳۱- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ

۳۳۱- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے درگزر کی میری امت سے ان خیالوں پر گناہ کے جو دل میں آویں

(۳۳۱) ☆ السراج الوہاج میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک قسم کا برا خیال اور ارادہ جو دل میں پیدا ہو وہ معاف ہے کیونکہ ما کا حرف حدیث میں عام ہے ہر ایک خیال اور ارادہ کو برابر ہے کہ وہ خیال اور ارادہ دل میں جم گیا ہو یا نہ جما ہو اور تھوڑی دیر تک رہا یا بہت مدت تک ہر طرح سے وہ معاف کیا گیا ہے اس امت کے لیے اور یہ شرف خاص کیا اللہ نے اس امت پر برخلاف اور اگلی امتوں کے کہ ان سے دل کے خیال پر بھی مواخذہ ہوتا تھا تو جس قسم کا خیال ہو اور وہ دل ہی میں ہے وہ معاف ہے۔ اس خیال کی وجہ سے نہ انسان مرتد ہوگا نہ گنہگار ہوگا نہ کوئی عبادت اس کی وجہ سے باطل ہوگی نہ کوئی طلاق یا عتاق اس سے پڑے گا نہ اور کسی قسم کا کوئی معاملہ نافذ ہوگا اور دلالت کرتی ہیں اس پر وہ حدیثیں جو اس باب میں آئیں اور ان کے الفاظ بہت ہیں۔ اب جو بعضے علماء سے منقول ہے کہ خیال دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جو دل میں آیا اور چلا گیا اس پر مواخذہ نہیں اور یہی خیال اس حدیث سے مقصود ہے اور ایک وہ خیال جو دل میں جم گیا اور مضبوط ہو گیا اور عقیدہ کے طور پر ہو گیا اس پر مواخذہ ہوگا اور وہ مقصود نہیں اس حدیث سے تو اس فرق کی کوئی دلیل نہیں نہ ایسی تاویل کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث عام ہے شامل ہے دونوں قسم کے خیالوں کو اور اگرچہ خیال دل میں جم جاوے پر آخر وہ خیال ہی رہے گا خارج میں اس کا وجود اعمال کی طرح نہ ہوگا پھر اس کا مواخذہ کس وجہ سے ہوگا تو اس تاویل اور تکلف کی کوئی وجہ نہیں اور کلام نبویؐ کے خاص کرنے کو کوئی علت نہیں اور کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ پر وہ بات جوڑیں جو اس نے نہیں فرمائی اور بندوں پر گناہ لازم کریں اور ان پر مواخذہ رکھیں اس امر سے جو شریعت کی رو سے معاف ہے اور بعض فرق کرنے والوں نے یہ کہا کہ جو خیال دل میں جم جائے اس پر تو عمل کیا گیا اب وہ عمل کئے گئے ہیں میں داخل ہوگا جو مقصود ہے اس حدیث سے۔ اور یہ قول عقل سے بہت بعید ہے کیونکہ عمل اور تکلم تو خیال نفسی کے مقابل ہیں اور یہ دونوں حد ہیں عفو کی اور کوئی عرب کا رہنے والا یہ مطلب اس حدیث سے نہ سمجھے گا جو ان لوگوں نے سمجھا اور اس سے معلوم ہو گیا کہ جن لوگوں نے یہ فرق کیا ہے ان کا قول باطل ہے اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ صرف رائے ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں اور جب سچے رسولؐ نے ہم سے بیان کر دیا کہ اللہ جل جلالہ کسی خیال پر مواخذہ نہ کرے گا جب تک اس پر عمل نہ کرے تو قصد اور عزم اور اعتقاد اور نیت اگر فرض کیا جاوے کہ خیال سے زیادہ ہیں تب بھی ان پر مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ یہ چیزیں عمل نہیں اور مواخذہ عمل ہی سے ہوتا ہے اس میں کوئی اہل لسان یا اہل شرع میں سے خلاف نہ کرے گا اور ان حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مواخذہ نہیں ہوتا مگر عمل سے اور بڑی دلیل وہ ہے جو ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ اگر قصد کرے ایک برائی کا پھر اس کو نہ کرے تو اللہ اس کے لیے ایک نیکی لکھے گا اور ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ اگر برائی کو نہ کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھو کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر برائی کا قصد کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔ اور یہ امر معلوم ہے کہ جس نے قصد کیا برائی کا یا عزم کیا یا نیت کی یا ارادہ کیا تو اس نے اس برائی پر عمل نہیں کیا پر اس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا چہ جائے کہ برائی کا مواخذہ ہو۔ اس صورت میں جن لوگوں نے ارادہ اور عزم اور نیت وغیرہ میں فرق کیا ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں اور بعضے اہل کلام نے یہ کہا ہے کہ عزم پر مواخذہ اور عتاب ہوگا۔ مثلاً کوئی عزم کرے کسی پیغمبر کی توہین کا یا کسی کتاب آسمانی کی تحقیر کا تو وہ عزم کرتے ہی کافر ہو جاوے گا اگرچہ کوئی فعل نہ کرے اور کوئی بات زبان سے نہ نکالے اور یہ گمان ان کا غلط ہے اس پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں کیونکہ وہ غائت جو مواخذہ کے لیے قرار دی گئی ہے عمل یا تکلم ہے اور ایسا عمل کرنے والے نے نہ عمل کیا نہ تکلم تو یہ کہنا کہ اس سے مواخذہ ہوگا بلا دلیل ہے بلکہ مخالف ہے دلیل صریح اور واضح کے۔ اور ان

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ.

مالک نے فرمایا ایسا ہی میں کروں گا اور بخش دے ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہمارا مالک ہے۔ مالک نے فرمایا میں نے ایسا ہی کیا۔

۳۳۱- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ

۳۳۱- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے درگزر کی میری امت سے ان خیالوں پر گناہ کے جو دل میں آویں

(۳۳۱) ☆ السراج الوہاج میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک قسم کا برا خیال اور ارادہ جو دل میں پیدا ہو وہ معاف ہے کیونکہ ما کا حرف حدیث میں عام ہے ہر ایک خیال اور ارادہ کو برابر ہے کہ وہ خیال اور ارادہ دل میں جم گیا ہو یا نہ جما ہو اور تھوڑی دیر تک رہا یا بہت مدت تک ہر طرح سے وہ معاف کیا گیا ہے اس امت کے لیے اور یہ شرف خاص کیا اللہ نے اس امت پر برخلاف اور اگلی امتوں کے کہ ان سے دل کے خیال پر بھی مواخذہ ہوتا تھا تو جس قسم کا خیال ہو اور وہ دل ہی میں ہے وہ معاف ہے۔ اس خیال کی وجہ سے نہ انسان مرتد ہو گا نہ گنہگار ہو گا نہ کوئی عبادت اس کی وجہ سے باطل ہو گی نہ کوئی طلاق یا عتاق اس سے پڑے گا نہ اور کسی قسم کا کوئی معاملہ نافذ ہو گا اور دلالت کرتی ہیں اس پر وہ حدیثیں جو اس باب میں آئیں اور ان کے الفاظ بہت ہیں۔ اب جو بعضے علماء سے منقول ہے کہ خیال دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جو دل میں آیا اور چلا گیا اس پر مواخذہ نہیں اور یہی خیال اس حدیث سے مقصود ہے اور ایک وہ خیال جو دل میں جم گیا اور مضبوط ہو گیا اور عقیدہ کے طور پر ہو گیا اس پر مواخذہ ہو گا اور وہ مقصود نہیں اس حدیث سے تو اس فرق کی کوئی دلیل نہیں نہ ایسی تاویل کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث عام ہے شامل ہے دونوں قسم کے خیالوں کو اور اگرچہ خیال دل میں جم جاوے پر آخر وہ خیال ہی رہے گا خارج میں اس کا وجود اعمال کی طرح نہ ہو گا پھر اس کا مواخذہ کس وجہ سے ہو گا تو اس تاویل اور تکلف کی کوئی وجہ نہیں اور کلام نبویؐ کے خاص کرنے کو کوئی علت نہیں اور کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ پر وہ بات جوڑیں جو اس نے نہیں فرمائی اور بندوں پر گناہ لازم کریں اور ان پر مواخذہ رکھیں اس امر سے جو شریعت کی رو سے معاف ہے اور بعض فرق کرنے والوں نے یہ کہا کہ جو خیال دل میں جم جائے اس پر تو عمل کیا گیا اب وہ عمل کئے گئے ہیں میں داخل ہو گا جو مقصود ہے اس حدیث سے۔ اور یہ قول عقل سے بہت بعید ہے کیونکہ عمل اور تکلم تو خیال نفسی کے مقابل ہیں اور یہ دونوں حد ہیں عفو کی اور کوئی عرب کا رہنے والا یہ مطلب اس حدیث سے نہ سمجھے گا جو ان لوگوں نے سمجھا اور اس سے معلوم ہو گیا کہ جن لوگوں نے یہ فرق کیا ہے ان کا قول باطل ہے اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ صرف رائے ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں اور جب سچے رسولؐ نے ہم سے بیان کر دیا کہ اللہ جل جلالہ کسی خیال پر مواخذہ نہ کرے گا جب تک اس پر عمل نہ کرے تو قصد اور عزم اور اعتقاد اور نیت اگر فرض کیا جاوے کہ خیال سے زیادہ ہیں تب بھی ان پر مواخذہ نہ ہو گا کیونکہ یہ چیزیں عمل نہیں اور مواخذہ عمل ہی سے ہوتا ہے اس میں کوئی اہل لسان یا اہل شرع میں سے خلاف نہ کرے گا اور ان حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مواخذہ نہیں ہوتا مگر عمل سے اور بڑی دلیل وہ ہے جو ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ اگر قصد کرے ایک برائی کا پھر اس کو نہ کرے تو اللہ اس کے لیے ایک نیکی لکھے گا اور ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ اگر برائی کو نہ کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھو کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر برائی کا قصد کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔ اور یہ امر معلوم ہے کہ جس نے قصد کیا برائی کا یا عزم کیا یا نیت کی یا ارادہ کیا تو اس نے اس برائی پر عمل نہیں کیا پر اس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا چہ جائے کہ برائی کا مواخذہ ہو۔ اس صورت میں جن لوگوں نے ارادہ اور عزم اور نیت وغیرہ میں فرق کیا ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں اور بعضے اہل کلام نے یہ کہا ہے کہ عزم پر مواخذہ اور عتاب ہو گا۔ مثلاً کوئی عزم کرے کسی پیغمبر کی توہین کا یا کسی کتاب آسمانی کی تحقیر کا تو وہ عزم کرتے ہی کافر ہو جاوے گا اگرچہ کوئی فعل نہ کرے اور کوئی بات زبان سے نہ نکالے اور یہ گمان ان کا غلط ہے اس پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں کیونکہ وہ غائت جو مواخذہ کے لیے قرار دی گئی ہے عمل یا تکلم ہے اور ایسا عمل کرنے والے نے نہ عمل کیا نہ تکلم تو یہ کہنا کہ اس سے مواخذہ ہو گا بلا دلیل ہے بلکہ مخالف ہے دلیل صریح اور واضح کے۔ اور ان کا

أَنْفُسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا بِهِ))۔ جب تک ان کو زبان سے نہ نکالیں یا ان پر عمل نہ کریں۔

ﷺ لوگوں نے جو ایسا کہا تو انکو ایک شبہ ہوا وہ یہ کہ اس شخص نے عزم کیا اس امر کا جو جائز نہیں اور یہ سبب ہے مواخذہ کا حالانکہ یہی ان کی غلطی ہے اس لیے کہ اس نے بے شک عزم کیا اس کا جو جائز نہیں لیکن جو جائز نہیں وہ کام ہے جس کا اس نے عزم کیا تھا نہ خود یہ عزم جو ایک شیطانی وسوسہ ہے اس لیے کہ وہ شریعت کی رو سے معاف ہے جب تک اس پر عمل یا تکلم نہ ہو اور صرف عزم نہ عمل ہے نہ تکلم باتفاق اہل لغت اور اہل شرع اور یہی معنی سمجھے ہیں سلف صالحین نے اس حدیث کے اور رحم کرے اللہ امام شافعیؒ پر کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب میں جس کا نام ام ہے لکھا ہے کہ جس خیال کو بیان نہ کرے وہ دل کا وسوسہ ہے جو معاف کیا گیا ہے آدمیوں سے۔ اور جس نے تاویل کی ہے اس میں وہ صواب پر نہیں جیسے احادیث تاویل کرنے والا صواب پر نہیں تو اس سب تقریر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس امت کو وہ حرج جو اگلی امتوں پر تھا یعنی دل کے عزم پر ان کو مواخذہ ہوتا تھا اور دل کے خیالوں پر خواہ وہ جم گئے ہوں یا نہ جمے ہوں اور مدت تک رہیں یا تھوڑی دیر رہیں یہ سب قسم کے خیالات ہم کو معاف کئے گئے اور اگلوں پر ان کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ اس مسئلہ میں ہماری تقریر طویل ہوگئی اور پوری بحث اس کی کتاب ''دلیل الطالب علی ارجح المطالب'' میں جیسی ہے ویسی کسی دوسرے کی کتابوں میں تجھ کو نہ ملے گی۔ انتھیٰ نووی نے کہا امام مازری نے کہا قاضی ابو بکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص گناہ کا ارادہ دل سے کرے اور اپنے نفس کو اس پر مضبوط اور مستعد کردے تو گنہگار ہوگا اور یہ حدیث اور اس قسم کی دوسری حدیثیں محمول ہیں ان ہی خیالوں پر جو دل پر گزریں اور چلے جاویں اور جمیں نہیں اسی کو ھم کہتے ہیں اور ھم اور عزم میں فرق ہے اور حدیث میں ھم کا لفظ وارد ہے یہ مذہب ہے قاضی ابو بکر کا اور مخالف ہیں اس کے اکثر فقہاء اور محدثین اور ان کی دلیل ظاہر ہے۔ قاضی عیاض نے کہا اکثر سلف اور اہل علم فقہاء اور محدثین قاضی ابو بکرؒ کے مذہب کی طرف گئے ہیں کیونکہ دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال قلب پر مواخذہ ہوگا لیکن انھوں نے کہا ہے کہ یہ مواخذہ اس برائی پر نہ ہوگا جس کا قصد کیا تھا کیونکہ وہ برائی تو اس نے کی ہی نہیں بلکہ خود اس پر ہوگا اس لیے کہ یہ عزم خود ایک برائی ہے پھر اگر وہ اس برائی کو کرتا تو دوسرا گناہ اور لکھا جاتا اب اگر برائی کو چھوڑ دیا تو ایک نیکی لکھی جاوے گی جیسے حدیث میں وارد ہے کیونکہ اس نے چھوڑ دیا اللہ کے ڈر سے اور مجاہدہ کیا نفس امارہ سے اور یہ نیکی ہے لیکن وہ ھم جو معاف ہے اور جس میں برائی نہیں لکھی جاتی ہے وہ وسوسہ ہے جو بے اختیار دل میں گزرتا ہے نہ اس کا عزم ہوتا ہے نہ نفس میں جمتا ہے اور بعض متکلمین نے اس میں اختلاف لکھا ہے کہ اگر اس نے برائی کو چھوڑ دیا لوگوں سے شرم کرکے نہ خدا کے خوف سے تو اس کو نیکی کا ثواب نہیں ملے گا کیونکہ اس نے برائی کو چھوڑا حیاء سے نہ خوف خدا سے۔ اور یہ ضعیف ہے اس کی کوئی دلیل نہیں تمام ہوا کلام قاضی عیاضؒ کا۔ امام نووی نے کہا قاضی عیاض کا کلام بہت اچھا ہے کیونکہ شرع کی اور نصوص دلالت کرتی ہیں اس پر کہ جو عزم دل میں جم جاوے اس پر مواخذہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ چاہتے ہیں برائی پھیلانا مسلمانوں میں ان کو دکھ کی مار ہے اور فرماتا ہے بچو گمان سے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے اور اس باب میں بہت سی آیات ہیں اور نصوص شرعیہ اور اجماع علماء سے یہ امر مسلم ہے کہ حسد کرنا اور مسلمانوں کو حقیر جاننا اور انکی برائی کا خواہاں ہونا حرام ہے حالانکہ یہ سب قلب کے اعمال ہیں۔ مترجم کہتا ہے مولانا ابو الطیب کی تحقیق بہت عمدہ ہے اور موافق ظاہر حدیث کے اور ایک جماعت سلف کی اسی طرف گئی ہے اور امام نوویؒ اور اکثر متاخرین نے اس کا خلاف کیا ہے بدلیل دوسری آیات اور احادیث کے اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی غلط اور باطل خیال سے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل توفیق دیوے اس مسئلہ میں صواب بیان کرنے کی۔ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ خیال دو قسم کے ہیں ایک تو خیال اس برائی کا جس کا کہنا زبان سے یا کرنا ہاتھ پاؤں سے شرع میں منع ہوا ہے جیسے غیبت چوری یا زنا یا شراب خمر۔ ان گناہوں کا اگر کوئی قصد کرے پھر خواہ وہ قصد دل میں جم جاوے یا نہ جمے ہر طرح اس سے مواخذہ نہ ہوگا جب تک وہ گناہ نہ کرے اور جو نہ کرے گا اللہ کے ڈر سے اس سے باز رہے گا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاوے گی اور یہی منطوق ہے ابو ہریرہ کی حدیث کا جو آگے آتی ہے اور ایک وہ خیال جو خود شرع میں ﷺ

ﷺ ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا سَيِّئَةً وَإِذَا هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا عَشْرًا)).

جل جلالہ نے فرمایا جب میرا بندہ برائی کا قصد کرے (دل میں) تو مت لکھو اس کو پھر اگر وہ برائی کرے تو ایک برائی لکھ لو اور جو نیکی کا قصد کرے لیکن کرے نہیں تو ایک نیکی اس کے لیے لکھ لو اور اگر کرے تو دس نیکیاں لکھو۔

۳۳۵- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبْتُهَا لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَإِذَا هَمَّ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ أَكْتُبْهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا سَيِّئَةً وَاحِدَةً)).

۳۳۵- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جل جلالہ نے فرمایا جب میرا بندہ قصد کرتا ہے نیکی کرنے کا پھر کرتا نہیں اس کو تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہوں اور جو کرتا ہے اس نیکی کو تو ایک کے بدلے دس نیکیوں سے سات سو نیکیوں تک لکھتا ہوں اور جب قصد کرتا ہے برائی کا لیکن کرتا نہیں اس کو تو وہ برائی میں نہیں لکھتا۔ اگر کرتا ہے تو ایک برائی لکھتا ہوں۔

۳۳۶- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِي بِأَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ حَسَنَةً مَا لَمْ يَعْمَلْ فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا)) وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ رَبِّ ذَاكَ عَبْدُكَ يُرِيدُ أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ أَبْصَرُ بِهِ فَقَالَ ارْقُبُوهُ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّايَ)) وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ

۳۳۶- ابوہریرہؓ نے حضرت محمد ﷺ سے کئی حدیثیں بیان کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ جل جلالہ نے فرمایا جب میرا بندہ دل میں نیت کرتا ہے نیک کام کرنے کی تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ لیتا ہوں جب تک اس نے وہ نیکی کی نہیں پھر اگر کیا اس کو تو میں اس کے لیے دس نیکیاں (ایک کے بدلے) لکھتا ہوں اور جب دل میں نیت کرتا ہے برائی کرنے کی تو میں اس کو بخش دیتا ہوں جب تک کہ وہ برائی نہ کرے جب کرے تو ایک ہی برائی لکھتا ہوں اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرشتے کہتے ہیں اے پروردگار یہ تیرا بندہ ہے برائی کرنا چاہتا ہے حالانکہ پروردگار ان سے زیادہ دیکھ رہا ہے اپنے بندے کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھتے رہو اس کو اگر وہ برائی کرے تو ایک برائی ویسی ہی لکھ لو اور اگر نہ کرے (اور باز آوے اس ارادے سے) تو اسکے لیے ایک نیکی لکھو کیونکہ اس نے چھوڑ دیا برائی کو میرے ڈر سے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں کسی کا اسلام بہتر ہوتا ہے (یعنی خالص اور سچا، نفاق سے خالی) پھر وہ جو نیکی کرتا ہے اس کے لیے ایک کے بدلے دس نیکیاں سات سو تک لکھی جاتی ہیں اور جو

مِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِمِثْلِهَا حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ))۔

برائی کرتا ہے تو ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے یہاں تک کہ مل جاتا ہے اللہ جل جلالہ سے۔

۳۳۷- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ وَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ))۔

۳۳۷- ابوہریرہؓ سے راویت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قصد کرے نیکی کا اور نہ کرے اس کو تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جو شخص قصد کرے نیکی کا اور کرے اس کو تو اس کے لیے دس سے سات سو نیکیوں تک لکھی جاتی ہیں اور جو شخص قصد کرے برائی کا پھر نہ کرے اس کو تو وہ نہیں لکھی جاتی اور جو کرے تو لکھی جاتی ہے۔

۳۳۸- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ ((إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً))۔

۳۳۸- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے پروردگار سے فرمایا تحقیق اللہ نے لکھ لیا نیکیوں اور برائیوں کو پھر بیان کیا اس کو جو کوئی قصد کرے نیکی کا پھر کرے نہیں اس کو تو اللہ اس کے لیے پوری ایک نیکی لکھے گا اگر قصد کرے نیکی کا اور کرے اس کو تو اس کے لیے دس نیکیوں سے سات سو تک اور زیادہ لکھی جاویں گی اور قصد کرے برائی کا پھر اس کو نہ کرے تو اللہ اس کے لیے ایک پوری نیکی لکھے گا اور جو کرے تو اللہ اس کے لیے ایک ہی برائی لکھے گا۔

۳۳۹- عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَزَادَ ((وَمَحَاهَا اللَّهُ وَلَا يَهْلِكُ عَلَى اللَّهِ إِلَّا هَالِكٌ))۔

۳۳۹- دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے جیسے اوپر گزری اتنا زیادہ ہے کہ اگر اس برائی کو کرے تو ایک برائی لکھی جاوے گی یا اس کو بھی اللہ تعالیٰ مٹا دے گا اور کوئی تباہ نہ ہوگا خدا کے پاس مگر جس کی قسمت میں تباہی ہے۔

(۳۳۸) ☆ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ نیکی کے دوچند ہونے کی کوئی انتہا نہیں سات سو تک اور اس سے زیادہ بھی دوچند ہوتی ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور ماوردی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ دوچند ہونا سات سو سے زیادہ نہیں بڑھتا۔ اس حدیث سے اس قول کی غلطی ثابت ہوئی۔ (نوویؒ)

بَابُ بَيَانِ الْوَسْوَسَةِ فِي الْإِيمَانِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ وَجَدَهَا

باب: وسوسے کا بیان اور جب وسوسہ آوے تو کیا کہے

٣٤٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ ((وَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ)) قَالُوا نَعَمْ قَالَ ((ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ)).

۳۴۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کچھ لوگ صحابہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ ہمارے دلوں میں وہ وہ خیال گزرتے ہیں جن کا بیان کرنا ہم میں سے ہر ایک کو بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے (یعنی اس خیال کو کہہ نہیں سکتے کیونکہ معاذ اللہ وہ خیال کفر یا فسق کا خیال ہے جس کا منہ سے نکالنا مشکل معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا کیا تم کو ایسے وسوسے ہوتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ تو عین ایمان ہے۔

٣٤١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

۳۴۱- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی آئی ہے۔

٣٤٢- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَسْوَسَةِ قَالَ ((تِلْكَ مَحْضُ الْإِيمَانِ)).

۳۴۲- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا وسوسے کو تو آپ نے فرمایا یہ تو نرا ایمان ہے۔

٣٤٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ

۳۴۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ لوگ پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ کہے کوئی اللہ نے تو سب کو پیدا

(۳۴۰) ☆ یعنی جب تم اس وسوسے کو برا جانتے ہو اور ایسا برا کہ زبان سے اس کا نکلنا پسند نہیں کرتے تو معلوم ہوا کہ تمہارا ایمان کامل ہے اور شیطان کا زور تم پر نہیں چلتا ورنہ اس وسوسے کو دل میں جما دیتا اور رفتہ رفتہ زبان سے بھی اس کو نکالنے لگتے اور شیطان وسوسے اسی کے دل میں ڈالتا ہے جس کے گمراہ کرنے سے ناامید ہو جاتا ہے اور کافر کے دل میں وسوسے ڈالنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو اس کے قابو میں ہے جس طرح چاہتا ہے اس سے کھیلتا ہے۔ تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ وسوسے کا سبب ایمان ہے یا وسوسہ نشانی ہے خالص ایمان کی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے قاضی عیاضؒ نے۔ (نووی)

(۳۴۳) ☆ اور دوسری روایت میں ہے پناہ مانگے اللہ سے اور باز رہے مطلب یہ ہے کہ اس وسواس اور شبہ کو دل سے نکال ڈالے اور اس کا خیال چھوڑ دے اور اللہ سے دعا کرے اس کے دور ہونے کے لیے۔ امام مازریؒ نے کہا ظاہر حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ ایسے وسوسوں کو دور کر دیوے ان کی طرف خیال چھوڑ کر اور اللہ سے پناہ مانگ کر اور یہ ضروری نہیں کہ اس وسوسے کو غور اور فکر اور دلیلوں سے باطل کرے اصل یہ ہے کہ خیالات دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو دل میں جمے نہیں، یوں ہی یکایک آ گئے ان کا علاج تو یہی ہے جو حدیث میں مذکور ہوا اور ایسے ہی خیال کو وسوسہ کہتے ہیں اور ایک وہ جو دل میں جم جاویں تو وہ دفع نہیں ہوتے بغیر غور اور فکر اور نظر اور استدلال میں پڑیں تو اور زیادہ وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں جن کا دور کرنا اخیر میں محال ہو جاتا ہے اور اس کلام کی وہ شخص تصدیق کرے گا جس نے فلسفہ الٰہی اور حکمت اور کلام ☜

حَتّٰى يَقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ))۔

کیا پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا پھر جو کوئی اس قسم کا شبہ دل میں پاوے تو کہے ایمان لایا میں اللہ پر۔

۳٤٤- عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ مَنْ

۳۴۴- ہشام بن عروہ سے روایت ہے اسی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس آتا ہے پھر کہتا ہے کس نے آسمان پیدا کیا؟ کس نے زمین پیدا کی؟ تو وہ

ﷺ کا ذائقہ اچھی طرح سے چکھا ہو اور اس کے دقائق اور حقائق میں ایک مدت تک نظر اور فکر اور غور اور خوض کیا ہو میں نے اپنی عمر کے ایک حصہ کو اس میں صرف کیا اور بعد اس کے معلوم ہوا کہ جس قدر نظر اور استدلال کو وسعت دو گے اسی قدر حیرانی اور پریشانی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور کوئی دلیل کسی دعوے پر نقض یا معارضہ سے خالی نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ۔ اسی واسطے بڑے بڑے متکلمین کے اماموں نے جیسے امام غزالی، امام آمدی، ابن فورک امام فخر الدین رازی وغیرہم نے اپنی آخر عمر میں رجوع کیا طرف کتاب و سنت کے اور اعراض کیا ان وسواس اور خیالات عقلی سے جن میں شیطان نے پھنسا دیا تھا پھر بچا دیا خدا نے جس کو چاہا اپنے بندوں میں سے اور اللہ قادر ہے ہر شئے پر اور اسی کی پناہ مانگنا چاہیے شیطان کے شر سے۔ امام فخر الدین رازی نے کہا کہ انتہا عقل دوڑانے کی یہ ہے کہ اخیر میں عقل رک جاتی ہے اور اس کو حیرت ہو جاتی ہے اور بہت لوگوں نے جو اس میں کوشش کی وہ آخر گمراہ ہو گئے اب اسی شبہ کو دیکھو جو حدیث میں مذکور ہوا کہ اللہ نے سب کو پیدا کیا پھر اللہ کو معاذ اللہ کس نے پیدا کیا یہ کتنا بڑا شبہ شیطان کا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب ہے یا ممکن ہے۔ اگر ممکن ہے تو اس کے واسطے بھی ایک خالق ضرور ہے اور جو واجب ہے تو اس کے وجوب کو ثابت کرنا چاہیے اب حکماء اور متکلمین کو جو جو دقتیں خدا کے وجوب اور وحدت کے ثابت کرنے میں پیش آئی ہیں وہ حکمت اور کلام کی کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہیں اور جب ان کو دیکھو اور ان میں خوب غور کرو تو یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی بات دل میں نہیں جمتی اور چاروں طرف سے شبہات اور شکوک گھیر لیتے ہیں آخر پھر عمدہ طریقہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کریم کے وجوب اور وجود اور وحدت کو ان فطری دلائل سے ثابت کریں جو خدا نے اپنی عنایت سے ہر آدمی کے دل میں رکھی ہیں اور ان بے بنیاد دلائل کو جو متکلمین اور حکماء نے قائم کی ہیں یک قلم چھوڑ دیں۔ حکماء اور متکلمین کے دلائل ایسے ہیں جیسے مصنوعی پھول کہ ظاہر میں خوشنما پر تاثیر پھول کی نہیں بعوض اس تفریح اور بے انتہا خوشی کے جو پھول سونگھنے سے حاصل ہوتی ہے اس مصنوعی پھول سے ایک طرح کی تشویش اور حیرت پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے فطری دلائل خدا کے پہچاننے کے ہیں جن میں ذرا سے غور کرنے کے بعد خدا کا یقین ہو جاتا ہے اور اس کی صفت کا ثبوت بھی اچھی طرح سے حاصل ہوتا ہے اور ان دلائل مخدوشہ عقلیہ کی احتیاج باقی نہیں رہتی جن کو فلاسفہ اور متکلمین نے قائم کیا ہے اور ہم نے ان دلائل میں سے کچھ دلیلوں کا بیان اوپر کیا ہے اور خدا چاہے تو ہم اس باب میں ایک جداگانہ مفصل رسالہ لکھیں گے۔ بڑی عمدہ دلیل خدا کے پہچاننے کی یہ ہے کہ کسی کارخانے یا باغ یا مکان کا عمدہ کیا خراب انتظام بھی بدون ایک منتظم کے نہیں ہوتا پھر اتنی بڑی دنیا کا انتظام جس میں ہزاروں عالم مثل ہماری زمین کے ہیں اور ان سب کی حرکات اور سکنات اور پیداوار اور لیل و نہار کا بدون ایک حاکم زبردست منتظم کے جو کسی کا محتاج نہ ہو کیونکر ہو سکتا ہے اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ انتظام خود بخود ہو رہا ہے وہ اپنی عقل اور بصیرت سے کام نہیں لیتا۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور۔

(۳۴۴) ☆ اس کہنے سے شیطان مایوس ہو کر چلا جاوے گا کیونکہ اس کے بہکانے سے کچھ نقصان نہیں ہوا اگر یہ شبہ دل میں آوے تو اس کا ایک علاج اور ہے وہ یہ ہے کہ اس مردود شیطان سے کہے کہ خدا تو سب کا پیدا کرنے والا ہے اور خدا اسی کو کہتے ہیں جس کا پیدا کرنے والا اور کوئی نہ ہو پھر تیرا یہ پوچھنا کہ خدا کو کس نے پیدا کیا بڑی نادانی اور حماقت ہے۔

خَلَقَ الْأَرْضَ فَيَقُولُ اللَّهُ)) ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَزَادَ ((وَرُسُلِهِ)).

کہتا ہے اللہ نے پیدا کیا پھر شیطان کہتا ہے اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ جب ایسا شبہ تم میں سے کسی کو ہو تو کہے میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔

٣٤٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا حَتَّى يَقُولَ لَهُ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَ ذَلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَلْيَنْتَهِ)).

۳۴۵- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان تم میں سے ایک کے پاس آتا ہے پھر کہتا ہے کس نے یہ پیدا کیا؟ یہاں تک کہ یوں کہتا ہے کہ اچھا تیرے خدا کو کس نے پیدا کیا؟ جب تم میں سے کسی کو ایسا شبہ ہو تو پناہ مانگے اللہ کی شیطان سے اور باز رہے ایسے خیال سے۔

٣٤٦- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَأْتِي الْعَبْدَ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا)) مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ

۳۴۶- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان بندے کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے یہ کس نے پیدا کیا؟ یہ کس نے پیدا کیا؟ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جس طرح اوپر گزری۔

٣٤٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَا يَزَالُ)) النَّاسُ يَسْأَلُونَكُمْ عَنْ الْعِلْمِ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا ((اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهَ)) قَالَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي اثْنَانِ وَهَذَا الثَّالِثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهَذَا الثَّانِي.

۳۴۷- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ تم سے علم کی باتیں پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہیں گے اللہ نے تو ہم کو پیدا کیا پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ راوی نے کہا ابوہریرہؓ اس حدیث کو بیان کرتے وقت ایک کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے انھوں نے کہا سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے مجھ سے دو آدمی یہی پوچھ چکے اور یہ تیسرا ہے یا یوں کہ ایک آدمی پوچھ چکا ہے اور یہ دوسرا ہے۔

٣٤٨- عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِسْنَادِ وَلَكِنْ قَدْ قَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ.

۳۴۸- محمدؒ سے یہ حدیث موقوفاً ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر مروی ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اسناد میں نہیں ہے۔ لیکن اس حدیث میں یہ ہے کہ سچ کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

٣٤٩- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ

۳۴۹- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۴۵) ☆ یعنی یہ خیال چھوڑ دے اور کسی کام میں مصروف ہو جائے اور سمجھ لے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے اور وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے۔(نووی)

قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا يَزَالُونَ يَسْأَلُونَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللّٰهُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ)) قَالَ فَبَيْنَا أَنَا فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَنِي نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ فَقَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا اللّٰهُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ قَالَ فَأَخَذَ حَصًى بِكَفِّهِ فَرَمَاهُمْ ثُمَّ قَالَ قُومُوا قُومُوا صَدَقَ خَلِيلِي

نے مجھ سے فرمایا تھا اے ابا ہریرہؓ! لوگ تجھ سے پوچھتے رہیں گے (دین کی باتیں) یہاں تک کہ یوں کہیں گے بھلا اللہ تو یہ ہے اب اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ ایک بار ہم مسجد میں بیٹھے تھے اتنے میں کچھ لوگ گنوار آئے اور کہنے لگے اے ابوہریرہؓ بھلا اللہ تو یہ ہے اب اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ یہ سن کر ابوہریرہؓ نے ایک مٹھی بھر کنکریاں ان کو ماریں اور کہا اٹھو اٹھو سچ کہا تھا میرے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

۳۵۰- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((لَيَسْأَلَنَّكُمُ النَّاسُ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَقُولُوا اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَهُ)).

۳۵۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے لوگ ہر ایک بات پوچھیں گے یہاں تک کہ یوں کہیں گے کہ اللہ نے تو ہر چیز کو پیدا کیا پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

۳۵۱- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يَزَالُونَ يَقُولُونَ مَا كَذَا مَا كَذَا حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللّٰهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ)).

۳۵۱- انسؓ بن مالک سے روایت ہے انھوں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری امت کے لوگ کہتے رہیں گے یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ آخر یہ کہیں گے اللہ نے تو خلق کو پیدا کیا پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

۳۵۲- عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّ إِسْحَقَ لَمْ يَذْكُرْ قَالَ ((قَالَ اللّٰهُ إِنَّ أُمَّتَكَ)).

۳۵۲- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اسی طرح جیسے اوپر گزری مگر اس میں یہ نہیں ہے کہ اللہ نے فرمایا تیری امت کے لوگ۔

بَابُ وَعِيدِ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ مُسْلِمٍ بِيَمِينٍ فَاجِرَةٍ بِالنَّارِ

باب: جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مار لیوے اس کی سزا جہنم ہے

۳۵۳- عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ

۳۵۳- ابوامامہؓ (ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی یا عبداللہ بن ثعلبہ یا ثعلبہ بن عبداللہ) سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا حق (مال ہو یا غیر مال جیسے مردے کی کھال

(۳۵۳)☆ مسلمانوں کی حق تلفی کتنا بڑا گناہ ہے اور دوسرے جھوٹی قسم کھا کر معاذ اللہ اس کی سزا ایسی ہے کہ جنت سے محروم ہوئے اور جہنم میں جاوے اب چاہے یہ حق ذرا سا ہو یا بہت ہر حال میں یہی سزا ہے کیونکہ اس نے اسلام کے حق کو نہ پہچانا اور خدا کے نام کی عظمت بھی نہ کی۔ نووی نے کہا اس حدیث میں اسے دو طرح سے تاویل کرنا چاہیے جو اوپر گزریں ایک تو یہ کہ حدیث محمول ہے اس شخص پر جو اس کام کو حلال جان کر کرے پھر مر جائے اسی اعتقاد پر تو وہ کافر ہے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ دوسرے یہ کہ جہنم واجب ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ مستحق ہے ☜

عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ)).

گوبر وغیرہ یا اور قسم کے حقوق جیسے حق شفعہ حق شرب حد قذف بیوی کے پاس رہنے کی باری) مار لیوے قسم کھا کر تو اللہ نے اس کے لیے واجب کر دیا جہنم کو اور حرام کر دیا اس پر جنت کو۔ ایک شخص بولا یا رسول اللہ ﷺ اگر وہ ذرا سی چیز ہو؟ آپؐ نے فرمایا اگرچہ ایک ٹہنی ہو پیلو کی۔

۳۵۴- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَخَاهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا أُمَامَةَ الْحَارِثِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۳۵۴- مذکورہ بالا حدیث اس سند کے ساتھ بھی آتی ہے۔

۳۵۵- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ

۳۵۵- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قسم کھاوے حاکم کے حکم سے ایک مسلمان کا مال

ﷺ جہنم کا پر خدا اس کو معاف کر سکتا ہے اور جنت حرام ہونے سے یہ غرض ہے کہ اول ہلہ میں جب اور جنتی جنت میں جائیں گے تو اس کو جانا نہ ملے گا اور یہ جو قید لگائی کہ مسلمان کا حق مار لیوے تو اس سے یہ غرض نہیں کہ کافر ذمی کا مار لینا حرام نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی سخت وعید اسی کے حق میں ہے جو مسلمان کا حق مارے اور کافر ذمی کا حق مارنا بھی حرام ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس میں اتنا سخت عذاب ہو۔ یہ تفسیر اس شخص کے مذہب پر ہے جو مفہوم مخالف کا قائل ہے لیکن جو مفہوم مخالف کا قائل نہیں اس کو تاویل کی احتیاج نہیں اور قاضی عیاض نے کہا مسلمان کی قید اس لیے لگائی کہ اکثر معاملے مسلمانوں کے مسلمانوں سے ہی ہوا کرتے ہیں نہ اس لیے کہ کافر کا حق مارنا درست ہے بلکہ کافر اور مسلمان دونوں کے حق کا ایک ہی حکم ہے پھر یہ عذاب اس شخص کے لیے ہے جو مسلمان کا حق مارے اور توبہ سے پہلے مر جاوے لیکن جو توبہ کرے اور شرمندہ ہوا اپنے کئے ہوئے پر اور وہ حق جو اس نے مار لیا تھا پھیر دیوے تو اس سے گناہ ساقط ہو جاوے گا اور اس حدیث سے تائید ہوتی ہے مالک اور شافعی اور جمہور علماء کے مذہب کی کہ حاکم کا حکم مباح نہیں کرتا اس حق کو جو اس کا نہیں ہے مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مباح کر دیتا ہے۔(نووی)

نووی نے کہا جن لوگوں نے صحابہ کے حال میں کتابیں لکھی ہیں وہ اکثر کہتے ہیں کہ ابو امامہ حارثی یعنی اس حدیث کے راوی نے وفات پائی جب رسول اللہؐ جنگ احد سے لوٹے پھر آپ نے ان پر نماز پڑھی۔ اس صورت میں مسلم کی روایت منقطع ہوئی کیونکہ عبداللہ بن کعب تابعی ہے اور وہ کیونکر سن سکتا ہے اس شخص سے جس نے وفات پائی ۳ھ میں۔ لیکن یہ نقل ابو امامہ کی وفات کی صحیح نہیں کیونکہ عبداللہ بن کعب سے بہ صحت منقول ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے ابو امامہ نے جیسے خود مسلم نے دوسری روایت میں کیا ہے پھر یہ تصریح ہے عبداللہ بن کعب کے سماع کی ابو امامہ سے اور اس سے باطل ہوا وہ جو کہا گیا کہ ابو امامہ نے وفات پائی ۳ھ میں اور اگر یہ تاریخ وفات صحیح ہوتی تو مسلم اس سند کو نقل نہ کرتے امام ابن الاثیر نے اپنی کتاب "معرفۃ الصحابہ" میں انکار کیا ہے اس تاریخ وفات کا۔ انتہی۔

(۳۵۵) ☆ نووی نے کہا علماء نے کہا غصے سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کرے گا اور اس کو عذاب کرے گا اور اس کے کام کو برا جانے گا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل ہے ایک صفت الٰہی یعنی غضب کی علماء سلف نے صفات اللہ میں تاویل نہیں کی' جاری کیا ان ﷺ

حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) قَالَ فَدَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ صَدَقَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِيَّ نَزَلَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ أَرْضٌ بِالْيَمَنِ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ((هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ)) فَقُلْتُ لَا قَالَ ((فَيَمِينُهُ)) قُلْتُ إِذَنْ يَحْلِفُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) فَنَزَلَتْ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

مارنے کے لیے اور وہ جھوٹا ہو تو ملے گا اللہ سے اور وہ اس پر غصے ہو گا۔ جب عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی تو اشعث بن قیسؓ آئے اور کہا ابو عبدالرحمٰن (کنیت ہے ابن مسعودؓ کی) کیا حدیث بیان کرتے ہیں تم سے؟ لوگوں نے کہا ایسی ایسی حدیث۔ اشعثؓ نے کہا وہ سچ کہتے ہیں یہ میرے باب میں اتری۔ میری اور ایک شخص کی شرکت میں زمین تھی یمن میں تو جھگڑا ہوا مجھ سے اور اس سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا اچھا تو پھر اس سے قسم لے لے میں نے کہا وہ تو قسم کھا لے گا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجبور ہو کر قسم کھالے مسلمان کا مال مارنے کے لیے اور وہ جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے ملے گا اور وہ غصے ہو گا۔ اس پر پھر یہ آیت اتری ان الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ثمنا قلیلا. اخیر تک یعنی جو لوگ اللہ کا عہد اور قسم دے کر ذرا سا مال خریدتے ہیں ان کو آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور خدا ان سے بات نہ کرے گا اور ان کو پاک نہ کرے گا اور ان کی طرف نہ دیکھے گا اور ان کو دکھ کا عذاب ہو گا۔

٣٥٦- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بِئْرٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ((شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ)).

٣٥٦- فرمایا عبداللہ بن مسعودؓ نے جو شخص قسم کھاوے ایک مال مارنے کے لیے اور وہ جھوٹا ہو اس میں تو اللہ جل جلالہ سے ملے گا غصے کی حالت میں (یعنی خدا اس پر غصے ہو گا) پھر بیان کیا اسی طرح جیسے اوپر گزرا۔ اس میں یوں ہے کہ میرے اور ایک شخص کے بیچ میں تکرار تھی ایک کنویں میں ہم دونوں نے جھگڑا کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ نے فرمایا تیرے واسطے دو گواہ ہیں یا اس کی قسم ہے۔

٣٥٧- عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((مَنْ حَلَفَ عَلَى مَالِ امْرِئٍ

٣٥٧- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے جو شخص قسم

ﷺ کو ظاہر پر اور باز رہے ان کی کیفیت بیان کرنے سے اور یہی راہ سلامتی اور احتیاط کی ہے اور تاویل میں بہت خطرے ہیں۔ پر نوویؒ نے اس مقام پر متاخرین متکلمین کی پیروی کی ہے۔

مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

کھاوے کسی مسلمان کے مال پر ناحق تو ملے گا اللہ سے اور وہ اس پر غصے ہو گا۔ عبداللہ نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھی **ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا** آخیر تک۔

۳۵۸- عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا قَدْ غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ لِي كَانَتْ لِأَبِي فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ ((**أَلَكَ بَيِّنَةٌ**)) قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِينُهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي عَلَى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ ((**لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَلِكَ فَانْطَلَقَ**)) لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا أَدْبَرَ ((**أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلَى مَالِهِ لِيَأْكُلَهُ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللَّهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ**)).

۳۵۸-وائل بن حجرؓ سے روایت ہے ایک شخص حضر موت (ایک ملک کا نام عرب میں) اور ایک شخص کندہ کا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ حضر موت والے نے کہا یا رسول اللہؐ! اس شخص نے میری زمین دبالی ہے جو میرے باپ کی تھی۔ کندہ والے نے کہا وہ میری زمین ہے میرے قبضہ میں ہے میں اس میں کھیتی کرتا ہوں اس کا کچھ حق نہیں اس میں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے حضر موت والے سے کہا تیرے پاس گواہ ہیں؟ وہ بولا نہیں آپ نے فرمایا تو پھر اس سے قسم لے وہ بولا یا رسول اللہؐ! وہ تو فاجر ہے قسم کھانے میں اس کو باک نہیں اور وہ پرہیز نہیں کرتا کسی بات سے۔ آپ نے فرمایا تیرا اب کچھ بس اس پر نہیں چلتا سوا قسم کے۔ پھر وہ چلا قسم کھانے کو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اس نے پیٹھ موڑی دیکھو اگر اس نے قسم کھائی دوسرے کا مال اڑا لینے کو ناحق تو وہ خدا سے ملے گا اور خدا اس کی طرف سے منہ پھیر لے گا۔

۳۵۹- عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي أَرْضٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا إِنَّ هَذَا انْتَزَى عَلَى أَرْضِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ امْرُؤُ الْقَيْسِ بْنُ

۳۵۹- وائل بن حجرؓ سے روایت ہے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا اتنے میں دو شخص آئے لڑتے ہوئے ایک زمین کے لیے ایک بولا اس نے میری زمین چھین لی ہے جاہلیت کے زمانے میں اور وہ امراء القیس بن عابس کندی تھا اور اس کا حریف ربیعہ بن

(۳۵۹) ☆ یا مثناۃ سے اور زہیر کی روایت میں باء موحدہ سے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا صحیح اسحٰق کی روایت ہے یعنی عبدان یا مثناۃ سے اور یہی قول ہے دار قطنی اور عبدالغنی بن سعید اور ابو نصر بن ماکولا کا اور ابن یونس نے تاریخ میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن ایک جماعت حفاظ نے ان میں سے ہیں حافظ ابوالقاسم بن عساکر دمشقی اس کو عبدان بکسر بائے موحدہ اور عین اور تشدید دال روایت کیا ہے۔ نوویؒ نے کہا ان حدیثوں سے کئی مسائل معلوم ہوئے ایک تو یہ کہ قابض زیادہ حقدار ہے بہ نسبت غیر قابض کے دوسرے یہ کہ جب مدعی علیہ منکر اور مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ پر قسم ہے تیسرے یہ کہ وہ مقدم ہیں قبضے پر اور جس کے پاس گواہ ہوں چیز اس کو دلادی جاوے گی بغیر قسم کے۔ چوتھے ☜

عَابِسِ الْكِنْدِيُّ وَخَصْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ عِبْدَانَ قَالَ ((بَيِّنَتُكَ)) قَالَ لَيْسَ لِي بَيِّنَةٌ قَالَ ((يَمِينُهُ)) قَالَ إِذَنْ يَذْهَبُ بِهَا قَالَ لَيْسَ لَكَ إِلَّا ذَاكَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ لِيَحْلِفَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((مَنِ اقْتَطَعَ أَرْضًا ظَالِمًا لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) قَالَ إِسْحَقُ فِي رِوَايَتِهِ رَبِيعَةُ بْنُ عَيْدَانَ.

عبدان تھا۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس گواہ ہیں؟ وہ بولا نہیں آپ نے فرمایا تو پھر اس پر قسم ہے۔ وہ بولا یارسول اللہؐ! تب تو وہ میرا مال اڑالیا (قسم کھا کر) آپ نے فرمایا بس یہی ہو سکتا ہے تیرے لیے جب وہ اٹھا قسم کھانے کو تو رسول اللہ نے فرمایا جو شخص کسی کی زمین ظلم سے مارے گا تو خدا اس پر غصے ہو گا جب وہ اس سے ملے۔ اسحاق کی روایت میں ربیعہ بن عبدان ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ قَصَدَ أَخْذَ مَالِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ كَانَ الْقَاصِدُ مُهْدَرَ الدَّمِ فِي حَقِّهِ وَإِنْ قُتِلَ كَانَ فِي النَّارِ وَأَنَّ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ

باب: جو شخص پرایا مال ناحق چھیننا چاہے تو اس کا خون اس کے حق میں لغو ہو جائے گا اور مارا جاوے تو جہنم میں جاوے گا اور مال والا اگر اپنا مال بچانے میں مارا جاوے تو وہ شہید ہے

٣٦٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَخْذَ مَالِي قَالَ ((فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ)) قَالَ أَرَأَيْتَ

٣٦٠- ابوہریرہؓ سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں اگر کوئی شخص آوے میرا مال ناحق لینے کو؟ آپ نے فرمایا مت دے اپنا مال اس کو پھر اس نے کہا اگر وہ لڑے مجھ سے؟ آپ نے فرمایا تو بھی

☆ مدعی علیہ اگر فاسق ہو تب بھی اسکی قسم مقبول ہے اور مطالبہ اس سے ساقط ہو جاوے گا۔ پانچویں یہ کہ اگر مدعی یا مدعی علیہ ایک دوسرے کو خصومیت کے وقت ظالم یا فاجر کہیں تو مواخذہ نہ ہو گا۔ چھٹے یہ کہ اگر وارث کسی چیز کا دعویٰ کرے اپنے مورث کی طرف سے اور حاکم کو یہ بات معلوم ہو کہ اس کا مورث مر گیا ہے اور سوائے مدعی کے اور کوئی اس کا وارث نہیں ہے تو اس کا فیصلہ کرنا درست ہے اور اس پر کہ مدعی اس کا وارث ہے اور مورث مر گیا ہے گواہ لینا ضروری نہیں اور جو حاکم کو یہ امر معلوم نہ ہو تو پہلے وراثت کے ثبوت پر گواہ لینا چاہیے پھر دعوے کے ثبوت پر۔ انتہی مختصراً۔

(٣٦٠) ☆ یعنی وہ مستحق ہوا جہنم کا کیونکہ وہ ظالم تھا پھر یا اس کو بدلہ ملے گا اس ظلم کا اور جہنم میں جاوے گا یا اللہ معاف کر دے گا۔ اور جو اس فعل کو حلال جانتا ہو گا تو وہ کافر ہے وہ تو بے شک جہنم ہی میں جاوے گا اور یہ جو آپ نے فرمایا اگر تو مارا جاوے تو تو شہید ہے یعنی تجھ کو ثواب شہیدوں کا ملے گا اگرچہ دنیا کے احکام میں شہید نہ ہو گا کیونکہ شہید تین قسم کے ہیں ایک تو وہ جو کافروں کے ساتھ جہاد میں مارا جاوے کسی سبب سے وہ تو شہید ہے دنیا اور آخرت دونوں کے احکام کی رو سے یعنی دنیا میں یہ حکم ہے کہ اس کو غسل نہ دیں گے نہ اس پر نماز پڑھیں گے اور آخرت میں اس کو درجہ شہیدوں کا ملے گا۔ دوسرے وہ جو آخرت کے ثواب کی رو سے شہید ہے دنیا کے احکام میں شہید نہیں جیسے طاعون سے مرنے والا پیٹ کی بیماری سے یا مکان گر کر یا جو اپنے مال کے بچانے میں مارا جاوے جن پر شہید کا لفظ احادیث میں وارد ہوا ہے تو ایسے شہید کو غسل دیں گے اور اس پر نماز پڑھیں گے اور آخرت میں اس کو ثواب شہیدوں کا سا ملے گا پر یہ ضروری نہیں کہ پہلی قسم کے شہیدوں ☆

إِنْ قَاتَلَنِي قَالَ ((**قَاتِلْهُ**)) قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي قَالَ ((**فَأَنْتَ شَهِيدٌ**)) قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ قَالَ ((**هُوَ فِي النَّارِ**)).

اس سے لڑ پھر اس نے کہا اگر وہ مجھ کو مار ڈالے آپ نے فرمایا تو شہید ہے پھر اس نے کہا کہ اگر میں اس کو مار ڈالوں آپ نے فرمایا وہ جہنم میں جاوے گا۔

۳۶۱- عَنْ ثَابِتٍ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ لَمَّا كَانَ بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَبَيْنَ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ مَا كَانَ تَيَسَّرُوا لِلْقِتَالِ فَرَكِبَ خَالِدُ بْنُ الْعَاصِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَوَعَظَهُ خَالِدٌ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ**)).

۳۶۱- ثابت سے روایت ہے جو مولیٰ تھے عمرو بن عبدالرحمن کے جب عبداللہ بن عمرو اور عنبسہ بن ابی سفیان میں فساد ہوا تو دونوں مستعد ہوئے لڑنے کو خالد بن العاص یہ سن کر سوار ہوئے اور عبداللہ بن عمرو کے پاس گئے اور ان کو سمجھایا۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا تجھے معلوم نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مارا جائے اپنا مال بچانے کے لیے وہ شہید ہے۔

۳۶۲- عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

۳۶۲- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث آئی ہے۔

ﷺ کے برابر ملے۔ تیسرے وہ جو دنیا کے احکام کی رو سے شہید ہے پر اس کو شہادت کا ثواب یا پورا ثواب نہ ملے گا جیسے وہ شہید جو غنیمت کے مال میں خیانت کرے اور مثل اس کے جن کو کہا کہ وہ شہید نہیں ہیں پھر چونکہ اس قسم کا شہید کافروں کی جنگ میں مارا گیا اس کا حکم دنیا میں شہیدوں کا سا ہوگا نہ اس کو غسل دیں گے نہ اس پر نماز پڑھیں گے۔ پر آخرت میں اس کو پورا ثواب نہ ملے گا۔ شہید کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہے اور اس کی روح جنت میں حاضر ہے برخلاف اور اموات کے وہ قیامت کے دن جنت میں جاویں گے۔ یہ قول نضر بن شمیل کا ہے اور ابن الانباری نے کہا اس لیے کہ شہید کے لیے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں نے شہادت یعنی گواہی دی ہے جنت کی اور بعضوں نے کہا اس لیے کہ شہید جان نکلتے وقت اپنے درجے اور مرتبے کو دیکھ لیتا ہے اور بعضوں نے کہا اس لیے کہ فرشتے حاضر ہوتے ہیں اس کی روح لے جانے کو اور بعضوں نے کہا اس لیے کہ اس کے ایمان اور حسن خاتمہ پر لوگ گواہ ہیں ظاہر کی رو سے اور بعضوں نے کہا اس لیے کہ اس کا خون اور زخم اس پر گواہ ہیں کیونکہ وہ اٹھے گا قیامت کے دن اور اس کا زخم تازہ ہوگا خون بہتا ہوگا اور ازہری وغیرہ نے ایک اور قول نقل کیا کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ گواہ ہوگا قیامت کے دن اور امتوں پر۔ اس صورت میں اس کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہمارے پیغمبر کی امت گواہ ہے اور امتوں پر انتہی۔ ما قال النووی علیہ الرحمۃ۔

(۳۶۱) ☆ یعنی کوئی ظالم ظلم سے اس کا مال ناحق چھیننا چاہے پھر وہ لڑے اس سے اور مارا جاوے تو وہ شہید ہے اور اگر اس ظالم کو مار ڈالے تو وہ جہنم میں جاوے گا جیسے اگلی روایت میں گزرا۔ نووی نے کہا ان حدیثوں سے اس شخص کا قتل کرنا درست ہوتا ہے جو ناحق مال چھیننا چاہے اب چاہے یہ مال تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ حدیث عام ہے اور بعضے مالکیہ نے یہ لکھا ہے کہ تھوڑے مال کے چھیننے میں جیسے کپڑا یا کھانا قتل درست نہیں پر یہ مذہب کچھ نہیں کیونکہ حدیث کے خلاف ہے اور ٹھیک وہی ہے جو حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے جمہور علماء نے اور اپنا مال بچانے کے لیے لڑنا جائز ہے واجب نہیں اگر چاہے تو نہ لڑے مال لٹنا گوارا کر لیوے لیکن اپنی بیوی کی عزت بچانا واجب ہے اور اس کے لیے لڑنا ضروری ہے اور اپنی جان بچانے کے لیے اور دوسرے کو مار ڈالنا اس میں اختلاف ہے۔

بَابُ اسْتِحْقَاقِ الْوَالِي الْغَاشِّ لِرَعِيَّتِهِ النَّارَ

باب: جو حاکم اپنی رعیت کے حقوق میں خیانت کرے اس کے لیے جہنم ہے

۳۶۳- عَنِ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ الْمُزَنِيَّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ قَالَ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتُكَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((**مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ**)).

۳۶۳- حسن سے روایت ہے عبیداللہ بن زیاد معقل بن یسار کے پوچھنے کو آیا جس بیماری میں وہ مر گئے تو معقل نے کہا میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور اگر میں جانتا کہ ابھی زندہ رہوں گا تو تجھ سے بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کوئی بندہ ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ رعیت دیوے پھر وہ مرے اس حالت میں کہ وہ خیانت کرتا ہو اپنی رعیت کے حقوق میں مگر خدا حرام کر دے گا اس پر جنت کو۔

۳٦٤- عَنِ الْحَسَنِ قَالَ دَخَلَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَهُوَ وَجِعٌ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا لَمْ أَكُنْ حَدَّثْتُكَهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**لَا يَسْتَرْعِي اللَّهُ عَبْدًا رَعِيَّةً يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ**)) قَالَ أَلَّا كُنْتَ حَدَّثْتَنِي هَذَا قَبْلَ الْيَوْمِ قَالَ مَا حَدَّثْتُكَ أَوْ لَمْ أَكُنْ لِأُحَدِّثَكَ.

۳۶۴- حسن سے روایت ہے عبیداللہ بن زیاد معقل بن یسارؓ کے پاس گیا اور وہ بیمار تھے ان کو معقل نے کہا میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے بیان نہیں کی تھی تجھ سے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کسی بندے کو رعیت نہیں دیتا پھر وہ مرتے وقت ان کے حقوق میں خیانت کرتا ہوا مرتا ہے مگر اللہ حرام کر دیتا ہے اس پر جنت کو۔ ابن زیاد نے کہا کیا تم نے مجھ سے یہ حدیث بیان نہیں کی اس سے پہلے؟ معقلؓ نے کہا میں نے بیان نہیں کی تجھ سے یا میں کاہے کو بھلا تجھ سے بیان کرتا (اور اپنی جان پر مصیبت لیتا اب تو مرتا ہوں اب مجھے تیرا ڈر نہیں اس واسطے بیان کر دی)

(۳۶۳) ☆ یہ حدیث معقل نے عبیداللہ بن زیاد سے مرنے وقت بیان کی کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ عبیداللہ بن زیاد کو یہ حدیث فائدہ نہ دے گی پھر انھوں نے خیال کیا کہ حدیث کا چھپانا بہتر نہیں اور نیک بات کو بتلا دینا ضروری ہے اگرچہ وہ مانے یا نہ مانے اس وجہ سے انھوں نے اپنی زندگی میں بیان نہ کی کہ ایسا نہ ہو اس حدیث سے ایک فساد پھیلے لوگ عبیداللہ بن زیاد کو برا جان کر اس کی اطاعت سے پھر جاویں یا عبیداللہ بن زیاد معقل کو ایذا پہنچاوے کیونکہ وہ مردود ظالم اور جابر تھا اور اس نے اہل بیت نبوی کی حرمت نہیں کی تو اور کسی کو اس سے کیا توقع تھی۔ رعیت کے حقوق میں خیانت کرنے سے یہ مراد ہے کہ حاکم کے لیے اپنی رعیت کے دین اور دنیا دونوں کی اصلاح ضروری ہے پھر اگر اس نے لوگوں کا دین خراب کیا اور حدود شرعیہ کو ترک کیا یا انکی جان اور مال پر ناحق زیادتی کی یا اور کسی قسم کی ناانصافی کی یا ان کی حق تلفی کی تو اس نے اپنے فرض منصبی میں خیانت کی اب وہ جہنمی ہوا اگر اس کام کو حلال جانتا تھا تو ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم ہوا اور نہ اول ہلہ میں جب اور جنتی جنت میں جاویں گے یہ جانے سے محروم رہے گا۔ (نووی)

۳۶۵- عَنْ هِشَامٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ كُنَّا عِنْدَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ نَعُودُهُ فَجَاءَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ إِنِّي سَأُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا.

۳۶۵- ہشام سے روایت ہے حسن نے کہا ہم معقل بن یسارؓ کے پاس تھے ان کی بیمار پرسی کے لیے اتنے میں عبید اللہ بن زیاد آیا معقلؓ نے اس سے کہا میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے سنی رسول اللہ ﷺ سے پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری۔

۳۶۶- عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهِ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ لَوْلَا أَنِّي فِي الْمَوْتِ لَمْ أُحَدِّثْكَ بِهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ)).

۳۶۶- ابوالملیح (عامر یا زید بن اسامہ ہذلی بصری) سے روایت ہے۔ عبید اللہ بن زیاد نے بیمار پرسی کی معقلؓ کی ان کی بیماری میں تو معقلؓ نے کہا میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں مرنے والا نہ ہوتا تو تجھ سے بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جو حاکم ہو مسلمانوں کا پھر ان کی بھلائی میں کوشش نہ کرے اور خالص نیت سے ان کی بہتری نہ چاہے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہ جاوے گا (بلکہ پیچھے رہ جاوے گا اور اپنی ناانصافی کا عذاب بھگتے گا)

بَابُ رَفْعِ الْأَمَانَةِ وَالْإِيمَانِ مِنْ بَعْضِ الْقُلُوبِ وَعَرْضِ الْفِتَنِ عَلَى الْقُلُوبِ

باب: بعضے دلوں سے امانت اور ایمان اٹھ جانے کا بیان اور فتنوں کا آنا دلوں میں

۳۶۷- عَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ حَدَّثَنَا ((أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ

۳۶۷- حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے (امانت کے باب میں) دو حدیثیں بیان کیں ایک تو میں نے دیکھ لی اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں- حدیث بیان کی ہم سے (یہ پہلی حدیث ہے) کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ پر

(۳۶۷) ☆ نوویؒ نے کہا ظاہر یہ ہے کہ امانت سے وہ تکلیف مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دی اور وہ اقرار جو ان سے لیا۔ امام ابوالحسن واحدی نے اس آیت انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال کی تفسیر میں کہا ابن عباس نے کہا امانت اللہ تعالیٰ کے وہ فرائض ہیں جو اس نے فرض کئے اپنے بندوں پر اور حسن نے کہا امانت سے مراد دین ہے اور دین سب امانت ہے اور ابوالعالیہ نے کہا امانت سے او امر اور نواہی مراد ہیں اور مقاتل نے کہا امانت سے عبادات مراد ہیں۔ نووی نے کہا اکثر مفسرین کا یہی قول ہے تو امانت ان سب کے نزدیک عبادت اور فرائض ہیں جن کے ادا کرنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے اور صاحب تحریر نے کہا کہ حدیث میں امانت سے مراد وہی ہے جو اس آیت میں ہے انا عرضنا الامانة اور وہ عین ایمان ہے تو جب ایمان انسان کے دل میں خوب جما ہو گا اسی وقت وہ تکالیف کو پورا کرے گا اور ان کے ادا کرنے میں کوشش کرے گا۔ انتہی

الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْأَمَانَةِ قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ أَخَذَ حَصًى فَدَحْرَجَهُ عَلَى رِجْلِهِ فَيُصْبِحُ

اتری- پھر انہوں نے حاصل کیا قرآن کو اور حاصل کیا حدیث کو- پھر حدیث بیان کی آپ نے ہم سے (یہ دوسری حدیث ہے) کہ امانت اٹھ جائے گی تو فرمایا ایک شخص تھوڑی دیر سووے گا پھر اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی اور اس کا نشان ایک پھیکے رنگ کی طرح رہ جائے گا پھر ایک نیند لے گا تو امانت دل سے اٹھ جائے گی اور اس کا نشان ایک چھالے کی طرح رہ جائے گا جیسے تو ایک انگارہ اپنے پاؤں پر لڑھکا دے پھر کھال پھول کر ایک چھالہ (آبلہ) نکل آئے اس کے اندر کچھ نہیں- پھر آپ نے ایک کنکری لے

☆ مترجم کہتا ہے کہ امانت اور ایمان کا مادہ ایک ہے اور شرع میں ایمان اور امانت لازم و ملزوم ہیں جس کے دل میں ایمان ہے اس کے دل میں امانت بھی ہے اور جس کے دل میں ایمان نہیں ہے اس کے دل میں امانت بھی نہیں اور مراد امانت سے یہ ہے کہ دل میں ایک طرح کی پاکیزگی اور صفائی اور سچائی ہو اور انصاف و راستی کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہو جو دل زمانہ جاہلیت میں ایسے تھے انھوں نے ہی اسلام کو سمجھ کر قبول کیا اور شرک و کفر کو چھوڑا پھر قرآن و حدیث کے حاصل کرنے سے ان پر اور زیادہ نور چڑھ گیا آئینہ صاف تھا اس پر اور صیقل ہوئی اور جن دلوں میں امانت نہ تھی مکر اور خیانت سے ان کا خمیر ہوا تھا اور پھر سے شرک اور کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی جیسے ابو جہل کا دل ایسے دلوں کو قرآن و حدیث سے کچھ فائدہ نہ ہوا وہ ہرگز مسلمان نہ ہوئے بلکہ اپنی شیطنت اور مکر اور خیانت کی وجہ سے اور زیادہ کفر میں مضبوط ہو گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک کر دیا۔ اس کے سوا اور کچھ ان کا علاج نہ تھا۔ سونے سے یہی ظاہری معنی مراد ہیں یا سونے سے یہ مقصود ہے کہ تھوڑی دیر خدا کی یاد سے غافل ہو گا اور بری صحبت میں بیٹھے گا بے ایمانوں کے ساتھ یا تھوڑی دیر تک دنیا کے کام کاج پیچ کھوچ میں مصروف ہو گا یعنی نور اڑ جاوے گا اور تاریکی رہ جاوے گی جیسے ایک عمدہ رنگ کو دھوڈالو تو سیاہ سا دھبہ رہ جاتا ہے۔ حدیث میں وکت کا لفظ ہے جس کے معنی ٹل کا داغ اور بعضوں نے کہا پھیکی سیاہی اور بعضوں نے کہا وہ رنگ جو پہلے رنگ کے خلاف ہو۔ نووی نے صاحب تحریر سے نقل کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ امانت ذرا ذرا دل سے اٹھنا شروع ہو گی جب پہلا حصہ اس کا اٹھ جاوے گا تو اس کا نور جاتا رہے گا اور ایک سیاہ دھبہ رہ جاوے گا پھیکے رنگ کا گویا پہلے رنگ کے خلاف یہ رنگ پیدا ہو گا پھر جب اور ایک حصہ اٹھے گا تو چھالے کی طرح نشان ہو جاوے گا اور یہ ایک مضبوط داغ ہے جو مدت میں جاتا ہے اس میں سیاہی اول سے زیادہ ہو گی تو امانت کے نور جانے کو اور بے ایمانی کی تاریکی کو چھالے سے مشابہت دی ایک انگار پاؤں پر چلانے سے کہ آگ کا نور تو جھٹ چلا جاتا ہے اور ایک سیاہی کا داغ کھال پر چھوڑ جاتا ہے اور کنکری چلا کر آپ نے اس تشبیہ کو اور واضح کر دیا تاکہ لوگ بخوبی سمجھ جاویں۔ حاصل یہ ہے کہ ایمان کا نور آہستہ آہستہ دل سے اٹھتا جاوے گا اور کفر کی سیاہی چھاتی جاوے گی پہلے ایک ہلکا سا دھبہ ہو گا۔ اور زیادہ پھر اور یہاں تک کہ بالکل دل کالا ہو جاوے گا اور ایمان کے بدلے کفر چھا جاوے گا خدا کی پناہ یعنی اس زمانے میں جیسے ہر شخص امانت دار ہے کوئی کسی کا حق نہیں مارتا ہر ایک کو دوسرے پر بھروسہ ہے یہ بات بالکل جاتی رہے گی اور امانت کا نام و نشان دنیا سے اٹھ جاوے گا مگر کہیں کہیں ہزاروں لاکھوں میں ایک آدھ شخص ایماندار خدا ترس رہ جاوے گا جو امانت دار ہو گا لوگ اس کو مشہور کریں گے کہ ایک وہ شخص امانت دار ہے ایسا زمانہ اب موجود ہے کہ کوئی کسی پر بھروسہ نہیں کرتا جس کو روپیہ دو وہ ہضم کر جاتا ہے امانت کا ادا کرنا تو کیا بلکہ ساری دنیا میں بے ایمانی پھیل جاوے گی تو ایمان کی قدر اور منزلت بھی دل سے نکل جاوے گی تعریف بھی کریں گے تو بے ایمانوں کی۔ ☆

النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ لَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا أَجْلَدَهُ مَا أَظْرَفَهُ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ)) وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا أُبَالِي أَيُّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ دِينُهُ وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا أَوْ يَهُودِيًّا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِأُبَايِعَ مِنْكُمْ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا.

کر اپنے پاؤں پر لڑھکائی اور فرمایا لوگ بیچ کھوچ کریں گے اور ان میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو امانت کو ادا کرے یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قوم میں ایک شخص امانت دار ہے اور یہاں تک کہ ایک شخص کو کہیں گے وہ کیسا ہوشیار اور خوش مزاج اور عقلمند ہے (یعنی اس کی تعریف کریں گے) اور اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ پھر حذیفہؓ نے کہا میرے اوپر ایک زمانہ گزر چکا ہے جب میں بے کھٹکے ہر ایک سے معاملہ کرتا (یعنی لین دین) اس لیے کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا دین اس کو بے ایمانی سے باز رکھتا اور جو نصرانی یا یہودی ہوتا تو حاکم اس کو بے ایمانی سے باز رکھتا لیکن آج کے دن تو میں تم لوگوں سے کبھی معاملہ نہ کروں گا البتہ فلاں اور فلاں شخص سے کروں گا۔

۳۶۸- عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

۳۶۸- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

ﷺ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ حال حیدر آباد دکن دیکھا ہے وہ لوگ جو مومن مسلمان کہلاتے ہیں ذرا ذرا سے فائدے کے واسطے بے دین بے ایمان لوگوں کی تعریف کرتے ہیں ان کی خوشامد کرتے ہیں اور جو شخص دین کی تائید کرتا ہے اس کو ان بے ایمانوں کے خوش کرنے کے لیے برا کہتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ جبھی تو خدا کی مار ایسے نام کے مسلمانوں پر پڑی ہے کہ وہ علاوہ کافر کے حکومت میں رہنے کے اس کی نگاہ میں ایسے ذلیل اور خوار ہو گئے ہیں کہ سوا باورچی گری خدمت گاری خانسامانی کے اور کوئی کام ان سے نہیں لیا جاتا اور ایک زمانے میں مسلمان تمام قوموں کے سرتاج تھے ان کا رعب اور دھاک ایسی تھی کہ کافر ان کے نام سے لرزتے تھے۔ ہر ایک مسلمان خدا کے احکام پر اپنی جان نثار کرنے کو فخر جانتا تھا۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ چونکہ امانت اور ایمانداری کا زمانہ تھا اس لیے مسلمان تو سب امانت دار تھے ان سے بے خوف وخطر معاملہ اور لین دین کرتے مار لینے کا تو ڈر تھا ہی نہیں اور یہی اور نصرانی بھی بے ایمانی نہ کرتے ڈر کے مارے اور جو کرتے تو ایماندار حاکم موجود ہوتے جو ان کو سزا دیتے اور بے ایمانی سے باز رکھتے اور میرا پیسہ مجھ کو دلا دیتے وہ ہرگز نہ ڈوبتا چند لوگوں کا نام لیا جو ایماندار ہونگے۔ باقی لوگوں کا بھروسہ نہیں اور جب لوگ بے ایمان ہوئے تو حاکم بھی ویسے ہی ہوتے ہیں وہ رشوت خور اور ظالم ہونے کے علاوہ حق کو ناحق کرتے ہیں اور غریب رعایا کو ستاتے اور ان کا حق تلف کرتے ہیں اس وجہ سے حاکم سے بھی امید نہیں رہتی کہ وہ بے ایمان کو بھی سزا دے گا اور حق ڈوبنے نہ دے گا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا بعضوں نے مبایعت سے جو حذیفہؓ کے قول میں ہے خلافت کی بیعت مراد لی اور یہ خطا ہے کیونکہ یہودی اور نصرانی سے خلافت کی بیعت نہیں ہو سکتی تو مبایعت سے وہی بیچ کھوچ اور معاملہ اور لین دین مراد ہے۔

۳۶۹- عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْفِتَنَ فَقَالَ قَوْمٌ نَحْنُ سَمِعْنَاهُ فَقَالَ لَعَلَّكُمْ تَعْنُونَ فِتْنَةَ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَجَارِهِ قَالُوا أَجَلْ قَالَ تِلْكَ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَلَكِنْ أَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْفِتَنَ الَّتِي تَمُوجُ مَوْجَ الْبَحْرِ قَالَ حُذَيْفَةُ فَأَسْكَتَ الْقَوْمُ فَقُلْتُ أَنَا قَالَ أَنْتَ

۳۶۹- حذیفہؓ سے روایت ہے ہم امیر المومنین عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے انھوں نے کہا تم میں سے کس نے رسول اللہ ﷺ کو فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا؟ بعض لوگوں نے کہا ہاں ہم نے سنا ہے حضرت عمرؓ نے کہا شاید تم فتنوں سے وہ فتنے سمجھے ہو جو آدمی کو اس کے گھر بار اور مال اور ہمسائے میں ہوتے ہیں انھوں نے کہا ہاں حضرت عمرؓ نے کہا ان فتنوں کا کفارہ تو نماز اور روزے اور زکوٰۃ سے ہو جاتا ہے لیکن تم میں سے کس نے سنا ہے ان فتنوں کو رسول اللہ ﷺ سے جو دریا کی موجوں کی طرح امنڈ کر آویں گے؟ حذیفہؓ نے

(۳۶۹) ☆ فتنہ کے اصل معنی آزمائش اور امتحان ہے پھر عرف میں اس کو کہنے لگے جس سے ایک قسم کی برائی پیدا ہو۔ ابو زید نے کہا یوں کہتے ہیں وہ شخص فتنہ میں پڑ گیا جب اس کا حال بدل جائے اور اچھے سے برا ہو جاوے اور فتنہ اہل اور مال میں یہ ہے کہ ان کی محبت بہت غالب ہو جاوے اور خدا کے احکام کو فراموش کرے ان کو بجا نہ لاوے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں یا اولاد کا فتنہ یہ ہے کہ ان کی تعلیم اور تربیت نہ کرے اور وہ آوارہ ہو جاویں۔ ایسا ہی فتنہ ہمسایہ کا یہ ہے کہ اس کا حق ادا نہ کرے تو یہ سب فتنے ایک قسم کے گناہ ہیں جن کا کفارہ نیکیوں سے ہو جاتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نیکیاں مٹا دیتی ہیں برائیوں کو۔ حضرت عمر کی مراد فتنوں سے وہ فسادات تھے جو آئندہ آپ کی امت میں ظاہر ہونگے۔ ان میں مسلمانوں کا کشت و خون ہو گا یا گمراہی پھیلے گی حضرت عمر نے کہا تو نے سنا ہے تیرا باپ بہت اچھا تھا یعنی جس کے نطفے سے تجھ سا لڑکا پیدا ہوا۔ حدیث میں للہ ابوک ہے اور یہ ایک کلمہ ہے مدح کا عرب کے لوگوں کی عادت ہے جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں کیونکہ باپ کی نسبت خدا کی طرف کرنا اس کی بزرگی بیان کرنا ہے جیسے کہتے ہیں بیت اللہ اور ناقۃ اللہ۔ صاحب تحریر نے کہا جب لڑکے کی کوئی اچھی بات دیکھتے ہیں تو یہ کلمہ کہتے ہیں یعنی تیرا باپ بہت عمدہ تھا جس نے ایسا لڑکا جنا (نوویؒ) حدیث میں کالحصیر عوداً عوداً ہے۔ اس کو تین طرح پڑھا ہے ایک عوداً عوداً بضم عین دال مہملہ سے دوسرے عوداً عوداً بفتح عین دال مہملہ سے تیسرے عوذاً عوذاً بفتح عین ذال معجمہ سے۔ صاحب تحریر نے صرف اول وجہ کو بیان کیا ہے اور قاضی عیاضؒ نے تین وجہوں کو ذکر کیا ہے لیکن اول وجہ کو اختیار کیا ہے اور کہا کہ ہمارے شیخ ابوالحسین بن سراج نے دوسری وجہ کو اختیار کیا ہے اب تینوں وجہوں کا ترجمہ الگ الگ مذکور ہوتا ہے پہلی وجہ کا ترجمہ یہ ہے کہ فتنے دلوں میں ایک کے بعد ایک آتے جاویں گے جیسے بوریے کی تیلیاں (یعنی کازیاں) ایک کے بعد ایک لگائی جاتی ہیں یعنی بوریا بننے والا جیسے پہلے تیلی لیتا ہے اس کو بن کر پھر دوسری تیلی بنتا ہے اسی طرح یہ فتنے بھی ہوں گے کہ پہلے ایک دل میں جمے گا پھر دوسرا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ میرے نزدیک حدیث کا مطلب یہی ہے اور سیاق اور تشبیہ اس پر دلالت کرتی ہے دوسری وجہ کا ترجمہ یہ ہے کہ فتنے دلوں کی ایک جانب میں بن کر چپک جاویں گے جیسے بوریا سینے والے کے پہلو سے چپک جاتا ہے اور عوذاً عوذاً کے یہ معنی ہونگے کہ بار بار وہی فتنے آویں گے۔ تیسری وجہ کا ترجمہ یہ ہے کہ فتنے دلوں پر آویں گے اور چپکیں گے بوریے کی طرح خدا کی پناہ ان فتنوں سے یعنی خدا بچاوے ہم کو ان فتنوں سے (نووی) پھر جس دل میں وہ فتنہ رچ جاوے (یعنی سما جاوے گا اور بیٹھ جاوے گا) تو اس میں ایک کالا داغ ہو گا اور جو دل اس کو نہ مانے گا (اور قرآن اور حدیث پر قائم رہے گا) اس میں ایک سفید نورانی دھبہ یہانتک کہ اسی طرح کالے اور سفید دھبے ہوتے ہوتے دو قسم کے دل ہو جاویں گے ایک تو خالص سفید دل چکنے پتھر کی طرح (جس میں کوئی چیز لگ نہیں سکتی یہ تشبیہ ہے اس دل کی صاف چکنے پتھر سے یعنی جیسے اس قسم کا

لِلّٰهِ أَبُوكَ قَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُودًا عُودًا فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتَّى تَصِيرَ عَلَى قَلْبَيْنِ عَلَى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا وَلَا

کہا یہ سن کر سب لوگ چپ ہو رہے میں نے کہا میں نے سنا ہے حضرت عمرؓ نے کہا تو نے سنا ہے تیرا باپ بہت اچھا تھا کہا حذیفہؓ نے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے فتنے دلوں پر ایسے آویں گے ایک کے بعد ایک جیسے بوریے کی تیلیاں ایک کے بعد ایک ہوتی ہیں پھر جس دل میں وہ فتنہ رچ جائے گا تو اس میں ایک کالا داغ پیدا ہوگا اور جو دل اس کو نہ مانے گا اس میں ایک سفید نورانی دھبہ ہوگا یہاں تک کہ اسی طرح کالے اور سفید دھبے ہوتے ہوتے دو قسم کے دل ہو جائیں گے ایک تو خالص

ﷺ پتھر صاف داغوں سے پاک ہوتا ہے ویسے ہی یہ دل بھی ان فتنوں کی آلائش سے پاک اور صاف ہوگا) دوسرے کالا سفیدی مائل (یعنی بھورا) اوندھے کوزے کی طرح جو نہ کسی اچھی بات کو اچھا سمجھے گا نہ بری کو برا۔ اپنی خواہش کے تابع ہوگا حدیث میں مربادا کا لفظ ہے اور بعضوں نے اس کو مربندا پڑھا ہے۔ راوی نے خود اس کی تفسیر آگے بیان کی ہے اور کہا ہے کہ اسود مربادا سے یہ مراد ہے کہ سفیدی کا غالب ہونا سیاہی میں۔ قاضی عیاضؒ نے کہا ہمارے بعض مشائخ کہتے تھے کہ اس میں غلطی ہوئی ہے یعنی شدة البياض في سواد میں اور بجائے شدت کے شبہ کا لفظ صحیح ہے یعنی سیاہی مائل سفیدی کے کیونکہ جس سیاہی میں سفیدی غالب ہو اس کو ربدہ نہیں کہتے بلکہ بلق کہتے ہیں اگر بدن میں ہو اور آنکھ میں ہو تو حور کہتے ہیں اور ربدہ تو وہ ذرا سی سفیدی ہے جو سیاہی میں ملی ہوتی ہے جیسے شتر مرغ کا رنگ ہوتا ہے اسی واسطے اس کو ربدہ کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے ابو عمرو سے نقل کیا کہ ربدہ وہ رنگ ہے جو سیاہی اور خاکی کے بیچ میں ہوتا ہے ابن درید نے کہا ربدہ تیرہ رنگ کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ جس سیاہی میں تیرگی مل جاوے اور مجخیا کے معنی اوندھا اس کی تفسیر بھی آگے آئی ہے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا مجھ سے ابن سراج نے کہا کالكوز مجخيا یہ اس کی سیاہی کی تشبیہ نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے وصل کا بیان ہے اس کے اوصاف میں سے یعنی وہ دل اوندھا ہو گیا ہے جیسے کوزا اوندھا ہو جاتا ہے پھر اس میں پانی نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح اس دل میں کوئی بہتری اور بھلائی اور حکمت کی بات نہ رہے گی اور اس کا بیان کیا یہ کہہ کر نہ وہ بھلی بات کو بھلی سمجھے گا نہ بری کو بری۔ قاضی عیاض نے کہا جو دل بھلی بات کو نہ جمنے دے اس کو مشابہت دی اوندھے کوزے سے جس میں پانی نہیں ٹھہرتا۔ صاحب تحریر نے کہا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے یا گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے تو ہر ایک گناہ کے کرنے سے اس کے دل میں تاریکی آ جاتی ہے پھر وہ فتنے میں پڑ جاتا ہے اور اسلام کا نور بالکل اس کے دل سے رخصت ہو جاتا ہے اور دل مثل اوندھے کوزے کے الٹ جاتا ہے یعنی جیسے کوزے کو اوندھا دو تو اس میں جو کچھ ہوتا ہے نکل جاتا ہے پھر کچھ نہیں سماتا اسی طرح اس کے دل سے اسلام کا سارا نور نکل جاتا ہے اور پھر بالکل نہیں آتا (نووی) یہ جو فرمایا فتنے دریا کی موجوں کی طرح امنڈ کر آویں گے تو اب فتنوں کا روکنا ممکن نہ ہوگا اور وہ امنڈا منڈ کر موجوں کی طرح آنے لگیں گے۔ یہ جو حضرت عمر نے حذیفہؓ سے کہا تیرا باپ نہیں یہ ایک کلمہ ہے جو عرب کی زبان میں کسی کام پر مستعد کرنے کو کہتے ہیں یعنی تجھے کوئی بچانے والا نہیں اگر خیر تیرا باپ زندہ ہوتا تو وہ مصیبت میں تیرا شریک ہوتا اور تجھے اتنی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی پر اب تو تو اکیلا ہے پھر کوشش کر اور مستعدی کر اپنے بچانے میں (نووی) فرمایا تمہارے اور اس فتنے کے بیچ میں ایک دروازہ ہے یعنی یہ دروازہ جو ابھی بند ہے اور فتنوں کو روکے ہوئے ہے ایک شخص کی ذات ہے جس کے سبب سے تمام فساد رکے ہوئے ہیں پھر جب وہ مارا جاوے گا تو گویا دروازہ ٹوٹ گیا اور فتنوں کی روک جاتی رہی اب دھڑا دھڑ فتنوں کی ﷺ

يُنكِرُ مُنكَرًا إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ)) قَالَ حُذَيْفَةُ وَحَدَّثْتُهُ أَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا يُوشِكُ أَنْ يُكْسَرَ قَالَ عُمَرُ أَكَسْرًا لَا أَبَا لَكَ فَلَوْ أَنَّهُ فُتِحَ لَعَلَّهُ كَانَ يُعَادُ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ وَحَدَّثْتُهُ أَنَّ ذَلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يُقْتَلُ أَوْ يَمُوتُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ قَالَ أَبُو خَالِدٍ فَقُلْتُ لِسَعْدٍ يَا أَبَا مَالِكٍ مَا أَسْوَدُ مُرْبَادًّا قَالَ شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِي سَوَادٍ قَالَ قُلْتُ فَمَا الْكُوزُ مُجَخِّيًا قَالَ مَنْكُوسًا.

سفید دل چکنے پتھر کی طرح جس کو کوئی فتنہ نقصان نہ پہنچائے گا جب تک کہ آسمان وزمین قائم رہیں دوسرے کالا سفیدی مائل یا اوندھے کوزے کی طرح جو نہ کسی اچھی بات کو اچھی بات سمجھے گا نہ بری بات کو بری مگر وہی جو اس کے دل میں بیٹھ جائے۔ حذیفہؓ نے کہا پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ تمہارے اور اس فتنے کے بیچ میں ایک دروازہ ہے جو بند ہے مگر نزدیک ہے کہ وہ ٹوٹ جاوے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ٹوٹ جاوے گا تیرا باپ نہیں اگر کھل جاتا تو شاید پھر بند ہو جاتا میں نے کہا نہیں ٹوٹ جاوے گا اور میں نے ان سے حدیث بیان کی کہ یہ دروازہ ایک شخص ہے جو مارا جاوے گا یا مر جاوے گا پر یہ حدیث کوئی غلط (دل سے بنائی ہوئی بات) نہ تھی ابو خالد نے کہا میں نے سعد بن طارق سے پوچھا (جو اس حدیث کے راوی ہیں) اسود مربادا سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا سفیدی کی شدت سیاہی میں میں نے کہا کالکوز مجخیاً سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا کوزا اوندھا ہوا۔

لله موجیں امنڈ امنڈ کر آویں گی اور سب لوگ تلاطم میں پڑ جاویں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ ذات ہے حضرت عمر کی اور شاید حذیفہ نے رسول اللہؐ سے یوں ہی سنا ہو شک کے طور پر کہ وہ مارے جاویں گے یا مر جاویں گے یا حذیفہ یہ جانتے ہونگے کہ حضرت عمر مارے جاویں گے لیکن انھوں نے اس کا صاف بیان کرنا ان کے روبرو برا سمجھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عمر خود بھی اس دروازے کو جانتے تھے جیسے یہ بات جانتے تھے کہ آج کی رات کل کے دن سے پہلے ہے اور یہ جو حذیفہ نے کہا یہ حدیث غلط نہ تھی یعنی دل کی تراشی ہوئی نہ تھی نہ اہل کتاب کی کتابوں سے نکالی گئی تھی بلکہ خاص رسول اللہ کی حدیث ہے پھر جو رسول اللہؐ نے فرمائی ویسا ہی ہوا اور حضرت عمر جو فتنوں کی روک تھے شہید ہوئے اور ان کے بعد سے برابر فتنوں کا دروازہ کھل گیا حضرت عمر کی شہادت حضرت عثمان کی شہادت، جنگ جمل، جنگ صفین، قتل خوارج، حضرت علی کی، شہادت، حضرت حسن کی وفات واقعہ ہائلہ کربلا حسینؓ کی اہل بیت نبوی کی بے حرمتی، مختار بن عبید ثقفی کی جنگ، مصعب کی جنگ مختار سے، عبداللہ بن زبیر کا قتل، مکہ معظمہ میں اہل مدینہ کی بربادی یزید کے ہاتھ سے، اسی طرح سے ہزاروں خرابیاں اور فتنے جواب تک اہل اسلام کے آپس میں واقع ہوئے سبحان اللہ حضرت عمر کی فضیلت اور بزرگی کے لیے عقلمند آدمی کے نزدیک ایک یہ حدیث کافی ہے دوسری حدیثوں کی ضرورت نہیں جن کی ذات مقدس آفتوں اور بلاؤں کی روک اور اسلام کی پشت پناہ کافروں پر دھاک، مسلمانوں میں اتفاق تھی اس ذات کو بعضے بدذات شریر کس منہ سے برا کہتے ہیں اور خدا اور اس کے رسولوں سے نہیں شرماتے۔

۳۷۰- عَنْ رِبْعِيٍّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ حُذَيْفَةُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ جَلَسَ فَحَدَّثَنَا فَقَالَ إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمْسِ لَمَّا جَلَسْتُ ((إِلَيْهِ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي خَالِدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ تَفْسِيرَ أَبِي مَالِكٍ لِقَوْلِهِ مُرْبَادًا مُجَخِّيًا)).

۳۷۰- ربعی بن حراش سے روایت ہے جب حذیفہ حضرت عمر کے پاس سے آئے تو بیٹھے ہم سے حدیثیں بیان کرتے انھوں نے کہا کل امیر المومنین نے جب میں ان کے پاس بیٹھا آپ نے لوگوں سے پوچھا تم میں کس کو یاد ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد فتنوں کے باب میں؟ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری اس میں مرباداً اور مجخیاً کی تفسیر نہیں ہے جیسے اوپر کی روایت میں ہے۔

۳۷۱- عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ مَنْ يُحَدِّثُنَا أَوْ قَالَ أَيُّكُمْ يُحَدِّثُنَا وَفِيهِمْ حُذَيْفَةُ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ.قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ كَنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ وَقَالَ يَعْنِي أَنَّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۳۷۱- ربعی بن حراش سے روایت ہے انھوں نے سنا حذیفہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم میں سے کون ہم سے حدیث بیان کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتنوں میں؟ وہاں حذیفہ بھی تھے انھوں نے کہا میں بیان کرتا ہوں پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری اس روایت میں یہ ہے کہ حذیفہ نے کہا میں نے ان سے ایک حدیث بیان کی جو غلط نہ تھی (یعنی سنی سنائی ادھر ادھر کی بات نہ تھی) بلکہ رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّ الْإِسْلَامِ بَدَأَ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا وَّ اَنَّهُ يَارِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ

باب: اسلام شروع ہوا غربت کے ساتھ اور پھر غریب ہو جاوے گا اور سمٹ آوے گا دونوں مسجدوں کے بیچ میں

۳۷۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ)).

۳۷۲- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام شروع ہوا غربت سے مدینے میں اور پھر ایسے یہ لوٹ آوے گا جیسے شروع ہوا تھا (مدینہ میں) تو خوشی ہو غریبوں کے لیے۔

(۳۷۰) ☆ اسلام شرع ہوا مدینہ سے یعنی پہلے ان لوگوں سے شروع ہوا جو مدینہ منورہ میں مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اور وہ غریب مسافر تھے اپنے وطن چھوڑ کر آئے تھے اور پھر ایسا ہی ہو جائے گا۔ یعنی اخیر زمانہ میں اسلام سمٹتے سمٹتے پھر مدینے میں آجاوے گا اور ساری دنیا میں کفر کا زور ہوگا جو مسلمان ہونگے وہ کافروں کے ڈر سے مدینہ میں بھاگ کر آجائیں گے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ پہلے اسلام شروع ہوا چند معدود لوگوں سے پھر آخر زمانہ میں بھی اسی طرح گھٹ کر تھوڑے لوگوں میں رہ جاوے گا اب جو فرمایا طوبیٰ ہو غرباء کے لیے تو طوبیٰ کے معنی خوشی اور سرور ہے اور بعضوں نے طوبیٰ سے جنت کو مراد لیا ہے بعضوں نے اس درخت کو جو جنت میں ہے اور یہ سب معنی بن سکتے ہیں۔ (نووی)

۳۷۳- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عنهما عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ وَهُوَ يَأْرِزُ

۳۷۳- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام شروع ہوا غربت میں اور پھر غریب ہو جاوے گا جیسے شروع ہوا تھا اور وہ سمٹ کر دونوں مسجدوں (مکے مدینے) کے بیچ

(۳۷۳) ☆ قاضی عیاض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اول اور آخر دونوں زمانوں میں اسی حال پر ہوگا کیونکہ اول زمانے میں جو سچا ایماندار تھا وہ مدینے میں چلا آیا یا تو ہجرت کر کے اس کو وطن بنانے کو یا رسول اللہ کی زیارت کو اور آپ سے علم حاصل کرنے کو ایسا ہی خلفاء کے زمانے میں رہا اور ایسا ہی اس کے بعد جو عالم اپنے وقت کے پیشوا اور امام گزرے ہیں وہ حدیث حاصل کرنے کے لیے مدینہ میں آئے او رہمارے زمانے تک بھی لوگ وہیں جاتے رہے رسول اللہ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے اور وہاں کے اور مشاہد اور آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے تو مدینہ میں نہ آوے گا مگر وہی جو مومن ہوگا انتہی۔ السراج الوہاج میں ہے کہ شاید واقعہ قیامت کے قریب ہوگا اور اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام اخیر زمانہ تک رہے گا اور وہ غریب ہو جاوے گا اور حرمین میں سمٹ کر آجاوے گا اور یہ وقت ابھی تک نہیں آیا باوجود اس کے کہ اسلام غریب ہو گیا ہے اور کیسا غریب۔ دوسری روایت میں ہے عمرو بن عوفؓ سے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا دین سمٹ کر حجاز میں آجاوے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سما جاتا ہے اور دین حجاز سے اس طرح بندھ جاوے گا جیسے بکری پہاڑ کی چوٹی سے۔ اور دین شروع ہوا غربت سے اور پھر ایسا ہی ہو جاوے گا جیسے شروع ہوا تھا تو خوشی ہو غرباء کے لیے اور غرباء وہ ہیں جو سدھاریں گے میری نسبت کو جب لوگ بگاڑیں گے اس کو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ مرقات میں ہے کہ حجاز عرب کے اس ٹکڑے کا نام ہے جس میں مکہ اور مدینہ ہیں اور اس کے گرد بستیاں ہیں اور یہ بات تو بعضوں نے کہا کہ پائی جاتی ہے اس زمانہ میں اس لیے کہ تمام دنیا کے شہر بھر گئے ہیں بے دینی سے اور اس وقت میں دین سمٹ گیا ہے حجاز کی طرف اور حجاز سے اشارہ ہے اس مبارک ٹکڑے کی طرف جس کو یمن کہتے ہیں کیونکہ یمن سے ایک جماعت پیدا ہوئی اہل حدیث کی جنھوں نے سدھارا ان سنتوں کو رسول اللہ کی جن کو لوگوں نے بگاڑ دیا تھا اور اب تک بعضے لوگ ان میں کے یمن میں باقی ہیں یا اللہ تو ہم کو ان میں سے کر اور ہمارا حشر ان کے ساتھ کر۔

مترجم کہتا ہے کہ مراد رسول اللہ کی اس حدیث سے یہ معلوم ہو کہ اخیر زمانہ میں اسلام کا تنزل شروع ہوگا اور جا بجا کافر مسلمانوں کے اوپر غالب ہوتے جاویں گے یہاں تک کہ تمام ممالک اور بلاد کافروں کی حکومت میں آجاویں گے اور سب جگہ کافروں کا زور ہو جاوے گا اور آخر پھر وہی شہر یعنی مکہ اور مدینہ جہاں سے اسلام شروع ہوا تھا مسلمانوں کی پناہ کی جگہ ہوگی اور یہ امر کچھ ظاہر ہو چکا ہے اور کچھ باقی ہے۔ سب سے پہلے جو ملک مسلمانوں کے قبضہ سے گیا وہ اندلس کا ملک تھا جہاں کی مسجدیں اور مدرسے مسلمانوں کے بنوائے ہوئے اب تک یادگار ہیں اور ایک مسجد قرطبہ میں اتنی بڑی ہے کہ ویسی مسجد دنیا میں اور کہیں نہیں پر افسوس ہے کہ نصاریٰ نے غالب آکر اس مسجد کو گرجا کر دیا ہے اور گزشتہ پچاس سال سے تو اس قدر جلد جلد مسلمانوں کا تنزل ہو رہا ہے اور ان کی حکومتیں برباد ہوتی جاتی ہیں کہ اگر ایسا ہی رہا خدانخواستہ تو بہت قریب زمانے میں مسلمانوں کی حکومت صرف مکہ معظمہ اور مدینہ منور میں رہ جاوے گی وہ ملک جہاں صدہا برس سے مسلمان بستے اور رہتے تھے اور کافروں کا نام و نشان تک نہ تھا اب وہاں پر کافر بادشاہ ہیں اور مسلمان ذلیل و خوار۔ پہلے ہندوستان کی سی بڑی وسیع اور زرخیز ولایت مسلمانوں کے قبضے سے نکل کر نصاریٰ کے قبضے میں آئی پھر ابھی چند ہی روز گزرے کہ کاشغر کو چین کے بت پرستوں نے چھین لیا اور بخارا اور خیوا اور وسط ایشیا کے ملک کو روس کے نصاریٰ نے دبا لیا اور بلقان اور بوسینیا اور سرویا اور جبل اسود جو روم کے سلطان کے زیر نگیں تھے وہ مختار ہو گئے اسی طرح یونان کا حاکم نصرانی بادشاہ خود مختار ہو گیا اب اس وقت میں جب میں اس حدیث کی تفسیر لکھ رہا ہوں مرو اور ترکمانوں کا ملک روس کے نصاریٰ نے دبا لیا ہے اور اس کی نظر افغانستان پر بھی ہے اور ادھر سے ہندوستان کے نصاریٰ افغانستان پر دعوے کر رہے ہیں اور رفتہ

بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا)).

میں آجاوے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے سوراخ میں (بل میں) چلا جاتا ہے۔

٣٧٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا)).

۳۷۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان سمٹ کر مدینہ میں اس طرح سے آجاوے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں سما جاتا ہے۔

بَابُ ذَهَابِ الْإِيمَانِ آخِرَ الزَّمَانِ

باب: اخیر زمانے میں ایمان کا مٹ جانا

٣٧٥- عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اللَّهُ اللَّهُ)).

۳۷۵- انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا ہے۔

ولایت مصر کو سلطان روم کے اختیار سے نکال کر وہاں اپنا اقتدار جما رہے ہیں اور جزیرہ عرب کے کئی بنادر مثل عدن اور سواکن وغیرہ کے اپنے قبضے میں کئے ہیں اب دو سلطنتیں نام کے لیے باقی ہیں یعنی روم اور ایران کی وہ بھی نصاریٰ سے خائف اور لرزاں[1] ہیں۔ اور ان ہی کی مرضی کے موافق انتظام کرتے ہیں حدود شرعیہ کا نام ونشان نہیں فسق وفجور کا علی الاعلان بازار گرم ہے اب وہ زمانہ بہت قریب معلوم ہوتا ہے جب نام کے لیے بھی مسلمانوں کی سلطنت اور حکومت نہ رہے گی اور وہ سب نصاریٰ کی رعایا بن کر رہیں گے اور جو سچے مسلمان ہوں گے وہ ان کی حکومت سے بھاگ کر مکہ اور مدینہ میں دم لیں گے اس وقت اس حدیث کا پورے طور سے ظہور ہو جائے گا اگر کوئی کہے کہ مکہ اور مدینہ میں تو اس وقت خود بدعات کا زور ہے اور قرآن وحدیث کی نشر سے وہاں کچھ شیاطین ہیں جو مانع ہوتے ہیں پھر اسلام کے سمٹنے سے مکہ اور مدینہ کی طرف کیا مراد ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان شیاطین کا زور مکہ اور مدینہ میں فی الحال ہے جب کہ سچے اور پکے مسلمان ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں پھر جب یہ سب سچے مسلمان کافروں سے ڈر کر مکہ اور مدینہ میں جا کر جمیں گے تو ان شیاطین کی اچھی طرح خبر لیں گے اور اس وقت میں بڑی آزادی کے ساتھ کتاب اور سنت کی پیروی حرمین میں رائج ہوگی اور بدعات[2] کی سرکوبی بخوبی ہو جاوے گی۔ جو کوئی زندہ رہے گا وہ اس کو دیکھے گا۔ انشاء اللہ۔

(۳۷۵) ☆ پھر جب کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا اس وقت قیامت قائم ہوگی۔ نووی نے کہا مراد یہ ہے کہ قیامت اسی وقت ہوگی جب سب لوگ بدترین رہ جاویں گے جیسے دوسری روایت میں ہے اور یمن کی طرف سے ایک ہوا آوے گی قیامت کے قریب تو سب مومن مر جاویں گے اس ہوا سے یہ بات کہ زمین میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے پہلے مجھ کو قیاس سے بعید معلوم ہوتی تھی پر اس زمانے میں تصدیق ہو گئی اور حدیث پر کامل یقین ہو گیا ہمارے زمانے میں اللہ کے منکر بہت پھیلتے جاتے ہیں اور کوئی اللہ کا نام لیوے تو اس پر ہنستے ہیں پھر قیامت کے قریب کم بخت اسی قسم کے منکرین یعنی دہری یا نیچری رہ جاویں گے اور اللہ کے ماننے والے سب اٹھ جاویں گے۔

---

[1] پاکستان کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں افغانستان پر روس کا تسلط ہو چکا ہے اور ایران میں روس ہنگامے کروا رہا ہے۔ عطاء الرحمٰن اشرف- (پروف ریڈر)

[2] آج کل واقعی حرمین شریفین میں جلالۃ الملک امام المسلمین سعود بن عبدالعزیز حفظ اللہ الودود کا دم غنیمت ہے اعلیٰ حضرت کتاب وسنت کی پیروی اور اشاعت میں مصروف ومشغول ہیں۔ وہاں قرآن وحدیث کا قانون رائج ہے اور شرک وبدعت کی خوب سرکوبی جاری ہے آگے کا بھی خدا حافظ ہے۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے۔ فقط عبدالغفار سلفی۔ ۲۶ شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۵۶ء۔

٣٧٦- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ عَلَى أَحَدٍ يَقُولُ اللّٰهُ اللّٰهُ)).

٣٧٦- انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی اس شخص پر جو اللہ اللہ کہتا ہوگا (بلکہ جب وہ مرے گا اس وقت قیامت ہوگی)۔

بَابُ الِاسْتِسْرَارِ بِالْإِيمَانِ لِلْخَائِفِ

باب: جو شخص ڈرتا ہوا اپنی عزت یا جان جانے سے تو وہ اپنے ایمان کو چھپا سکتا ہے

٣٧٧- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ((أَحْصُوا لِي كَمْ يَلْفِظُ الْإِسْلَامَ)) قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَخَافُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ مَا بَيْنَ السِّتِّ مِائَةٍ إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ قَالَ ((إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلَوْا)) قَالَ فَابْتُلِينَا حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا يُصَلِّي إِلَّا سِرًّا.

٣٧٧- حذیفہؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے فرمایا گنو کتنے آدمی اسلام کے قائل ہیں پھر ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ ڈرتے ہیں ہم پر (کوئی آفت آنے سے دشمنوں کی وجہ سے) اور ہم چھ سو آدمیوں سے لے کر سات سو تک ہیں آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے شاید بلا میں پڑ جاؤ۔ حذیفہؓ نے کہا پھر ایسا ہی ہوا ہم بلا میں پڑ گئے یہاں تک کہ بعضے ہم میں سے نماز بھی چپکے سے پڑھتے۔

بَابُ تَأَلُّفِ قَلْبِ مَنْ يَخَافُ عَلَى إِيمَانِهِ لِضَعْفِهِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْقَطْعِ بِالْإِيمَانِ مِنْ

باب: جو شخص ضعیف الایمان ہو اس کا دل ملانا اور جب تک ایمان کا یقین نہ ہو کسی شخص کو

(٣٧٧) ☆ یعنی ہماری تعداد اس قدر ہے پھر ہم کو دشمنوں سے کیا خوف ہے آپ کیوں ڈرتے ہیں؟ بخاری کی روایت میں ایک ہزار پانچ سو ہیں اور ایک روایت میں پانچ سو ہیں اور اس اختلاف کو یوں رفع کیا ہے کہ عورتیں بچے سب ملا کر ایک ہزار پانچ سو ہونگے اور مرد چھ سو سات سو ہونگے اور لڑنے کے قابل پانچ سو ہونگے۔ سبحان اللہ صحابہ کرام کے دل ایسے مضبوط تھے کہ صرف چھ سو سات سو آدمیوں پر ان کو دشمنوں کا ڈر نہ تھا اور ایک یہ زمانہ ہے کہ صرف ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں اور ساری دنیا میں بیس کروڑ سے کم نہ ہونگے پھر بھی اپنے دشمنوں سے ایسا ڈرتے ہیں جس کی انتہا نہیں فرمایا تم نہیں جانتے شاید بلا میں پڑ جاؤ یعنی یہ ان فتنوں میں ہوا جو رسول اللہ کی وفات کے بعد ظاہر ہوئے اور مسلمان آپس میں لڑنے لگے پھر ایسی مصیبت آئی کہ نماز پڑھنا دشوار ہو گیا ایک کی ایک فکر میں تھا اکثر گھر ہی میں پڑھنے لگے اور مسجد میں جماعت موقوف ہو گئی ہمارے زمانہ میں بھی مسلمان ایک دوسرے کے ایسے دشمن ہو گئے ہیں کہ ایک جماعت کی مسجد میں دوسری جماعت والا نماز نہیں پڑھ سکتا حالانکہ نماز ایسی عبادت ہے کہ یہود اور نصاریٰ بھی اس سے منع نہیں کرتے اور میں نے ایک یہودی سے پوچھا کہ ہم تمہارے گرجا میں نماز پڑھیں؟ انھوں نے کہا شوق سے پڑھو کیونکہ گرجا خدا کا گھر ہے کسی کی ملک نہیں پھر جو چاہے اس میں خدا کو یاد کرے اور اس کی بندگی کرے افسوس ہے کہ یہودیوں کا تو یہ خیال اور مسلمانوں کی یہ کیفیت کہ اگر ایک مسئلہ میں کوئی ان سے خلاف کرے تو پھر اس کو اپنی مسجد میں آنے نہیں دیتے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کی یاد سے کسی کو روکے تمام اہل قبلہ کو لازم ہے کہ کسی شخص کو خواہ کتنا ہی مخالف ہو مسجد میں آنے سے اور اس میں نماز پڑھنے سے منع نہ کریں یہاں تک کہ شیعہ اور خوارج اور معتزلہ کو بھی منع کرنا اور نماز سے روکنا درست نہیں ہے۔

غَيْرِ دَلِيلٍ قَاطِعٍ

مومن نہ کہنا

۳۷۸- عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْطِ فُلَانًا فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَوْ مُسْلِمٌ)) أَقُولُهَا ثَلَاثًا وَيُرَدِّدُهَا عَلَيَّ ثَلَاثًا ((أَوْ مُسْلِمٌ)) ثُمَّ قَالَ ((إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ مَخَافَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللَّهُ فِي النَّارِ))

۳۷۸- سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال بانٹا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! فلانے کو دیجئے وہ مومن ہے آپ نے فرمایا مسلمان ہے میں نے تین بار یہی کہا کہ وہ مومن ہے آپ نے ہر بار یہی فرمایا مسلمان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرے کو اس سے زیادہ چاہتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں خدا اس کو اوندھے منہ جہنم میں نہ گرادے۔

۳۷۹- عَنْ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ سَعْدٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ مَنْ

۳۷۹- سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور میں وہاں بیٹھا تھا تو آپ نے بعضوں کو نہیں دیا حالانکہ وہ میرے نزدیک ان سب میں بہتر تھے میں نے

---

(۳۷۸) ☆ یعنی تو اس کو یقیناً مومن کیسے کہتا ہے شاید مسلم ہو تو یوں کہہ وہ مومن ہے یا مسلم ہے تو اس سے اس کے ایمان کا انکار نہیں نکلتا بلکہ منع کیا آپ نے اس کو یقیناً مومن کہنے سے اس وجہ سے کہ اس کا ایمان دلیل یقینی سے ثابت نہ ہوا ہوگا دوسرے یہ کہ ایمان ایک فعل قلبی ہے اس کا حال اللہ ہی خوب جانتا ہے برخلاف اسلام کے کہ وہ ظاہر ہے زبان سے اقرار کرنے سے۔ صاحب تحریر نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے اس شخص کے مومن نہ ہونے کا حالانکہ اس میں اشارہ ہے اس کے مومن ہونے کا کیونکہ آگے آپ نے فرمایا کہ بعضے شخص کو میں زیادہ چاہتا ہوں پر دیتا اور کو ہوں ایسا نہ ہو وہ جہنم میں اوندھا گرایا جاوے اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے اور اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور کچھ بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے اور اس میں اشارہ ہے اس مذہب کی طرف جو حق ہے کہ فقط زبان سے اقرار کر لینا کافی نہیں جب تک دل سے یقین نہ ہو اور کرامیہ اور بعضے مرجیہ یہ کہتے ہیں کہ صرف زبان سے اقرار کر لینا کافی ہے حالانکہ یہ صاف غلطی ہے اور خلاف ہے مسلمانوں کے اجماع کے اور خلاف ہے آیات اور احادیث کے جن سے منافقوں کا کفر ثابت ہوتا ہے حالانکہ منافقوں کا بھی یہی حال تھا کہ وہ دل سے یقین نہ رکھتے تھے پر زبان سے اقرار کرتے تھے۔ (نوویؒ) آپؐ نے فرمایا میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرے کو اس سے زیادہ چاہتا ہوں یعنی بعض آدمی ضعیف الایمان ہوتا ہے اور میں اس کو دنیا کا مال دیتا ہوں تو اس وجہ سے نہیں دیتا کہ میں اس کو زیادہ چاہتا ہوں چاہتا تو میں دوسرے کو ہوں جس کا ایمان قوی ہے پر ضعیف الایمان کو اس کا ایمان بچانے کے لیے دیتا ہوں ایسا نہ ہو کہ وہ دنیا کا مال نہ ملنے سے خفا ہو جاوے اور اسلام سے پھر جاوے پھر جہنم میں اوندھے منہ گرے اور جس کا ایمان قوی ہے اس کو اتنی ضرورت مال دینے کی نہیں کیونکہ وہ ایمان سے پھرنے والا نہیں۔ نوویؒ نے کہا اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حاکم سے سفارش کرنا درست ہے جائز کام میں اور بار بار وہی بات کہنا بھی جائز ہے اور مفضول فاضل کو وہ بات بتا سکتا ہے جس کی کوئی مصلحت ہو اور کسی کو یقیناً مومن نہیں کہنا چاہیے جب تک دلیل یقینی نہ ہو اور امام اپنی رائے کے موافق مال کو صرف کر سکتا ہے ضروری کام میں پھر جو اس کے بعد ضروری ہو اسی طرح اور کسی کے جنت میں جانے کا یقین نہیں مگر جن کے لیے نص آ گئی جیسے عشرہ مبشرہ وغیرہم اور اس پر اجماع ہے اہل سنت کا۔

لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَوْ مُسْلِمًا)) قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا عَلِمْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((أَوْ مُسْلِمًا إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ)).

کہا یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فلانے کو نہیں دیا میں تو قسم خدا کی اس کو مومن جانتا ہوں آپ نے فرمایا یا مسلم۔ پھر تھوڑی دیر تک میں چپکا رہا بعد اس کے اسی خیال نے زور کیا اور میں نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ نے فلانے کو کیوں نہیں دیا؟ قسم خدا کی میں اس کو مومن جانتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا مسلم۔ پھر تھوڑی دیر میں چپ ہو رہا بعد اس کے اسی خیال نے زور کیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے فلانے کو کیوں نہیں دیا؟ قسم خدا کی میں تو اس کو مومن جانتا ہوں۔ آپ نے فلانے کو کیوں نہیں دیا؟ قسم خدا کی میں تو اس کو مومن جانتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا مسلم۔ میں دیتا ہوں ایک شخص کو اور مجھے دوسرے سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس ڈر سے کہ کہیں اوندھے منہ جہنم میں نہ گرے۔

۳۸۰- عَنْ سَعْدٍ أَنَّهُ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ وَزَادَ فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ.

۳۸۰- سعدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیا۔ میں بیٹھا تھا پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری اتنا زیادہ ہے آخر میں اٹھا اور میں نے چپکے سے کہا یا رسول اللہؐ! آپ نے فلانے کو کیوں چھوڑ دیا؟

۳۸۱- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ يُحَدِّثُ هَذَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ ((أَقِتَالًا أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ)).

۳۸۱- محمد بن سعد سے یہی حدیث روایت کی گئی ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ میری گردن اور مونڈھے کے بیچ میں مارا اور فرمایا کیا لڑتا ہے اے سعد! میں دیتا ہوں ایک آدمی کو (آخر تک)۔

بَابُ زِيَادَةِ طُمَأْنِينَةِ الْقَلْبِ بِتَظَاهُرِ الْأَدِلَّةِ

باب: جب دلیلیں خوب پہنچ جاویں تو دل کو زیادہ اطمینان حاصل ہوتا ہے

۳۸۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((نَحْنُ

۳۸۲- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم کو شک کیوں نہ ہو جب حضرت ابراہیمؑ کو شک ہوا انھوں نے کہا

(۳۸۲)☆نوویؒ نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے اس عبارت کے مطلب میں کہ ہم کو شک کیوں نہ ہو کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو ہوا کئی اقوال پر سب سے بہتر اور صحیح وہ ہے جو امام ابو ابراہیم مزنی اور ایک جماعت علماء نے بیان کیا ہے یعنی مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو شک ہونا محال تھا اور جو ان کو شک ہوتا باوجود پیغمبر ہونے کے تو اور پیغمبروں کو بھی شک ہوتا حالانکہ تم جانتے ہو کہ مجھ کو شک نہیں تو حضرت ☜

أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَالَ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَ)) لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ ((بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي)) قَالَ ((وَيَرْحَمُ اللَّهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ

اے پروردگار مجھ کو دکھلادے تو کس طرح جلاوے گا مردوں کو۔ پروردگار نے فرمایا کیا تجھے یقین نہیں اس بات کا؟ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کیوں نہیں مجھ کو یقین ہے پر میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اور زیادہ اطمینان ہو جاوے اور رحم کرے اللہ تعالیٰ

ﷺ ابراہیمؑ کو بھی شک نہ تھا اور یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ الایۃ تو بعض لوگوں نے حضرت ابراہیم پر غلط گمان کیا اور یہ کہا کہ ان کو شک ہوا مردوں کے جی اٹھنے میں اور ہمارے پیغمبر کو شک نہیں ہوا تب آپ نے ان کا گمان غلط کرنے کے لیے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ پیغمبر تھے اور پیغمبر بھی کیسے خلیل اللہ پھر اگر ان کو شک ہوتا تو مجھ کو بھی ضرور شک ہوتا۔ حضرت ابراہیمؑ کو آپ نے اپنے اوپر مقدم کیا بر طریق تواضع اور ادب کے اور شاید اس وقت تک آپ کو معلوم نہ ہوا ہوگا کہ آپ سب پیغمبروں سے درجے میں زیادہ ہیں۔ پھر اختلاف کیا ہے علماء نے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو شک نہ تھا تو انھوں نے خدا سے درخواست کیوں کی کہ مجھ کو دکھلاوے تو کیوں کر جلاوے گا مردوں کو بیان کیا ہے کئی وجہوں کو لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو مردوں کے جی اٹھنے پر یقین تھا پر انھوں نے چاہا کہ اور زیادہ دل کو اطمینان ہو جاوے اور یہ اس طرح ہے کہ پہلے حضرت ابراہیمؑ کو دلائل سے علم حاصل ہو چکا تھا کہ اللہ مردوں کو جلاوے گا لیکن انھوں نے اپنی آنکھوں سے اس امر کو نہ دیکھا تھا اس واسطے انھوں نے چاہا کہ علم استدلالی سے بڑھ کر یقین حاصل ہوا اور وہ مشاہدہ سے ہوتا ہے کیونکہ علم استدلالی میں شکوک باقی رہتے ہیں پھر مشاہدہ سے وہ سب شکوک مٹ جاتے ہیں۔ یہ مذہب ہے امام ابو منصور ازہری کا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے آپ کو خدا کے پاس آزمانا چاہا کہ خدا ان کی درخواست قبول کرتا ہے یا نہیں اور اس صورت میں اولم تؤمن کے یہ معنی ہوں گے کیا تجھ کو یقین نہیں اس بات کا کہ تو میرا دوست ہے اور تیرا مرتبہ اور درجہ میرے نزدیک بڑا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے یقین کو بڑھانا چاہا اگرچہ پہلے بھی ان کو یقین تھا اور شک بالکل نہ تھا پر وہ علم الیقین تھا انھوں نے چاہا کہ اس سے بڑھ کر عین الیقین کا درجہ حاصل ہو۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب انھوں نے مشرکوں پر دلیل قائم کی کہ میرا پروردگار جلاتا ہے اور مارتا ہے تو خدا سے چاہا کہ اس امر کو دکھلادے تاکہ ان کی دلیل صاف ثابت ہو جاوے اور بعضوں نے اور وجہیں بیان کی ہیں پر وہ ظاہر نہیں ہیں۔ امام ابوالحسن واحدی نے کہا اختلاف کیا ہے لوگوں نے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ سوال کیوں کیا تو اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ انھوں نے ایک مردار جانور دریا کے کنارے دیکھا جس کو درندے اور پرندے اور دریا کے جانور کھا رہے تھے ان کو یہ خیال آیا کہ اس جانور کے ٹکڑے کیونکر اکٹھے ہونگے اور ان کے دل کو شوق ہوا کہ مردے کا جی اٹھنا دیکھیں ان کو شک نہ تھا لیکن انھوں نے یہ بات چاہی کہ اس کو دیکھ لیں جیسے مومنین چاہتے ہیں کہ رسول اللہؐ اور جنت کو دیکھیں اور خدا کے دیدار کے طالب ہیں حالانکہ ان کو یقین ہے ان سب کا اور شک نہیں ہے ان میں انتہی۔ فرمایا رحم کرے اللہ تعالیٰ حضرت لوطؑ پر وہ پناہ چاہتے تھے یعنی جب فرشتے اللہ کا عذاب لے کر حضرت لوط کے پاس آئے تو خوبصورت لڑکوں کے بھیس میں آئے تھے حضرت لوط نے ان کو مہمان سمجھ کر ان کی مہمانی کرنا چاہی پر ان کی قوم کے لوگ جو لواطت اور لونڈے بازی میں مبتلا تھے جمع ہو کر آئے اور ان مہمانوں کو ستانا چاہا حضرت لوط نے کوئی دقیقہ ان مہمانوں کی خاطرداری اور دل جوئی میں نہ چھوڑا اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا خدا سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو مہمانوں کے روبرو اگر تم کو ایسی ہی خواہش ہے تو میری بیٹیاں حاضر ہیں اس پر بھی انھوں نے نہ مانا تب حضرت لوط نے فرمایا کاش مجھے زور ہوتا تو تم کو روکتا یا پناہ لیتا کسی مضبوط سخت کی یعنی میرے کنبے والے ہوتے تو ان کی پناہ لیتا اور جو انھوں نے اپنی قوت کا اور اپنے کنبے والوں کی پناہ کا ذکر کیا تو اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ خدا سے غافل تھے بلکہ انھوں نے اپنے مہمانوں کے دل کو خوش کرنا چاہا کہ میرا بس جہاں تک چلتا میں تم کو بچاتا اور شاید اس وقت رنج میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا بھول گئے تو حضرتؐ ﷺ

بأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ لَبْثِ يُوسُفَ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ)).

حضرت لوطؑ پر وہ پناہ چاہتے تھے مضبوط، سخت کی اور اگر میں قید خانے میں اتنے دنوں رہتا جتنے دن حضرت یوسفؑ رہے تو فوراً بلانے والے کے ساتھ چلا جاتا۔

٣٨٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ ((وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي)) قَالَ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى جَازَهَا.

۳۸۳- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٣٨٤- عَنْ الزُّهْرِيِّ كَرِوَايَةِ مَالِكٍ بِإِسْنَادِهِ وَقَالَ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى أَنْجَزَهَا

۳۸۴- مذکورہ بالا حدیث اس سند کے ساتھ بھی آئی ہے۔

بَابُ وُجُوبِ الْإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ وَنَسْخِ الْمِلَلِ بِمِلَّتِهِ

باب: ہمارے پیغمبر محمدؐ کی پیغمبری کا یقین کرنا اور تمام شریعتوں کو آپؐ کی شریعت سے منسوخ سمجھنا واجب ہے

٣٨٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَا مِنْ

۳۸۵- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ایک پیغمبر کو وہی معجزے ملے ہیں جو اس سے پہلے دوسرے پیغمبر کو

ﷺ نے فرمایا کہ خدا ان پر رحم کرے فرمایا اگر میں قید خانے میں اتنے دن رہتا جتنے دن حضرت یوسفؑ رہے میں تو فوراً بلانے والے کے ساتھ چلا جاتا یعنی جب زلیخا کی تہمت سے حضرت یوسفؑ قید ہوئے تو مدت تک یعنی کئی برس تک قید خانے میں رہے آخر عزیز مصر کی طرف ایک بلانے والا آیا کہ چل کر اس کے خواب کی تعبیر بیان کریں مگر حضرت یوسف نے نہ مانا اور فرمایا جب تک عورتوں کے مکر کی دریافت نہ ہوگی اور میری صفائی بالکل نہ ہو جاوے گی اس وقت تک میں نہ آؤں گا تو ہمارے پیغمبرؐ نے حضرت یوسفؑ کی فضیلت بیان کی کہ ان میں کس قدر صبر اور استقلال تھا کہ ایسا دوسرے میں ہونا مشکل ہے ورنہ انسان جب مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو جس طرح ہو سکے اس سے چھوٹنے میں جلدی کرتا ہے۔

(۳۸۵) ☆ یعنی میرا معجزہ قرآن ایسا کھلا معجزہ ہے جو پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملا اس لیے میرے تابع زیادہ ہوں گے یا قرآن ایسا معجزہ ہے جس میں سحر وغیرہ کا شبہ نہیں ہو سکتا برخلاف اور معجزوں کے کہ ان میں سحر وغیرہ کا شبہ ہو سکتا تھا اس لیے میری پیروی کرنے والے زیادہ ہوں گے یا اور پیغمبروں کے معجزے گزر گئے جیسے ان کا زمانہ گزر گیا اور میرا معجزہ جو قرآن ہے قیامت تک باقی ہے اور وہ معجزہ اس واسطے ہے کہ قرآن کے طرز بیان اور اس کی فصاحت اور بلاغت اور غیب کے حالات نے سب آدمیوں کو عاجز کر دیا کہ کوئی اس کی مثل ایک سورت بھی بنا سکے اگر وہ سب جمع ہوں تب بھی نہیں ہو سکتا اور آج تیرہ سو برس گزرے ہزاروں قرآن کے مخالفین ہوئے پر کسی سے یہ نہ ہو سکا کہ اس کے مقابلے کی ایک سورت بنا تا ہمارے زمانے میں بعض عقل کے دشمن ہندی بھائی ایسے نکلے ہیں جو قرآن کی عربیت کو فصیح نہیں جانتے اور اس میں ﷲ

الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

مل چکے تھے پھر ایمان لائے اس پر آدمی لیکن مجھ کو جو معجزہ ملا وہ قرآن ہے جو اللہ نے بھیجا میرے پاس (ایسا معجزہ کسی پیغمبر کو نہیں ملا) اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ میری پیروی کرنے والے سب سے زیادہ ہوں گے قیامت کے دن۔

٣٨٦- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ

٣٨٦- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اس زمانے کا (یعنی میرے وقت اور میرے بعد قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی (یا

ﷺ اعتراض کرتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے تم نے عربی زبان میں کیا لیاقت پیدا کی ہے اور صرف و نحو بھی جانتے ہو یا نہیں تو جواب ملتا ہے کہ نہیں سبحان اللہ مینڈکی کو بھی زکام ہوا۔ بڑے بڑے عرب کے اہل زبان تو قرآن کو سن کر حیران ہو گئے اور ایمان لائے اور آج تک اس کی فصاحت اور بلاغت اور طرز بیان بے مثل ہونے کا اقرار کرتے ہیں پر یہ کل کے لونڈے اور ہندی بوڑھے کھوسٹ جن کی کوئی مسلمانوں کی حکومت میں ٹکے کو نہ پوچھے مسلمانوں کے مصلح بن کر بیٹھے ہیں اور یہ اصلاح کرتے ہیں کہ حدیث اور قرآن کو ختم کرتے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر جو رسول مقبولؐ نے اس حدیث میں فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میری پیروی کرنے والے زیادہ ہوں گے قیامت کے دن یہ بھی آپ کا ایک معجزہ ہے کیونکہ آپ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسی رونق بخشی کہ مغرب سے مشرق تک پھیل گیا اور بڑی بڑی ولایتیں مسلمانوں نے فتح کیں اور جیسی امید آپ نے کی تھی ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے کر دکھایا خدا کا شکر ہے اس کی نعمتوں پر جو بے انتہا ہیں اے خدا جیسے تو نے پہلے اسلام کو ترقی بخشی تھی اور مخالفین کو زیر کیا تھا ویسے ہی اس زمانے میں بھی اسلام کی مدد کر اور اپنے سچے دین اور اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر تاکہ وہ پھر تیرے دین کی ترقی میں مصروف ہوں اور دنیا میں نیک نامی اور عزت اور آخرت میں ثواب اور جنت حاصل کریں۔ آمین یا رب العالمین۔

(٣٨٦) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگلی شریعتیں سب منسوخ ہو گئیں ہمارے پیغمبر کی شریعت سے اور یہ بات نکلی کہ جس کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی وہ معذور ہے کیونکہ یہ قاعدہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ شریعت آنے سے پیشتر کوئی حکم انسان پر نہیں ہوتا۔ انتہی اگرچہ اس زمانے میں مسلمان ہر ایک ملک اور ولایت میں پھیل گئے پر وہ سب کے سب اپنے دنیا کے کاموں میں مصروف ہیں اور دین کو انھوں نے بالائے طاق رکھ دیا ہے الا ماشاء اللہ۔ دین کی دعوت کافروں کو تو کیا وہ عام مسلمانوں کو بھی دین کے احکام نہیں بتلاتے یہاں تک کہ اکثر مسلمان شریعت کے احکام سے بالکل ناواقف ہو گئے ہیں اور صرف نام کے لیے مسلمان کہے جاتے ہیں یہ دعوت دین کی ایسی ضروری چیز ہے کہ ہر ایک پیغمبر نے اپنی ساری عمر اس میں صرف کی ہے اور اس کا فائدہ بے حد اور بے شمار ہے جب حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے حواریوں نے دین کی دعوت پھیلانا شروع کی اور باوجودیکہ ان کے مخالف زور آور اور دنیا کے حاکم تھے پر آخر اس دعوت نے رفتہ رفتہ ایسا اثر کیا کہ مخالفین کی قوت ٹوٹ گئی اور ہزاروں لاکھوں ان میں سے عیسائی ہو گئے اور عیسائیوں کی قوت یہاں تک بڑھی کہ ساری دنیا میں ان کا دین پھیل گیا چنانچہ ہمارے زمانے تک اس دعوت کا اثر باقی ہے اور اب تک عیسوی عالم دعوت کو نہیں چھوڑتے اور رات دن تحریر اور تقریر سے عیسوی مذہب کو تائید اور مدد دیتے ہیں اور جس ملک کے لوگوں کو سنتے ہیں کہ وہ دین عیسوی سے ناواقف ہیں وہاں فوراً جیسے ہو سکتا ہے پہنچتے ہیں اس کام میں چاہے جان جاوے چاہے عزت سب قبول ہے وہ اپنا دین پھیلانے کے لیے سب گوارا کر لیتے ہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ ﷺ

وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ))

اور کوئی دین والا) میرا حال سنے پھر ایمان نہ لاوے اس پر جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن) تو جہنم میں جاوے گا۔

٣٨٧- عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ سَأَلَ الشَّعْبِيَّ فَقَالَ يَا أَبَا عَمْرٍو إِنَّ مَنْ قِبَلَنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ يَقُولُونَ فِي الرَّجُلِ إِذَا أَعْتَقَ أَمَتَهُ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَهُوَ كَالرَّاكِبِ بَدَنَتَهُ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَأَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ وَصَدَّقَهُ فَلَهُ

٣٨٧- ایک شخص نے جو خراسان کا رہنے والا تھا شعبیؒ سے پوچھا کہ ہمارے ملک کے لوگ کہتے ہیں جو شخص اپنی لونڈی کو آزاد کرے پھر اس سے نکاح کر لیوے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ہدی کے جانور پر سواری کرے۔ شعبیؒ نے کہا مجھ سے بیان کیا ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے انھوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ اپنے باپ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں کو دہرا ثواب ملے گا ایک تو اس شخص کو جو اہل کتاب میں سے ہو (یعنی یہودی یا نصاریٰ) ایمان لایا ہو اپنے پیغمبر پر پھر میرا زمانہ پاوے اور مجھ پر بھی ایمان لاوے اور میری پیروی کرے اور مجھ کو سچا جانے تو اس

ﷺ مسلمان اس سے بالکل غافل ہیں اور ان کے ملا اور مولوی اور درویش سوائے آرام سے روٹیاں کھانے کے دین کا کوئی کام نہیں کرتے نہ سفر کرتے ہیں نہ اور ملک کے اقوام کی زبانیں سیکھتے ہیں نہ اور زبانوں میں اسلام کی کتابوں کا اور قرآن کا ترجمہ پھیلاتے ہیں۔ ہائے نصاریٰ نے اپنی واقفیت کے واسطے قرآن کا ترجمہ انگریزی اور فرانسیسی اور جرمنی زبانوں میں کیا پر مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں کہ وہ قرآن کا اور دین کی کتابوں کا ترجمہ غیر زبانوں میں خصوصاً کافروں کی زبانوں میں کر کے اس کے لاکھوں ہزاروں نسخے کافروں میں پھیلا دیں تاکہ وہ سچے دین شریعت سے واقف ہوں۔ نصاریٰ نے اپنا دین ایسا خراب کر لیا ہے کہ عاقل آدمی اگر ذرا بھی اپنی عقل سے کام لیوے تو اس کو یہ دین لغو معلوم ہوتا ہے۔ تین خدا کا ایک خدا اور ایک کے تین ایسی واہی بات ہے جو کسی کے ذہن میں نہیں آتی پھر یہ کہنا کہ جو عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں باوجود یکہ عیسیٰ کھاتے تھے اور پیتے تھے اور ہگتے تھے اور موتتے تھے اس سے بھی زیادہ خلاف قیاس اور بعید از عقل ہے تو وہ دعوت کے زور سے کم عقلوں اور بے وقوفوں میں سہی پھیلتا جاتا ہے اسلام کا تو دین ایسا صاف اور کھرا اور بے لوث ہے جس میں سوائے ایک سچے خدائے برحق کے جس نے ہم کو اور آسمان اور زمین اور سب مخلوقات کو پیدا کیا کسی اور کی پرستش نہیں اور اس دین میں کوئی بات عقل کے خلاف نہیں جیسے اور دینوں میں پائی جاتی ہے پھر یقین ہے کہ اگر مسلمان نصاریٰ کی نسبت اپنے پیارے دین کے پھیلانے میں عشر عشیر بھی کوشش کریں تو اس کا اثر نصاریٰ کی کوشش سے کہیں زیادہ ہوگا اور چونکہ اس زمانے میں لوگوں کا رجحان علم کی طرف زیادہ ہے پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سب دینوں میں اسلام کو ترجیح دیں گے اور شرک و کفر کو چھوڑ کر خدائے برحق کی توحید کے قائل ہوں گے جو سب سے اعلیٰ رکن اسلام کا ہے اب یہ دعوت مختلف طور پر ہو سکتی ہے کچھ لوگ قرآن و حدیث کا ترجمہ کافروں کی زبانوں میں کریں کچھ اسلام کی حقیقت کے دلائل بمقابلہ اور مذہب کے نہایت صاف طور سے لکھ کر ہر ایک قوم کے کافروں میں پھیلا دیں کچھ کافروں کی زبان سیکھ کر ان کے ملک میں جا کر زبانی پند و نصیحت اور دعوت کریں ہکذا۔

(٣٨٧) ☆ یہ شعبی نے اس واسطے کہا کہ خراسانی کو حدیث کی قدر ہو اور وہ اس کو یاد رکھے۔ سبحان اللہ اگلے لوگوں نے دین کے واسطے کیسی کیسی بے انتہا کوششیں کی ہیں کہ ایک ایک حدیث سننے کے واسطے منزلوں کا سفر اور تکلیفیں اٹھائیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر دیوے تمام ﷺ

أَجْرَانِ وَعَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ تَعَالَى وَحَقَّ سَيِّدِهِ فَلَهُ أَجْرَانِ وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَغَذَاهَا فَأَحْسَنَ غِذَاءَهَا ثُمَّ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ)) ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ لِلْخُرَاسَانِيِّ خُذْ هَذَا الْحَدِيثَ بِغَيْرِ شَيْءٍ فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيمَا دُونَ هَذَا إِلَى الْمَدِينَةِ.

کو دوہرا ثواب ہے اور ایک اس غلام کو جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے میاں کا بھی اس کو دوہرا ثواب ہے اور ایک اس شخص کو جس کے پاس ایک لونڈی ہو اچھی طرح اس کو کھلاوے اور پلاوے بعد اس کے اچھی طرح تعلیم اور تربیت کرے پر اس کو آزاد کرے اور اس سے نکاح کر لیوے تو اس کو بھی دوہرا ثواب ہے۔ پھر شعبیؒ نے خراسانی سے کہا تو یہ حدیث لے لے بے محنت کئے۔ نہیں تو ایک شخص اس سے چھوٹی حدیث کے لیے مدینے تک سفر کیا کرتا تھا۔

۳۸۸-عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

۳۸۸- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ

باب: حضرت عیسیٰؑ کے نازل ہونے اور ان کے شریعت محمدیؐ کے موافق چلنے کا بیان

۳۸۹- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَكَمًا

۳۸۹- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قریب ہے جب اتریں گے عیسیٰؑ مریم کے بیٹے تم لوگوں میں اور حکم کریں گے موافق اس شریعت کے اور انصاف کریں گے اور توڑ ڈالیں گے

ﷺ مسلمانوں کی طرف سے اس لیے کہ ان کا احسان سب مسلمانوں پر ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے بڑی فضیلت نکلی اس اہل کتاب کی جو مسلمان ہو جاوے اور اس غلام کی جو خدا کے اور میاں کے دونوں کے حقوق ادا کرے اور اس شخص کی جو اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیوے۔

(۳۸۹) ☆ نووی نے کہا حضرت عیسیٰؑ توڑ ڈالیں گے سولی کو اس سے یہ نکلتا ہے کہ منکرات اور لہو ولعب اور باطل کے آلات جیسے باجے اور تصاویر وغیرہ توڑ ڈالنا چاہیے اور سور کا مار ڈالنا بھی اسی قسم میں سے ہے اور اس میں دلیل ہے اس مذہب کی جو مختار ہے کہ سور کو ہم جہاں پاویں اگرچہ دار الکفر میں ہو اور ہم قادر ہوں اس کے قتل پر تو قتل کریں اس کو اور یہ قول شاذ ہے کہ اس کو چھوڑ دیں۔ اور یہ جو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ موقوف کر دیں گے جزیہ کو یہی صحیح معنی ہے حدیث کا یعنی اس زمانہ میں کافروں کو حکم ہو گا یا مسلمان ہوں یا قتل کئے جائیں جزیہ لینا موقوف کیا جاوے گا ایسا ہی کہا ہے امام ابو سلیمان خطابیؒ نے اور قاضی عیاض نے نقل کیا بعض علماء سے کہ حضرت عیسیٰ جزیہ مقرر کریں گے سب کافروں پر اور اسی وجہ سے مال کی زیادتی ہو گی پر یہ صحیح نہیں ہے اور ٹھیک معنی وہی ہے جو خطابیؒ نے کہا اور اسی طرف گئے ہیں جمہور علماء مگر اس صورت میں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ حکم تو خلاف شریعت محمدیؐ ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ موافق شریعت محمدیؐ کے حکم کریں گے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم شریعت محمدی کے خلاف نہیں ہے اس لیے جزیہ لینے کا حکم اسی وقت تک ہے جب تک حضرت عیسیٰ اتریں اور جب یہ امر حدیث میں مصرح ہے تو یہ حکم ہماری شریعت محمدی کا ہوا نہ عیسیٰ علیہ السلام کا اور یہ جو فرمایا بہت دیں گے مال کو تو ﷺ

مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ)).

سولی کو (جو نصاریٰ نے بنا رکھی ہے اور اس کی پرستش کرتے ہیں) اور مار ڈالیں گے سور کو اور موقوف کر دیں گے جزیہ کو اور بہت دیں گے مال کو یہاں تک کہ کوئی نہ لے گا اس کو۔

۳۹۰- عَنْ الزُّهْرِيِّ رضي الله عنه بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ((إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا)) وَفِي رِوَايَةِ يُونُسَ حَكَمًا عَادِلًا وَلَمْ يَذْكُرْ ((إِمَامًا مُقْسِطًا)) وَفِي حَدِيثِ صَالِحٍ حَكَمًا مُقْسِطًا كَمَا قَالَ اللَّيْثُ وَفِي حَدِيثِهِ مِنْ الزِّيَادَةِ وَ ((حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنْ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)) ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ الْآيَةَ.

۳۹۰- زہری سے دوسری روایتیں بھی ایسی ہی ہیں ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ امام ہونگے انصاف کرنے والے اور حاکم ہونگے عدل کرنے والے اور یونس کی روایت میں ہے کہ حاکم ہونگے عدل کرنے والے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ امام ہونگے انصاف کرنے والے جیسے لیث کی روایت میں ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اتنا مال بہاویں گے کہ ایک سجدہ اس زمانے میں ساری دنیا سے بہتر ہوگا پھر ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھو کوئی ایسا نہیں اہل کتاب میں سے جو ایمان نہ لاوے عیسیٰؑ پر ان کے مرنے سے پہلے۔

☆ مطلب یہ ہے کہ عدل اور انصاف کی وجہ سے برکت بہت ہوگی اور مال بڑھ جاوے گا یا زمین اپنے خزانے نکال دے گی جیسے دوسری حدیث میں آیا ہے یا لوگوں کی رغبت مال کی طرف نہ ہوگی بوجہ قرب قیامت کے اس وجہ سے مال بہت پڑا رہے گا اور اللہ خوب جانتا ہے اصل حال کو۔

(۳۹۰) ☆ یعنی لوگوں کی رغبت اس زمانے میں عبادت کی طرف زیادہ ہوگی بوجہ قرب قیامت کے اور مال سے نفرت ہوگی تو ایک سجدہ انکے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا اور قاضی عیاضؒ نے کہا ایک سجدہ کا ثواب اس زمانے میں ساری دنیا کا مال تصدق کرنے سے زیادہ ہوگا کیونکہ مال کی اس وقت احتیاج نہ ہوگی بہ سبب کثرت کے اور سجدہ سے مراد یہی ظاہری معنی ہے سجدہ کا یا نماز مقصود ہے یعنی عیسیٰؑ جب اتریں گے تو ان کے زمانے میں جو اہل کتاب ہونگے وہ ایمان لاویں گے ان پر اور یقین کریں گے اپنی غلطی کا اور جانیں گے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کی لونڈی کے بیٹے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہ کا مذہب یہی تھا کہ قرآن میں جو قبل موته کی ضمیر ہے وہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور یہی قول ہے ایک جماعت مفسرین کا اور اکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ وہ ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور معنی آیت کا یہ ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنے مرنے سے پہلے عیسیٰؑ پر ایمان نہ لاوے یعنی جان نکلنے کے وقت اس کو حق بات کھل جاتی ہے کہ میں جو عیسیٰ کو معاذ اللہ خدا کا بیٹا جانتا تھا یہ غلط ہے پر اس وقت کا ایمان فائدہ نہ دے اس واسطے کہ وہ حالت نزع اور سکرات ہے اور ایسی حالت میں قول اور فعل کسی کا اعتبار نہیں اور ایسی حالت میں نہ اسلام صحیح ہے نہ کفر نہ وصیت نہ بیع نہ عتاق نہ اور کسی قسم کا عقد کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو برائی کیا کرتے ہیں جب موت آن پڑتی ہے تو کہتے یہاں اب ہم نے توبہ کی اور یہ مذہب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ پہلے مذہب کے موافق آیت خاص ہو جاتی ہے اس کتابی سے جو حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں ہوگا اور دوسرے مذہب کے موافق ہر ایک کتابی کے لیے عام رہتی ہے اور مؤید ہے اس کی قرات قبل موتهم کی اور بعضوں نے یہ کہا کہ بہ کی ضمیر ہمارے پیغمبر کی طرف پھرتی ہے اور موته کی کتابی کی طرف اور معنی آیت کا یہ ہے کہ ہر ایک کتابی ایمان لاوے گا ہمارے پیغمبر پر اپنے مرنے سے پہلے۔ واللہ اعلم (نووی)

٣٩١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((وَاللَّهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعَى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ)).

۳۹۱- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم خدا کی مریمؑ کے بیٹے اتریں گے آسمان سے اور وہ حاکم ہونگے عدل کریں گے تو توڑ ڈالیں گے صلیب کو اور مار ڈالیں گے سور کو اور موقوف کر دیں گے جزیہ کو اور چھوڑ دیں گے جوان اونٹ کو۔ پھر کوئی محنت نہ کرے گا اس پر اور لوگوں کے دلوں میں سے کپٹ اور دشمنی اور جلن جاتی رہے گی اور بلاویں گے وہ لوگوں کو مال دینے کے لیے لیکن کوئی قبول نہ کرے گا (اس وجہ سے کہ حاجت نہ ہوگی اور مال کثرت سے ہر ایک کے پاس ہوگا)۔

٣٩٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ)).

۳۹۲- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیسے ہو گے تم جب مریمؑ کا بیٹا اترے گا تم لوگوں میں اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

٣٩٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَأَمَّكُمْ)).

۳۹۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب مریمؑ کے بیٹے اتریں گے تم میں اور امامت کریں گے تمہاری۔

٣٩٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّكُمْ مِنْكُمْ)) فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي ذِئْبٍ إِنَّ

۳۹۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب مریمؑ کے بیٹے اتریں گے تم لوگوں میں پھر امامت کریں گے تمہاری تم ہی میں سے (ولید بن مسلم نے کہا) میں نے ابن ابی ذئب سے کہا مجھ سے اوزاعی نے حدیث بیان کی زہری سے

---

(۳۹۱) ☆ یعنی کوئی اس کی پرواہ نہ کرے گا نہ اس کی خدمت کرے گا اس وجہ سے کہ دنیا کے مال بے حد پڑے ہونگے لوگوں کو حاجت نہ ہوگی اور دوسرے قیامت قریب ہوگی لوگ جلدی جلدی اپنے عقبیٰ کی فکر کریں گے۔ قاضی عیاض نے اور صاحب مطالع نے کہا لا یسعیٰ علیہا کے معنی یہ ہیں کہ اس کی زکوٰۃ نہ مانگیں گے اس وجہ سے کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا اور یہ تاویل باطل ہے کئی وجہ سے اور صواب وہی ہے جو معنی ہم نے بیان کیے۔ (نووی)

(۳۹۴) ☆ یعنی تابع ہونگے شریعت محمدیؐ کے اور پیروی کریں گے قرآن اور حدیث کی تو حضرت عیسیٰؑ اگرچہ پیغمبر ہیں پر ان کی پیغمبری کا زمانہ پیغمبرؐ کے ظہور پر ختم ہو گیا اب جو وہ دنیا میں آویں گے تو ہمارے پیغمبر کی امت میں شریک ہو کر قرآن و حدیث کے موافق عمل کریں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ خود مجتہد مطلق ہوں گے اور قرآن و حدیث سے احکام نکالیں گے اور کسی مجتہد کے تابع نہ ہونگے اور یہ بات بعید از عقل ہے کہ پیغمبر ایک مجتہد کا مقلد ہو اور باطل ہے وہ خیال حنفیہ کا کہ عیسیٰ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر چلیں گے بلکہ ایسے خیال میں توہین حضرت عیسیٰ کی نکلتی ہے اور جن حنفیہ نے ایسا خیال کیا ہے ان کا علماء محققین نے رد کیا ہے اور خود حنفی مذہب کے علماء نے ☜

الْأَوْزَاعِيِّ حَدَّثَنَا عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ((وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ)) قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ تَدْرِي مَا أَمَّكُمْ مِنْكُمْ قُلْتُ تُخْبِرُنِي قَالَ فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انھوں نے نافع سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے اس میں یہ ہے کہ امام تمہارا تم ہی میں سے ہوگا ابن ابی ذئب نے کہا تو جانتا ہے اس کا مطلب کیا ہے امامت کریں گے تمہاری تم ہی میں سے؟ میں نے کہا بتلاؤ انھوں نے کہا امامت کریں گے حضرت عیسیٰ تمہاری تمہارے پیغمبر کی سنت سے۔

۳۹۵- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُولُ لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللَّهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ)).

۳۹۵- جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے ہمیشہ ایک گروہ میری امت کا لڑتا رہے گا (کافروں اور مخالفوں سے) حق پر قیامت کے دن تک وہ غالب رہے گا پھر عیسیٰ بن مریمؑ اتریں گے اور اس گروہ کا امام کہے گا آیئے نماز پڑھایئے (حضرت عیسیٰؑ سے کہے گا) وہ کہیں گے نہیں تم میں سے ایک دوسروں پر حاکم رہیں یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ عنایت فرمادے گا اس امت کو۔

بَابُ بَيَانِ الزَّمَنِ الَّذِي لَا يُقْبَلُ فِيهِ الْإِيمَانُ

باب: اس زمانے کا بیان جب ایمان مقبول نہ ہوگا

۳۹۶- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ

۳۹۶- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب پچھم سے نہ نکلے

ﷺ اس کو باطل قرار دیا ہے اسی طرح یہ قول کہ امام مہدی ابو حنیفہؒ کے مقلد ہونگے یا حضرت خضر ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے یہ سب خرافات ہیں جن پر ایک دلیل بھی کتاب و سنت یا عقل سلیم سے نہیں ،ور تعجب ہے ان علماء سے جنھوں نے بے سمجھے بوجھے ایسی واہی باتوں کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور جاہل ان باتوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ سے امید ہے کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ دونوں قرآن و حدیث کے پیرو اور تابع ہونگے اور اہل حدیث کے مد اور معاون ہونگے اور مجتہدین کے اختلافات بالکل اٹھادیں گے اور جو متعصب مقلد ان کا کہنا نہ مانیں گے وہ ذلیل و خوار ہونگے جو زندہ رہے گا وہ انشاء اللہ ہمارے اس کلام کی تصدیق کرے گا اور ہمارا اسلام ان دونوں حضرات کی خدمت میں پہنچادے گا اور ہماری سعی اور کوشش ان کی دعا خیر سے آخرت میں نیک ثمرہ دکھلادے گی اور ہمارا بھروسہ تو بالکل ہمارے خداوند پر ہے جو ہمارا مالک ہے زندگی اور موت کے بعد اور ہم کو اس کی غلامی اور بندگی پر فخر ہے دنیا اور آخرت میں۔ اے ہمارے صاحب، مالک، خداوند کریم ہم کو اپنی غلامی میں قبول فرما اور ہمارا دل اپنی یاد میں لگادے اور ہم کو فنا کردے اپنے عشق و محبت میں۔ آمین یارب العالمین۔

(۳۹۵) ☆ کہ اتنے بڑے پیغمبر روح اللہ مسلمانوں کے امام کی اطاعت قبول فرماویں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے سبحان اللہ حضرت عیسیٰ ہمارے پیغمبر کی پیروی کریں گے ہمارے پیغمبر نے بھی ایک بار عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے دوسرے یہ کہ اس زمانے کے امام مہدی ہونگے جو قائم مقام ہونگے رسول اللہؐ کے اور بڑی فضیلت اور بزرگی والے ہونگے۔ (راضی ہو اللہ ان سے)

(۳۹۶) ☆ اس لیے کہ خدا تو اس ایمان کو منظور کرتا ہے جو غیب پر ہو اور جب نشانیاں کھل گئیں اور قیامت آگئی اس وقت تو کافر ﷺ

الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ مِنْ مَغْرِبِهَا آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا

پھر جب آفتاب پچھم سے نکلے اس وقت سب آدمی ایمان لاویں گے (خدا پر اتنی بڑی نشانی دیکھ کر) لیکن اس دن کا ایمان فائدہ نہ

ﷺ اور مومن سب ہی کو خدا پر یقین ہو جائے گا۔ قاضی عیاض نے کہا یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اہل حدیث اور فقہاء اور متکلمین اہلسنت کے نزدیک مگر باطنیہ نے (باطنیہ ایک فرقہ ہے صوفیہ میں سے جو ساری آیتوں اور حدیثوں کو ظاہری معنی سے پھیر کر ایک دوسرا ہی معنی نکالتا ہے اور مخالف ہے صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین کا اور یہ فرقہ چھوٹا بچہ ہے نیچری اور فلسفی اور دہری حکیموں کا) اس میں تاویل کی ہے۔ انتہی۔

مترجم کہتا ہے کہ میں نے اہل باطن کی تاویلات پر ایک مدت تک غور کیا اور ان کے علل اور اسباب کو دیکھا تو اکثر تاویلات کرنے والوں کے لیے مفید نہ ہوئیں بلکہ جو قبائح انھوں نے اپنے سوء فہم سے ظاہری معنی میں خیال کئے تھے اس سے وہ چند زیادہ مفاسد تاویلی معنی میں پیدا ہو گئے باوجود اس کے وہ لوگ اپنی تاویل ہی پر اڑے رہے اور یہ ایک وسوسہ ہے شیطان کا خدا اس سے پناہ میں رکھے۔ اسی قسم کی ہے تاویل استواء کے ساتھ استیلاء کے اور تاویل نزول کے ساتھ نزول رحمت کے اور تاویل سمع اور بصر وغیرہ صفات اللہ کی اور بعض تاویلات ایسی دیکھیں کہ ان میں علت تاویل موافق عقیدہ صاحب تاویل کے معلوم نہیں ہوتی۔ اب اس تاویل کا کرنا دو وجہ سے خالی نہیں یا تو وہ در حقیقت اس عقیدے پر نہیں جس کو وہ ظاہر کرتا ہے بلکہ وہ عقیدہ اپنے تیئں ذلیل اور رسوا نہ کرنے کے لیے یا اس آفت سے بچنے کے لیے اس نے صرف زبان سے اپنی طرف منسوب کیا یا دیدہ و دانستہ حماقت اور سفاہت میں مبتلا ہے کہ تاویل ضروری نہ ہونے کی صورت میں بھی تاویل کرتا ہے۔

اس حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب پچھم سے نہ نکلے تو اہل سنت نے اس کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے کیونکہ آفتاب کا پچھم سے نکلنا نہ محال ہے نہ خلاف عقل نہ خداوند کریم کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید ہے اس لیے کہ جس نے زمین کو مغرب سے مشرق کی طرف متحرک رکھا وہ دنیا کے ختم کرتے وقت اگر اس کو مشرق سے مغرب کی طرف کر دیوے تو کیا مشکل ہے۔ اب باطنیہ نے جو اس حدیث میں تاویل کی تو دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ وہ باطنیہ ہیں جو در حقیقت دہری اور طبعی اور نیچری اور خداوند کریم کے انکار کرنے والے ہیں اس صورت میں تو البتہ تاویل کی ضرورت ہے پر جو معاذ اللہ اس قسم کا بد اعتقاد ہو کہ خداوند کریم یا اس کی صفات کاملہ جیسے علم اور قدرت وغیرہ کا منکر ہو تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ پہلے قرآن اور حدیث کو تسلیم کرلے اور بعد اس کے تاویل کے درپے ہو اس کے نزدیک تو دین اور ملت کوئی چیز ہی نہیں اور اس نے تو جڑ کاٹ دی (معاذ اللہ) خدائی اور پیغمبری کی پھر ایسے لوگوں سے جب آیات یا حدیث میں تاویلات مسموع ہوتی ہیں تو اور زیادہ انکی حمایت اور نادانی کا ثبوت ہوتا ہے۔ اسی قبیل سے ہے وہ جو بعض باطنیہ اہل الحاد نے ہمارے زمانے میں معجزات اور وحی اور حشر و نشر وغیرہ میں تاویل کی ہے اور فرشتوں اور شیاطین اور جنوں کا انکار کیا ہے یا یہ وہ باطنیہ ہیں جو خداوند کریم اور اس کی صفات کاملہ اور اصول دین کے قائل اور معترف ہیں پھر ایسے لوگوں کو کون سی ضرورت آن پڑی ہے جو اس حدیث میں تاویل کریں اور یہ امر یعنی آفتاب کا پچھم سے نکلنا ایسا ہی ہے جیسے آفتاب کا پورب سے نکلنے میں کسی قسم کا استبعاد نہیں اسی طرح سے پچھم سے نکلنے میں بھی کوئی استبعاد نہیں اور پورب اور پچھم اور شمال اور جنوب یہ چاروں جہتیں اعتباری ہیں اور ہر ایک ملک اور قطعہ زمین کے لحاظ سے ان میں تبدل اور تغیر ہوتا رہتا ہے۔ عرض تسعین میں نہ مشرق ہے نہ مغرب بلکہ آفتاب چھ مہینے تک افق کے قریب اس کے اوپر رہتا ہے اور چھ مہینے تک اس کے نیچے۔ علاوہ اس کے طلوع اور غروب آفتاب کو اگر موافق قواعد فلسفہ قدیم کے دیکھیں تو زمین کے ایک ذرا سی حرکت غیر معمولی سے جو فنائے عالم کے وقت قیاس سے بعید نہیں نقطہ مشرق مغرب اور نقطہ مغرب مشرق ہو سکتا ہے اور اگر موافق فلسفہ جدید کے دیکھیں تو زمین کی حرکت ذاتی جو اپنے محور پر ہے اور حرکت مداری جو گرد آفتاب کے ہے دونوں معلول ہیں جذب اور کشش آفتاب اور ثقل ذاتی زمین کی پھر جب ﷲ

إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا.

دے گا اس شخص کو جو پہلے ایمان نہیں لایا یا اس نے ایمان کے ساتھ نیکی نہیں کی۔

۳۹۷- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۳۹۷- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

۳۹۸- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ)).

۳۹۸- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین باتیں جب ظاہر ہو جاویں تو اس وقت کسی کو ایمان لانے سے فائدہ نہ ہو گا اس کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا نیک کام نہیں کیا ایک تو نکلنا آفتاب کا جدھر سے ڈوبتا ہے دوسرے دجال کا نکلنا تیسرے دابۃ الارض کا نکلنا۔

۳۹۹- عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا ((أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِنَّ هَذِهِ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي

۳۹۹- ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے ایک دن فرمایا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتا ہے فرمایا یہ چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر عرش کے تلے آتا ہے' وہاں سجدہ میں گرتا ہے (اس سجدہ کا مفہوم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) پھر اسی حال میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو حکم ہوتا ہے اونچا ہو جا اور جا جہاں سے آیا ہے وہ لوٹ آتا ہے اور اپنے نکلنے کی جگہ سے نکلتا ہے

ﷲ فنائے عالم کے قریب اس نظام شمسی کے تمام نسبتوں اور حالتوں میں تغیر پیدا ہو تو بدلنا نقطہ مشرق اور مغرب کا کیا بعید ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر نظام شمسی اپنی حالت پر باقی رہے تب بھی حرکت ذاتی زمین کی دونوں طرف سے جائز الوقوع ہے جیسے ایک گولی کو ادھر سے ادھر پھرا دیں یا ادھر سے ادھر وہ ہر حالت میں اپنے محور پر پھرے گی اور یہ کچھ بعید از عقل نہیں۔

(۳۹۸) ☆ یعنی زمین میں سے ایک جانور پیدا ہو گا جو مومنوں اور کافروں میں تمیز کر دے گا۔

(۳۹۹) ☆ ظاہر حدیث سے تائید ہوتی ہے فلسفہ قدیم کے خیال کی کہ زمین ساکن ہے اور آفتاب حرکت کرتا ہے مگر در حقیقت ایسا نہیں کیونکہ مراد یہاں آفتاب کے جانے سے روز مرہ کا طلوع اور غروب نہیں جو زمین کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے بلکہ مقصود وہ حرکت ہے آفتاب کی جو اس کے منازل میں ہے جیسے کلبی سے منقول ہے اور قتادہ اور مقاتل نے کہا کہ آفتاب چلا جا رہا ہے ایک میعاد معین تک۔ واحدی نے کہا پھر اس کا ٹھہرنا اسی وقت ہو گا جب دنیا ختم ہو گی پر اس صورت میں حدیث کا مطلب خوب ذہن نشین نہیں ہوتا کیونکہ حدیث سے ہر روز تحت العرش جانا اور سجدہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ نوویؒ نے کہا ایک جماعت مفسرین ظاہر حدیث کی طرف گئی ہے۔ واحدی نے کہا اس صورت میں ہر روز جب آفتاب ڈوبتا ہے تو تحت العرش ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ وہ طلوع کرے گا مغرب سے مگر اس میں یہ اشکال ہے کہ آفتاب کا غروب تو ﷲ

حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً وَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسَ مِنْهَا شَيْئًا حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ لَهَا ارْتَفِعِي أَصْبِحِي طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِكِ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِهَا)) فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَتَدْرُونَ مَتَى ذَاكُمْ)) ذَاكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا.

پھر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر عرش تلے آتا ہے اور سجدہ کرتا ہے پھر اسی حال میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے اونچا ہو جا اور لوٹ جا جہاں سے آیا ہے وہ نکلتا ہے اپنے نکلنے کی جگہ سے پھر چلتا ہے اسی طرح ایک بار اسی طرح چلے گا اور لوگوں کو کوئی فرق اس کی چال میں معلوم نہ ہو گا یہاں تک کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر آوے گا عرش کے تلے اس وقت اس سے کہا جاوے گا اونچا ہو جا اور نکل جا پچھم کی طرف سے۔ جدھر تو ڈوبتا ہے وہ نکلے گا پچھم کی طرف سے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کب ہو گا (یعنی آفتاب کا پچھم کی طرف سے نکلنا)؟ یہ اس وقت ہو گا جب کسی کو ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے نیک کام نہ کیے ہوں اپنے ایمان میں۔

٤٠٠- عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا ((أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ)).

۴۰۰- ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ باقی حدیث وہی ہے۔

٤٠١- عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ ((يَا أَبَا ذَرٍّ هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ)) قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((فَإِنَّهَا تَذْهَبُ فَتَسْتَأْذِنُ فِي السُّجُودِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَأَنَّهَا قَدْ قِيلَ لَهَا ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا)) قَالَ ثُمَّ قَرَأَ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ وَذَلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا.

۴۰۱- ابوذرؓ سے روایت ہے میں مسجد میں گیا اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے جب آفتاب ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا اے ابوذر! تو جانتا ہے یہ آفتاب کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ جاتا ہے اور اجازت مانگتا ہے سجدے کی پھر اس کو اجازت ملتی ہے ایک بار اس سے کہا جاوے گا لوٹ جا جہاں سے آیا ہے تو وہ نکل آوے گا مغرب کی طرف سے۔ پھر عبداللہ کی قرات کے موافق یوں پڑھا وذلک مستقر لھا یعنی وہ مقام ٹھہرنے کا ہے آفتاب کے۔

ﷺ ہر ساعت اور ہر لحظہ جاری ہے اس لیے کہ زمین بشکل کرہ ہے اور اس کے اطراف اور جوانب کے رہنے ولوں کے لحاظ سے ہر ایک افق مختلف ہیں۔ پھر غروب ہوتا ہے ایک قوم پر اور طلوع ہوتا ہے دوسری قوم پر اور ایک جگہ غروب ہوتا ہے اور دوسری جگہ نہیں ہوتا اور اگر افق سے حقیقی مراد ہو جس کی وجہ سے زمین کے برابر دو حصے ہو جاتے ہیں ایک فوقانی اور ایک تحتانی تو یہ اشکال رفع ہو جاوے گا- واللہ اعلم بمراد رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴۰۲- عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا قَالَ ((مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ)).

۴۰۲- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اس آیت کو آفتاب چلا جارہا ہے اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر جانے کے لیے۔ آپ نے فرمایا اس کے ٹھہرنے کی جگہ عرش کے تلے ہے۔

بَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: اس بات کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی (یعنی اللہ کا پیام) اترنا کیونکر شروع ہوا

۴۰۳- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةَ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ يَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ أُولَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى

۴۰۳- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا پہلے پہل جو وحی رسول اللہ ﷺ پر شروع ہوئی وہ یہ تھی کہ آپ کا خواب سچا ہونے لگا تو آپ جب کوئی خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہوتا پھر آپ کو تنہائی کا شوق ہوا۔ آپ حرا کے غار میں اکیلے تشریف رکھتے وہاں عبادت کیا کرتے کئی راتوں تک اور گھر میں نہ آتے اپنا توشہ ساتھ لے جاتے۔ پھر حضرت ام المومنین خدیجہؓ کے پاس لوٹ کر آتے وہ اور توشہ اتنا ہی تیار کر دیتیں یہاں تک کہ اچانک آپ پر وحی اتری اور آپ کو وحی کی توقع نہ تھی۔

---

(۴۰۲) ☆ یہ آفتاب کا چلا جانا ایک فضا میں جو بے حد وسیع ہے اور جس کی مقدار کو سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا فلسفہ جدید کے موافق ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ آفتاب جو ہمارے نظام کا مرکز ہے مع اپنے سب سیاروں کے ایک حرکت تدریجی کر رہا ہے ایک نقطے کی طرف جس کے بعد کو سواء اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور جب یہ حرکت ختم ہوگی تو ضرور ایک انقلاب عظیم اس نظام شمسی میں واقع ہوگا اور شاید وہی انقلاب لسان شرع میں قیامت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۴۰۳) ☆ یعنی اس کی تعبیر سچی ہوتی صاف اور کھلی کھلی کسی قسم کا شبہ اس میں نہ رہتا۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حالت چھ مہینے تک رہی نبوت سے پہلے اس کے بعد علانیہ حضرت جبریلؑ آپ کے پاس تشریف لائے اور بھید اس میں یہ تھا کہ اگر دفعۃً پہلے ہی سے حضرت جبرئیل آپ کے پاس آجاتے تو شاید آپ گھبرا جاتے اور بشریت کی وجہ سے اچانک نبوت کا بار اٹھ نہ سکتا یہ حدیث صحابہ کے مراسیل میں سے ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کی عمر اتنی نہ تھی کہ انھوں نے خود یہ قصہ دیکھا ہو بلکہ ضرور خود رسول اللہؐ یا کسی صحابی سے سنا ہوگا اور صحابی کی مرسل روایت باتفاق علماء حجت ہے اور نہیں خلاف کیا اس میں کسی نے سوا ابو اسحاق اسفرائنی کے۔ آپ کو تنہائی کا شوق ہوا یعنی خلوت اور عزلت کا اور یہ وہ امر ہے جو مدار ہے انسانی ترقیاتی کا اور وظیفہ ہے ہر ایک ولی اور نبی اور صالح اور حکیم اور فیلسوف کا۔ کوئی شخص دنیا میں اعلیٰ درجہ کا نہیں گزرا جس نے خلوت اور عزلت کو اختیار نہ کیا ہو اور ایک مدت تک تنہا رہ کر فکر اور مراقبہ نہ کیا ہو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تنہائی میں فکر خوب ہوتا ہے کیونکہ دل خالی ہوتا ہے مشاغل سے تو اس کو موقع ملتا ہے ایک مطلب کی طرف بخوبی متوجہ ہونے اور مبتدی کو حالت استغراق پیدا کرنے کے لیے اول تنہائی ضروری ہے پھر جب یہ قوت حاصل ہو جاتی ہے اور اس کو ملکہ ہو جاتا ہے تو تنہائی کی ضرورت نہیں رہتی وہ لوگوں میں بیٹھ کر بھی ☜

خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ ((مَا أَنَا بِقَارِئٍ)) قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ ((مَا أَنَا بِقَارِئٍ)) فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ

آپ اسی حرا کے غار میں تھے کہ فرشتہ آپکے پاس آیا اور اس نے کہا پڑھو۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں آپ نے فرمایا اس فرشتے نے مجھے پکڑ کر دبوچا اتنا کہ وہ تھک گیا یا میں تھک گیا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے پھر مجھے پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ تھک گیا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے پھر مجھ کو پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ تھک گیا پھر چھوڑ دیا اور کہا **اقرا باسم ربك الذی خلق** اخیر تک یعنی پڑھ اپنے مالک کا نام لے کر جس نے پیدا کیا' پیدا کیا

ﷲ ایک ہی مطلب کی طرف اپنے دل کو پوری طرح لگا سکتا ہے اسی لیے بعد از نبوت کے ہمارے پیغمبر کو تنہائی کی ضرورت نہ تھی۔ حری یا حراء بکسر ہائے حطی ایک پہاڑ ہے مکہ سے تین میل پر جو شخص مکہ سے منیٰ کو جائے تو بائیں ہاتھ پر پڑتا ہے اب وہاں ایک قبہ بنا ہوا ہے اور اس پہاڑ کو جبل نور کہتے ہیں یعنی خوب ہی دبوچا زور سے اور ظاہر ہے کہ حضرت تھک گئے ہونگے کیونکہ فرشتوں کو خداوند تعالیٰ نے بہت طاقت دی ہے اور وہ تھکتے نہیں۔ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ فرشتہ کون تھا اکثر یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل تھے کیونکہ وحی کا کام انہی کے سپرد ہے اور بعضوں نے کہا اسرافیل تھے اور یہ جو حضرتؐ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں اس سے یہ غرض ہے کہ میں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی یا میں اچھی طرح پڑھ نہیں سکتا کیونکہ امی ہونا دوسرے کے پڑھانے سے پڑھنے کا مانع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اس فرشتے نے ایک صحیفہ حریر کا آپ کے ہاتھ میں دیا تھا جب آپ نے یہ فرمایا۔ اس دبوچنے سے یہ مقصود تھا کہ نور ملکی آنحضرتؐ کے تمام جسم شریف میں سرایت کرے اور آپ کا دل خوب متوجہ ہو اور اسی وجہ سے بار بار یہ امر کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ سب سے پہلے جو سورت قرآن کی اتری وہ یہی سورت ہے اور یہی صحیح ہے اور اتفاق ہے اس پر جمہور سلف اور خلف کا اور بعضوں نے کہا کہ سب سے پہلے سورہ مدثر اتری ہے پر وہ قول صحیح نہیں ہے اور بعضوں نے اس حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ بسم اللہ سورۃ کا جز و نہیں کیونکہ یہاں بسم اللہ کو ذکر نہیں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ شاید بسم اللہ بعد کو اتری ہو جیسے باقی سورۃ بعد کو اتری۔ (نووی)

قاضی عیاضؒ نے کہا یہ فرمانا آپ کا اس وجہ سے نہ تھا کہ آپ کو شک تھا اللہ کے پیغام میں بلکہ آپ ڈرے کہ شاید اتنا بڑا بوجھ آپ سے نہ اٹھ سکے اور جان نکل جائے کیونکہ وحی کی سختی سے بہت مشقت ہوتی ہے یا یہ خیال اس وقت تک ہو جب تک خواب میں نبوت کی بشارتیں ہوئیں اور فرشتے کی آواز آپ نے سنی پر اس سے ملاقات نہیں کی تو آپ کو خوف ہوا شیطان کا پر جب فرشتے سے ملاقات ہو گئی اس وقت تو کسی طرح کا شک نہیں رہ سکتا اور نہ شیطان کے غلبے کا ڈر رہ سکتا ہے۔ نوویؒ نے کہا دوسری تاویل ضعیف ہے کیونکہ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ فرشتے کی ملاقات کے بعد فرمایا پچی آفتیں کہیں اس لیے کہ جو آفتیں ناحق کی وجہ سے آئیں جیسے کوئی فضول خرچی سے مفلس ہو جائے یا ظلم کرے اور بلا میں پھنس جائے تو اس کی مدد کرنا ضروری نہیں۔ سبحان اللہ بی بی ہو تو ایسی جیسے حضرت خدیجہ کبریٰؓ تھیں جو اپنے خاوند کو مصیبت کے وقت میں تسلی اور تشفی دے اور ہر ایک معاملہ میں صلاح نیک دے۔ حضرت خدیجہ کی عقلمندی اور دانائی اور لیاقت اور استعداد کے ثبوت کے لیے صرف یہی ایک حدیث کافی ہے مطلب ان کی گفتگو کا یہ ہے کہ آپ کے اخلاق اور عادات اور خصائل تو نہایت عمدہ ہیں جن کی وجہ سے خدا بھی آپ سے خوش ہے اور خلق خدا بھی راضی ہے پھر آپ پر آفت آنا عقل کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے ﷲ

أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ ((زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي)) فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ ثُمَّ قَالَ لِخَدِيجَةَ ((أَيْ خَدِيجَةُ مَا لِي)) وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ قَالَ ((لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي)) قَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا وَاللَّهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ

آدمی کو خون کی پھٹکی سے۔ پڑھ اور تیرا مالک بڑی عزت والا ہے جس نے سکھلایا قلم سے سکھلایا آدمی کو وہ جو نہیں جانتا تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ لوٹے اور آپ کے مونڈھے اور گردن کے بیچ کا گوشت پھڑک رہا تھا (ڈر اور خوف سے چونکہ یہ وحی کا پہلا مرحلہ تھا اور آپ کو عادت نہ تھی اس واسطے ہیبت چھا گئی) یہاں تک کہ پہنچے حضرت خدیجہؓ کے پاس اور آپ نے فرمایا مجھے ڈھانپ دو ڈھانپ دو (کپڑوں سے)۔ انھوں نے ڈھانپ دیا یہاں تک کہ آپکا ڈر جاتا رہا اس وقت اپنی بی بی خدیجہؓ سے فرمایا اے خدیجہؓ مجھے کیا ہو گیا اور سب حال بیان کیا کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں آپ خوش ہو جایئے قسم اللہ کی اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا یا کبھی رنجیدہ نہ کرے گا۔ آپ اللہ کی قسم ناتے کو

ﷺ کہ ہماری شریعت میں اور نیز اگلی شریعتوں میں جب غور و خوض کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک قسم تو وہ جو خلق سے تعلق نہیں رکھتے صرف خدا سے تعلق رکھتے ہیں جیسے شرک کرنا کفر کا اعتقاد رکھنا دوسرے وہ جو خلق سے تعلق رکھتے ہیں جن کی وجہ سے خدا کی مخلوق کو تکلیف ہوتی ہے رنج پہنچتا ہے تقریباً اکثر گناہ بلکہ سارے اسی قسم کے ہیں جیسے زنا اور چوری اور ظلم اور سود خواری، غیبت اور حسد اور نفاق، بخیلی وغیرہ پھر جو شخص دونوں قسم کے گناہوں سے پرہیز کرتا ہو اور بعوض اس کے وہ نیکیاں کرتا ہو جن سے خدا خوش ہوتا ہے اور خدا کی مخلوق بھی خوش ہوتی ہو وہ کاہے کو مصیبت میں پھنسے اس کی تو روز بروز خوشی بڑھتی جائے گی اور وہ ہمیشہ اپنے اعمال کے اثر سے اور ان کے تصور سے پھولا ہوا مگن بنا رہے گا۔ تو درحقیقت ہر ایک گناہ ایک رنج ہے جو انسان کی زندگی کو خراب کر دیتا ہے اور عیش کو کرکرا اور تلخ بنا دیتا ہے اسی واسطے تمام شریعتوں نے بالاتفاق گناہ سے منع کیا ہے مثلاً جو شخص بخیلی کرے گا اور اپنے جورو، بچوں اور ناتے والوں دوستوں کے حق اچھی طرح ادا نہ کرے گا تو سب کے سب اس کے دشمن بن جائیں گے اور جہاں تک ہو سکے گا اس کے جان اور مال کو نقصان پہنچائیں گے۔ جو شخص حسد کرے گا وہ اپنے ہاتھ سے اپنے تئیں نقصان پہنچائے گا جو ظلم کرے گا لوگ اس کے دشمن ہو کر اس سے بدلہ لیں گے اسی طرح سارے گناہوں کا حال ہے کہ انجام ان کا اندوہ اور رنج ہے پھر جو شخص گناہ کو لذت سمجھ کر بیٹھتا ہے وہ انجام بین اور باریک بین نہیں ہے۔ اگر وہ خوب فکر کرے تو اس کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ گھڑی بھر کی لذت اس بے انتہا تکلیف کے سامنے جو آگے آنے والی ہے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ زنا کے وقت جو ایک آدھ لحظہ لذت ہوتی ہے اس کی کیا بساط معاذ اللہ ان آفتوں کے سامنے جو زنا کرنے والے کو آگے چل کر پیش آتی ہیں۔ کوئی شریف آدمی اس کے آنے کا اپنے گھر میں روادار نہیں ہوتا کوئی اس کے ہمسایہ رہنے کو پسند نہیں کرتا۔ جس سے زنا کیا اس عورت کا اگر شوہر ہے تو وہ اس کے خون کا پیاسا بن جاتا ہے اور جب موقع پاتا ہے اس کو قتل کرتا ہے اور جو شوہر نہیں تو اس کے اور عزیز و اقارب ناتے اور رشتے والے دشمن ہوتے ہیں اس کے مارنے کی فکر میں رہتے ہیں اور اگر فرض کریں کہ وہ عورت خود زانیہ ہو اور اس سے ناتے رشتے والے ہی نہ ہوں یا ہوں پر برا نہ مانیں تب بھی یہ نقصان ہے کہ اس شخص کو زنا کی عادت پڑ جاتی ہے پھر ہر ایک عورت سے اس فعل کے کرنے پر مستعد ہوتا ہے اور نقصان پاتا ہے دوسرے اس کی بی بی اور بی بی کے عزیز و اقارب سب اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور اکثر ایسے بدکردار خاوند اپنی بی بی کے ﷺ

وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخِي أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ وَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ أَيْ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ قَالَ وَرَقَةُ بْنُ نَوْفَلٍ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَآهُ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا حِينَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ قَالَ رَسُولُ

جوڑتے ہیں سچ بولتے ہیں بوجھ اٹھاتے ہیں (یعنی عیال اور اطفال اور یتیم اور مسکین کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں ان کا بار اٹھاتے ہیں) اور نادار کے لیے کمائی کرتے ہیں اور خاطر داری کرتے ہیں مہمان کی اور سچی آفتوں میں (جیسے کوئی قرضدار ہو گیا یا مفلس ہو گیا یا اور کوئی تباہی آئی) مدد کرتے ہو لوگوں کی۔ پھر خدیجہؓ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور وہ خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ کیونکہ ورقہ، نوفل کے بیٹے تھے اور نوفل اسد کے اور خدیجہؓ خویلد کی بیٹی تھیں اور خویلد اسد کے بیٹے تھے تو ورقہ اور خدیجہ کے باپ بھائی بھائی تھے) اور جاہلیت کے زمانے میں وہ نصرانی ہو گئے تھے اور عربی لکھنا جانتے تھے تو انجیل کو عربی میں لکھتے تھے جتنا اللہ کو منظور تھا اور بہت بوڑھے تھے ان کی بینائی جاتی رہی تھی (بڑھاپے کی وجہ سے)۔ خدیجہؓ نے ان سے کہا اے چچا! (وہ چچا کے بیٹے تھے پر بزرگی کے لیے ان کو چچا کہا اور ایک روایت میں چچا کے بیٹے ہیں) اپنے بھتیجے کی سنو ورقہ نے کہا اے بھتیجے میرے! تم کیا دیکھتے ہو؟ رسول

ﷺ ہاتھوں جان دیتے ہیں اور اگر یہ بھی نہ ہو تو زانیہ عورتوں کے ساتھ برا کام کرنے سے انسان کو طرح طرح کی بیماریاں جیسے آتشک، سوزاک جذام وغیرہ امراض خبیثہ لاحق ہوتے ہیں جن کا اثر کئی پشت تک اولاد میں بھی چلا جاتا ہے اور جس کو یہ بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اس کی تو زندگی سے موت بہتر معلوم ہوتی ہے۔ معاذ اللہ ایک آن کے مزے کے لیے جو حلال طور سے بھی ممکن ہے ساری عمر کے لیے ایسی سخت تکلیف اٹھانا عاقل کا کام نہیں۔ اب اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ گناہ سے بچنے کا فائدہ صرف دنیا کی زندگی ہی میں ہے نہیں بلکہ آخرت کے فائدے سے اس کے سوا ہیں اور جو بیان اوپر ہم نے کیا اس وجہ سے یہ غرض ہے کہ بعض لوگ جن کی پوری سمجھ نہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ گناہوں سے بچنا دنیا میں کوئی مفید نہیں بلکہ اس میں صرف آخرت ہی کا فائدہ ہے حالانکہ یہ خیال نری حماقت اور سفاہت کا خیال ہے شریعت اور مذہب پر چلنا اور بری باتوں سے بچنا اور نیک کاموں کو کرنا دنیا اور آخرت دونوں کو درست کرتا ہے اور جیسے مذہب اور شریعت پر چلنے سے انسان آخرت کے عذابوں سے بچے گا ویسے ہی دنیا کی آفتوں رنجوں سے بھی محفوظ رہے گا اگر کوئی یہ کہے کہ دنیا میں اچھے آدمیوں پر بھی بڑی بڑی مصیبتیں اور تکلیفیں ہوئی ہیں اور بہت بدکاروں نے ساری عمر چین اڑایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چین اور مصیبت ظاہر بینوں کی نظر میں ہے درحقیقت بدکاروں کو کوئی چین نہیں ہے اور نیکوں کو کوئی رنج نہیں۔ نیک شخص پر کیسی ہی آفت آئے پر اس کا دل اپنی بے قصوری اور پاکی کا تصور کر کے خوش ہے اور انجام اس آفت کا راحت ہے اور بدکار کا دل ہر وقت قلق میں ہے کیسے ہی عیش کے سامان اس کے پاس تیار ہوں پر جب دل میں اطمینان اور سکون نہیں، گناہوں کی فکر، مواخذہ کا خوف لگا ہے تو یہ سامان سب ہیچ ہے۔ هذا ما الهمني ربي عزوجل والحمد لله۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عبرانی لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عبرانی میں لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عبرانی میں لکھتے تھے۔ نووی نے کہا دونوں صحیح ہیں اور حاصل یہ ہے ﷺ

اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ)) قَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا.

اللہ ﷺ نے جو کچھ کیفیت دیکھی تھی سب بیان کی۔ ورقہ نے کہا یہ تو وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ پر اتری تھی کاش میں اس زمانہ میں جوان ہو تا کاش میں زندہ رہتا اس وقت تک جب تمہاری قوم تم کو نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وہ مجھے نکال دیں گے ؟ ورقہ نے کہا ہاں جب کوئی شخص دنیا میں وہ لے کر آیا جس کو تم لائے ہو (یعنی شریعت اور دین) تو لوگ اس کے دشمن ہو گئے اور جو میں اس دن کو پاؤں گا تو اچھی طرح تمہاری مدد کروں گا۔

٤٠٤- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَوَاللَّهِ لَا يُحْزِنُكَ اللَّهُ أَبَدًا وَقَالَ قَالَتْ خَدِيجَةُ أَيِ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ.

۴۰۴- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اس میں اتنا فرق ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا قسم اللہ کی اللہ تم کو کبھی رنجیدہ نہ کرے گا (اور اگلی روایت میں یوں تھا رسوا نہ کرے گا) اور خدیجہ نے کہا ورقہ سے کہا اے چچا کے بیٹے سن اپنے بھتیجے کی بات (اور اگلی روایت میں یوں تھا اے چچا! سن اپنے بھتیجے کی بات)۔

٤٠٥- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ إِلَى خَدِيجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ وَمَعْمَرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَ حَدِيثِهِمَا مِنْ قَوْلِهِ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ وَتَابَعَ يُونُسَ عَلَى قَوْلِهِ فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا وَذَكَرَ قَوْلَ خَدِيجَةَ أَيِ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ.

۴۰۵- اس روایت میں یوں ہے کہ آپ لوٹے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف اور آپ کا دل کانپ رہا تھا اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ سب سے پہلے جو وحی آپ پر شروع ہوئی وہ سچا خواب تھا اور پہلی روایت کی طرح اس میں یہ ہے کہ قسم اللہ کی اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا کہ اے چچا کے بیٹے سن اپنے بھتیجے کی۔

ﷺ کہ وہ نصاریٰ کے دین سے خوب واقف تھے اور انجیل کو خوب سمجھتے تھے کبھی اس کو عبرانی میں لکھتے تھے کبھی عربی میں۔ ناموس سے مراد جبرئیلؑ ہیں اور اصل معنی ناموس کے بھلی بات چھپانے والا جیسے جاسوس بری بات چھپانے والا جبرئیلؑ کو ناموس اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راز وحی کو بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ پر افسوس ورقہ کی زندگی نے وفا نہ کی اور رسول اللہ کو مشرکوں نے مکے سے نکال دیا جیسے ورقہ نے کہا تھا۔

٤٠٦- عَنْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فِي حَدِيثِهِ ((فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسًا عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَدَثَّرُونِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى)) يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَهِيَ الْأَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ.

۴۰۶- جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے اور وہ صحابہؓ میں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اور آپ ذکر کرتے تھے وحی موقوف ہو جانے کا ایک بار میں جا رہا تھا میں نے آسمان سے آواز سنی تو میں نے سر اٹھایا دیکھا تو وہی فرشتہ جو حراء میں میرے پاس آیا ایک کرسی پر بیٹھا ہے آسمان اور زمین کے بیچ میں۔ یہ دیکھ کر میں سہم گیا ڈر کے مارے اور لوٹ کر گھر میں آیا میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو انھوں نے کپڑا اوڑھا دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری یاایھا المدثر اخیر تک یعنی اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ اور ڈرا لوگوں کو ڈرا اور اپنے مالک کی بڑائی کر اور اپنے کپڑوں کو پاک کر اور پلیدی کو چھوڑ دے۔ پلیدی سے مراد بت ہیں پھر وحی برابر آنے لگی۔

٤٠٧- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((ثُمَّ فَتَرَ الْوَحْيُ عَنِّي فَتْرَةً فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي)) ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ)) و قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرُّجْزُ الْأَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ بَعْدُ وَتَتَابَعَ.

۴۰۷- اوپر والی حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٤٠٨- عَنْ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ يُونُسَ وَقَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ إِلَى قَوْلِهِ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلَاةُ وَهِيَ الْأَوْثَانُ وَقَالَ ((فَجُئِثْتُ مِنْهُ))

۴۰۸- زہری سے روایت ہے اسی سند کے ساتھ یونس کی حدیث کی طرح اور کہا اس نے تو نازل کیا اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر کو اے کپڑا اوڑھنے والے اور پلیدی چھوڑ دے پہلے اس سے فرض کی جائے نماز اور پلیدی وہ بت ہیں اور کہا اس نے فجئثت منہ جیسے کہا

(۴۰۶) ☆ سب سے پہلے آپ پر وہ آیتیں اتریں جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوئیں یعنی اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ بعد اس کے ایک مدت تک جس کی تعیین میں اختلاف ہے وحی موقوف رہی پھر یہ آیتیں اتریں سورہ مدثر کے شروع کی۔ بعد اس کے وحی کا سلسلہ بندھ گیا اور برابر آنے لگی۔ نووی نے کہا اب جو بعض لوگ کہتے ہیں سب سے پہلے سورہ مدثر اتری یہ ضعیف بلکہ باطل ہے اسی طرح جو لوگ کہتے ہیں سب سے پہلے سورہ فاتحہ اتری۔

كَمَا قَالَ عُقَيْلٌ.

عقیل نے۔

٤٠٩- عَنْ يَحْيَى يَقُولُ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أَوْ اقْرَأْ فَقَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أَوْ اقْرَأْ قَالَ جَابِرٌ أُحَدِّثُكُمْ مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي نَزَلْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ بَطْنَ الْوَادِي فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ فِي الْهَوَاءِ يَعْنِي جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام فَأَخَذَتْنِي رَجْفَةٌ شَدِيدَةٌ فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي فَدَثَّرُونِي فَصَبُّوا عَلَيَّ مَاءً فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ)) يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ.

۴۰۹- یحییٰ سے روایت ہے میں نے ابوسلمہ سے پوچھا سب سے پہلے قرآن میں سے کیا اترا؟ انھوں نے کہا یاایھا المدثر میں نے کہایا اقراء انھوں نے کہا میں نے جابر بن عبداللہؓ سے پوچھا قرآن میں سے پہلے کیا اترا انھوں نے کہا یا یھا المدثر میں نے کہایا اقراء جابرؓ نے کہا میں تم سے وہ حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کی تھی آپ نے فرمایا میں حرا میں ایک مہینے تک رہا جب میری مدت رہنے کی پوری ہو گئی تو میں اترا اور وادی کے اندر چلا۔ کسی نے مجھے آواز دی میں نے سامنے اور پیچھے اور داہنے اور بائیں دیکھا کوئی نظر نہ آیا پھر کسی نے مجھے آواز دی میں نے دیکھا کسی کو نہ پایا پھر کسی نے مجھے آواز دی تو میں نے سر اوپر اٹھایا دیکھا تو وہ ہوا میں ایک تخت پر ہیں یعنی جبرئیلؑ۔ مجھے یہ دیکھ کر لرزہ چڑھ آیا سخت (ہیبت کے مارے) تب میں خدیجہؓ کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو انھوں نے کپڑا اوڑھا دیا اور پانی اوپر میرے ڈالا۔ ہیبت دور کرنے کے لیے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں یا ایھا المدثر قم فانذر وربك فكبر و ثيابك فطهر (ان کا ترجمہ اوپر گزرا)۔

٤١٠- عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ((فَإِذَا وَ جَالِسٌ عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)).

۴۱۰- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

بَابُ الْإِسْرَاءِ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى السَّمَاوَاتِ وَفَرْضِ الصَّلَوَاتِ [1]

باب: رسول اللہ ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لے جانا (یعنی معراج) اور نمازوں کا فرض ہونا

[1] ☆ نوویؒ نے کہا یہ بہت بڑا باب ہے اور میں اس باب میں مختصر مختصر مطالب اپنے اپنے مواقع پر بیان کروں گا اور قاضی عیاضؒ نے معراج کے بارے میں چند فقرے بہت عمدہ لکھے ہیں انھوں نے کہا کہ لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ یہ معراج کس حالت میں تھی تو بعضوں نے کہا یہ سب خواب تھا اور جو حق ہے اور اکثر سلف اور متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے فقہاء اور محدثین اور متکلمین میں سے وہ یہ ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں تھی اور آپ اپنے جسم کے ساتھ تشریف لے گئے تھے اور حدیثیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں اور ظاہر سے عدول کرنے ☜

....

ﷺ کے لیے کوئی وجہ نہیں اور نہ یہ مجال ہے تاکہ تاویل کی احتیاج ہو اور شریک نے معراج کی روایت میں کئی جگہ وہم کیا ہے جن پر انکار کیا ہے علماء نے اور امام مسلم نے اس پر تنبیہ کی ہے اور کہا کہ شریک نے اس روایت میں تقدیم اور تاخیر اور کمی اور بیشی کی ہے ایک ان میں سے یہ ہے کہ وہ معراج کو نبوت سے پہلے نقل کرتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ معراج کم از کم نبوت سے پندرہ مہینے کے بعد واقع ہوئی اور حربی نے کہا معراج ستائیسویں شب کو ربیع الثانی میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی اور زہری نے کہا معراج نبوت کے پانچ برس بعد ہوئی اور ابن اسحاق نے کہا معراج اس وقت ہوئی جب اسلام مکہ میں پھیل گیا تھا اور عرب کے قبیلوں میں اور ان سب قولوں میں زہری اور ابن اسحٰق کا قول زیادہ ٹھیک ہے اس لیے کہ سب نے باتفاق کہا ہے کہ حضرت خدیجہ نے حضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی نماز فرض ہونے کے بعد اور اس بات میں اختلاف نہیں کہ حضرت خدیجہ ہجرت سے تین سال پہلے گزر گئیں اور بعضوں نے کہا پانچ سال پہلے دوسرے یہ کہ علماء نے اتفاق کیا ہے اس امر پر کہ نماز معراج کی رات کو فرض ہوئی پھر معراج نبوت سے پہلے کیونکر ہو سکتی ہے اور یہ جو شریک کی روایت میں ہے آپ سو رہے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ میں سونے اور جاگنے کے بیچ میں تھا خانہ کعبہ کے پاس تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ معراج خواب میں تھی کیونکہ یہ حالت اس وقت کی ہے جب آپ کے پاس فرشتہ آیا اور حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے کہ سارا قصہ خواب میں گزرا۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاضؒ کا۔ نوویؒ نے کہا شریک کے سوا معراج کی حدیث کو اور حافظوں اور عالموں نے روایت کیا ہے جیسے ابن شہاب اور ثابت بنانیؒ اور قتادہ نے انسؓ سے اور انھوں نے شریک کی باتیں بیان نہیں کیں اور شریک اہل حدیث کے نزدیک حافظ نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جن لوگوں نے معراج کا حالت بیداری میں جسم کے ساتھ انکار کیا ہے ان کا انکار دو وجہ سے ہے۔ ایک تو یہ کہ اس قدر تیز حرکت قیاس میں نہیں آتی کہ لاکھوں کروڑوں برس کا فاصلہ ایک جسم تھوڑے زمانے میں طے کرے اور پھر اس کے اجزا میں اتصال قائم رہے دوسری یہ کہ آسمان مثل پیاز کے چھلکوں کے ایک پرت دوسرے پرت سے ملے ہوئے ہیں اور وہ پھٹنے اور جڑنے کے قابل نہیں ہیں دوسرا شبہ تو صرف بطلیموس کی تقلید سے پیدا ہو گیا تھا کیونکہ اس نے تو آسمان ٹھوس اور سخت ایک سے ایک ملے ہوئے نکالے اور اسی کا نکالا ہوا نظام مسلمانوں نے عربی زبان میں نقل کیا اور وہی مسلمانوں میں شائع ہوا حالانکہ خود حکماء ہی نے اس نظام کو باطل کر دیا اور آسمانوں کا جسم ایسا سخت کہ جس میں کوئی چیز پھر نہ سکے غلط ہوا اور ثابت ہوا یہ امر کہ ہزارہا تارے اور اجسام ان آسمانوں میں جو فضا کی طرح معلوم ہوتا ہے پھرا کرتے ہیں اور اگر یہ امر مان لیا جائے کہ آسمان ٹھوس اور سخت اجسام ہیں تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ان میں دروازے اور راستے نہیں ہیں اور جو یہ بھی فرض کیا جائے تو یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ پھٹنے اور جڑنے کے لائق نہیں ہیں جو دلیل اگلے حکماء نے آسمانوں کے نہ پھٹنے پر قائم کی ہے وہ کئی جگہ سے مخدوش ہے اور اس کے مقدمات ممنوع ہیں۔ اب رہا پہلا امر تو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف قیاس میں نہ آنے سے کوئی امر محال نہیں ہو سکتا خود زمین کی حرکت کو دیکھو اٹھاون ہزار میل ایک گھنٹے میں طے کرتی ہے یعنی توپ کی گولی سے ایک سو بیس گنا جلد جا رہی ہے پر نہ زمین کے اجزاء میں تفریق ہوتی ہے اور نہ ہم کو کسی قسم کی پریشانی ایسی تیز حرکت سے حاصل ہوتی ہے اور جن لوگوں کے نزدیک آفتاب متحرک ہے اور زمین ساکن ہے تو آفتاب زمین سے دس کروڑ زمین کے فاصلہ پر ہونے سے اس کا مدار ساٹھ کروڑ میل کا ہوا اور ساٹھ کو ۲۴۰ پر تقسیم کرو تو ہر ایک ساعت میں اڑھائی کروڑ میل آفتاب کی حرکت ہوئی حالانکہ اس قدر تیز حرکت سے بھی نہ آفتاب کا جرم پھٹتا ہے نہ اس کے اجزاء میں تفرق ہوتی ہے اب اس سے بھی زیادہ تیز حرکت کو دیکھو روشنی جو آفتاب سے ہم تک آ پہنچتی ہے اس کی حرکت ایک دقیقہ یعنی منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ روشنی ایک عرض ہے جو دوسرے جسم سے قائم ہے اور کلام جواہر کی حرکات میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال غلط ہے کہ روشنی عرض ہے بلکہ روشنی ایک جسم ہے جو چھوٹے چھوٹے اجزا سے مرکب ہے اور وہ اجزاء نہایت تیزی کے ساتھ روشن جسم سے سب طرف پھینکے جاتے ہیں پھر جب حرکت کی تیزی کی کوئی انتہا نہ نکلی اور نہ جسم کی سختی کی اس صورت میں خداوند کریم قادر مطلق کاملہ سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ ایک جسم کو جتنی چاہے اسے تیز روی عنایت فرما دے گو ہمارے قیاس اور عادت سے بعد ہو ابو جہل نے اپنے ہی قیاس سے معراج کو بعید سمجھ کر اس کا انکار کیا اور حضرت صدیقؓ نے عقل سلیم سے کام لیا اور معراج کی تصدیق کی و ذالك فضل الله يؤتيه من شاء.

٤١١- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهِ قَالَ فَرَكِبْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ قَالَ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي يَرْبِطُ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ

۴۱۱- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے براق لایا گیا اور وہ ایک جانور ہے سفید رنگ کا لمبا گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا اپنے سم وہاں رکھتا ہے جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے (تو ایک لحہ میں آسمان تک جا سکتا ہے)۔ میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس تک آیا وہاں اس جانور کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے اور پیغمبر اپنے اپنے جانوروں کو باندھا کرتے تھے (یہ حلقہ مسجد کے دروازے پر ہے اور باندھ دینے سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی چیزوں کی احتیاط اور حفاظت ضروری ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں) پھر میں مسجد کے اندر گیا اور دو رکعتیں نماز کی پڑھیں بعد اس کے باہر نکلا تو حضرت جبرئیلؑ دو برتن لے کر آئے ایک میں شراب تھا اور ایک میں دودھ۔ میں نے دودھ پسند کیا حضرت جبرئیلؑ ہمارے ساتھ آسمان پر چڑھے۔ (جب وہاں پہنچے) تو فرشتوں سے کہا دروازہ کھولنے کے لیے

(۴۱۱) ☆ براق بضم یا اس جانور کا نام ہے جس پر رسول اللہؐ معراج کی رات کو سوار ہوئے تھے۔ زبیدی اور صاحب تحریر نے کہا کہ براق وہ جانور ہے جس پر تمام پیغمبروں نے سواری کی پر اور پیغمبروں کا سواری کرنا اس پر دلیل چاہتا ہے۔ ابن درید نے کہا براق برق سے نکلا ہے برق کہتے ہیں بجلی کو اس جانور کا نام براق ہوا اس لیے کہ اس کی چال بجلی کی طرح تیز تھی اور بعضوں نے کہا اس لئے کہ وہ بجلی کی طرح صاف اور ستھرا اور چمکدار تھا اور بعضوں نے کہا اس لیے کہ وہ سفید تھا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا احتمال ہے کہ اس جانور میں دو رنگ ہوں کیونکہ برقاء اس بکری کو کہتے ہیں جس کی سفیدی میں سیاہ دھاریاں ہوں اور حدیث میں خود موجود ہے کہ وہ جانور سفید رنگ کا تھا تو برقاء بھی سفید رنگ میں داخل ہے۔ (نووی) مَقْدِسْ یا مُقَدَّسْ دونوں صحیح ہیں اور مشہور معنی اس کے یہ ہیں پاکی کا گھر وہاں انسان گناہوں سے پاک ہوتا ہے یا وہ مکان خود پاک ہے بتوں کی نجاست سے۔ نووی نے کہا اس روایت میں اختصار ہے اور مراد یہ ہے کہ جبرئیلؑ نے آپکو اختیار دیا کہ ان دونوں برتنوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کریں آپ نے دودھ پسند کیا جیسے دوسری روایت میں ابو ہریرہؓ کی صاف موجود ہے کہ آپ کو الہام ہوا دودھ کے اختیار کرنے کا اور فطرت سے مراد اسلام اور استقامت ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم نے اسلام کی علامت کو اور اس پر استقامت کو اختیار کیا اور دودھ اسلام کی علامت اس وجہ سے ہوا کہ وہ پاکیزہ خوشگوار نیک انجام ہے اور شراب تو سب ناپاکیوں کی جڑ ہے اور حال اور مال دونوں میں برائیاں پیدا کرنے والی ہے۔ انتہی۔

مترجم کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ فطرت سے مراد یہاں لغوی معنی فطرت کا ہو یعنی پیدائش اور آفرینش اور مقصود یہ ہے کہ دودھ فطری غذا ہے انسان کی جب آدمی پیدا ہوتا ہے تو اس کی پرورش بغیر دودھ کے مشکل ہے اور دودھ وہ غذا ہے جو نہایت مقوی، سریع الہضم، اعضاء کو بڑھانے والا، جسم کو پرورش کرنے والا اور اس میں غذائیت اور مائیت دونوں موجود ہیں اور وہ فطری یعنی پیدائشی ہے خداوند کریم ﷻ

بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِابْنَيْ الْخَالَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّاءَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا فَرَحَّبَا وَدَعَوَا لِي

انھوں نے پوچھا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل ہے۔ انھوں نے کہا تمہارے ساتھ دوسرا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے پوچھا کیا وہ بلائے گئے تھے؟ جبرئیل نے کہا ہاں بلائے گئے ہیں پھر دروازہ کھولا گیا ہمارے لیے اور ہم نے آدمؑ کو دیکھا انھوں نے مرحبا کہا اور میرے لیے دعا کی بہتری کی پھر جبرئیل ہمارے ساتھ چڑھے دوسرے آسمان پر اور دروازہ کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ انھوں نے کہا جبرئیل فرشتوں نے پوچھا تمہارے ساتھ دوسرا کون شخص ہے؟ انھوں نے کہا محمدؐ ہیں۔ فرشتوں نے کہا کیا ان کو حکم

ﷲ نے اس کو بنایا انسان کی صنعت کو اس میں دخل نہیں برخلاف شراب کے کہ نہ اس میں غذائیت ہے جو انسان کے جسم کی پرورش کے لیے کافی ہو نہ وہ فطری ہے بلکہ انسان کی ترکیب اور صنعت سے تیار ہوا ہے اور جس قدر منفعت اس سے حاصل ہوتی ہے اس سے زیادہ ضرر اور نقصان پیدا ہوتا ہے۔ نووی نے کہا یہاں سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ جب مکان والا اندر سے پوچھے کون ہے؟ تو اس کے جواب میں اپنا نام بیان کرے نہ یہ کہ "میں" کہے کیونکہ اس کی ممانعت آئی ہے اور "میں" کہنا بے فائدہ ہے۔ دوسرے یہ کہ آسمان میں دروازے ہیں تیسرے یہ کہ دروازوں پر محافظ اور چوکیدار ہیں۔ مرحبا وہ لفظ ہے جس کو عرب کے لوگ مہمان آنے کے وقت بولتے ہیں یعنی تم اچھی فراخ اور کشادہ جگہ میں آئے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ملاقات کو آئے اس کی خاطرداری کرنا اور کشادہ پیشانی سے ملنا اور اس کی تعریف کرنا بشرطیکہ وہ مغرور نہ ہو درست ہے اور یہ طریقہ ہے انبیاء کا۔ بیت المعمور ایک گھر ہے کعبے کی طرف آسمانوں کے اوپر اس کو معمور اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ آباد رہتا ہے ہر روز نئے ستر ہزار فرشتے وہاں عبادت کے لیے آتے ہیں جو پھر کبھی نہیں آتے اس سے معلوم کرنا چاہیے کہ فرشتے کتنے بے حساب ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے بیر کا ساتوں آسمانوں کے اوپر وہ حد ہے فرشتوں کے جانے کی یا حد ہے ان کے علم کی اس سے آگے کا علم سوا خداتعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ اس لیے ہوا کہ ملائکہ کا علم وہاں تک ختم ہو گیا اور اس سے آگے کوئی نہیں بڑھا سوا رسول اللہؐ کے اور عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ اس کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ جو اوپر سے اترتا ہے وہ وہاں آکر ٹھہر جاتا ہے اور جو نیچے سے چڑھتا ہے وہ بھی وہاں رک جاتا ہے یعنی خدا کا حکم یعنی جب اللہ جل جلالہ کی خاص تجلی اس درخت پر ہوئی تو اس کا رنگ روپ ہی بدل گیا اور حسن و جمال اس کا بے نظیر ہو گیا جس کی تعریف بیان نہیں ہو سکتی سچ ہے مخلوق کی کیا مجال جو اپنے خالق ذوالجلال کی تعریف کر سکے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عقیدہ سلف امت کا کہ خداتعالیٰ اپنے عرش پر آسمانوں کے اوپر ہے ورنہ لوٹ جانے کے کیا معنی ہو نگے۔ نووی نے اس مقام پر یہ تاویل کی ہے کہ میں لوٹ گیا اس مقام پر جہاں میں نے خداوند کریم سے باتیں کی تھیں اور پھر عرض کیا دوبارہ اور نقل کیا اس کو مولانا ابوالطیب نے السراج الوہاج میں اور نہیں رد کیا اس تاویل کو حالانکہ یہ تاویل مردود ہے اور نوویؒ نے متاخرین متکلمین کی تقلید کر کے یہ تاویل کی جو خداوند کریم کو جہت اور مکان سے منزہ خیال کرتے ہیں اور علماء حدیث اور سلف صالحین کے مذہب پر اس حدیث میں کوئی تاویل کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ان کے نزدیک خدا کا مکان عرش ہے اور وہ جہت فوق میں ہے پس مطلب حدیث کا صاف ہے کہ میں خداوند کریم کے پاس پھر گیا اور جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے معاذ اللہ خدا کی ذات ہر جگہ ہے اور عرش سے ذات کو کوئی خصوصیت نہیں ان کے طریقہ پر معراج کی فضیلت نہیں نکلتی ہے اور نہ اتنی تکلیف کی کوئی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ رات کے وقت ساتوں آسمانوں کا ﷲ

بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيسَ فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ)) وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ((ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ معك قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى

ہوا تھا بلانے کا؟ جبریل نے کہا ہاں ان کو حکم ہوا ہے پھر دروازہ کھلا تو میں نے دونوں خالہ زاد بھائیوں کو دیکھا یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریاؑ کو ان دونوں نے مرحبا کہا اور میرے لیے بہتری کی دعا کی پھر جبرئیل ہمارے ساتھ تیسرے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا فرشتوں نے کہا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل فرشتوں نے کہا دوسرا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمدؐ ہیں۔ فرشتوں نے کہا کیا ان کو پیغام کیا گیا تھا بلانے کے لیے؟ جبرئیل نے کہا ہاں ان کو پیغام کیا گیا تھا پھر دروازہ کھلا تو میں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا اللہ نے حسن (خوبصورتی) کا آدھا حصہ ان کو دیا تھا انھوں نے مرحبا کہا مجھ کو اور نیک دعا کی پھر جبرئیل ہم کو لے کر چوتھے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرئیل پوچھا تمہارے ساتھ دوسرا کون ہے؟ کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے کہا کیا بلوائے گئے ہیں؟ جبرئیل نے کہا ہاں بلوائے گئے ہیں پھر دروازہ کھلا تو میں نے ادریسؑ کو دیکھا انھوں نے مرحبا کہا اور اچھی دعا دی مجھ کو۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہم نے اٹھا لیا ادریسؑ کو اونچی جگہ پر (تو اونچی جگہ سے یہی چوتھا آسمان مراد ہے) پھر جبرئیل علیہ السلام ہمارے ساتھ پانچویں آسمان پر چڑھے انھوں نے دروازہ کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون؟ کہا جبرئیل پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرئیل نے کہا ہاں بلوائے گئے ہیں پھر دروازہ کھلا تو میں نے حضرت ہارونؑ کو دیکھا انھوں نے مرحبا کہا اور مجھے نیک دعا دی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ہمارے ساتھ چھٹے آسمان پر

سفر آپ کو درپیش ہو کیونکہ ان کے نزدیک تو خدا زمین پر بھی ذات سے موجود ہے پھر ساتوں آسمانوں کے اوپر بلانے سے کیا مقصود تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ کم بخت عقیدہ جہم بن صفوان سے پھیلا جس نے ہزاروں مسلمانوں کو گمراہ کیا اور اب تک گمراہی اس کی قائم ہے اور نجات دی اللہ جل جلالہ نے اس شیطان کے شر سے علماء حدیث اور سلف صالحین کو اور جنھوں نے ان کی راہ اختیار کی اللہ تعالیٰ ہم کو سلف کی پیروی نصیب فرمائے اور ہمارا حشر انہی کے ساتھ کرے۔ آمین یارب العالمین۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيَلَةِ وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ قَالَ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ مَا أَوْحَى فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ إِلَى مُوسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِينَ صَلَاةً قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى رَبِّي فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلَى أُمَّتِي فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقُلْتُ حَطَّ عَنِّي خَمْسًا قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ فَارْجِعْ إِلَى

پہنچے اور دروازہ کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرئیل پوچھا اور کون ہے تمہارے ساتھ؟ انھوں نے کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے کہا کیا خدا نے ان کو پیام بھیجا آ ملنے کے لیے؟ جبرئیل نے کہا ہاں بھیجا پھر دروازہ کھلا تو میں نے حضرت موسٰیؑ کو دیکھا انھوں نے کہا مرحبا اور اچھی دعا دی مجھ کو پھر جبرئیل ہمارے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرئیل پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے پوچھا کیا وہ بلوائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں بلوائے گئے ہیں پھر دروازہ کھلا تو میں نے حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا وہ تکیہ لگائے ہوئے تھے اپنی پیٹھ کا بیت المعمور کی طرف (اس سے یہ معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنا درست ہے) اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو پھر کبھی نہیں آتے پھر جبرئیل مجھ کو سدرہ منتہٰی کے پاس لے گئے اس کے پتے اتنے بڑے تھے جیسے ہاتھی کے کان اور اس کے بیر جیسے قلہ (ایک بڑا گھڑا جس میں دو مشک یا زیادہ پانی آتا ہے) پھر جب اس درخت کو اللہ کے حکم نے ڈھانکا تو اس کا حال ایسا ہو گیا کہ کوئی مخلوق اس کی خوبصورتی بیان نہیں کر سکتا پھر اللہ جل جلالہ نے ڈالا میرے دل میں جو کچھ ڈالا اور پچاس نمازیں ہر رات اور دن میں مجھ پر فرض کیں جب میں وہاں سے اترا اور حضرت موسٰیؑ تک پہنچا تو انھوں نے پوچھا تمہارے پروردگار نے کیا فرض کیا امت پر تمہاری؟ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کیں انھوں نے کہا پھر لوٹ جاؤ اپنے پروردگار کے پاس اور تخفیف چاہو کیونکہ تمہاری امت کو اتنی طاقت نہ ہو گی اور میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے اور ان کا امتحان لیا ہے میں

ﷺ نے اللہ جل جلالہ سے بلا واسطہ کلام کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جواب دیا۔ اب وہ لوگ جو کہتے ہیں معاذ اللہ خدا بات نہیں کرتا نہ اس کی بات میں آواز اور حروف ہیں وہ گویا حدیثوں اور آیتوں کا رد کرتے ہیں جن سے صاف اللہ تعالیٰ کا بات کرنا اور اس میں آواز ہونا ثابت ہے یعنی بار بار عرض کرنے سے اور تخفیف چاہنے سے اب مجھ کو شرم آگئی اب نہیں جا سکتا گو آپ کو یہ خیال ہو کہ میری امت ان پانچ نمازوں کو ﷺ

رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَبَيْنَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام حَتَّى قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ فَذَلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً قَالَ فَنَزَلْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ))۔

لوٹ گیا اپنے پروردگار کے پاس اور عرض کیا اے پروردگار! تخفیف کر میری امت پر۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں گھٹادیں میں لوٹ کر حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف کردیں۔ انھوں نے کہا تمہاری امت کو اتنی طاقت نہ ہوگی تم پھر جاؤ اپنے رب کے پاس اور تخفیف کراؤ آپ نے فرمایا میں اس طرح برابر اپنے پروردگار اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا اے محمدؐ! وہ پانچ نمازیں ہیں ہر دن اور ہر رات میں اور ہر ایک نماز میں دس نماز کا ثواب ہے تو وہی پچاس نمازیں ہوئیں (سبحان اللہ مالک کی کیسی عنایت اپنے غلاموں پر ہے کہ پڑھیں تو پانچ نمازیں اور ثواب ملے پچاس کا) اور جو کوئی شخص نیت کرے کام کرنے کی نیک پھر اس کو نہ کرے تو اس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا اور جو کرے تو دس نیکیوں کا اور جو شخص نیت کرے برائی کی پھر اس کو نہ کرے تو کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر کر بیٹھے تو ایک ہی برائی لکھی جائے گی آپ نے فرمایا پھر میں اترا اور حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا۔ انھوں نے کہا پھر جاؤ اپنے پروردگار کے پاس اور تخفیف چاہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنے پروردگار کے پاس پھر پھر کر گیا یہاں تک کہ میں شرما گیا اس سے۔

٤١٢- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أُتِيتُ فَانْطَلَقُوا بِي إِلَى زَمْزَمَ فَشُرِحَ عَنْ صَدْرِي ثُمَّ غُسِلَ

۴۱۲- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس فرشتے آئے اور مجھے لے گئے زم زم کے پاس پھر چیرا گیا سینہ میرا اور دھویا گیا زم زم کے پانی سے پھر چھوڑ دیا گیا میں اپنی

☜ بھی ہر روز ادا نہ کر سکے گی پر جو منظور الٰہی تھا وہ ہوا یہ جو بار بار تخفیف ہوئی تو علماء نے اختلاف کیا ہے اس میں کہ آیا پہلے پچاس نمازوں کا جو حکم ہوا تھا وہ وجوبی تھا یا غیر وجوبی۔ خطابیؒ نے کہا کہ وہ حکم غیر وجوبی تھا ورنہ تخفیف کیسے ہوتی اور صحیح یہ ہے کہ وہ حکم وجوبی تھا کیونکہ اگر غیر وجوبی ہوتا تو تخفیف چاہنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اب یہ تخفیف نسخ ہے قبل عمل کے اور وہ جائز ہے۔

(۴۱۲) ☆ یعنی اس جگہ جہاں سے لے گئے تھے یہ معنی اس صورت میں ہے جب حدیث میں انزلت بضم تا صیغہ واحد متکلم مجہول ہو اور جو بسکون تا ہو صیغہ واحد مونث مجہول تو اس صورت میں اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف ہوگا اور وہ مذکور ہے برقانی کی روایت میں اس ☜

بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ أُنْزِلَتْ)).

۴۱۳- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هَذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَأَمَهُ ثُمَّ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهِ يَعْنِي ظِئْرَهُ فَقَالُوا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ أَنَسٌ وَقَدْ كُنْتُ أَرْئِي أَثَرَ ذَلِكَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ.

جگہ پر۔

۴۱۳- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیلؑ آئے اور آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے انھوں نے آپ کو پکڑا اور پچھاڑا اور دل کو چیر کر نکالا پھر اس میں سے ایک پھٹکی جدا کر ڈالی اور کہا کہ اتنا حصہ شیطان کا تھا تم میں پھر اس دل کو دھویا سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے (اس سے یہ نہیں نکلتا کہ ہم کو سونے کے برتن کا استعمال درست ہے کیونکہ یہ فرشتوں کا فعل تھا اور ممکن ہے کہ ان کی شریعت ہماری شریعت کے مغائر ہو۔ دوسرے یہ کہ اس وقت تک سونے کا استعمال حرام نہیں ہوا تھا) پھر جوڑا اس کو اور اپنی جگہ میں رکھا اور لڑکے دوڑے ہوئے آپ کی ماں کے پاس آئے یعنی آنحضرت کی انا کے پاس اور کہا کہ محمدؐ مار ڈالے گئے یہ سن کر لوگ دوڑے دیکھا تو آپ صحیح و سالم ہیں اور آپ کا رنگ بدل گیا ہے (ڈر خوف سے)۔ انس نے کہا میں اس سلائی کا (جو حضرت جبرئیل نے کی تھی) آپ کا سینہ پر نشان دیکھتا تھا۔

۴۱۴- عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ أَنَّهُ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ نَحْوَ حَدِيثِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَدَّمَ فِيهِ شَيْئًا وَأَخَّرَ وَزَادَ وَنَقَصَ.

۴۱۴- شریک بن عبداللہ سے روایت ہے میں نے سنا انس بن مالکؓ سے وہ بیان کرتے تھے قصہ اس رات کا جس میں معراج ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی مسجد سے۔ آپ کے پاس تین فرشتے آئے وحی آنے سے پہلے اور آپ مسجد میں سو رہے تھے پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے ثابت نے روایت کیا انس سے لیکن آگے بیان کیا بعضی باتوں کو اور پیچھے بیان کیا بعضی باتوں کو اور زیادہ کیا اور کم کیا۔

۴۱۵- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ

۴۱۵- انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ابوذر غفاریؓ حدیث

☜ طرح ثم انزلت علی طست من ذهب مملوته سکمته یعنی پھر اتارا گیا مجھ پر ایک طشت سونے کا جس میں حکمت بھری ہوئی تھی۔

(۴۱۵) ☆ یہ سینہ چیرنا اور دل کو دھونا اور صاف کرنا کچھ خلاف قیاس نہیں نہ محال ہے خداوند کریم کی قدرت سے یہ امر بالکل بعید معلوم نہیں ہوتا بلکہ زمانہ حال میں خود انسان نے جراحی میں ایسی ترقی کی ہے کہ اگلے زمانے میں لوگ اس کو خلاف قیاس سمجھتے اور طشت میں ☜

كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا جِبْرِيلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ قَالَ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَفَتَحَ قَالَ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ عَنْ يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ قَالَ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى قَالَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا آدَمُ ﷺ وَهَذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ

بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا توڑا گیا چھت میرے مکان کا اور میں مکے میں تھا اور جبرئیلؑ اترے انھوں نے میرا سینہ چیرا پھر اس کو دھویا زمزم کے پانی سے پھر ایک طشت لائے سونے کا جس میں حکمت اور ایمان بھرا ہوا تھا اور انڈیل دیا اس کو میرے سینہ میں بعد اس کے ملا دیا سینے کو اور میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان پر پہنچے تو جبرئیل نے وہاں کے کلید بردار سے کہا کھول اس نے پوچھا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا جبرئیل پوچھا اور بھی کوئی تیرے ساتھ ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں محمدؐ ہیں پوچھا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا ہاں تب اس نے دروازہ کھولا جب ہم آسمان کے اوپر گئے تو ایک شخص کو دیکھا جس کی داہنی طرف بھی جھنڈ تھی (روحوں کی) اور بائیں طرف جھنڈ تھی وہ جب داہنی طرف دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا مرحبا اے نیک بخت نبیؐ اور نیک بخت بیٹے میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ آدمؑ ہے اور یہ جو لوگوں کے جھنڈ ان کے داہنے اور بائیں ہیں یہ ان کی اولاد ہے تو داہنی طرف وہ لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے اور بائیں طرف وہ لوگ ہیں جو جہنم

ف ایمان اور حکمت بھرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس طشت میں کوئی ایسی چیز بھری تھی جس کے دل میں ڈالنے سے دل روشن ہو گیا اور بھر گیا ایمان اور حکمت سے۔ یہ تاویل نوویؒ نے کی ہے اور میرے نزدیک اس تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ طشت بھی جنت کا تھا اور جنت کے طشت میں ایمان اور حکمت کا بھرا جانا بعید نہیں اس لیے کہ جنت عالم آخرت میں سے ہے اور عالم آخرت کے احکام اور ہیں۔ وہاں بہت سی چیزیں جن کو ہم یہاں جسمانی اور موجود بالذات خیال نہیں کر سکتے جسمانی اور موجود بالذات ہوں گی۔ اسی قبیل سے ہے اعمال کا تولا جانا، موت کا ذبح کیا جانا، قرآن کی سورتوں کا شفاعت کرنا واللہ اعلم۔ قاضی عیاضؒ نے کہا اس مقام پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کافروں کی روحیں تو سجین میں رہتی ہیں جو ساتویں زمین میں ہے یا اس کے نیچے ہے یا قید میں رہتی ہیں اور مومنوں کی روحیں جنت میں آرام پاتی ہیں پھر یہ روحیں آدمؑ کے پاس کیونکر جمع تھیں اور اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت آدمؑ کے پاس ان روحوں کے پاس ہونے کا ایک وقت ہو اور رسول اللہؐ اتفاق سے اسی وقت وہاں پہنچے تو ان کی روحوں کو دیکھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ کافر ارواح کا جہنم میں اور مومن ارواح کا جنت میں رہنا ہمیشہ نہ ہو بلکہ خاص ایک وقت میں ہوتا ہو جیسے قرآن میں ہے۔ صبح و شام جہنم کے سامنے وہ کیے جائیں گے اور حدیث میں ہے مومن کے سامنے اس کا ٹھکانا قبر میں پیش کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ تیرا یہ ٹھکانا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ پہنچائے تجھ کو اس جگہ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جنت حضرت آدمؑ کی داہنی طرف ہو اور جہنم بائیں طرف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف

الْيَمِينِ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى قَالَ ثُمَّ عَرَجَ بِي جِبْرِيلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ قَالَ فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ خَازِنُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَفَتَحَ)) فَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَاوَاتِ آدَمَ وَإِدْرِيسَ وَعِيسَى وَمُوسَى وَإِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِإِدْرِيسَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قَالَ ثُمَّ مَرَّ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالَ هَذَا إِدْرِيسُ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا مُوسَى قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيسَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ

میں جائیں گے اس لیے جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں تو (خوشی کے مارے) ہنس دیتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو (رنج کے مارے) رو دیتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا جبرئیل مجھ کو لے کر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور اس کے چوکیدار سے کہا دروازہ کھول اس نے بھی ایسا ہی کہا جیسے پہلے آسمان کے چوکیدار نے کہا تھا پھر دروازہ کھولا انس بن مالکؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے آسمانوں پر حضرت آدم اور ادریس اور عیسیٰ اور موسیٰ اور ابراہیمؑ سے ملاقات کی اور یہ بیان نہیں کیا کہ ان میں سے ہر ایک کون سے آسمان پر ملا پر اتنا کہا کہ آدمؑ سے پہلے آسمان پر ملاقات ہوئی اور ابراہیمؑ سے چھٹے آسمان میں جب جبرئیلؑ اور آپ حضرت ادریسؑ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور بھائی صالح آپؐ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ ادریسؑ ہیں۔ میں حضرت موسیٰؑ پر سے گزرا انھوں نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور بھائی صالح میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ عیسیٰؑ ہیں مریم کے بیٹے پھر میں حضرت ابراہیمؑ پر سے گزرا انھوں نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور بیٹے صالح میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ حضرت ابراہیمؑ

لہ نوویؒ نے کہا اس روایت میں جو ابراہیمؑ کی ملاقات چھٹے آسمان پر مذکور ہے تو اگر معراج دوبارہ ہوا ہو اس صورت میں کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ ایک بار چھٹے آسمان پر مل کر پھر ساتویں پر بھی آپ کے ساتھ چلے گئے ہوں واللہ اعلم۔ آواز جو فرشتوں کے لکھنے سے نکلتی تھی اور یہ لکھنا فرشتوں کا یا تو اللہ کے احکام اور وحی کو تھا یا وہ لوح محفوظ سے نقل کرتے تھے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا یہ دلیل ہے اہل سنت کے مذہب کی کہ وحی اور مقادیر سب اللہ کی کتاب لوح محفوظ میں لکھے جاتے ہیں قلموں سے اور وہی جانتا ہے اس کی کیفیت کو جو آیات اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ وہ اپنے ظاہر پر محمول ہے پر اس کی کیفیت اور صورت اور جنس کو خدا ہی خوب جانتا ہے یا وہ شخص جانتا ہے جس کو خدا اطلاع دے اپنے فرشتوں اور پیغمبروں میں سے اور جو لوگ اس قسم کی آیتوں یا حدیثوں کی تاویل کرتے ہیں اور ظاہر سے ان کو پھیرتے ہیں وہ ضعیف النظر ہیں اور ضعیف الایمان اس لیے کہ جب شریعت مقدسہ میں یہ امور وارد ہیں اور عقلاً محال نہیں ہیں تو ان میں تاویل کی کیا ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جیسے چاہتا ہے اور یہ لکھنا ایک حکمت الٰہی ہے جس سے وہ غیب کی باتیں اپنے بندوں کو بتانا چاہتا ہے ورنہ خود بے پرواہ ہے کتابوں سے اور اس کو یاد رکھنے کے لیے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ قاضی عیاضؒ نے کہا ہمارے پیغمبرؐ کا اس مقام تک جانا اور سارے پیغمبروں کے مقاموں سے آگے بڑھ جانا یہ دلیل ہے ہمارے پیغمبر کی فضیلت کی اور پیغمبروں پر اور بزار نے ایک روایت حضرت علیؓ سے معراج تپ

((قُلْتُ مَنْ هَذَا)) قَالَ هَذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((ثُمَّ عَرَجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ)) قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((فَفَرَضَ اللَّهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَاةً قَالَ فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى أَمُرَّ بِمُوسَى فَقَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام مَاذَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ قَالَ قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلَاةً قَالَ لِي مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَرَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَوَضَعَ شَطْرَهَا قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ قَدْ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي جِبْرِيلُ حَتَّى نَأْتِيَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى فَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِي مَا هِيَ قَالَ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا

ہیں۔ ابن شہاب نے کہا مجھ سے ابن حزم نے بیان کیا کہ ابن عباسؓ ابو حبہ انصاریؓ (عامر یا مالک یا ثابت) دونوں کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر میں چڑھایا گیا ایک ہموار بلند مقام پر وہاں میں سنتا تھا قدموں کی آواز۔ ابن حزم اور انسؓ بن مالک نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر؟ پچاس نمازیں فرض کیں میں لوٹ کر آیا جب موسیٰؑ کے پاس پہنچا تو انھوں نے پوچھا اللہ نے کیا فرض کیا تمہاری امت پر میں نے کہا پچاس نمازیں ان پر فرض کیں موسیٰؑ نے کہا تم پھر لوٹ جاؤ اپنے رب کے پاس کیوں کہ تمہاری امت میں اس قدر طاقت نہیں میں لوٹ کر گیا اپنے پروردگار کے پاس اس نے ایک حصہ معاف کر دیا پھر میں لوٹ کر حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا اور ان سے بیان کیا انھوں نے کہا لوٹ جاؤ اپنے پروردگار کے پاس کیونکہ تمہاری امت کو اتنی طاقت نہیں۔ میں پھر لوٹ گیا اپنے پروردگار کے پاس اس نے فرمایا پانچ نمازیں ہیں اور وہ پچاس کے برابر ہیں میرے یہاں بات نہیں بدلتی آپ نے فرمایا میں پھر لوٹ کر آیا موسیٰ علیہ السلام کے پاس انھوں نے کہا پھر جاؤ اپنے پروردگار کے پاس میں نے کہا مجھے شرم آئی اپنے پروردگار سے (بار بار عرض کرنے سے) پھر جبرئیلؑ مجھ کو لے کر چلے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس پر ایسے رنگ چڑھ گئے جن کو میں نہیں سمجھتا وہ کیا تھے پھر مجھے جنت میں لے گئے وہاں موتیوں کے گنبد تھے اور مٹی اس کی مشک تھی۔

ﷺ میں بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ جبرئیلؑ آپ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ پردے کے پاس پہنچے وہاں سے ایک فرشتہ نکلا جبرئیل نے کہا قسم اس کی جس نے تجھے سچا پیغمبر کر کے بھیجا ہے میں جب سے پیدا ہوا میں نے اس فرشتے کو نہیں دیکھا حالانکہ میں سب مخلوقات میں خدا سے زیادہ بزرگ ہوں اور دوسری روایت میں ہے کہ پھر جبرئیل مجھ سے جدا ہو گئے اور آوازیں سب موقوف ہو گئیں تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ حدیث میں شطر کا لفظ وارد ہے جس کے معنی نصف کے ہیں پچیس نمازیں معاف کر دیں اس صورت میں یہ مخالف نہ ہو گا پہلی روایت کے جن میں پانچ پانچ نمازوں کا معاف ہونا مذکور ہے کیونکہ شطر کے معاف ہونے سے یہ غرض نہیں کہ ایک ہی بار میں شطر معاف ہو گیا ﷺ

فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ))۔

٤١٦- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَعَلَّهُ قَالَ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ إِذْ سَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ[1] بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأُتِيتُ فَانْطُلِقَ بِي فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيهَا مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشُرِحَ صَدْرِي إِلَى كَذَا وَكَذَا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْتُ لِلَّذِي مَعِي مَا يَعْنِي قَالَ إِلَى أَسْفَلِ بَطْنِهِ فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِي فَغُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ أُعِيدَ)) مَكَانَهُ ثُمَّ حُشِيَ إِيمَانًا وَحِكْمَةً ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ يَقَعُ خَطْوُهُ عِنْدَ أَقْصَى طَرْفِهِ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ ((انْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ

۴۱۶- انس بن مالکؓ سے روایت ہے انھوں نے شاید سنا مالک بن صعصعہ سے جو ایک شخص تھے ان کی قوم سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں خانہ کعبہ کے پاس تھا اور میری حالت خواب اور بیداری کے بیچ میں تھی اتنے میں میں نے سنا ایک شخص کو جو کہتا تھا کہ ہم دونوں میں بیچ تیسرے یہ ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ پھر میرے پاس آئے اور مجھ کو لے گئے پھر میرے پاس ایک طشت لایا گیا سونے کا اس میں پانی تھا زمزم کا اور میرا سینہ چیرا گیا یہاں تک اور یہاں تک۔ قتادہ نے کہا جو راوی ہے اس حدیث کا میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا اس سے مراد کیا ہے انھوں نے کہا یعنی چیرا گیا پیٹ کے نیچے تک اور دل نکالا گیا اس میں سے پھر دھویا گیا زمزم کے پانی سے پھر رکھا گیا اپنی جگہ پر پھر بھر دیا گیا ایمان اور حکمت سے۔ پھر ایک جانور کو لائے جس کا رنگ سفید تھا اس کو براق کہتے تھے گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی تھی مجھ کو اس پر سوار کیا پھر ہم چلے یہاں تک کہ پہلے آسمان پر آئے جبرئیلؑ نے دروازہ کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرئیلؑ۔ کہا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمدؐ۔ کہا

بلکہ کئی بار میں معاف ہوا اور قاضی عیاضؒ نے کہا کہ شطر سے ایک حصہ مراد ہے یعنی پانچ نمازیں اور نصف مراد نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے پر اس کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ حدیث مختصر ہے اس میں کئی بار لوٹنے کو بیان نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔

(۴۱۶) ☆ نیل ایک دریا ہے ملک افریقہ میں جس کا طول تین ہزار میل کے قریب ہے اور قاہرہ پایۂ تخت مصر اسی دریا کے کنارے واقع ہے ملک مصر کی شادابی اور سرسبزی اسی دریا سے ہے جب یہ دریا ابلتا ہے اور پانی اس کا چڑھتا ہے تو تمام ملک سیراب ہو جاتا ہے اور فرات وہ دریا ہے جو عراق عرب میں واقعہ ہے شہر کوفہ جواب بالکل اجاڑ ہے اسی دریا کے کنارے واقعہ تھا اور واقعہ کربلا اسی دریا کے کنارے واقع ہے

[1] ☆ قولہ احد الثلاثۃ الخ رجلین سے مراد جبریل اور میکائیل ہیں اور ثالث سے رسول اللہؐ مراد ہیں کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ یہ حدیث اوپر والی حدیث سے معارض ہے کیونکہ اس حدیث میں قبل نزول وحی کا ذکر ہے اور اس میں بعد نزول وحی کا لیکن بغور دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں شریک (ایک راوی ہے اس حدیث کا) نے دو جگہ غلطی کی ہے (۱) یہ کہ معراج بعد نزول وحی کے ہوا ہے اور اس نے قبل وحی کے ذکر کیا ہے (۲) یہ کہ حضرتؐ کے پاس دو آدمی (فرشتے) آئے تھے اور اس نے تین آدمی بیان کئے ہیں۔

إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفَتَحَ لَنَا وَقَالَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ قَالَ فَأَتَيْنَا عَلَى آدَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَذَكَرَ أَنَّهُ لَقِيَ فِي السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ عِيسَى وَيَحْيَى عَلَيْهِمَا السَّلَام وَفِي الثَّالِثَةِ يُوسُفَ وَفِي الرَّابِعَةِ إِدْرِيسَ وَفِي الْخَامِسَةِ هَارُونَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ قَالَ ((ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَأَتَيْتُ عَلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُهُ بَكَى فَنُودِيَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ رَبِّ هَذَا غُلَامٌ بَعَثْتَهُ بَعْدِي يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِهِ الْجَنَّةَ أَكْثَرُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَأَتَيْتُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ)) وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ وَحَدَّثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَى أَرْبَعَةَ أَنْهَارٍ يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ ((فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذِهِ الْأَنْهَارُ قَالَ أَمَّا النَّهْرَانِ الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِي الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذَا قَالَ هَذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ أَحَدُهُمَا خَمْرٌ وَالْآخَرُ لَبَنٌ فَعُرِضَا عَلَيَّ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقِيلَ أَصَبْتَ

انھوں نے کیا بلوائے گئے ہیں وہ؟ جبرئیل نے کہا ہاں پھر دروازہ کھلا اور فرشتوں نے کہا مرحبا مبارک ہو آپ کا تشریف لانا پھر ہم آئے آدمؑ کے پاس اور بیان کیا حدیث کا پورا قصہ اور ذکر کیا کہ آپ نے دوسرے آسمان پر ملاقات کی عیسیٰؑ سے اور یحییٰؑ سے اور تیسرے آسمان پر یوسفؑ سے اور چوتھے آسمان پر ادریسؑ سے اور پانچویں آسمان پر ہارونؑ سے پھر کہا کہ ہم چلے یہاں تک کہ چھٹے آسمان پر پہنچے وہاں حضرت موسیٰؑ سے ملے ان کو میں نے سلام کیا انھوں نے کہا مرحبا نیک بھائی اور نیک نبی کو۔ جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے آواز آئی اے موسیٰ کیوں روتے ہو؟ انھوں نے کہا اے پروردگار اس لڑکے کو تو نے میرے بعد پیغمبر کیا اور اس کی امت میں سے جنت میں زیادہ لوگ جائیں گے میری امت سے (تو حضرت موسیٰ کو رنج ہوا اپنی قوم پر حالانکہ ان کی تعداد بہت تھی پر جنتی ان میں کم تھے ہمارے پیمبرؐ کی امت سے)۔ پھر آپ نے فرمایا ہم چلے یہاں تک کہ ساتوں آسمان پر پہنچے وہاں میں نے ابراہیمؑ کو دیکھا اور بیان کیا اس حدیث میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے چار نہریں دیکھیں جو سدرۃ کی جڑ سے نکلتی تھیں دو نہریں کھلی تھیں اور دو نہریں ڈھپی تھیں میں نے کہا اے جبرئیلؑ یہ نہریں کیسی ہیں؟ انھوں نے کہا ڈھپی ہوئی دو نہریں تو جنت میں گئی ہیں اور کھلی ہوئی نیل و فرات ہیں پھر اٹھایا گیا میرے لیے بیت المعمور میں نے کہا اے جبرئیلؑ یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ بیت المعمور ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو پھر کبھی اس میں نہیں آتے پس یہی ان کا اخیر آنا ہے پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک میں شراب تھا اور ایک میں دودھ دونوں میرے سامنے کئے گئے میں نے دودھ کو پسند کیا۔ آواز آئی ٹھیک کیا

ہوا تھا۔ پانی اس کا نہایت شیریں اور صاف اور ہاضم ہے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ زمین میں ہے کیونکہ نیل اور فرات اس کی جڑ سے نکلے ہیں۔ نووی نے کہا یہ کچھ ضروری نہیں اس لیے احتمال ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے یہ

أَصَابَ اللّٰهُ بِكَ أُمَّتُكَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسُونَ صَلَاةً)) ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّتَهَا إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ.

تم نے خدا تمہیں ٹھیک راستے پر لایا اور تمہاری امت بھی تمہارے راستے پر چلے گی پھر میرے اوپر پچاس نمازیں فرض ہوئیں ہر روز پھر بیان کیا سارا قصہ اخیر تک۔

٤١٧- عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ ((فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلَى مَرَاقِّ الْبَطْنِ فَغُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَإِيمَانًا)).

۴۱۷- مالک بن صعصعہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہی حدیث جو اوپر گزری اتنا زیادہ ہے کہ میرے پاس ایک طشت لایا گیا سونے کا جو بھرا ہوا تھا حکمت اور ایمان سے پھر چیرا گیا سینے سے لے کر پیٹ کے نیچے تک اور دھویا گیا زمزم کے پانی سے اور بھرا گیا حکمت اور ایمان سے۔

٤١٨- عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ يَقُولُ حَدَّثَنِي ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ ﷺ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُسْرِيَ بِهِ فَقَالَ ((مُوسَى آدَمُ طُوَالٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ)) وَقَالَ ((عِيسَى جَعْدٌ مَرْبُوعٌ)) وَذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ جَهَنَّمَ وَذَكَرَ الدَّجَّالَ.

۴۱۸- قتادہ سے روایت ہے میں نے ابو عالیہ سے سنا وہ کہتے تھے مجھے حدیث بیان کی تمہارے پیغمبر ﷺ کے چچازاد بھائی نے یعنی عبداللہ بن عباسؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا معراج کا تو فرمایا موسیٰ گندمی رنگ کے ایک لمبے آدمی تھے گویا شنوہ (ایک قبیلہ ہے عرب میں) کے آدمی اور عیسیٰؑ کو گھونگر بال والے میانہ قد کے اور بیان کیا مالک کا جو داروغہ جہنم کا اور ذکر کیا دجال کا۔

٤١٩- عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَام رَجُلٌ آدَمُ طُوَالٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ

۴۱۹- قتادہ سے روایت ہے اس نے سنا ابو العالیہ سے انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے تمہارے نبیؐ کے چچا کے بیٹے ابن عباسؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوا میں موسیٰ بن عمران پر گزرا وہ ایک گندمی رنگ کے لمبے آدمی تھے گھونگر بال والے جیسے شنوہ کے آدمی ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا

ﷺ دونوں دریا نکلے ہوں پھر چلے گئے جہاں تک کہ اللہ نے چاہا اور زمین پر نمودار ہوئے ہوں اور یہ امر نہ خلاف شرع ہے نہ خلاف عقل ہے اور ظاہر حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے تو اسی کی طرف جانا چاہیے۔

(۴۱۹) ☆ سبط کے معنی سیدھے اور صاف جس میں خمیدگی نہ ہو اور اوپر کی روایت میں ہے کہ ان کے بال گھونگر تھے تو جواب اس کا یہ ہے کہ گھونگر دو قسم کے ہیں ایک تو سخت گھونگر جیسے حبشی لوگوں کے بال ہوتے ہیں اس کو عربی میں قطط بولتے ہیں اور ایک ہلکے گھونگر جو سیدھے اور صاف ہوتے ہیں اور صرف کناروں سے ذرا خمیدہ ایسے بالوں کو سبط کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ پہلی حدیث میں جعد کے لفظ سے گھونگر بال مراد نہیں ہیں بلکہ جعودت جسم سے مشتق ہے یعنی بدن کا گٹھا اور سخت اور ٹھوس ہونا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی صفت میں ایک روایت میں جعد کا لفظ آیا ہے حالانکہ دوسری روایت میں ہے کہ ان کے بال سیدھے صاف تھے یہ استشہاد ہے آیہ کریمہ فلا تكن فى مرية من لقائه سے جس کی تفسیر قتادہ نے یہی کی ہے کہ رسول اللہ حضرت موسیٰ سے بے شک ملے ہیں اور یہی اختیار کیا ہے ایک جماعت نے ﷺ

وَرَأَيْتُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ مَرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبِطَ الرَّأْسِ)) وَأُرِيَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللَّهُ إِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ قَالَ كَانَ قَتَادَةُ يُفَسِّرُهَا أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ لَقِيَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام.

عیسیٰ بن مریم کو وہ میانہ قد تھے اور رنگ ان کا سرخ اور سفید تھا اور بال ان کے سبط چھٹے ہوئے تھے اور دکھلائے گئے آپ کو مالک جہنم کے داروغہ اور دجال ان نشانیوں میں جو اللہ نے دکھلائیں تو مت شک کر آپ کی ملاقات میں موسیٰؑ سے۔ راوی نے کہا کہ قتادہ اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ نبیؐ نے موسیٰؑ سے ملاقات کی۔

٤٢٠ - عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِوَادِي الْأَزْرَقِ فَقَالَ ((أَيُّ وَادٍ هَذَا)) فَقَالُوا هَذَا وَادِي الْأَزْرَقِ قَالَ ((كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام هَابِطًا مِنْ الثَّنِيَّةِ وَلَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللَّهِ بِالتَّلْبِيَةِ)) ثُمَّ أَتَى عَلَى ثَنِيَّةِ هَرْشَى فَقَالَ أَيُّ ثَنِيَّةٍ هَذِهِ قَالُوا ثَنِيَّةُ هَرْشَى قَالَ ((كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يُونُسَ بْنِ مَتَّى عَلَيْهِ السَّلَام عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ

۴۲۰- عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ وادی ازرق میں گزرے تو پوچھا یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے کہا وادی ازرق آپ نے فرمایا گویا میں موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں وہ اتر رہے ہیں چوٹی سے اور آواز سے لبیک پکار رہے ہیں پھر آپ ہرشا کی چوٹی (ٹیکری) پر آئے (وہ ایک پہاڑ ہے شام اور مدینے کے راستے پر جحفہ کے قریب آپ نے پوچھا یہ کونسی ٹیکری ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ہرشا کی ٹیکری ہے آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں یونسؑ بن متی کو وہ ایک سرخ اونٹنی گھٹی ہوئی پر سوار ہیں اور ایک جبہ پہنے

☆ جیسے مجاہد اور کلبی اور سدی وغیرہ نے تو آیت کے معنی ان کے مذہب پر یہ ہونگے کہ شک مت کر تو اپنی ملاقات میں موسیٰ سے اور جمہور علماء کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہیں کہ مت شک کر موسیٰ کو کتاب ملنے میں اور یہی مذہب ہے ابن عباسؓ اور مقاتل اور زجاج کا یہ آیت سورۃ السجدہ پارہ ۲۱ میں ہے اور شروع میں اس آیت کا یہ ہے ولقد اتینا موسیٰ الکتاب اخیر تک۔

(۴۲۰) ☆ قاضی عیاضؒ نے کہا اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ نے ان پیغمبروں کو معراج کی رات دیکھا اور یہ امر تصریح کے ساتھ ابوالعالیہ کی روایت میں ابن عباس سے موجود ہے اور ابن مسیب کی روایت میں ابو ہریرہ سے مگر اس میں لبیک کہنے کا ذکر نہیں ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ پیغمبر تو مر گئے اور وہ آخرت میں گئے اب لبیک کیسے کہتے ہیں اور حج کیسے کرتے ہیں وہ تو عمل کرنے کا مقام نہیں تو ہمارے مشائخ اور ہم نے اس کے کئی جواب نکالے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیغمبر شہیدوں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہیں اور شہید زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس تو کیا بعید ہے کہ وہ حج کریں یا نماز پڑھیں جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے اور جہاں تک ان سے ہو سکے خدا سے اور نزدیکی حاصل کریں اور گو وہ مر گئے پر ابھی تک دنیا ہی میں ہیں جو عمل کا مقام ہے البتہ جب قیامت ہو جائے گی اور دنیا کی میعاد ختم ہو جائے گی اس وقت عمل ختم ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ آخرت کا عمل ذکر اور دعا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دعوٰهم فيها سبحانك اللهم وتحيتهم فيها السلام. تیسرے یہ کہ شاید یہ خواب ہو کسی اور رات میں سوا معراج کی رات کے جیسے ابن عمر کی روایت میں ہے میں سو رہا تھا کہ میں نے اپنے تئیں دیکھا کعبے کا طواف کرتے ہوئے اور بیان کیا قصہ عیسیٰ علیہ السلام کا۔ چوتھی یہ کہ رسول اللہؐ کو ان پیغمبروں کی زندگی کا حال دکھلایا گیا بطور تمثیل کے کہ ان کا حج کیسا تھا اور لبیک کیونکر تھی اس لیے کہ خود آپ نے فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں موسیٰؑ کو اور گویا میں دیکھ رہا ہوں عیسیٰؑ کو اور گویا میں دیکھ رہا ☆

جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ خِطَامُ نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ وَهُوَ يُلَبِّي)) قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ هُشَيْمٌ يَعْنِي لِيفًا.

ہیں بالوں کا ان کی اونٹنی کی نکیل خلبہ کی ہے اور وہ لبیک کہہ رہے ہیں۔ ابن حنبلؒ نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ ہشیم نے کہا خلبہ سے مراد لیف ہے (یعنی کھجور کے درخت کی چھال)۔

٤٢١- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ أَيُّ وَادٍ هَذَا فَقَالُوا وَادِي الْأَزْرَقِ فَقَالَ ((كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهِ وَشَعْرِهِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ دَاوُدُ وَاضِعًا إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ لَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللَّهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهَذَا الْوَادِي قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ أَيُّ ثَنِيَّةٍ هَذِهِ)) قَالُوا هَرْشَى أَوْ لِفْتٌ فَقَالَ ((كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يُونُسَ عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوفٍ خِطَامُ نَاقَتِهِ لِيفٌ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهَذَا الْوَادِي مُلَبِّيًا)).

۴۲۱- عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں ایک وادی پر گزرے آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے کہا وادی ازرق آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں موسیٰؑ کو پھر بیان کیا ان کا رنگ اور بالوں کا حال جو یاد نہ رہا داؤد بن ابی ہند کو (جو راوی ہے اس حدیث کا) اور انگلیاں اپنے کانوں میں رکھی ہیں اور خدا کو پکار رہے ہیں آواز سے لبیک کہہ کر اس وادی میں سے جا رہے ہیں۔ عبداللہ نے کہا پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک ٹیکری پر آئے آپ نے فرمایا یہ کون سی ٹیکری ہے؟ لوگوں نے کہا ہرشا کا یا لفت کا۔ آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں یونسؑ کو ایک سرخ اونٹنی پر ایک جبہ صوف کا پہنے ہوئے اور ان کی اونٹنی کی نکیل کھجور کے چھال کی ہے اس وادی میں لبیک کہتے ہوئے جا رہے ہیں۔

٤٢٢- عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ قَالَ ذَاكَ وَلَكِنَّهُ قَالَ ((أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَانْظُرُوا إِلَى صَاحِبِكُمْ وَأَمَّا مُوسَى فَرَجُلٌ آدَمُ جَعْدٌ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُومٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي)).

۴۲۲- مجاہد سے روایت ہے ہم عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے لوگوں نے ذکر کیا دجال کا اور کہا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں کافر کا لفظ لکھا ہو گا ابن عباسؓ نے کہا یہ تو میں نے نہیں سنا لیکن آپ نے فرمایا ابراہیم تو ایسے ہیں جیسے تم اپنے صاحب کو دیکھتے ہو (یعنی میری مشابہ ہیں صورت میں) اور موسیٰ ایک شخص ہیں گندم رنگ گھونگر والے یا گٹھے ہوئے بدن کے سرخ اونٹ پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں جب اترتے ہیں وادی میں تو لبیک کہتے ہیں۔

٤٢٣- عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ

۴۲۳- جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے

ف ہوں یونسؑ کو۔ یا نچواں یہ کہ آپ نے بیان کیا اس بات کو جو وحی کی گئی آپ کی طرف ان پیغمبروں کی کیفیت اور حالت سے اگرچہ آپ نے اپنی آنکھ سے ان کو نہ دیکھا ہو۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاضؒ کا۔ (نووی)

((عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ فَإِذَا مُوسَى ضَرْبٌ مِنْ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَرَأَيْتُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ وَرَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دَحْيَةُ)) وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ ((دَحْيَةُ بْنُ خَلِيفَةَ)).

سامنے لائے گئے پیغمبرؑ تو موسیٰ تو بیچ بیچ کے آدمی تھے (یعنی نہ بہت موٹے نہ بہت دبلے گول بدن کے تھے یا ہلکے بدن کے کم گوشت) جیسے شنوہ (ایک قبیلہ ہے) کے لوگ ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا عیسیٰ بن مریمؑ کو' میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ عروہ بن مسعودؓ کو پاتا ہوں اور میں نے دیکھا ابراہیم کو سب سے زیادہ ان کے مشابہ تمہارے صاحب ہیں (آپ نے اپنے تئیں فرمایا) اور میں نے دیکھا جبرئیل کو (آدمی کی صورت میں) سب سے زیادہ مشابہ ان کے دحیہ ہیں اور ابن رمح کی روایت میں ہے دحیہ بن خلیفہ۔

٤٢٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((حِينَ أُسْرِيَ بِي لَقِيتُ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ قَالَ وَلَقِيتُ عِيسَى فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ)) يَعْنِي حَمَّامًا قَالَ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ قَالَ فَأُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الْآخَرِ خَمْرٌ فَقِيلَ

۴۲۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آپ کو معراج ہوا کہ میں موسیٰ سے ملا پھر آپ نے ان کی صورت بیان کی میں خیال کرتا ہوں آپ نے یوں فرمایا (یہ شک ہے) راوی کو وہ لمبے کم گوشت اور سیاہ بال والے تھے جیسے شنوہ کے لوگ ہوتے ہیں اور فرمایا کہ میں عیسیٰؑ سے ملا پھر آپ نے ان کی صورت بیان کی وہ میانہ قامت تھے سرخ رنگ جیسے ابھی کوئی حمام سے نکلا (یعنی ایسے تروتازہ اور خوش رنگ تھے) اور آپ نے فرمایا میں ابراہیمؑ سے ملا تو میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہوں آپ نے فرمایا پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب اور مجھ سے کہا گیا جس کو چاہو پسند

(۴۲۴) ☆ ایک روایت میں موسیٰؑ کی نسبت ضرب کا لفظ آیا ہے یعنی پر گوشت اور دوسری روایت میں مضطرب کا یعنی کم گوشت تو دونوں میں تعارض ہوا۔ قاضی عیاض نے کہا کہ مضطرب کی روایت میں راوی کو شک ہے تو صحیح وہی ضرب کی روایت ہے اور نووی نے کہا تعارض نہیں اس لیے کہ ضرب کے معنی لغت میں ہلکے کم گوشت کے بھی آئے ہیں۔ ایسے ہی ابن سکیت اور صاحب مجمل اور زبیدی اور جوہری نے کہا ہے اور عیسیٰؑ کی نسبت اس روایت میں ہے کہ ان کا رنگ سرخ تھا اور ابن عمر کی روایت میں ہے کہ گندم گوں تھے اور بخاریؒ نے ابن عمر سے نقل کیا کہ انھوں نے سرخ رنگ کا انکار کیا بلکہ قسم کھائی کہ رسول اللہؐ نے حضرت عیسیٰ کو سرخ رنگ نہیں فرمایا اور یہ راوی کا شبہ ہے تو شاید احمر کے لفظ سے آدمی (گندم گوں) مراد ہو اور گندمی صرف نہ ہو بلکہ گندمی اور سرخ کے بیچ میں ہو اور جو حدیث میں ہے جیسے حمام سے ابھی کوئی نکلا تو دیماس کے لفظ کا ترجمہ ہے اور دیماس دمس سے مشتق ہے جس کے معنی خاک میں چھپانا اور یہاں یا حمام مراد ہے یا غار اور تہ خانہ اور مطلب یہ ہے کہ ان کا رنگ روپ ایسا تھا جیسے ابھی کسی چیز کو اندر سے نکالیں جس پر دھوپ نہ پڑی اور گرد و غبار نہ لگا ہو اور گمراہ ہو گی ☜

لِي خُذْ أَيَّهُمَا شِئْتَ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقَالَ هُدِيتَ الْفِطْرَةَ أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ.

کر لو میں نے دودھ کا برتن لے لیا اور دودھ پیا اس نے کہا (یعنی اس فرشتے سے جو یہ دونوں برتن لے کر آیا تھا) تم کو راہ ملی فطرت کی یا تم پہنچ گئے فطرت کو (اس کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے) اور جو تم شراب کو اختیار کرتے تو تمہاری امت گمراہ ہو جاتی۔

بَابُ ذِكْرِ الْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَالْمَسِيحِ الدَّجَّالِ

باب: مسیح بن مریم اور مسیح دجال کا ذکر

۴۲۵- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((أَرَانِي لَيْلَةً عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ

۴۲۵- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو ایک رات دکھلائی دیا کہ میں کعبے کے پاس ہوں میں نے ایک آدمی کو دیکھا گیہوں رنگ جیسے کہ تم نے بہت اچھی گیہوں رنگ کے آدمی دیکھے ہوں اس کے کندھوں تک بال ہیں جیسے تو نے بہت اچھے کندھوں تک کے بال دیکھے ہوں اور بالوں میں کنگھی کی ہے ان میں سے پانی ٹپک رہا (یعنی ان میں تری اور تازگی ایسی ہے

ؔ یعنی ساری امت جیسے یہود و نصاریٰ سب کے سب گمراہ ہو گئے۔ اب نصاریٰ کا یہ حال ہے کہ ان میں بہت فرقے ہیں پر جو فرقہ سب میں اچھا خیال کیا جاتا ہے یعنی پروٹسٹنٹ وہ بھی حماقت میں گرفتار ہے اور دین کی پہلی اصل یعنی توحید ہی کو نہیں سمجھا مسلمانوں میں اگرچہ بہت گمراہ فرقے ہیں اور ہزاروں لاکھوں ان میں نصاریٰ کی طرح سچی توحید پر قائم نہیں شرک میں گرفتار ہیں پر ایک فرقہ ان کا توحید اور اتباع سنت میں نہایت مضبوط ہے اور وہ ہمیشہ قائم ہے حق پر اگرچہ دین کے دشمن اس فرقہ کے بھی دشمن ہیں پر خدا ان کا مددگار ہے۔

(۴۲۵) ☆ قاضی عیاضؒ نے کہا اگر یہ قصہ بیداری کا ہے تو کوئی بھی اشکال نہیں اس لیے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ اور سلامت ہیں پھر طواف کرنے میں کیا استبعاد ہے اور اگر یہ خواب کا قصہ ہے جیسے ابن عمر کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے تو اس میں وہی تاویلات ہیں جو اوپر گزریں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ خواب کا قصہ ہے اس لیے کہ اس میں دجال کا طواف کرنا بھی مذکور ہے حالانکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ دجال مکے اور مدینے نہیں جائے گا اور مالک کی روایت میں دجال کے طواف کا ذکر نہیں اور شاید کہ حرمت مکہ اور مدینہ کی دجال کی اس زمانے کے ساتھ خاص ہو جب وہ فساد کرے گا اور مسیح حضرت عیسیٰ کو بھی کہتے ہیں اور دجال کو بھی لیکن حضرت عیسیٰ کو مسیح کہنے کی وجہ میں علماء کے اختلاف ہیں واحدی نے کہا ابو عبید اور لیث نے کہا کہ مسیح کی اصل عبرانی زبان میں مسیحا ہے پھر عربوں نے اس کو بدل کر مسیح کر لیا جیسے موسیٰ کہ اصل اس کی عبرانی زبان میں موشی یا میشا ہے اس صورت میں یہ لفظ مشتق نہ ہو گا لیکن جمہور کے نزدیک مشتق ہے ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ان کو مسیح اس لیے کہتے تھے کہ جب وہ کسی بیمار پر مسح کرتے یعنی ہاتھ پھیرتے تو وہ تندرست ہو جاتا اور ابراہیم اور ابن اعرابی نے کہا مسیح کہتے ہیں صدیق کو اور بعضوں نے کہا اس لیے کہ انکے تلوے دونوں پاؤں کے صاف اور برابر تھے بیچ میں گہرا نہ تھا اور بعضوں نے کہا اس لیے کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے تیل لگے ہوئے پیدا ہوئے تھے اور بعضوں نے کہا کہ اس لیے کہ برکت ان پر پھیری گئی تھی جب وہ پیدا ہوئے تھے اور بعضوں نے کہا کہ اس لیے کہ اللہ نے ان پر ہاتھ پھیرا تھا یعنی خوبصورت پیدا کیا تھا اور اس کے سوا اور وجہیں بھی بیان کیں ہیں اور ؔ

أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ هَذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ))۔

جیسے ان بالوں میں ہوتی ہے جو پانی بھرے ہوں یا در حقیقت ان میں سے پانی ٹپکتا ہے) اور تکیہ دیئے ہے دو آدمیوں پر یا دو آدمیوں کے کندھوں پر اور طواف کر رہا ہے کعبہ کا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح ہیں بیٹے مریمؑ کے پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا گھونگر بال والا بہت گھونگر داہنی آنکھ کا کانا اس کی کانی آنکھ جیسے پھولا انگور۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے (خدا اس کے شر سے ہر مسلمان کو بچائے)۔

٤٢٦- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ ((إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ أَلَا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَانِي اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ بَيْنَهُمَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَرَأَيْتُ وَرَاءَهُ رَجُلًا جَعْدًا قَطَطًا أَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ))۔

۴۲۶- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک دن لوگوں کے بیچ میں مسیح دجال کا ذکر کیا تو فرمایا اللہ جل جلالہ کانا نہیں ہے اور مسیح دجال کانا ہے داہنی آنکھ کا اس کی کانی آنکھ جیسے پھولا انگور (پس یہی ایک کھلی نشانی ہے اس بات کی کہ وہ مردود جھوٹا ہے خدائی کے دعویٰ میں) آپ نے فرمایا ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو کعبے کے پاس دیکھا ایک شخص گیہوں رنگ جیسے بہت اچھا کوئی گیہوں رنگ کا آدمی اس کے پٹھے مونڈھوں تک تھے اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی سر میں سے پانی ٹپک رہا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے مونڈھوں پر رکھے ہوئے طواف کر رہا تھا خانہ کعبہ کا میں نے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح ہیں مریم کے بیٹے علیہما السلام اور ان کے پیچھے میں نے اور ایک شخص کو دیکھا جو سخت گھونگر بال والا داہنی آنکھ کا کانا تھا میں نے جو لوگ دیکھے ہیں ان سب میں ابن قطن اس سے زیادہ مشابہ ہے وہ بھی اپنے دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے مونڈھوں پر رکھے ہوئے طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

ف دجال کو اس لیے مسیح کہتے ہیں کہ اس کی آنکھیں مٹی گئی ہیں یا اس لیے کہ وہ کانا ہے اور کانے کو بھی مسیح کہتے ہیں یا اس لیے کہ وہ ساری زمین پر پھرے گا اپنے نکلنے کے وقت میں۔ (نوویؒ)

(۴۲۶) ☆ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی تو آنکھیں صحیح اور سالم ہیں ہر طرح کے عیب اور نقص سے اور وہ پاک ہے ہر طرح کے خلل اور نقصان سے۔

٤٢٧- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((رَأَيْتُ عِنْدَ الْكَعْبَةِ رَجُلًا آدَمَ سَبِطَ الرَّأْسِ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى رَجُلَيْنِ يَسْكُبُ رَأْسُهُ أَوْ يَقْطُرُ رَأْسُهُ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ أَوْ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ لَا نَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَ وَرَأَيْتُ وَرَاءَهُ رَجُلًا أَحْمَرَ جَعْدَ الرَّأْسِ أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنَى أَشْبَهُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ ابْنُ قَطَنٍ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ)).

۴۲۷- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے کعبہ کے پاس ایک شخص کو دیکھا جو گندم رنگ کا تھا اس کے بال لٹکے ہوئے تھے دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے مونڈھوں پر رکھے تھا اور اس کے سر میں سے پانی بہہ رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ عیسیٰ ہیں مریم کے بیٹے یا یوں کہا مسیح ہیں مریم کے بیٹے معلوم نہیں کون سا لفظ کہا پھر ان کے پیچھے میں نے ایک اور شخص دیکھا سرخ رنگ گھونگر بال والا داہنی آنکھ کا کانا سب سے زیادہ مشابہ اس سے قطن کا بیٹا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔

٤٢٨- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَمَّا كَذَّبَتْنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَا اللَّهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ)).

۴۲۸- جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قریش کے لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے کر دیا بیت المقدس کو میں نے اس کی نشانیاں قریش کو بتلانی شروع کیں اور میں دیکھ رہا تھا اس کو (یعنی بیت المقدس کو)۔

٤٢٩- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبِطُ الشَّعْرِ بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً أَوْ يُهَرَاقُ رَأْسُهُ مَاءً قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا الدَّجَّالُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ)).

۴۲۹- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے میں سو رہا تھا اتنے میں میں نے اپنے تئیں دیکھا طواف کر رہا ہوں خانہ کعبہ کا اور ایک شخص کو دیکھا جو گندم رنگ تھا اس کے بال چھٹے ہوئے تھے سر سے پانی ٹپک رہا تھا یا بہہ رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مریم کے بیٹے ہیں پھر میں چلا اور طرف دیکھنے لگا تو ایک شخص کو دیکھا سرخ رنگ موٹا داہنی آنکھ کا کانا گویا اس کی آنکھ پھولا انگور ہے میں نے کہا یہ کون ہے انھوں نے کہا یہ دجال ہے سب لوگوں میں اس سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے۔

٤٣٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَقَدْ

۴۳۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے تئیں دیکھا حطیم میں اور قریش مجھ سے میری سیر کا حال

(۴۳۰) ☆ قاضی عیاض نے کہا ان پیغمبروں کی نماز میں جو گفتگو تھی اس کو پورا اہم بیان کر چکے ہیں اور کبھی نماز سے ذکر اور دعا

رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللَّهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوسَى قَائِمٌ يُصَلِّي فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام قَائِمٌ يُصَلِّي أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام قَائِمٌ يُصَلِّي أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ فَحَانَتْ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هَذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ))۔

پوچھ رہے تھے (یعنی معراج کا) تو انھوں نے بیت المقدس کی کئی چیزیں پوچھیں جن کو میں بیان نہ کر سکا مجھے بڑا رنج ہوا ایسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا پھر اللہ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا میں اس کو دیکھنے لگا اب جو بات وہ پوچھتے تھے میں بتا دیتا تھا اور میں نے اپنے تئیں پیغمبروں کی جماعت میں پایا دیکھا تو موسیٰ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں وہ ایک شخص ہیں میانہ تن و توش کے اور گٹھے ہوئے جسم کے جیسے شنوہ کے لوگ ہوتے ہیں اور دیکھا عیسیٰ بن مریم کو وہ بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں سب سے زیادہ مشابہ ان کے میں عروہ ابن مسعود ثقفیؓ کو پاتا ہوں اور دیکھا تو حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں سب سے زیادہ مشابہ ان کے تمہارے صاحب ہیں آپ نے اپنے تئیں فرمایا۔ پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے امامت کی اور سب پیغمبروں نے میرے پیچھے نماز پڑھی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک بولنے والا بولا اے محمدؐ! یہ مالک ہے جہنم کا (داروغہ) اس کو سلام کرو۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے خود پہلے سلام کیا۔

۴۳۱- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا

۴۳۱- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوا تو آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور وہ چھٹے آسمان میں ہے زمین سے جو چڑھتا ہے وہ یہیں آن کر ٹھہر جاتا ہے پھر لے لیا جاتا ہے اور جو اوپر سے اترتا ہے وہ بھی یہیں ٹھہر جاتا ہے پھر لے

ﷺ مراد ہوتی ہے یا اور کوئی کہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس میں ان کیساتھ نماز پڑھی پھر آسمان پر ان سے ملے یہ کیسے ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے قبر میں جو آپ نے دیکھا یہ تو معراج سے پہلے تھا اور بیت المقدس میں انکے ساتھ نماز پڑھی معراج کی رات میں پھر حضرت موسیٰ آپ سے پہلے آسمان پر چلے گئے یا یہ نماز آسمانوں سے لوٹنے کے بعد پڑھی۔ واللہ اعلم۔

(۴۳۱) ☆ نووی نے کہا سب نسخوں میں یوں ہی ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان میں ہے لیکن اوپر گزرا انس کی روایات میں کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان کے اوپر ہے قاضی عیاض نے کہا یہی صحیح ہے اور اکثر کا قول یہی ہے اور ممکن ہے جمع کرنا ان دونوں روایتوں میں اس طرح کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ چھٹے آسمان میں ہو اور ڈالیاں اس کی ساتویں آسمان کے اوپر ہوں اس لیے کہ وہ نہایت بڑا درخت ہے اور خلیل نے کہا سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے ساتویں آسمان میں جو سایہ کیا ہوا ہے آسمانوں پر اور جنت پر اور بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس امت میں سے مرے اور وہ شرک میں گرفتار نہ ہو تو وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا بلکہ کبھی نہ کبھی ضرور بخشا جائے گا اور یہ مراد نہیں ﷺ

يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى قَالَ فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ.

لیا جاتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپتی تھیں وہ چیزیں جو ڈھانپتی تھیں عبداللہؓ نے کہا یعنی پتنگے سونے کے پھر رسول اللہ ﷺ کو وہاں تین چیزیں دی گئیں ایک تو پانچ نمازیں دوسری سورۂ بقر کی آخیر آیتیں تیسرے اللہ نے بخش دیا آپ کی امت میں سے اس شخص کو جو شرک نہ کرے اللہ کے ساتھ باقی تمام تباہ کرنے والے گناہوں کو۔

بَابُ مَعْنَى قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى وَهَلْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ [1]

باب: اس باب میں یہ بیان ہے کہ ولقد راہ نزلۃ اخریٰ سے کیا مراد ہے اور رسول اللہ ﷺ نے حق تعالیٰ جل جلالہ کو معراج کی رات میں دیکھا تھا یا نہیں

ﷺ ہے کہ اس کو عذاب نہ ہوگا کیونکہ اور نصوص شرعیہ اور اجماع امت سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ بعض موحدین کو جو گنہگار ہو نگے عذاب دیا جائے گا اور احتمال ہے کہ یہاں بعضے خاص لوگ مراد ہوں جن کے سب گناہ بخش دیے جائیں گے اور انکو بالکل عذاب نہ ہوگا یا اللہ تو اپنے عنایت اور کرم سے ہم کو ان لوگوں میں کردے اور ہمارے گناہوں کو بخش دے اور جیسا تو نے اب تک ہم کو شرک سے بچایا ہے ویسا ہی خاتمہ بھی ہمارا توحید پر کر اور مت مبتلا کر ہم کو شرک میں بے شک تو سب اختیار رکھتا ہے۔

[1] ☆ قاضی عیاضؒ نے کہا سلف اور خلف نے اختلاف کیا ہے اس امر میں کہ ہمارے پیغمبرؐ نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو معراج کی رات میں دیکھا تھا یا نہیں تو حضرت عائشہؓ نے انکار کیا دیکھنے کا جیسے خود اس کتاب میں ان سے روایت ہے اور ایسا ہی منقول ہے ابو ہریرہ اور ایک جماعت صحابہ سے اور وہی مشہور ہے ابن مسعود سے اور اسی طرف گئی ہے ایک جماعت محدثین کی اور متکلمین کی اور ابن عباس سے یوں روایت ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور ایسا ہی منقول ہے ابوذر اور کعبؓ سے اور حسن بصریؒ اس بات کی قسم کھاتے تھے اور ایسا ہی مروی ہے ابن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ امام احمد بن حنبلؒ سے اور اصحاب مقالات نے امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور ہمارے بعضے مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور کہا ہے کہ دیکھنے پر کوئی صاف دلیل نہیں لیکن دیکھنا جائز ہے کیونکہ اللہ کا دیدار دنیا میں ممکن ہے اور موسیٰ کا درخواست کرنا دیدار کے لیے یہی دلیل ہے امکان کی اس لیے کہ نبی اس امر کی درخواست کیسے کرے گا جو اللہ کی نسبت محال ہو اور اختلاف کیا ہے علماء نے کہ حضرت موسیٰ نے حق تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں اور قاضی ابو بکرؒ نے کہا کہ حضرت موسیٰ اور ہمارے پیغمبر علیہما السلام دونوں نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اسی طرح علماء نے اختلاف کیا ہے اس مسئلے میں کہ ہمارے پیغمبرؐ نے حق تعالیٰ سے کلام کیا ہے معراج کی رات کو بلا واسطہ یا نہیں۔ سو اشعری اور ایک جماعت متکلمین کے نزدیک کلام کیا ہے اور بعضوں نے اس قول کی نسبت دی جعفر بن محمدؒ اور ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کی طرف اسی طرح علماء نے اختلاف کیا ہے اس آیت کے معنوں میں ثم دنا فتدلی یعنی پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا اور بعض نے کہا یہ نزدیک ہونا جبرئیلؑ سے ہے یا سدرۃ المنتہیٰ سے اور ابن عباسؓ اور محمد بن کعبؒ اور جعفر بن محمد وغیر ہم سے منقول ہے کہ نزدیک ہونا رسول اللہؐ کا خدائے عزوجل سے ہے۔ اس صورت میں نزدیک ہونے کی تاویل کرنا پڑے گی اور مراد قرب سے یہ ہوگی کہ خدا کی بزرگی آپ پر ظاہر ہوئی اور انوار معرفت کھل گئے اور غیب کے اسرار معلوم ہو گئے اور فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی بھی تاویل کرنا ہوگی اور ایسی ہی تاویل ﷺ

....

ﷺ کی جائے گی اس حدیث میں کہ جو شخص ایک بالشت مجھ سے نزدیک ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس سے نزدیک ہوتا ہوں۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ لیکن صاحب تحریر نے تو یہی اختیار کیا ہے کہ رسول اللہ ؐ نے خدا عزوجل کو دیکھا اور کہا کہ اس امر پر بہت سی دلیلیں ہیں پر ہم انہی سے حجت لاتے ہیں جو قوی ہیں ایک حدیث ہے ابن عباسؓ کی انہوں نے کہا کیا تم تعجب کرتے ہو اس بات سے کہ خلت ابراہیم کو ملی ہو اور کلام موسیٰ کو دیدار محمدؐ کو اور عکرمہ سے روایت ہے ابن عباس سے سوال ہوا کیا محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ہاں اور شعبہ سے باسناد منقول ہے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے انس سے کہا کہ محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اصل اس باب میں حدیث ہے ابن عباس کی اور ابن عباس عالم ہیں اس امت کے اور مشکل مسائل میں لوگ ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابن عمرؓ نے اس مسئلہ میں انہی کی طرف رجوع کیا اور ان سے پوچھوا بھیجا کیا محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اور حدیث حضرت عائشہؓ کی ضرر نہیں کرتی کیونکہ حضرت عائشہؓ نے یوں نہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ ؐ سے سنا آپ فرماتے تھے میں نے نہیں دیکھا اپنے پروردگار کو بلکہ انہوں نے اپنی رائے بیان کی ان آیتوں پر خیال کر کے وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا اور من وراء حجاب او یرسل رسولا اور آیت لا تدرکه الابصار۔ اور صحابی جب کوئی بات کہے اور دوسرے صحابہ اس کے مخالف ہوں تو اس کا قول حجت نہیں ہے اور جب صحیح ہو گئیں روایتیں ابن عباس سے دیدار کے اثبات میں تو ضرور ہے ثابت کرنا اس قول کا اس لیے کہ یہ امر عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا بلکہ ضروری ہے سننا شارع سے اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ ابن عباس نے بھی اپنی رائے یا اجتہاد سے دیدار کا ثبوت کیا معمر بن راشد نے کہا جب اختلاف بیان کیا گیا حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کا رؤیت الٰہی میں تو ہمارے نزدیک حضرت عائشہؓ ابن عباسؓ سے علم میں زیادہ نہیں ہیں اور ابن عباسؓ ثابت کرتے ہیں ایک امر کو جس کی نفی کی اوروں نے اور ثابت کرنے والا مقدم ہے نفی کرنے والے پر۔ تمام ہوا کلام صاحب تحریر کا اور حاصل یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ رسول اللہ ؐ نے اپنے رب کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا معراج کی رات اور دلیل اس کی وہی حدیث ہے ابن عباس وغیرہ کی اور یہ ثابت ہے کہ ابن عباسؓ نے رسول اللہ ؐ سے سن کر یہ کہا ہو گا اس میں کوئی شک نہیں پھر حضرت عائشہؓ نے جو اس کی نفی کی تو وہ کسی حدیث سے نہیں کی اور اگر انکے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ بیان کرتیں بلکہ انہوں نے استنباط کی آیات سے اور ان کا مطلب ہم آگے بیان کریں گے یہ جو حضرت عائشہؓ دلیل لائیں اس آیت سے لا تدرکه الابصار اسکا جواب تو ظاہر ہے کیونکہ ادراک کہتے ہیں احاطہ کو اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا اور جب نص سے احاطہ کی نفی نکلی تو اس سے اس رؤیت کی نفی نہیں نکلتی جو بغیر احاطہ کے ہو اور لوگوں نے اور بھی جواب دئیے ہیں اس آیت سے مگر ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں یہ جواب مختصر اور عمدہ ہے جو ہم نے بیان کیا اور دوسری دلیل ان کی اس آیت سے وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب اس کا جواب کئی طرح سے ہے ایک تو یہ کہ رؤیت کے وقت کلام کا ہونا ضروری نہیں تو جائز ہے رؤیت بغیر کلام کے ہو دوسرے یہ کہ اس عام میں سے ہمارے پیغمبر خاص کئے گئے ہیں تیسرے یہ کہ وحی سے مراد کلام ہے بغیر واسطے کے اگرچہ جمہور یوں کہتے ہیں کہ وحی سے اس جگہ الہام یا خواب مراد ہے اور حجاب کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ صاف کھلم کھلا بات نہیں کرتا بلکہ وہ خدا کا کلام سنتے ہیں اور اس کو دیکھتے نہیں حجاب سے یہ غرض نہیں کہ وہاں کوئی پردہ ہے جو جدا کرتا ہے ایک مقام کو دوسرے مقام سے انتہی ما قال النوویؒ۔ مختصراً مولانا ابو الطیب نے السراج الوہاج میں لکھا ہے کہ مجھے جو اس مقام میں معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں خاموشی بہتر ہے اور غور و خوض کرنا اچھا نہیں اس لیے کہ قرآن کی آیتیں محتمل ہیں اور جب احتمال ہو تو استدلال نہیں ہو سکتا اور جس نے رؤیت کو ثابت کیا ہے وہ قرآن سے ثابت کرتا ہے حالانکہ قرآن کا حال یہ ہے کہ وہ مجمل ہے اور ابن عباسؓ کوئی مرفوع حدیث اس باب میں نہیں لائے بلکہ انہوں نے استدلال کیا آیات سے تو یہ بھی ان کا اجتہاد ہوا اور اجتہاد کسی کا حجت نہیں جب تک اس پر دلیل نہ ہو اور حضرت عائشہؓ بھی دلیل لائیں ﷺ

۴۳۲- عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

۴۳۲- سلیمان شیبانی سے روایت ہے میں نے زر بن حبیش سے پوچھا اس آیت کو **فکان قاب قوسین او ادنیٰ** یعنی پھر رہ گیا فرق دو کمان کا یا اس سے بھی نزدیک انھوں نے کہا مجھ سے عبداللہ ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا ان کے چھ سو بازو تھے۔

۴۳۳- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى قَالَ رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

۴۳۳- عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا جو حق تعالیٰ نے فرمایا **ما کذب الفواد ما رایٰ** یعنی جھوٹ نہ دیکھا دل نے جو دیکھا مراد اس سے جبرئیل کا دیکھنا ہے آپ نے دیکھا ان کو ان کے چھ سو پنکھ تھے۔

۴۳۴- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى قَالَ رَأَى جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

۴۳۴- عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا یہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا **لقد رایٰ من ایات ربه الکبریٰ**۔ بیشک دیکھیں اپنے رب کی بڑی نشانیاں مراد اس سے یہ ہے کہ آپ نے دیکھا جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت میں چھ سو بازو تھے ان کے۔

ﷺ اجتہاد سے اور ان کا استدلال زیادہ واضح ہے اور ایک روایت میں صراحتاً یہ امر ثابت ہے مسروق سے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے سب سے پہلے اس آیت کو رسول اللہؐ سے پوچھا آپ نے فرمایا مراد اس سے جبریل ہیں اور اس سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ نے اس آیت کی تفسیر ساتھ جبرئیل کے کی تو اب اس سے پھیرنے کے لیے کوئی دلیل چاہیے اس لیے ٹھیک یہی ہے کہ توقف کیا جائے جب تک دلیل قائم نہ ہو اور میں یہ نہیں کہتا کہ دیدار الٰہی جائز نہیں بلکہ کلام اس میں ہے کہ آیا دیدار ہوا یا نہیں اور حدیث موقوف اس باب میں حجت نہیں ہو سکتی جب اس کے خلاف دوسری حدیث موقوف ہو اور یہ مسئلہ عقل اور اجتہاد سے معلوم نہیں ہو سکتا بلکہ سماع چاہیے رسول اللہؐ سے اور یہاں پر کوئی سماع مرفوع نہیں ہے۔ انتہی مختصراً۔

(۴۳۲) ☆ یعنی ان کی اصل صورت پر دیکھا ورنہ اور شکلوں سے تو ان کو اکثر آپ دیکھا کرتے تھے عبداللہ بن مسعود بھی جو اس حدیث کے راوی ہیں بڑے عالم ہیں اس امت کے اور معارض ہے ان کا قول عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے نووی نے کہا عبداللہ بن مسعود کا یہی مذہب ہے کہ مراد اس آیت سے جبرئیل ہیں لیکن اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مراد دیکھنے سے دیکھنا حق سبحانہ تعالیٰ کا ہے پھر ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا اپنے پروردگار کو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور بعضوں نے کہا ظاہر کی دونوں آنکھوں سے دیکھا۔ امام ابوالحسن واحدی نے کہا یہ بیان ہے رسول اللہؐ کے دیدار الٰہی کا معراج کی رات میں۔ ابن عباسؓ اور ابوذرؓ اور ابراہیم تیمی نے کہا کہ آپ نے خدائے تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا اور دیکھنا در حقیقت صحیح دیکھنا تھا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آنکھ آپ کے دل میں پیدا کر دی یا دیکھنے کی قوت دل میں ڈال دی اور آپ نے دیکھ لیا جیسے آنکھ سے دیکھتے ہیں اور ایک جماعت مفسرین کی اس طرف گئی ہے کہ آپ نے انہیں ظاہری آنکھوں سے خدائے تعالیٰ کو دیکھا اور یہی قول ہے انس اور عکرمہ اور حسن اور ربیع کا۔ (نوویؒ)

٤٣٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى قَالَ رَأَى جِبْرِيلَ.

۴۳۵- ابوہریرہؓ سے روایت ہے اس کی تفسیر میں ولقد راہ نزلۃ اخری یعنی دیکھا ان کو دوسرے اتار میں کہ دیکھا آپ نے جبرئیل کو۔

٤٣٦- عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَآهُ بِقَلْبِهِ.

۴۳۶- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی آئی ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ اپنے دل سے دیکھا۔

٤٣٧- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى قَالَ رَآهُ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ.

۴۳۷- ابن عباسؓ سے روایت ہے ما کذب الفواد ما رای ولقد راہ نزلۃ اخری کی تفسیر میں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبار دیکھا۔

٤٣٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا أَبُو جَهْمَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

۴۳۸-مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مذکور ہے۔

٤٣٩- عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا أَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْظِرِينِي وَلَا تُعْجِلِينِي أَلَمْ يَقُلْ اللهُ عَزَّ

۴۳۹-مسروق سے روایت ہے میں تکیہ لگائے ہوئے تھا حضرت عائشہؓ کے پاس انھوں نے کہا اے ابو عائشہ (یہ کنیت ہے مسروق کی) کہ تین باتیں ہیں جو کوئی ان کا قائل ہو اس نے بڑا جھوٹ باندھا خدا پر میں نے کہا وہ تین باتیں کونسی ہیں؟ انھوں نے کہا (ایک یہ ہے) جو کوئی سمجھے کہ حضرت محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا اس نے بڑا جھوٹ باندھا اللہ پر۔ مسروق نے کہا میں تکیہ لگائے تھا یہ سن کر میں بیٹھ گیا اور میں نے کہا اے ام المومنین! ذرا مجھے بات

(۴۳۵) ☆ نووی نے کہا یہ عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ نے کہا۔ ایسا ہی منقول ہے بہت سلف سے اور یہی روایت ہے ابن عباس اور ابن زید اور محمد بن کعب اور مقاتل بن حیان سے اور ضحاک نے کہا مراد سدرۃ المنتہیٰ کا دیکھنا ہے اور بعضوں نے کہا کہ رف رف سبز کا اور واحدی نے کہا کہ اکثر علماء نے یوں کہا کہ رسول اللہؐ نے حضرت جبریلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور یہی مراد ہے آیت سے۔

(۴۳۷) ☆ تو ابن عباس کا یہی قول ہے کہ مراد ان آیتوں میں دیدار الٰہی ہے اور اوپر اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(۴۳۹) ☆ پہلی آیت سورہ انعام میں ہے (۱۲) رکوع میں ترجمہ اس کا یہ ہے اس کو نہیں پا سکتی آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو وہ بھید جانتا ہے خبردار ہے اور دوسری آیت سورۂ شوریٰ (۵) رکوع میں ہے ترجمہ پوری آیت کا یہ ہے اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچا دے وہ اس کے حکم سے جو چاہے وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یوں کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور مطرف بن عبداللہ نے ایسا کہنا مکروہ جانا ہے اور کہا ہے یوں کہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور مت کہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پر مطرف کا یہ قول مخالف ہے صحابہ اور تابعین کے فعل کے اور صحیح اور مختار یہی ہے ☜

وَجَلَّ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى فَقَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ((إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ لَمْ أَرَهُ عَلَى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ)) فَقَالَتْ أَوَ لَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَوَ لَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ وَاللَّهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِمَا يَكُونُ فِي غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ وَاللَّهُ يَقُولُ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ.

کرنے دو اور جلدی مت کرو کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا **ولقد راہ بالافق المبین. ولقد راہ نزلۃ اخری.** حضرت عائشہؓ نے کہا اس امت میں سب سے پہلے میں نے ان آیتوں کو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا مراد ان آیتوں میں حضرت جبرئیلؑ ہیں میں نے ان کو ان کی اصلی صورت پر نہیں دیکھا سوا دو بار کے جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے میں نے دیکھا ان کو وہ اتر رہے تھے آسمان سے اور ان کے تن و توش کی بڑائی نے آسمان سے زمین تک روک دیا تھا پھر حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر** کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا علی حکیم** تک (دوسری یہ ہے) کہ جو کوئی خیال کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب میں سے کچھ چھپا لیا تو اس نے بڑا جھوٹ باندھا خدا پر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالۃ** یعنی اے پیغام پہنچانے والے پہنچا دے جو اترا تجھ پر تیرے رب کے پاس سے اور جو تو ایسا نہ کرے تو تو نے پیغام نہیں پہنچایا (تیسری یہ ہے) جو کوئی کہے کہ رسول اللہ ﷺ کل ہونے والی بات جانتے تھے (یعنی آئندہ کا حال) تو اس نے بڑا جھوٹ باندھا اللہ پر۔۔۔ اللہ خود فرماتا ہے اے محمدؐ! آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کی بات

لله کہ دونوں طرح کہنا درست ہے اور یہی قول ہے ائمہ سلف اور خلف کا اور خود قرآن میں موجود ہے واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل اور صحیح مسلم میں ابوذر سے روایت ہے فرمایا رسول اللہؐ نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا اور جس نے اس کا انکار کیا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ (نوویؒ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیب کا علم خدا ہی سے خاص ہے اور سوا خدا کے کسی اور کو غیب کا علم نہیں پیغمبر ہو یا فرشتہ یا ولی یا صالح یا سلطان یا عارف اور خود اللہ نے اپنی کتاب ہمارے پیغمبرؐ کی زبان سے بیان کیا ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون۔ یعنی اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو بڑی بھلائی حاصل کر لیتا اور مجھے دکھ نہ پہنچتا میں تو ایک کھلا ڈرانے والا ہوں اور جب اللہ اور رسول کے بیان سے معلوم ہو گیا کہ غیب کا علم سوا خدا کے کسی لله

نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

٤٤٠- عَنْ دَاوُدَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَزَادَ قَالَتْ وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ كَاتِمًا شَيْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكَتَمَ هَذِهِ الْآيَةَ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ.

۴۴۰- داؤد نے اسی حدیث کو روایت کیا جیسے اوپر گزری اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپانے والے ہوتے تو چھپاتے اس آیت کو واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ اخیر تک۔

٤٤١- عَنْ مَسْرُوقٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ لَقَدْ قَفَّ شَعَرِي لِمَا قُلْتَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَحَدِيثُ دَاوُدَ أَتَمُّ وَأَطْوَلُ.

۴۴۱- مسروق سے روایت ہے میں نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا کہ محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا؟ انھوں نے کہا سبحان اللہ میرے روئیں کھڑے ہوگئے (اس بات کے سننے سے) اور بیان کیا حدیث کو اسی طرح لیکن روایت داؤد کی (جو اوپر گزری) بڑی اور پوری ہے۔

٤٤٢- عَنْ مَسْرُوقٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ

۴۴۲- مسروق سے روایت ہے میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا

☜ کو نہیں اب دوسرے کے بیان کی کیا حاجت ہے اللہ تعالیٰ ہدایت کرے ان بدعتیوں کو جو غیب کا علم رسول اللہؐ یا اور اولیاء اور مشائخ کے لیے ثابت کرتے ہیں اور اس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ دلیل اس کے خلاف موجود ہے خدا جانے ان کی عقلوں پر کس کی مار پڑی ہے اور شیطان ان کو کہاں اوندھا گراتا ہے خدا تعالیٰ ہم کو اور ہمارے طریقہ کے لوگوں کو ایسے خیالوں سے بچائے۔ (السراج الوہاج)

(۴۴۰) ☆ یہ آیت سورہ احزاب کے پانچویں رکوع میں ہے ترجمہ اس کا یہ ہے اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز اللہ اس کو کھولنا چاہتا ہے اور تو ڈرتا تھا لوگوں سے اور چاہیے اللہ سے ڈرنا پھر جب زید تمام کرچکا اس عورت سے اپنی غرض ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی اس لیے کہ مسلمانوں پر حرج نہ ہو اپنے لے پالکوں کی جوروں سے نکاح کرنے میں جب وہ تمام کریں ان سے اپنی غرض اور ہے اللہ کا حکم کیا ہوا مراد اس شخص سے زید بن حارثہ ہے جو لے پالک تھے رسول اللہؐ کے ان کی بی بی زینب تھیں جو آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں جب زید سے ان کی نہ بنی تو پہلے آپ نے زید کو نصیحت کی پر دل میں آپ کے یہ خیال تھا کہ اگر زیادہ ان کو چھوڑ دے گا تو میں ان سے نکاح کرلوں گا آپ نے یہ خیال اپنے دل میں رکھا اس لیے کہ کافر اور منافق بدگوئی نہ کریں کہ محمدؐ اپنی بہو سے نکاح کرنے کی فکر میں ہیں اللہ نے اس ارادے کو ظاہر کردیا اور نکاح زینب کا آپ سے کروادیا اور کافروں کی طعن و تشنیع کو لغو کردیا اور فرمایا کہ لے پالک دراصل بیٹا نہیں ہے جو اس کی جورو پالنے پر حرام ہو اس آیت میں چونکہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی اور الزام دیا کہ تو لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ اللہ سے زیادہ ڈرنا چاہیے اور آپ کے دل کی بات کو جس کو آپ چھپانا چاہتے تھے فاش کردیا پس اگر آپ کوئی آیت چھپاتے تو معاذ اللہ اس کو چھپاتے۔

(۴۴۲) ☆ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہونگے کہ پھر نزدیک ہوا جبرئیل اور قریب آ گیا محمدؐ کے اور رہ گیا فاصلہ دو کمانوں ☜

لِعَائِشَةَ فَأَيْنَ قَوْلُهُ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى قَالَتْ إِنَّمَا ذَاكَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الرِّجَالِ وَإِنَّهُ أَتَاهُ فِي هَذِهِ الْمَرَّةِ فِي صُورَتِهِ الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ فَسَدَّ أُفُقَ السَّمَاءِ

(تم تو کہتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا) پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول کیسے ہے **ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی** انھوں نے کہا اس آیت سے تو جبریل مراد ہیں وہ ہمیشہ آپ کے پاس مردوں کی صورت میں آتے تھے اور اس مرتبہ خاص اپنی صورت میں آئے تو سارا کنارہ آسمان کا بھر گیا تھا۔

بَابُ فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَام نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ وَفِي قَوْلِهِ رَأَيْتُ نُورًا

باب: اس قول کے بارے میں کہ وہ تو نور ہے اس کو میں کیسے دیکھ سکتا ہوں اور یہ قول کہ میں نے نور دیکھا ہے

٤٤٣- عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ ((نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ)).

۴۴۳- ابوذرؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا؟ آپ نے فرمایا وہ تو نور ہے میں اس کو کیسے دیکھتا۔

٤٤٤- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ أَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ قَالَ

۴۴۴- عبداللہ بن شقیقؒ سے روایت ہے میں نے ابوذرؓ سے کہا اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو آپ سے کچھ پوچھتا ابوذرؓ نے کہا تو کیا پوچھتا؟ عبداللہؓ نے کہا میں یہ پوچھتا آپ نے اپنے پروردگار

ؒ کا یا اس سے نزدیک اور بعضوں نے قوس سے ذراع مراد لیا ہے تو معنی یہ ہوگا رہ گیا فاصلہ دو ہاتھ کا یا اس سے بھی کم یعنی آپ میں اور جبریل میں اتنا قرب ہو گیا بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔

(۴۴۳) ☆ نووی نے کہا یعنی حجاب اس کا نور ہے اور معنی یہ ہے کہ نور کی وجہ سے میں اس کو دیکھ نہ سکا کیونکہ جب نور بہت ہوتا ہے تو آنکھ چکاچوندھ ہو جاتی ہے اور کچھ دکھلائی نہیں دیتا عرفاء کے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نور ہے اور ظہور ہے یعنی اس کی وجہ سے سب کی ہستی اور نمائش ہے جیسے قرآن میں ہے اللہ نور السموات والارض اگر یہ نور نہ ہو نری نیستی نیستی ہو اور کسی چیز کا وجود نہ ہو پھر جیسے نور کی وجہ سے اور چیزیں دکھلائی دیتی ہیں اسی طرح اللہ جل شانہ کی مخلوقات کو ہم دیکھتے ہیں پر اس کا دیکھنا دشوار ہے اس لیے کہ ہم مادے اور جسم کی کثافت سے بھرے ہوئے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ جب اپنے پاک بندوں کو ان علائق جسمانی سے صاف کر کے ان کو نورانی کرے گا اس وقت اپنا نور ان کو دکھلائے گا۔ واللہ اعلم

(۴۴۴) ☆ یعنی صرف ایک نور مجھے دکھلائی دیا اور کچھ میں نے نہیں دیکھا قاضی عیاض نے کہا یہ بات محال ہے کہ اللہ کی ذات نور ہو کیونکہ نور ایک جسم ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پاک ہے جسمیت سے یہی مذہب ہے تمام اماموں کا اور یہ جو اللہ نے فرمایا اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اور حدیث میں نور کا اطلاق ذات الٰہی پر کیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نور کا خالق ہے اور صاحب ہے نور کا یا ہادی ہے تمام آسمان اور زمین کے لوگوں کا یا نورانی کرنے والا ہے مومنوں کے دلوں کو۔ ؒ

كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُ فَقَالَ ((رَأَيْتُ نُورًا)).

کو دیکھا یا نہیں؟ ابوذرؓ نے کہا میں نے یہ پوچھا تھا رسول اللہ ﷺ سے آپ نے فرمایا میں نے ایک نور دیکھا۔

بَابُ فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَام إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ وَفِي قَوْلِهِ حِجَابُهُ النُّورُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ

باب: اس قول کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور یہ قول کہ اس کا حجاب نور ہے اگر وہ اس کو کھول دے تو جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے اس کے چہرے کی شعاعیں اس کی مخلوق کو جلا ڈالیں

٤٤٥- عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ ((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّورُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي

۴۴۵- ابوموسیٰؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ہم کو کھڑے ہو کر پانچ باتیں سنائیں آپ نے فرمایا اللہ جل جلالہ نہیں سوتا اور سونا اس کے لائق نہیں (کیونکہ سونا عضلات اور اعضائے بدن کی تھکاوٹ سے ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ پاک ہے تھکن سے دوسرے یہ کہ سونا غفلت ہے اور مثل موت کے ہے اور حق تعالیٰ پاک ہے اس سے) جھکاتا ہے ترازو کو اور اونچا کرتا ہے اس کو اٹھایا

ﷺ مترجم کہتا ہے قاضی عیاض کی یہ تقریر مسلم نہیں اور نہ سلف کی چال ہے بلکہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً نور ہے اور نور کا لفظ متعدد نصوص میں اس پر وارد ہے پھر اس میں تاویل کرنے کی ضرورت نہیں اب رہا جسم کا اطلاق تو وہ خدا پر نہ کیا جائے گا کس لیے کہ شریعت میں یہ لفظ خدا کے واسطے نہیں آیا اسی طرح جسم سے تنزیہ اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

(۴۴۵) ☆ بندوں کے اعمال اور ارزاق کے تولنے میں نوویؒ نے کہا یہ تمثیل ہے خدا کے ترازو سے تولنے کے ساتھ۔ السراج الوہاج میں ہے کہ یہ تمثیل نہیں بلکہ حقیقۃً خدائے تعالیٰ ایسا ہی کرتا ہے اور یہی ہے مذہب سلف کا اس قسم کی آیات اور احادیث میں اور تمثیل کے قائل پچھلے لوگ ہوئے ہیں جن کی بات کا کچھ اعتبار نہیں یعنی رات میں جو اس کے بندے نیک کام کرتے ہیں وہ رات گزرنے سے پہلے شام ہی کو خود ان کے پاس لے جاتے ہیں اس حدیث سے صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خدائے تعالیٰ جہت فوق میں ہے اور یہی مذہب ہے ائمہ سلف کا رضی اللہ عنہم۔ نوویؒ نے کہا پردہ لغت میں آڑ اور رکاوٹ کو کہتے ہیں اور یہ شان ہے ان اجسام کی جو محدود ہیں اور خدائے تعالیٰ پاک ہے جسمیت او رتحدید سے اس صورت میں پردے سے مراد روکنے والا ہے اس کے دیدار سے یعنی نور اس کے دیکھنے کا مانع ہے کس لیے کہ نور سے آنکھ چکا چوند ہو جاتی ہے السراج الوہاج میں ہے کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں بلکہ سلف کا یہ قول ہے کہ جو کچھ شریعت میں آیا ہے اس کو چلانا اسی طرح جیسے آیا اور اس کی کیفیت بیان نہ کرنا نہ اس میں تاویل اور تعطیل اور تمثیل اور تشبیہ کرنا۔

مترجم کہتا ہے کہ متاخرین جیسے نووی اور سیوطی اور ابن حجر عسقلانی اور ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق دہلویؒ نے پچھلے متکلمین کی تقلید کر کے اس قسم کی آیات اور احادیث میں اکثر ایسی تاویلات کی ہیں جو سلف کے طریقے کے خلاف ہیں اسی حدیث میں دیکھئے حجاب کی جو تاویل کی ہے وہ اس بنا پر کہ حجاب شان ہے اجسام کی حالانکہ ابھی تک یہ امر شریعت سے ثابت نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ جسمیت سے پاک ہے پھر اور آڑ اور لوازم جسمیت کا کیا ذکر ہے اس کی نگاہ تو تمام مخلوق تک پہنچتی ہے پھر اگر وہ اپنا حجاب اٹھالے تو اس کے روئے مبارک کی تجلی کے ☜

بَكْرٍ النَّارُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ)) وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ وَلَمْ يَقُلْ حَدَّثَنَا.

جاتا ہے اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے اس کا پردہ نور ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پردہ اس کا آگ ہے اگر وہ کھول دے اس پردے کو البتہ اس کے منہ کی شعاعیں جلائیں مخلوق کو جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔

٤٤٦- عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ خَلْقِهِ وَقَالَ حِجَابُهُ النُّورُ.

۴۴۶- اعمش سے اسی طرح دوسری روایت ہے مگر اس میں پانچ باتوں کے بدلے چار باتیں ہیں اور مخلوق کا ذکر نہیں اور کہا کہ حجاب اس کا نور ہے۔

٤٤٧- عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعٍ ((إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُهُ وَيُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ)).

۴۴۷- ابو موسیٰ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر چار باتیں بیان کیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ اس کے لائق ہے سونا اٹھاتا ہے ترازو کو اور جھکاتا ہے اٹھایا جاتا ہے اس کی طرف دن کا عمل رات کو اور رات کا عمل دن کو۔

ⓒ سامنے کچھ نہ ٹھہرے اور سب جل کر خاک ہو جائیں۔ نووی نے اس مقام پر پچھلے متکلمین کی تقلید سے وجہ کی تاویل ذات سے کی ہے اور یہ غلط ہے حق تعالیٰ کے لیے وجہ اور ید اور عین قدم وغیرہ حقیقۃً ثابت ہیں[1] آیات اور احادیث سے اور سلف نے ان میں کسی قسم کی تاویل نہیں کی نہ تحریف بلکہ تاویل طریقہ ہے جہمیہ اور مبتدعہ اور معتزلہ کا خذلھم اللہ تعالیٰ اور بعض علمائے اہل سنت خدا ان پر رحم کرے اس گمراہی میں پھنس گئے وہ بھی لگے تاویل کرنے اور سلف کے طریقہ کو بھول گئے اللہ تعالیٰ ان کی خطا معاف کرے۔

---

[1] جیسا خدا ہے ویسا ہی اس کا ہاتھ - باقی سب اعضاء بھی ویسے ہی ہیں جیسا وہ خود ہے- عبدالغفار سلفی

بَابُ إِثْبَاتِ رُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْآخِرَةِ رَبَّهُمْ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

باب: اللہ تعالیٰ کا دیدار مومنوں کو آخرت میں ہو گا

۴۴۸- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ

۴۴۸- عبداللہ بن قیس(ابو موسیٰ اشعریؓ) سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو جنتیں چاندی کی ہونگی اس کے برتن اور سب چیزیں چاندی کی ہونگی اور دو جنتیں سونے کی ہونگی اس کے برتن اور سب چیزیں سونے کی ہونگی اور لوگوں کو اپنے

(۴۴۸)☆ پھر جب خدائے تعالیٰ اس چادر کو اپنے منہ سے اٹھائے گا تو سب مومن اس کے روئے مبارک کو دیکھیں گے اور اس دیدار سے ایسی خوشی حاصل ہوگی جس کی حد نہیں نہ اس کا بیان ہو سکتا ہے نووی نے کہا تمام اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے محال نہیں ہے اور انھوں نے اتفاق کیا ہے اس پر کہ آخرت میں مومنین اس کو دیکھیں گے اور کافر اس نعمت سے محروم رہیں گے اور معتزلہ اور خوارج اور بعض مرجیہ نے یہ گمان کیا ہے کہ خدا کو اس کی مخلوق میں سے کوئی نہ دیکھے گا بلکہ خدا کا دیکھنا محال ہے اور یہ ایک خطائے صریح اور جہل قبیح ہے کتاب اور سنت اور اجماع صحابہ اور سلف امت سے یہ امر ثابت ہے کہ جنت میں مومنوں کو خدا کا دیدار حاصل ہوگا اور اس حدیث کو قریب بیس صحابہ نے رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے اور قرآن کی آیتیں اس باب میں مشہور ہیں اور بدعتیوں نے جو ان پر اعتراض کیے ہیں وہ بھی اہل سنت کی کلام کی کتابوں میں ان کے جواب سمیت مذکور ہیں اور ہم کو ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی لیکن دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا تو ہم بیان کر چکے کہ وہ ممکن ہے پر جمہور سلف اور خلف کا یہ قول ہے کہ یہ دنیا میں واقع نہ ہوگا اور امام ابوالقاسم قشیری نے ابو بکر بن فورک سے نقل کیا ہے کہ اس مسئلے میں امام ابوالحسن اشعری کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ دنیا میں خدا کا دیدار واقع ہو اور دوسرے یہ کہ اس کا وقوع نہیں ہوا پھر اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ رویت الٰہی (خدا کا دیدار) ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کر دے گا اور اس کے لیے اتصال اور مقابلہ وغیرہ ضروری نہیں اور ہمارے دیکھنے میں یہ باتیں اتفاقاً پائی جاتی ہیں نہ یہ کہ دیکھنے کی شرط ہیں اور متکلمین نے اس کے کھلے دلائل خوب بیان کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ ایک جہت میں ہو بلکہ مومنین اس کو دیکھیں گے بغیر جہت کے جیسے ان کو جانتے ہیں بے جہت انتہی۔ مولانا ابوالطیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے السراج الوہاج میں لکھا ہے کہ بدعتیوں نے جو کچھ شبہے خدا کی رؤیت میں کئے ہیں ان سب کے جوابات دونوں اماموں کی تصانیف میں موجود ہیں (یعنی امام احافظ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام حافظ شیخ الاسلام ابن قیم قدس ہما کی تصانیف) اور ہم نے بھی انکو اپنی بعض کتابوں میں بیان کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں تو وہ ممکن ہے پر واقع نہیں ہوا یعنی بیداری میں البتہ خواب میں واقع ہوا ہے جیسے ریاض المرتاض اور تقصار میں ایک جماعت علماء اور ائمہ سے نقل کیا ہے یااللہ تو ہم کو مشرف کر اپنے دیدار سے اور یہ جو نووی نے کہا کہ خدا کا دیدار بغیر جہت کے ہوگا جیسے اس کا علم بے جہت کے ہے یہ متکلمین کا طریق ہے اور اہل حق کا یہ مسلک نہیں ان کے نزدیک تو اس قسم کے نصوص کو ظاہر معنی پر رکھنا چاہیے بغیر تاویل اور تعطیل کے اور حدیث صحیح میں یہ امر موجود ہے کہ خدا کہاں ہے آپ نے پوچھا یہ لونڈی سے اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے اشارہ کیا انگلی سے آسمان کی طرف اسی طرح اس باب میں بہت آیات اور احادیث ہیں جن سے خدا کا علو اور فوقیت علی العرش اور آسمان میں ہونا پایا جاتا ہے پھر یہ قول نووی کا ان سے کیا مناسبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے اس آدمی پر جو انصاف کرے اور تاویل اور تکلف کے درپے نہ ہو۔

مترجم کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو بے جہت خیال کرنا یہ جہمیہ اور مبتدعہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے ورنہ سلف علماء اور اہل حدیث سب کے

يَنظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ))۔

پروردگار کے دیکھنے میں کوئی آڑ نہ ہوئی جنت العدن میں سوا ایک بزرگی کی چادر کے جو خدا کے منہ پر ہوگی۔

٤٤٩- عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ))۔

۴۴۹- صہیبؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جنتی جنت میں جاچکیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ فرمادے گا تم اور کچھ زیادہ چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے کیا تو نے منہ ہمارے سفید نہ کئے ہم کو جنت نہ دی جہنم سے نہ بچایا (اب اور کیا چاہیے) پھر پردہ اٹھ جائے گا اس وقت جنتیوں کو کوئی چیز اس سے بھلی معلوم نہ ہوگی یعنی اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے سے۔

٤٥٠- عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ۔

۴۵۰- حماد بن سلمہ سے اسی اسناد سے یہی حدیث مروی ہے اتنا زیادہ ہے کہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی یعنی نیکوں کے واسطے نیکی ہے اور زیادہ (زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے جو سب نعمتوں سے بڑھ کر لذت دے گا)۔

بَابُ مَعْرِفَةِ طَرِيقِ الرُّؤْيَةِ

باب: اللہ کے دیدار کی کیفیت کا بیان

٤٥١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَاسًا قَالُوا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((هَلْ

۴۵۱- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے قیامت کے روز؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم ایک دوسرے کو تکلیف دیتے ہو چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں؟ (یعنی ازدحام اور ہجوم کی وجہ سے) یا تم کو

ﷺ خدا کو جہت فوق میں سمجھتے رہے اور حنابلہ رحمہم اللہ کا یہی قول ہے پھر جب خدائے تعالیٰ ایک جہت میں ہوا تو اس کی رویت بھی ایک جہت میں ہو سکتی ہے اور متکلمین نے جو ایک رویت بلا جہت بلا مکان نکالی ہے یہ در حقیقت نفی رویت ہے اور ان کے عقیدے میں غور کرنے سے کچھ فرق نہیں نکلتا کیونکہ منکرین رویت نے اسی رویت کی نفی کی ہے جو ظاہر و متعارف ہے یعنی ایک چیز کے سامنے ہونا ایک مکان میں ہونا رائی اور مرئی میں ایک طرح کی نسبت مقابلہ تاویلات کی ہونا مرئی کا ایک جہت ہونا رائی سے نہ اس رویت کی جس کو متکلمین نے اختراع کیا ہے نیز متکلمین نے بہت سے مسائل میں اسی قسم کی تاویلات ہیں جو در حقیقت انکار ہیں نصوص کا۔ خدا ان لوگوں کی خطا معاف کرے اور ہم نے ان میں سے مسئلہ استواء کو بہت تفصیل سے اپنی کتاب الانتہاء فی الاستواء میں بیان کیا ہے۔

(۴۵۱)☆ یہ تشبیہ ہے دیکھنے کی سورج کہ خدا کے دیکھنے کے ساتھ نہ تشبیہ سورج کی خدا کے ساتھ کیونکہ سورج ایک مخلوق ہے کسی بات میں خالق کی مثل نہیں ہو سکتی فرمایا اللہ تعالیٰ نے لیس کمثله شئی وھو السمیع البصیر اس کے جوڑ کی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا ہے دیکھتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ خدا کے دیدار میں کسی طرح کا ہجوم معلوم نہ ہوگا نہ دیکھنے والے ایک پر ایک گر کر صدمہ پہنچائیں گے بلکہ ہر ایک اپنی جگہ پر کمال فراغت اور راحت کے ساتھ خدا کو دیکھے گا جیسے دنیا میں چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں یا سورج کے دیکھنے میں کوئی تکلیف ﷺ

تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ)) قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((هَلْ تُضَارُّونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ)) قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ الشَّمْسَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ الْقَمَرَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الطَّوَاغِيتَ الطَّوَاغِيتَ وَتَبْقَى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ تَبَارَكَ

کچھ تکلیف ہوتی ہے چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں؟ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا بھلا تم کو کچھ مشقت ہوتی ہے یا ایک دوسرے کو صدمہ پہنچاتے ہو سورج کے دیکھنے میں جس وقت کہ بادل نہ ہو اور آسمان صاف ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر اسی طرح (یعنی بغیر تکلیف اور مشقت اور زحمت اور ازدحام کے) تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے حق تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا تو فرمادے گا جو کوئی جس کو پوجتا تھا اس کے ساتھ ہو جائے پھر جو شخص آفتاب کو پوجتا تھا وہ سورج کے ساتھ ہوگا اور جو چاند کو پوجتا تھا وہ چاند کے ساتھ اور جو طاغوت کو پوجتا تھا وہ طاغوت کے ساتھ اور یہ امت محمدؐ یہ باقی رہ

؂ نہیں ہوتی طاغوت کہتے ہیں اس چیز کو جس چیز کی پوجا کی جائے سوا خدا کے یہی قول ہے لیث اور ابو عبید اور کسائی اور جمہور اہل لغت کا اور ابن عباس اور مقاتل اور کلبی وغیرہم نے کہا کہ طاغوت شیطان کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا بت کو (نووی) السراج الوہاج میں ہے کہ پہلا معنی اچھا ہے اور وہ شامل ہے اولیاء اور انبیاء کی قبر پوجنے والوں کو اور درویشوں اور عالموں کی تقلید کرنے والوں کو (جو ان کی تقلید خدا اور رسول کے ارشاد پر مقدم رکھیں) اور تمام مشرکین اور مبتدعین کو منافق مومنین میں چھپائے ہوئے تو وہاں بھی مومنوں کے ساتھ ملے رہیں گے اور ان کے ساتھ چلیں گے ان کی روشنی سے فائدہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ ان کے اور مومنوں کے بیچ میں ایک روک ہو جائے گی اس کے اندر رحمت ہوگی اور سامنے سے عذاب معلوم ہوگا تب منافق علیحدہ ہو جائینگے اور مومنوں کی روشنی ان سے جاتی رہے گی اور بعضوں نے کہا یہ لوگ حوض پر ہانک دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا دور ہو دور ہو (نووی) یہ معرفت حق سبحانہ تعالیٰ کی یا تو اس طرح سے ہوگی کہ خدائے تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہر مومن کے دل میں اپنا جمال اس طرح ذہن نشین کر دے گا کہ وہ پہلی صورت کو خدا کی صورت سے مغائر اور مبائن سمجھیں گے یا یہ معرفت ان صفات کی وجہ سے ہوگی جو خدا نے اپنے لیے بیان کیں ہیں کہ وہ کسی کی مثل نہیں اس کے جوڑ کا کوئی نہیں وہ پاک ہے ہر عیب سے پھر جب پہلی صورت نمود ہوگی تو وہ ان صفات سے خالی ہوگی اس لیے مومنین اس کو خدا نہ کہیں گے۔ جب خدا اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوگا تو وہ تمام صفات مقدسہ پر مشتمل ہوگی اور مومنین اس کو پہچان کر اپنا خدا مانیں گے اور اس کے ساتھ ہو لینگے اس حدیث میں خدا کے لیے کئی باتیں ثابت کی ہیں ایک تو صورت دوسرے آنا تیسرے ہنسنا چوتھے باتیں کرنا اور علماء اہل سنت کے اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں میں دو مذہب ہیں ایک حق ہے اور ایک خطا۔ حق وہ ہے جو اکثر سلف کا قول ہے بلکہ کل کا کہ ان کے معنوں میں زیادہ گفتگو نہ کرنا چاہیے بلکہ ان پر ایمان لانا چاہیے اور انکے ظاہر معنی کو قبول کرنا چاہیے اور جس طرح یہ آیتیں اور حدیثیں آئی ہیں ان کو چلانا چاہیے اور ایسا اعتقاد رکھنا چاہیے جو خدا کی بزرگی اور جلال کے لائق ہے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا کے مثل کوئی شے نہیں ہے اور یہی قول ہے ایک جماعت متکلمین کا بھی جو محققین ہیں اور اس میں سلامتی ہے ہر ایک آفت سے اور اسی پر چلتے رہے تمام امت کے سلف اور امام اور اس باب میں بڑی عمدہ کتاب کتاب الجوائز والصلات ہے سید ابوالخیر طیب قنوجی کی۔ شیخ محمد بن محسن عطاس نے کتاب تنزیہ الذات والصفات میں خدا کے آنے کی بحث میں لکھا ہے کہ فرمایا اللہ نے وہ منتظر ہیں خدا کے آنے کے ابر کے سائے میں اور فرمایا آیا تیرا رب یا آئے تیرا رب اور صفات کے باب میں ہمارا قول یہ ہے کہ ؂

وَتَعَالَى فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَتْبَعُونَهُ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ وَدَعْوَى الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمُ السَّعْدَانَ)) قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ مَا قَدْرُ عِظَمِهَا إِلَّا اللَّهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمُ الْمُؤْمِنُ بَقِيَ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمُ الْمُجَازَى حَتَّى يُنَجَّى حَتَّى إِذَا فَرَغَ اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ

جائے گی اس میں منافق لوگ بھی ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا ایسی صورت میں جس کو وہ نہ پہچانیں گے اور کہے گا میں تمہارا پروردگار ہوں وہ کہیں گے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ہم تجھ سے اور ہم اسی جگہ ٹھہرے ہیں یہاں تک کہ ہمارا پروردگار آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اور کہے گا میں تمہارا رب ہوں وہ کہیں گے تو ہمارا رب ہے پھر اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور دوزخ کے پشت پر پل رکھا جائے گا تو میں اور میری امت سب سے پہلے پار ہوں گے اور سوائے پیغمبروں کے اور کوئی اس دن بات نہ کر سکے گا اور پیغمبروں کا بول اس وقت یہ ہو گا یا اللہ بچائیو (یہ شفقت کی راہ سے کہیں گے اور خلق پر) اور دوزخ میں آنکڑے ہیں (لوہے کے جن کا سر ٹیڑھا ہوتا ہے اور تنور میں گوشت جب ڈالتے ہیں تو آنکڑوں میں لگا کر ڈالتے ہیں) جیسے سعدان کے کانٹے (سعدان ایک جھاڑ ہے کانٹوں دار) حضرت نے فرمایا صحابہؓ سے تم نے سعدان کو دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں دیکھا ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پس وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں کی وضع پر ہونگے۔ (یعنی سرخم) پر یہ کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے کہ وہ آنکڑے کتنے بڑے بڑے ہونگے وہ

☆ ہم ایمان لاتے ہیں ان پر اور انکے وجود کو سمجھتے ہیں اور کسی قدر ان کو جانتے ہیں پر نہ ان کی کیفیت بیان کرتے ہیں نہ مثال نہ مشابہت دیتے ہیں نہ ان کو بیکار کرتے ہیں اور سلف کی طرح یوں کہتے ہیں ایمان لائے ہم اللہ پر اللہ کی مراد کے موافق اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں پھر بیان کیا ہر ایک صفت کا جیسے استواء اور علو اور وجہ اور یمین اور کف اور ید اور اصبع اور شمال اور قدم اور رجل اور نزول اور کلام اور قول اور رؤیت اور کشف ساق اور نفس اور عین اور فوق اور حقو کا اور دلیل لائے ان پر آیات اور احادیث سے اور قوی کیا سلف کے مذہب کو اور رد کیا اس تاویل کو جو متکلمین نے کی ہے اور جس پر پچھلے لوگ چلے ہیں اور خطا وہ ہے جو اکثر متکلمین کا مذہب ہے یعنی ان کی تاویل کرنا چاہیے ہر ایک موقع کے موافق جیسے وہ اس حدیث میں کہتے ہیں کہ آنے سے مراد یہ ہے کہ مومن اس کو دیکھیں گے اور یہ آنے کے معنی مجازی ہیں یا اس سے فرشتوں کا آنا مقصود ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہمارے نزدیک یہ معنی بہتر ہے حالانکہ یہ معنی غلط ہے اہل حق کے نزدیک اور حاصل یہ ہے کہ یہ مومنین کا اخیر امتحان ہو گا پھر جب وہ ان سے کہے گا میں تمہارا رب ہوں تو یہ انکار کریں گے اور اس سے پناہ مانگیں گے پھر اللہ جل جلالہ اپنی اس صورت پر تجلی کرے گا جس طرح سے مومنین اس کو جانتے ہیں اور جن صفات سے اس کو پہچانتے ہیں اگرچہ پیشتر خدا کو نہیں دیکھا ہو گا پر اس کی صفات سے اس کو پہچان لیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے اور کہیں گے تو ہمارا رب ہے۔ خطابی نے کہا شاید پناہ مانگنا خاص منافقوں کا فعل ہو اور قاضی ☆

بِرَحْمَتِهِ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا مِمَّنْ أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَرْحَمَهُ مِمَّنْ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَيَعْرِفُونَهُمْ فِي النَّارِ يَعْرِفُونَهُمْ بِأَثَرِ السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنِ ابْنِ آدَمَ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ وَقَدِ امْتَحَشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ مِنْهُ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقَى رَجُلٌ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ عَلَى النَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا فَيَدْعُو اللَّهَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُوَهُ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فَعَلْتُ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا

لوگوں کو دوزخ میں دھر گھسیٹیں گے (یعنی فرشتے ان آنکڑوں سے گھسیٹ لیں گے دوزخیوں کو) ان کے بد عملوں کی وجہ سے اب بعضے ان میں مومن ہو نگے جو بچ جائیں گے اپنے عمل کے سبب سے اور بعضے ان میں سے بدلہ دینے جائیں گے اپنے عمل کا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلے سے فراغت پائے گا اور چاہے گا کہ نکالے دوزخ والوں میں سے اپنی رحمت سے جس کو چاہے تو فرشتوں کو حکم کرے گا نکالیں دوزخ سے اس کو جس نے خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو جس پر خدا نے رحمت کرنا چاہا ہو جو کہ لا الہ الا اللہ کہتا ہو تو فرشتے دوزخ میں ایسے لوگوں کو پہچان لیں گے ان کو پہچانیں گے سجدہ کے نشانوں سے آگ آدمی کو جلاڈالے گی مگر سجدے کے نشان کو کہ خدا تعالیٰ نے اس کا جلانا آگ پر حرام کیا ہے پھر دوزخ سے نکالے جائیں گے جلے بھنے جب ان پر آب حیات چھڑکا جائیگا وہ تازہ ہو کر ایسے جم اٹھیں گے جیسے دانہ کیچڑے کے بہاؤ میں جم اٹھتا ہے (پانی جہاں پر کوڑا کچرا مٹی بہا کر لاتا ہے وہاں دانہ خوب اگتا ہے اور جلد شاداب اور سر سبز ہو جاتا ہے اسی طرح وہ جہنمی بھی آب حیات ڈالتے ہی تازے ہو جائیں گے اور جلن کے نشان بالکل جاتے رہیں گے) بعد اس کے اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلے سے فراغت کرے گا اور ایک مرد

ﷺ عیاض نے اس کا انکار کیا نووی نے کہا قاضی عیاض کا قول صحیح ہے اور ظاہر حدیث سے یہی نکلتا ہے یعنی یہ کہ انکار منافقین سے خاص نہیں ہو گا اور اس کے ساتھ ہو جانے سے یہ غرض ہے کہ اس کے حکم کی پیروی کریں گے اور جنت میں جائیں گے یا اس کے فرشتوں کے ساتھ ہو کر جنت میں جائیں گے اور یہ بھی ایک قسم کی تاویل ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں (السراج الوہاج) جس کو لوگ پل صراط کہتے ہیں اور اہل حق نے اس کو ثابت کیا ہے اور سلف نے اس پر اجماع کیا ہے اور وہ پل ہو گا جہنم کی پشت پر سب لوگوں کو اس کے اوپر سے گزرنا ہو گا تو مومن اپنے اپنے درجہ کے موافق اس پر سے گزریں گے اور کافر اس پر سے گر کر جہنم چلے جائیں گے اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے اور ہمارے اصحاب سلف سے منقول ہے کہ یہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا جیسے ابو سعید خدری سے روایت ہے اور پیغمبروں کا کہنا یعنی پل سے گزرتے وقت بوجہ ہول اور خوف کے کہ قیامت کے دن اور وقت تو لوگ باتیں کریں گے اور مرید اپنے مرشدوں سے لڑیں گے (نووی) حدیث میں یوں ہے فمنهم المومن يقى بعمله اس کا ترجمہ یہی ہے جو بیان ہوا اور بعض نسخوں میں یوں ہے الموثق بعمله یعنی بعض ان میں کا جکڑا جائے گا اپنے عمل کی وجہ سے اور بعض نسخوں میں یوں ہے الموبق بعمله یعنی بعض ان میں کا تو ہلاک ہو جائے گا اپنے عمل سے اور بعض نسخوں ﷺ

أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ وَيُعْطِي رَبَّهُ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ مَا شَاءَ اللَّهُ فَيَصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنْ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَآهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ قَدِّمْنِي إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ لَا تَسْأَلُنِي غَيْرَ الَّذِي أَعْطَيْتُكَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ وَيَدْعُو اللَّهَ حَتَّى يَقُولَ لَهُ فَهَلْ عَسَيْتَ إِنْ أَعْطَيْتُكَ ذَلِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا قَامَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ انْفَهَقَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَرَأَى مَا فِيهَا مِنْ الْخَيْرِ وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ مَا أُعْطِيتَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى

باقی رہ جائے گا جس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا اور یہ بہشت والوں میں جائے گا وہ کہے گا اے رب میرا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے اس کی لپٹ نے مجھے جلاڈالا پھر خدا سے دعا کیا کرے گا جب تک خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا بعد اس کے اللہ تعالیٰ فرمادے گا اگر میں یہ تیرا سوال پورا کروں تو تو اور سوال کرے گا وہ کہے گا نہیں میں پھر کچھ سوال نہ کروں گا اور جیسے خدا کو منظور ہے وہ قول اقرار کرے گا تب اللہ تعالیٰ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا (جنت کی طرف) جب جنت کی طرف اس کا منہ ہوگا تو چپ رہے گا جب تک خدا کو منظور ہوگا پھر کہے گا اے رب! مجھے جنت کے دروازے تک پہنچادے اللہ تعالیٰ فرمادے گا تو کیا کیا قول اور اقرار کر چکا تھا کہ میں پھر دوسرا سوال نہ کروں گا برا ہو تیرا اے آدمی کیسا دغاباز ہے وہ کہے گا اے رب اور دعا کرے گا یہاں تک کہ پروردگار فرمادے گا اچھا اگر میں تیرا یہ سوال پورا کردوں تو پھر تو اور کچھ نہ مانگے گا وہ کہے گا نہیں قسم تیری عزت کی اور کیا کیا قول اور اقرار کرے گا جیسے اللہ کو منظور ہوگا۔ آخر اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے دروازے تک پہنچادے گا جب وہاں کھڑا ہوگا تو ساری بہشت اس کو دکھلائی دے گی اور جو کچھ اس میں نعمت یا خوشی اور فرحت ہے وہ سب پھر ایک مدت تک جب تک خدا کو منظور ہوگا وہ چپ رہے گا بعد اس کے عرض کرے گا اے رب! مجھے جنت کے اندر لے جا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کیا اقرار کیا تھا تو بولا تھا کہ اب میں کچھ

ﷺ میں یوں ہے فمنهم المومن بقى بعمله یعنی بعض ان میں سے مومن ہونگے جو باقی رہ جائیں گے (ادھر گھسیٹنے سے) اپنے عمل کی وجہ سے۔ نووی نے کہا ہمارے شہر میں اکثر نسخوں میں ایسا ہی ہے یہ ترجمہ ہے مجازی کا جیسے حدیث میں گزرا اور بعض نسخوں میں مخردل ہے یعنی کاٹا جائے گا اس کا گوشت یا گرایا جائے گا اور بعض نسخوں میں مجردل ہے یعنی قریب ہلاکت کے۔ نووی نے کہا ظاہر حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ جہنم کی آگ سجدہ کے ساتوں اعضاء کو نہ جلائے گی جن کو لگا کر آدمی سجدہ کرتا ہے یعنی منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں ایسا ہی کہا ہے بعض علماء نے اور قاضی عیاض نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ سجدے کے نشان سے صرف پیشانی مراد ہے لیکن اول قول مختار ہے اب اگر کوئی کہے کہ مسلمؒ نے آگے خود روایت کی ہے کہ بعض لوگ جہنم سے نکلیں گے بالکل جلے ہوئے سوا منہ کے تو اس کا جواب یہ ہے ﷺ

خَلْقِكَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو اللَّهَ حَتَّى يَضْحَكَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْهُ فَإِذَا ضَحِكَ اللَّهُ مِنْهُ قَالَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِذَا دَخَلَهَا قَالَ اللَّهُ لَهُ تَمَنَّهْ فَيَسْأَلُ رَبَّهُ وَيَتَمَنَّى حَتَّى إِنَّ اللَّهَ لَيُذَكِّرُهُ مِنْ كَذَا وَكَذَا حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ)) قَالَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِهِ شَيْئًا حَتَّى إِذَا حَدَّثَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ اللَّهَ قَالَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ مَعَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا حَفِظْتُ إِلَّا قَوْلَهُ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ أَنِّي حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ ذَلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَذَلِكَ الرَّجُلُ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ.

سوال نہ کروں گا برا ہو تیرا اے آدمؑ کے بیٹے! کیسا مکار ہے وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہیں ہوں اور دعا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ جل شانہ ہنس دے گا اور جب خدائے تعالیٰ کو ہنسی آجائے گی تو فرمائے گا اچھا جا جنت میں جب وہ جنت کے اندر جائے گا تو خدائے تعالیٰ اس سے فرمائے گا اب تو کوئی آرزو کر وہ کرے گا اور مانگے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا فلانی چیز مانگ فلانی چیز مانگ۔ جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو حق تعالیٰ فرمائے گا ہم نے یہ سب تجھے دیں اور ان کے ساتھ اتنی ہی اور دیں (یعنی تیری خواہشوں سے دو چند) ے۔ سبحان اللہ کیا کرم اور رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر اور جو وہ کرم نہ کرے تو اور کون کرے وہی مالک ہے وہی خالق ہے وہی رازق ہے وہی پالنے والا ہے۔ عطاء بن یزید نے کہا جو اس حدیث کا راوی ہے کہ ابو سعید خدریؓ بھی اس حدیث کی روایت کرنے میں ابو ہریرہؓ کے موافق تھے کہیں خلاف نہ تھے پر جب ابو ہریرہؓ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا ہم نے یہ سب تجھے دیں اور اتنی ہی اور دیں تو ابو سعیدؓ نے کہا دس حصے زیادہ دیں ابو ہریرہؓ نے کہا کہ مجھے تو یہی بات یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہم نے یہ سب تجھے دیں اور اتنی ہی اور دیں ابو سعیدؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہم نے یہی سب تجھے دیں اور دس حصے زیادہ دیں۔ ابو ہریرہؓ نے کہا یہ

تھی کہ یہ کچھ خاص لوگ ہوں گے۔ اور لیکن سوا انکے سب اعضا سجدے کے سالم ہوں گے بنظر عموم اس حدیث کے اور وہ حدیث خاص ہے انہی لوگوں سے انتہی۔ نوویؒ نے کہا خدا کی ہنسی سے اس کا راضی ہونا مقصود ہے اور اپنی نعمت کا ظاہر کرنا اور یہ تاویل غلط ہے اور نوویؒ نے پچھلے متکلمین کی تقلید سے اس کو لکھ دیا ہے اصل یہ ہے کہ جیسے سمع اور بصر اور کلام وغیرہ اللہ سبحانہ کی صفات ہیں اور وہ محمول ہیں اپنے حقیقی معنوں پر اسی طرح ضحک یعنی ہنسنا بھی اس کی ایک صفت ہے اور جیسے خدا کا سننا اور دیکھنا اور بات کرنا مخلوق کے دیکھنے اور سننے اور بات کرنے کی طرح نہیں ہے ویسے ہی اس کا ہنسنا بھی مخلوق کے ہنسنے کی طرح نہیں ہے اور وہ پاک ہے اپنی ذات اور صفت میں مخلوق کی مشابہت سے یہی اعتقاد ہے صحابہؓ اور تابعین اور سلف ائمہ اور علماء کا جیسا کئی بار اوپر گزر چکا۔

وہ شخص ہے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا (تو اور جنتیوں کو معلوم نہیں کیا کیا نعمتیں ملیں گی)۔

٤٥٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ.

۴۵۲- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے باقی حدیث وہی ہے جو اوپر گذر چکی۔

٤٥٣- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**إِنَّ أَدْنَى مَقْعَدِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى وَيَتَمَنَّى فَيَقُولُ لَهُ هَلْ تَمَنَّيْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ**)).

۴۵۳- ہمام بن منبہ سے روایت ہے یہ وہ حدیثیں ہیں جو بیان کیں ہم سے ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اور بیان کیا کئی حدیثوں کو ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سب سے کم درجے کا جنتی تم میں سے جو ہوگا اس سے کہا جائے گا آرزو کر وہ آرزو کرے گا اور آرزو کرے گا پھر اس سے کہا جائے گا تو آرزو کر چکا وہ کہے گا ہاں پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تجھے یہ سب آرزوئیں دیں اور اتنی ہی اور۔

٤٥٤- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَاسًا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**نَعَمْ**)) قَالَ ((**هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيرَةِ صَحْوًا لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ**

۴۵۴- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کہا یا رسول اللہ! کیا ہم دیکھیں گے اپنے پروردگار کو قیامت کے دن آپ نے فرمایا ہاں دیکھو گے تم کو کچھ تکلیف ہوتی ہے سورج کے دیکھنے میں دوپہر کے وقت جب کھلا ہوا ہو اور ابر نہ ہو؟ تم کو کچھ تکلیف ہوتی ہے چاند کے دیکھنے میں چودھویں رات کو جب کھلا ہوا ہو اور ابر نہ ہو؟ انھوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا بس تم کو اتنی ہی تکلیف ہوگی اللہ تعالیٰ کے دیکھنے

(۴۵۴) ☆ یعنی اللہ کو دیکھنے میں ہجوم اور ازدحام کی تکلیف نہ ہوگی آفتاب اور مہتاب کے دیکھنے میں کسی قسم کی تکلیف ہجوم اور ازدحام کی نہیں ہوتی اور کلام بطریق مبالغہ کے ہے یعنی اگر بہ فرض محال کچھ تکلیف ہو تو اتنی ہی ہوگی۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ رؤیت مغائر ہے اس رؤیت کے جو خاص مومنین کو جنت میں ہوگی اور یہ رؤیت امتحان اور تمیز کے لیے ہوگی درمیان مومنین اور مشرکین کے۔ (طیبی)

سراب کہتے ہیں اس ریتی کی زمین کو جو دور سے دوپہر کے وقت گرمی میں پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے جب پاس جاؤ تو پانی نہیں ہوتا اور پیاسا ہاتھ مل کر رہ جاتا ہے ایسا ہی حال ان جہنمیوں کا ہوگا کہ پیاس کی شدت میں جہنم کو جو سراب کی طرح معلوم ہوگا پانی سمجھ کر اس میں گھس جائیں گے معاذ اللہ خدا کی پناہ یہود اور نصاریٰ کا اصلی دین عمدہ اور اچھا تھا اور خدا کی طرف سے آیا تھا جیسے اسلام کا دین پر ان دونوں مذہبوں تک

لَيْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ)) قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((مَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا كَمَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِيَتَّبِعْ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ وَغُبَّرِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُودُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُونَ قَالُوا عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ أَلَا تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ

میں قیامت کے دن جتنی چاند اور سورج کے دیکھنے میں ہوتی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا پکارے گا ہر ایک گروہ ساتھ ہو جائے اپنے اپنے معبود کے پھر جتنے لوگ سوا خدا کے اور کسی کو پوجتے تھے جیسے بتوں کو اور تھانوں کو ان میں سے کوئی نہ بچے گا سب کے سب آگ میں گریں گے اور باقی رہ جائیں گے وہی لوگ جو اللہ کو پوجتے تھے نیک ہوں یا بد مسلمانوں میں سے اور کچھ اہل کتاب میں سے پھر یہودی بلائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا تم کس کو پوجتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم پوجتے تھے حضرت عزیرؑ کو جو اللہ کے بیٹے ہیں ان کو جواب ملے گا تم جھوٹے تھے اللہ جل جلالہ نے نہ کوئی بی بی کی نہ اس کا بیٹا ہوا۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے رب ہمارے! ہم پیاسے ہیں ہم کو پانی پلا حکم ہوگا جاؤ پیو پھر وہ ہانک دئے جائیں گے جہنم کی طرف ان کو ایسا معلوم ہوگا جیسے سراب اور وہ شعلے ایسے مار رہا ہوگا گویا اسی کو ایک کھا رہا ہے وہ سب گر پڑیں گے آگ میں بعد اس کے نصاریٰ بلائے جائیں گے اور ان سے سوال ہوگا تم کس کو پوجتے تھے؟ وہ کہیں گے

؎ کے عالموں اور پیشواؤں نے اپنی نادانی اور بے عقلی سے ایسی باتیں دین میں شریک کر لیں جو سراسر عقل کے خلاف ہیں اور انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم اپنے اپنے پیغمبروں کو خدا کا بیٹا بنا دیں گے تو لوگ ہمارے پیغمبر کو سب سے بڑا سمجھ کر ہمارے دین میں شریک ہوں گے اور قیامت تک یہ دین اور پیغمبروں کے آنے سے منسوخ نہ ہوگا حالانکہ اگر ان لوگوں میں ذرا بھی عقل ہوتی اور کچھ بھی سمجھ رکھتے اور غور کرتے تو وہ ایسی لغو اور بیہودہ باتوں کو دین میں شریک کر کے اپنے دین کو بدنام نہ کرتے یہود کا حال جو اس بیوقوفی کے طفیل ہوا وہ ظاہر ہے کہ تمام دنیا میں ان کی تعداد نہایت ہی قلیل رہ گئی اور ان کی سب شوکت اور حشمت خاک میں مل گئی اور نصاریٰ کے بھی فروغ کو عربوں نے اسلام کے زور سے مٹا دیا۔ اب اس زمانے میں گو نصاریٰ دنیاوی علوم اور فنون کی وجہ سے مسلمانوں پر غالب ہو گئے ہیں اور بظاہر بہت کچھ نوم نام رکھتے ہیں پر ان کے دین اور مذہب کو اسلام کے دین اور مذہب پر ہرگز غلبہ نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ ایسا ہے جس میں علوم عقلیہ کی روز بروز ترقی ہو رہی ہے اور لوگ سمجھتے جاتے ہیں کہ نصاریٰ کا یہ بے دلیل دعویٰ کہ حضرت مسیحؑ خدا کے بیٹے تھے کتنی وقعت رکھتا ہے۔ افسوس! صد افسوس! اگر نصاریٰ اس وقت بھی اپنی عقل سے کام لیں اور جیسے دنیا کے کاموں میں غور اور فکر کر رہے ہیں اسی طرح اپنے دین کے اصول کو بھی جانچیں تو یہ سب ملمع کاری اور دغابازی جو ان کے پچھلے پادریوں نے کی ہے ان پر کھل جائے وہ بھی مسلمانوں کی طرح سچی توحید کے نور سے مشرف ہوں اگر نصاریٰ اس لغو اور بیہودہ اور خلاف عقل بات یعنی تثلیث کو چھوڑ کر توحید پر آجاویں تو پھر ان میں اور مسلمانوں میں بہت ہی تھوڑا فرق رہ جائے گا اور یہ دونوں قومیں مل جل کر دنیا میں زندگی بسر کرنے لگیں اور کشت اور خون کا دروازہ بند ہو جائے بلکہ کیا عجب ہے کہ چند روز میں اور باقی قومیں بھی ان کی متبع ہو جائیں اور بعوض نااتفاقی اور اختلاف اور فساد ؎

كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللَّهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُونَ فَيَقُولُونَ عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ أَلَا تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ تَعَالَى مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي أَدْنَى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا قَالَ فَمَا تَنْتَظِرُونَ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا أَفْقَرَ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ

ہم پوجتے تھے حضرت مسیح کو جو اللہ کے بیٹے ہیں ان کو جواب ملے گا تم جھوٹے تھے اللہ جل جلالہ کی نہ کوئی جورو ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے پھر ان سے کہا جائے گا اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے رب! ہم پیاسے ہیں ہم کو پانی پلا حکم ہوگا جاؤ پھر وہ سب ہانکے جائیں گے جہنم کی طرف گویا وہ سراب ہوگا اور لپٹ کے مارے وہ آپ ہی آپ ایک ایک کو کھاتا ہوگا پھر وہ سب گر پڑیں گے جہنم میں یہاں تک کہ جب کوئی باقی نہ رہے گا سوا ان لوگوں کے جو اللہ کو پوجتے تھے نیک ہوں یا بد اس وقت مالک سارے جہان کا ان کے پاس آئے گا ایک ایسی صورت میں جو مشابہ نہ ہوگی اس صورت سے جس کو وہ جانتے ہیں اور فرمائے گا تم کس بات کے منتظر ہو ہر ایک گروہ ساتھ ہو گیا اپنے اپنے معبود کے وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے تو دنیا میں ان لوگوں کا ساتھ نہ دیا (یعنی مشرکوں کا) جب ہم ان کے بہت محتاج تھے نہ ان کی صحبت میں رہے پھر وہ فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں وہ کہیں گے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں تجھ سے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے دو یا تین بار یہی کہیں گے یہاں تک کہ ان میں سے بعض لوگ پھر

ﷺ کے اتفاق اور اتحاد اور امن وامان پیدا ہو۔ خیر یہ سب خدا کی مرضی پر موقوف ہے پر وہ مسلمان جو اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں اور مشرکوں کی طرح سوا خدا کے پیروں پیغمبروں کی نذر نیاز کرتے ہیں مصیبت کے وقت ان کو پکارتے ہیں ان سے دعا کرتے ہیں ہر امر پر انکو قادر اور متصرف خیال کرتے ہیں وہ در حقیقت نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ خاک پڑے ان کی عقلوں پر انھوں نے نصاریٰ کو اعتراض کی جگہ دے رکھی ہے۔ اس کی صفات سے جو اس نے بیان کی ہیں اس کو پہچانتے ہیں ان میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ دنیا کی کسی مخلوق کے مشابہ نہیں ہے نہ کسی کے جوڑ کا ہے پاک ہے ہر عیب اور نقص سے یعنی دنیا میں جب ہم کو اپنی معاش کے واسطے ان لوگوں سے ملنے کی اور دوستی کرنے کی ضرورت تھی اس وقت تو ہم ملے نہیں نہ ان کا ساتھ دیا بلکہ فقر وفاقہ قبول کیا اور ان کی مخالفت کرتے رہے اور ان کا رد کرتے رہے پھر آج جب ہم کو ان کی کچھ احتیاج نہیں ہے ہم ان کے ساتھ کیونکر جائیں اور غرض یہ ہے کہ مومنین حق تعالیٰ سے عاجزی اور دعا کریں کہ اس مشکل میں ہماری مدد کریں مہاجرین اور انصار کا دینا میں یہی حال ہوا کہ انھوں نے قرابت اور عزیزداری کا بھی خیال نہ کیا اور مشرکوں سے علیحدہ ہو گئے اور مصیبت گوارہ کی اور یہی حال رہا ہے ہمیشہ موحدوں کا ہر زمانے میں جنھوں نے مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھائیں۔ راضی ہو اللہ تعالیٰ ان سے اور ہمارا حشر ان کے ساتھ کرے آمین یارب العالمین۔ قرآن میں ہے یوم یکشف عن ساق یعنی جس دن کھولا جائے گا ساق سے ساق کہتے ہیں پنڈلی کو۔ نووی نے کہا ابن عباس اور اکثر اہل لغت نے ساق کے معنی یہاں شدت اور زور کے لیے ہیں یعنی ایک ہولناک امر نمو ہوگا اور یہ مثل ہے جس کو عرب لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں لڑائی ﷺ

بِاللّٰهِ مِنْكَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى إِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَكَادُ أَنْ يَنْقَلِبَ فَيَقُولُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ آيَةٌ فَتَعْرِفُونَهُ بِهَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ إِلَّا أَذِنَ اللّٰهُ لَهُ بِالسُّجُودِ وَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اتِّقَاءً وَرِيَاءً إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهُ طَبَقَةً وَاحِدَةً كُلَّمَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ خَرَّ عَلَى قَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُونَ رُءُوسَهُمْ وَقَدْ تَحَوَّلَ فِي صُورَتِهِ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلَى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُولُونَ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ))

جانے کے قریب ہوں گے۔ کیونکہ یہ امتحان بہت سخت ہو گا اور شبہ دل میں زور کرے گا پھر وہ فرمائے گا اچھا تم اپنے رب کی کوئی نشانی جانتے ہو جس سے اس کو پہچانو وہ کہیں گے ہاں پھر خدا کی پنڈلی کھل جائے گی اور جو شخص خدا کو (دنیا میں) اپنے دل سے (بغیر جبر اور خوف یا ریا کے) سجدہ کرتا ہو گا اس کو وہاں بھی سجدہ میسر ہو گا اور جو شخص دنیا میں سجدہ کرتا تھا اپنی جان بچانے کو تلوار کے ڈر سے اور دل میں اس کے ایمان نہ تھا یا لوگوں کے دکھلانے کو) اس کی پیٹھ اللہ تعالیٰ ایک تختہ کر دے گا جب وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو چت گر پڑے گا۔ پھر وہ لوگ اپنا سر اٹھائیں گے اور خدائے تعالیٰ اس صورت میں ہو گا جس صورت میں پہلے اسے دیکھا تھا اور کہے گا میں تمہارا رب ہوں وہ سب کہیں گے تو ہمارا رب ہے بعد اس کے جہنم پر پل رکھا جائے گا اور سفارش (شفاعت) شروع ہو گی اور لوگ کہیں گے یا اللہ بچا یا اللہ بچا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! پل

ؒ قائم ہوئی ساق پر اور اصل یہ ہے کہ انسان جب کسی سخت امر میں پڑ جاتا ہے تو اپنی باہیں چڑھاتا ہے اور پنڈلی کھولتا ہے کوشش کے لیے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا بعضوں نے کہ ساق سے یہاں ایک بڑا نور مراد ہے اور یہ ایک حدیث میں بھی وارد ہے ابن فورک نے کہا مراد اس سے وہ فوائد اور الطاف ہیں جو مومنوں کو نئے ملیں گے خدا کے دیدار کے وقت اور بعضوں نے کہا ساق ایک نشانی ہو گی درمیان خدا اور مومنوں کے اور کچھ فرشتے ظاہر ہونگے اور بعضوں نے کہا احتمال ہے کہ ساق ایک مخلوق ہو خدا کی جس کو خدا نے نشانی بنائی ہو اس وقت کے لیے اور یہ ساقوں سے الگ صورت کی ہو اور بعضوں نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا ڈر جاتا رہے گا اور رعب اٹھ جائے گا اور جو ہول ان کے دلوں پر تھا وہ جاتا رہے گا اور اطمینان حاصل ہو گا تب وہ سجدہ کریں گے۔ خطابی نے کہا یہ دیدار اور ہے اور وہ جو مومنین کو جنت میں ہو گا وہ اور ہے انتہی ما قال النوویؒ اور یہ سب تاویلات لغو اور بیکار ہیں اور مخالف ہیں سلف کے۔ اصل یہ ہے کہ خداوند کریم نے جو اعضاء اپنے لیے ثابت کئے ہیں جیسے وجہ اور ید اور عین اور ساق یہ سب حق ہیں اور محمول ہیں اپنے معنی پر لیکن جیسے خدا کی کنہ اور حقیقت کسی بشر کو معلوم نہیں ویسے ہی ان اعضاء کی بھی حقیقت اور ماہیت معلوم نہیں پس ان پر ایمان لانا چاہیے اور ان کی کیفیت کو خداوند کریم کے سپرد کرنا چاہیے اور بچنا چاہیے تشبیہ سے یعنی یوں نہ خیال کرنا چاہیے کہ معاذ اللہ خدا کا ہاتھ یا منہ یا آنکھ یا پنڈلی آدمیوں کے یا اور کسی مخلوق کے ہاتھ یا منہ یا آنکھ یا پنڈلی کی طرح ہیں بلکہ جیسے اس کی ذات بے مثل اور بے نظیر ہے ویسے ہی اس کی صفات بھی سب بے مثل اور بے نظیر ہیں یہی عقیدہ ہے اہلحدیث کا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اسی لیے کہ پیٹھ کے جوڑ جھک نہ سکیں گے پھر سجدہ کیونکر کرے گا نووی نے کہا یہ سجدہ امتحان کے لیے ہو گا اور اس سے بعضے علماء نے دلیل قائم کی ہے اس بات پر کہ تکلیف ما لا یطاق جائز ہے یعنی اس بات کا حکم کرنا جو ہو نہ سکے۔ حالانکہ یہ استدلال باطل ہے اس لیے کہ آخرت تکلیف کی جگہ نہیں ہے اور اس سجدے سے امتحان مقصود ہو گا اور بعضوں نے اس حدیث سے یہ وہم کیا ہے کہ منافق بھی مومنوں کے ساتھ خدا کو ؒ

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْجِسْرُ قَالَ ((دَحْضٌ مَزِلَّةٌ فِيهِ خَطَاطِيفُ وَكَلَالِيبُ وَحَسَكٌ تَكُونُ بِنَجْدٍ فِيهَا شُوَيْكَةٌ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُونَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيحِ وَكَالطَّيْرِ وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَمَخْدُوشٌ مُرْسَلٌ وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ حَتَّى إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ بِأَشَدَّ مُنَاشَدَةً لِلَّهِ فِي اسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ فِي النَّارِ يَقُولُونَ رَبَّنَا كَانُوا يَصُومُونَ مَعَنَا وَيُصَلُّونَ وَيَحُجُّونَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا قَدْ أَخَذَتِ النَّارُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ وَإِلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيهَا أَحَدٌ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ فَيَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ

کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا! ایک پھسلنے کا مقام ہوگا وہاں آنکڑے ہونگے اور کانٹے جیسے نجد کے ملک میں ایک کانٹا ہوتا ہے جس کو سعدان کہتے ہیں یعنی (ٹیڑھے سر والا) مومن اس پر سے پار ہونگے بعضے پل مارنے میں بعضے بجلی کی طرح بعضے پرند کی طرح بعضے تیز گھوڑروں کی طرح بعضے اونٹوں کی طرح اور بعضے بالکل جہنم سے بچ کر پار ہو جائیں گے (یعنی ان کو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچے گا) اور بعضے کچھ صدمہ اٹھائیں گے لیکن پار ہو جائیں گے اور بعضے صدمہ اٹھا کر جہنم میں گر جائیں گے جب مومنوں کو جہنم سے چھٹکارا ہوگا تو قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی تم میں سے اپنے حق کے لیے اتنا جھگڑنے والا نہیں ہے جتنے وہ جھگڑنے والے ہونگے خدا سے قیامت کے دن اپنے ان بھائیوں کے لیے جو جہنم میں ہونگے۔ (خدا سے جھگڑنے والے یعنی خدا سے بار بار عرض کرنے والے اپنے بھائیوں کے چھڑانے کے لیے) وہ کہیں گے اے رب ہمارے! وہ لوگ (جو اب جہنم میں ہیں) روزہ رکھتے تھے ہمارے ساتھ اور نماز پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے حکم ہوگا اچھا جاؤ اور نکال لو جہنم سے جن کو تم پہچانو پھر ان کی صورتیں جہنم پر حرام ہو جائیں گی (یعنی جہنم کی آگ ان کی صورت کو بدل نہ سکے گی اور چہرہ ان کا محفوظ رہے گا تاکہ مومنین ان کو پہچان لیں) اور مومنین بہت سے آدمیوں کو جہنم سے نکالیں گے۔ ان میں سے بعضوں کو آگ نے آدھی پنڈلیوں تک کھایا

ﷲ دیکھیں گے۔ ابن فورکؒ نے کہا ایک گروہ اسی طرف گیا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ مسلمانوں کے علماء کے اجماع سے یہ امر ثابت ہے کہ منافقوں کو خدا کا دیدار نہ ہوگا اور حدیث سے یہ بات کہاں نکلتی ہے کہ منافق بھی خدا کو دیکھیں گے بلکہ اس جماعت کا دیکھنا نکلتا ہے جس میں منافق اور مومن سب ہونگے اور جماعت کے دیکھنے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ہر ایک شخص ان میں کا دیکھے اور کتاب اور سنت سے بہت دلیلیں ہیں اس امر پر کہ منافق کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہوگا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا بھلائی سے مراد یہاں یقین ہے اور صحیح یہ ہے کہ بھلائی وہ شے ہے جو ایمان کے علاوہ ہے اس لیے کہ ایمان کے حصے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ حصے اس شے کے ہیں جو ایمان پر زائد ہو جیسے نیک عمل یا ذکر خفی یا اور کوئی دل کا عمل جیسے شفقت مسکینوں پر یا خوف الٰہی یا نیت صادق وغیرہ اور دلالت کرتی ہے اس پر دوسری حدیث کہ جہنم سے نکلے گا وہ شخص بھی ﷲ

نَذَرْ فِيهَا أَحَدًا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا ثُمَّ يَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا أَحَدًا ثُمَّ يَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا خَيْرًا)) وَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ يَقُولُ إِنْ لَمْ تُصَدِّقُونِي بِهَذَا الْحَدِيثِ فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ((فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَفَعَتْ الْمَلَائِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّونَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُونَ وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنْ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوا حُمَمًا فَيُلْقِيهِمْ فِي نَهَرٍ فِي أَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ نَهَرُ الْحَيَاةِ فَيَخْرُجُونَ كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ أَلَا تَرَوْنَهَا تَكُونُ إِلَى الْحَجَرِ أَوْ إِلَى الشَّجَرِ مَا يَكُونُ إِلَى الشَّمْسِ أُصَيْفِرُ وَأُخَيْضِرُ وَمَا يَكُونُ مِنْهَا إِلَى الظِّلِّ يَكُونُ أَبْيَضَ)) فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّكَ كُنْتَ

ہو گا بعضوں کو گھٹنوں تک پھر وہ کہیں گے اے رب ہمارے اب تو جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا ان آدمیوں میں سے جن کے نکالنے کا تو نے ہمیں حکم دیا تھا (یعنی روزہ، نماز اور حج کرنے والوں میں سے اب کوئی نہیں رہا) حکم ہو گا پھر جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار برابر بھلائی پاؤ اس کو بھی نکال لاؤ پھر وہ نکالیں گے بہت سے آدمیوں کو اور کہیں گے اے رب ہمارے! ہم نے نہیں چھوڑا کسی کو ان لوگوں میں سے جن کے نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا حکم ہو گا پھر جاؤ اور جس کے دل میں آدھے دینار برابر بھی بھلائی پاؤ اس کو بھی نکال لو وہ پھر بہت سے آدمیوں کو نکالیں گے اور کہیں گے اے پروردگار! اب تو اس میں کوئی باقی نہیں رہا ان لوگوں میں سے جن کے نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا حکم ہو گا پھر جاؤ اور جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھلائی ہو اس کو بھی نکال لو پھر وہ نکالیں گے بہت سے آدمیوں کو اور کہیں گے اے رب ہمارے! اب تو اس میں کوئی نہیں رہا جس میں ذرا بھی بھلائی تھی (بلکہ اب سب اسی قسم کے لوگ ہیں جو بدکار اور کافر تھے اور رتی برابر بھی بھلائی ان میں نہ تھی) ابو سعید خدریؓ جب اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو کہتے تھے اگر تم مجھ کو سچا نہ جانو اس حدیث میں تو پڑھو اس آیت کو کہ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ اخیر تک یعنی اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرے گا رتی برابر اور جو نیکی ہو تو اس کو دونا کرے گا اور اپنے پاس سے بہت کچھ ثواب دے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتے سفارش کر چکے اور پیغمبرؑ سفارش کر چکے اور مومنین سفارش کر چکے اب کوئی باقی نہیں رہا پر وہ باقی ہے جو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (قربان اس کی ذات مقدس کے) پھر

ﷺ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو گا اور اس کے دل میں ایک رتی برابر بھلائی ہو گی (نووی) جن کی تعداد کو کوئی نہیں جانتا سوائے خدا کریم کے اور خدائے تعالیٰ کی مٹھی اس قدر بڑی ہے کہ ساری زمین اس کی ایک مٹھی میں آجائے گی۔ قیامت کے دن مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے مالک کی خاص مٹھی سے نکالے جائیں گے اور ان پر کسی کا احسان نہ ہو گا سوائے خدائے کریم کے پر صرف خدا کی توحید پر یقین رکھتے تھے ان کی ﷺ

تَرْعَى بِالْبَادِيَةِ قَالَ ((فَيَخْرُجُونَ كَاللُّؤْلُؤِ فِي رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ يَعْرِفُهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ هَؤُلَاءِ عُتَقَاءُ اللَّهِ الَّذِينَ أَدْخَلَهُمُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوهُ ثُمَّ يَقُولُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ فَمَا رَأَيْتُمُوهُ فَهُوَ لَكُمْ فَيَقُولُونَ رَبَّنَا أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي أَفْضَلُ مِنْ هَذَا فَيَقُولُونَ يَا رَبَّنَا أَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ هَذَا فَيَقُولُ رِضَايَ فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا)).

ایک مٹھی آدمیوں کی جہنم سے نکالے گا۔ اور اس میں وہ لوگ ہونگے جنھوں نے کوئی بھلائی کی نہیں کبھی کہ وہ جل کر کوئلہ ہوگئے ہونگے پھر خدائے تعالیٰ ان لوگوں کو ایک نہر میں ڈال دے گا جو جنت کے دروازوں پر ہوگی جس کا نام نہر الحیات ہے وہ اس میں ایسا جلد تروتازہ ہونگے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ میں کوڑے کچرے کی جگہ پر اگ آتا ہے (زور سے بھیگ کر) تم دیکھتے ہو وہ دانہ کبھی پتھر کے پاس ہوتا ہے کبھی درخت کے پاس اور جو آفتاب کے رخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز اُگتا ہے اور جو سائے میں ہوتا ہے وہ سفید رہتا ہے لوگوں نے کہا یارسول اللہؐ! آپ تو گویا جنگل میں جانوروں کو چرایا کرتے ہیں (کہ وہاں کا سب حال جانتے ہیں) پھر آپؐ نے فرمایا وہ لوگ اس نہر سے موتی کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے ان کے گلوں میں پٹے ہونگے جنت والے انکو پہچان لیں گے اور کہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کئے ہوئے ہیں ان کو خدا نے جنت دی بغیر کسی عمل یا بھلائی کے۔ پھر فرمائے گا جنت میں جاؤ اور جس چیز کو دیکھو وہ تمہاری ہے۔۔۔۔ وہ کہیں گے اے رب ہمارے! تو نے ہم کو اتنا کچھ دیا کہ اتنا کسی کو نہیں دیا سارے جہان والوں میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا ابھی میرے پاس تمہارے لیے اس سے بڑھ کر ہے وہ کہیں گے اے رب ہمارے! اب اس سے بڑھ کر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضامندی اب میں تم پر کبھی غصہ نہ ہوں گا۔

٤٥٥ – عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَرَى رَبَّنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ إِذَا كَانَ

۴۵۵- دوسری روایت بھی ابو سعید خدریؓ سے ایسی ہی ہے اس میں یہ ہے کہ ہم نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم اپنے مالک کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا تم کو کچھ حرج ہوتا ہے سورج کے

ﷲ سفارش کرنے والا کوئی فرشتہ یا پیغمبر یا مومن نہ ہوگا آخر اللہ خود اپنے مبارک ہاتھ سے ان کو نکالے گا۔ سبحان اللہ مالک کی رضامندی اتنی بڑی نعمت ہے کہ بہشت کی سب نعمتیں اس کے سامنے بے حقیقت ہیں۔ جواں مرد وہی ہے جو اپنے مالک کی رضامندی کا طلب گار اور ہر حال میں اس کا شکر گزار رہے۔

يَوْمٌ صَحْوٌ)) قُلْنَا لَا وَسُقْتُ الْحَدِيثَ حَتَّى انْقَضَى آخِرُهُ وَهُوَ نَحْوُ حَدِيثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوهُ وَلَا قَدَمٍ قَدَّمُوهُ ((فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلُهُ مَعَهُ)) قَالَ أَبُو سَعِيدٍ بَلَغَنِي أَنَّ الْجِسْرَ أَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَةِ وَأَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ ((فَيَقُولُونَ رَبَّنَا أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ وَمَا بَعْدَهُ)) فَأَقَرَّ بِهِ عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ.

دیکھنے میں جب صاف دن ہو؟ ہم نے کہا نہیں اور بیان کیا حدیث کو اخیر تک اتنا زیادہ ہے اس عبارت کے بعد ان کو خدا نے جنت دی بغیر کسی عمل یا بھلائی کے ان سے کہا جائے گا جو تم دیکھو وہ تمہارا ہے اور اتنا اور ہے۔ ابو سعیدؓ نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی کہ پل بال سے زیادہ باریک ہوگا اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اور لیث کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ وہ کہیں گے اے رب ہمارے' تو نے ہم کو وہ دیا جو سارے جہاں والوں میں کسی کو نہیں دیا اور جو اس کے بعد ہے۔

٤٥٦- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِإِسْنَادِهِمَا نَحْوَ حَدِيثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ إِلَى آخِرِهِ وَقَدْ زَادَ وَنَقَصَ شَيْئًا.

۴۵۶- ایک اور روایت اسی سند سے کچھ کمی بیشی کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔

بَابُ إِثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ وَإِخْرَاجِ الْمُوَحِّدِينَ مِنَ النَّارِ [1]

باب: شفاعت کا ثبوت اور موحدوں کا جہنم سے نکالا جانا

٤٥٧- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله

۴۵۷- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

[1] ☆ قاضی عیاض نے کہا اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ شفاعت عقلاً جائز ہے اور شرعاً اس کا ثبوت اس آیت سے ہے یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا اور اس آیت سے ولا یشفعون الا لمن ارتضی اور حدیثیں شفاعت کے باب میں بہت آئی ہیں اور آثار صحابہ بھی بہت ہیں ان سب کو ملانے سے شفاعت کا ثبوت متواتر ہو جاتا ہے گناہگار مومن کے واسطے اور اجماع کیا ہے سلف اور خلف اور تمام اہل سنت نے شفاعت کے ثبوت پر اور انکار کیا ہے خوارج اور بعض معتزلہ نے شفاعت کا اور انکے نزدیک گناہگار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ دلیل انکی یہ آیت ہے فما تنفعهم شفاعة الشافعين او' یہ آیت وما للظلمين من حميم ولا شفيع يطاع حالانکہ یہ آیتیں کافروں کے حق میں ہیں اور انھوں نے جو شفاعت کی آیتوں کی تاویل کی ہے کہ مراد اس سے درجوں کی زیادتی ہے تو یہ باطل ہے اور حدیث کے الفاظ سے صاف ان کی تاویل باطل ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں یہ ہے کہ جہنمی شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکالے جائیں گے لیکن شفاعت پانچ قسم کی ہے ایک تو وہ جو خاص ہے ہمارے پیغمبرؐ سے اور وہ تسکین دینا ہے میدان حشر کے ہول سے اور حساب و کتاب جلدی شروع کرا دینا جیسا کہ بیان آگے آئے گا دوسرے بعضے لوگوں کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں لے جانا یہ بھی ہمارے پیغمبرؐ کے لیے ہے تیسرے شفاعت ان لوگوں کے لیے جو مستحق ہو گئے ہوں جہنم کے ان کی شفاعت ہمارے پیغمبرؐ اور اور لوگ کریں گے چوتھی شفاعت ان لوگوں کی جو جہنم میں جا چکے ہوں گناہگاروں میں سے اور ان کا نکالا جانا ہمارے پیغمبرؐ اور فرشتوں اور مومنین کی شفاعت سے ثابت ہے جیسے ایک حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نکالے گا جہنم سے ہر ایک لا الہ الا اللہ کہنے والے کو اور صرف کافر اس میں رہ جائیں گے۔ پانچویں وہ شفاعت جو جنت میں درجے بڑھانے کے لیے ہو اس شفاعت کا معتزلہ بھی انکار نہیں کرتے نہ پہلی شفاعت کا۔ قاضی عیاض نے کہا مشہور روایتوں سے سلف صالحین کا شفاعت کے لئے

عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((يُدْخِلُ اللَّهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ بِرَحْمَتِهِ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ انْظُرُوا مَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا حُمَمًا قَدْ امْتَحَشُوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيَاةِ أَوْ الْحَيَا فَيَنْبُتُونَ فِيهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ إِلَى جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَوْهَا كَيْفَ تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً)).

اللہ جنت والوں کو جنت میں لے جائے گا جس کو چاہے گا اپنی رحمت سے اور دوزخ والوں کو دوزخ میں لے جائے گا پھر فرمائے گا دیکھو جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔ وہ لوگ نکلیں گے کوئلہ کی طرح جلے ہوئے پھر ڈالے جائیں گے نہر الحیات یا نہر الحیا میں (یہ شک ہے امام مالکؒ کا جو راوی ہیں اس حدیث کے اور اوروں کی روایت میں نہر الحیات ہے بغیر شک کے) اور ایسا اگیں گے جیسے دانہ بھیا (بہاؤ) کے طرف اگ آتا ہے کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا کیسا زرد لپٹا ہوا اگتا ہے۔

٤٥٨- عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرٍ يُقَالُ لَهُ الْحَيَاةُ وَلَمْ يَشُكَّا وَفِي حَدِيثِ خَالِدٍ كَمَا تَنْبُتُ الْغُثَاءَةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ وَفِي حَدِيثِ وُهَيْبٍ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِئَةٍ أَوْ حَمِيلَةِ السَّيْلِ

۴۵۸- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے مگر اس میں دانے کی بجائے کوڑا کرکٹ اگنے کا ذکر ہے۔

٤٥٩- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلَكِنْ نَاسٌ أَصَابَتْهُمْ النَّارُ بِذُنُوبِهِمْ أَوْ قَالَ بِخَطَايَاهُمْ فَأَمَاتَهُمْ إِمَاتَةً

۴۵۹- ابو سعید سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جو جہنم والے ہیں (یعنی ہمیشہ وہاں رہنے کے لیے ہیں جیسے کافر اور مشرک وہ تو نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن کچھ لوگ جو گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے آگ ان کو مار کر کوئلہ بنا دے گی۔ پھر اجازت ہوگی شفاعت ہوگی اور یہ لوگ لائے جائیں گے گروہ

لیے دعا کرنا ثابت ہوا ہے اس صورت میں جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے پیغمبر کی شفاعت مانگنا مکروہ ہے اس کی بات کی طرف خیال نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ شفاعت آپ کی کچھ گناہگاروں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ تخفیف حساب اور زیادتی درجات کے لیے بھی ہوگی اور ہر ایک عاقل کو ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں وہ گناہگاروں میں سے نہ ہو جائے اپنے عمل پر بھروسہ نہیں ہے اور جس شخص نے اس کو مکروہ سمجھا ہے چاہیے کہ وہ مغفرت اور بخشش کے لیے بھی دعا نہ کرے اور یہ خلاف ہے سلف اور خلف کے طریقے کے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ (نووی)

(۴۵۹) ☆ نوویؒ نے کہا معنی حدیث کا یہ ہے کہ جو لوگ کافر ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کے مستحق ہیں وہ تو نہ مریں گے نہ جئیں گے یعنی کسی طرح ان کو عذاب سے چھٹکارا نہ ہوگا اور راحت حاصل نہ ہوگی جیسے اللہ نے فرمایا ان کا کچھ فیصلہ نہ ہوگا کہ مر جائیں اور نہ عذاب ہلکا

حَتّٰى إِذَا كَانُوا فَحْمًا أُذِنَ بِالشَّفَاعَةِ فَجِيءَ بِهِمْ ضَبَائِرَ ضَبَائِرَ فَبُثُّوا عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ ثُمَّ قِيلَ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ تَكُونُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ بِالْبَادِيَةِ.

گروہ اور پھیلائے جائیں گے جنت کی نہروں پر اور حکم ہوگا اے جنت کے لوگو! ان پر پانی ڈالو تب وہ اس طرح سے جمیں گے جیسے دانہ اس مٹی میں جمتا ہے جس کو پانی بہا کر لاتا ہے ایک شخص بولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوتا ہے جنگل میں رہے ہیں (تب تو آپ کو یہ معلوم ہے کہ بہاؤ میں جو مٹی جمع ہوتی ہے اس میں دانہ خوب اگتا ہے)۔

٤٦٠- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ إِلَى قَوْلِهِ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

۴۶۰- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مندرجہ بالا روایت کی طرح دانہ اگنے تک کا ذکر ہے بعد کا نہیں۔

بَابُ آخِرِ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا

باب: سب سے آخر میں نکلنے والے دوزخی کا بیان

٤٦١- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا

۴۶۱- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں اس شخص کو جو سب کے بعد جنت میں جائے گا یہ وہ شخص ہے جو جہنم سے گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جا اور داخل ہو بہشت میں۔ کہا (آپ نے) پس آئے گا وہ بہشت میں یا قریب اس کے پس ڈالا جائے گا اس کے خیال میں کہ تحقیق بہشت بھری ہوئی ہے۔ پس لوٹ آئے گا اور

ﷺ ہوگا اور جیسے فرمایا پھر نہ اس میں مرے گا نہ جئے گا اور اہل حق کا مذہب یہی ہے کہ جنت کا آرام اور جہنم کا عذاب دونوں ہمیشہ کے لیے ہوں گے اور یہ لوگ جو گنہگار ہو کر جہنم میں جائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو مومن تھے پر گناہوں میں مبتلا ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ انکو جہنم کی آگ سے مار کر کوئلہ کر دے گا ایک مدت تک عذاب دینے کے بعد اور یہ مرنا حقیقتاً ہو گا یعنی احساس جاتا رہے گا پھر جہنم سے نکالے جائیں گے مردہ کوئلہ کی طرح۔

(۴۶۱) ☆ مسخر اور مخک میں شک ہے راوی کو اور مخک دوسری روایت میں بھی وارد ہے اور وہ عیب نہیں ہے نہ نقص پھر مخک خدا کی صفت ہونے میں کوئی مانع نہیں اور وہ مثل اور صفات الٰہی کے مشابہ نہیں مخلوق کی صفات کے۔ نووی نے کہا ٹھٹھا کرنے کے معنوں میں اختلاف ہے اور اس میں کئی قول ہیں ایک یہ کہ جو امام مازری سے منقول ہے کہ یہ بطریق مقابلہ کے ہے اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کئی بار عہد کیا اب کچھ نہ مانگوں گا پر اپنے اقرار کے خلاف کیا اور لگا مانگنے تو یہ مثل ٹھٹھے کے ہوا اب وہ شخص یہ سمجھا کہ اللہ کا یہ فرمانا تو جنت میں جا اور تیرے لیے یہ یہ نعمتیں ہیں ایک قسم کا ٹھٹھا ہے یعنی اس کے ٹھٹھے کا بدلہ ہے تو ٹھٹھے کے بدلے کو مجازاً ٹھٹھا کہا اور مطلب یہ ہے کہ کیا تو بدلہ دیتا ہے میرے ٹھٹھے کا بادشاہ ہو کر۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے نفی ہے یعنی میں جانتا ہوں کہ تو ٹھٹھا نہ کرے گا بادشاہ ہو کر لیکن تعجب یہ ہے کہ مجھ نالائق کو اتنی بڑی بڑی نعمتیں ملیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس شخص کی زبان قابو میں نہ رہی اور وہ خوشی میں اسے بھول گیا کہ لگا وہ ﷺ

مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ عَشَرَةَ أَمْثَالِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي أَوْ أَتَضْحَكُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ)) قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ فَكَانَ يُقَالُ ذَاكَ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً.

کہے گا اے میرے رب! پایا میں نے اس کو بھرا ہوا پس فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس کو جا پس داخل ہو جنت میں کہا (آپ نے) پھر داخل ہوگا جنت میں پھر ڈالا جائے گا اس کے خیال میں کہ تحقیق وہ بھری ہوئی ہے پھر لوٹ آئے گا اور کہے گا اے رب میرے پایا میں نے اس کو بھرا ہوا پھر فرمائے گا اللہ تعالیٰ جا جنت میں تیرے لیے دنیا اور دس گنا دنیا کے برابر جگہ ہے یا دس دنیا کے برابر۔ وہ کہے گا تو مجھ سے ٹھٹا کرتا ہے یا ہنسی کرتا ہے بادشاہ ہو کر عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک کھل گئے اور آپ نے فرمایا یہ سب سے کم درجے کا جنتی ہوگا۔

٤٦٢- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنَ النَّارِ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيُقَالُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى فَيُقَالُ لَهُ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ)) قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

۴۶۲- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں پہچانتا ہوں اس شخص کو جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا وہ ایک شخص ہوگا جو گھسٹتا ہوا کولھوں کے بل دوزخ سے نکلے گا اس سے کہا جائے گا جا جنت میں جا۔ وہ جائے گا دیکھے گا تو سب مکانوں میں جنتی ہیں (اور کوئی مکان خالی نہیں چھوٹا سا بھی)۔ اس سے کہا جائے گا تجھے یاد ہے وہ زمانہ جس میں تو تھا (یعنی وہ دوزخ کی تکلیف اور تنگی) وہ کہے گا ہاں یاد ہے پھر اس سے کہا جائے گا اچھا اب کوئی اور آرزو کر وہ کرے گا حکم ہوگا یہ لے اور دس دنیا کے برابر لے اور وہ کہے گا اے باری تعالیٰ کیا تو مجھ سے ہنسی ٹھٹا کرتا ہے بادشاہ ہو کر (یعنی دس دنیا کے برابر مجھ کو دیتا ہے اور وہاں تو ایک چھوٹا سا مکان بھی خالی نہیں)۔ راوی نے کہا میں نے رسول

ف باتیں کرنے جیسے دنیا میں ایسے محل میں کرتا تھا اور خدا کی طرف ٹھٹھے کی نسبت کرنے اور یہ ایسا ہے جیسے آپ نے دوسرے شخص کے حق میں فرمایا کہ وہ خوشی کے مارے اپنے تئیں روک نہ سکا اور کہنے لگا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں اور چاہیے تھا یہ کہنا کہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا رب ہے اور خوشی کے وقت بے اختیاری میں اکثر ایسی ہی بے موقع اور غلط باتیں زبان سے نکل جاتی ہیں۔ انتہی۔

(۴۶۲) ☆ حدیث میں نواجذ کا لفظ ہے اور نواجذ ان دانتوں کو کہتے ہیں جو سب کے آخر میں نکلتے ہیں جن کو عوام عقل کے دانت کہتے ہیں اور یہ دانت اسی وقت کھلتے ہیں جب آدمی زور سے ہنسے۔

اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت کھل گئے۔

٤٦٣– عَنْ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((آخِرُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِي مَرَّةً وَيَكْبُو مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَإِذَا مَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ إِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِي نَجَّانِي مِنْكِ لَقَدْ أَعْطَانِي اللّٰهُ شَيْئًا مَا أَعْطَاهُ أَحَدًا مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فَتُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ)) يَا ابْنَ آدَمَ لَعَلِّي إِنْ أَعْطَيْتُكَهَا سَأَلْتَنِي غَيْرَهَا ((فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ وَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرَى مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُولَى فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هَذِهِ لِأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا وَأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ أَلَمْ تُعَاهِدْنِي أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا فَيَقُولُ لَعَلِّي إِنْ أَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْأَلُنِي غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرَى مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ

٤٦٣- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے آخر جو جنت میں جائے گا وہ ایک شخص ہو گا جو چلے گا پھر اوندھا گرے گا اور جہنم کی آگ اس کو جلاتی جائے گی جب دوزخ سے پار ہو جائے گا تو پیٹھ موڑ کر اس کو دیکھے گا اور کہے گا بڑی برکت والا ہے وہ صاحب جس نے نجات دی مجھ کو تجھ سے بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا کہ ویسا کسی کو نہیں دیا نہ اگلوں میں نہ پچھلوں میں۔ پھر اس کو ایک درخت دکھلائی دے گا وہ کہے گا اے رب! مجھ کو نزدیک کر دے اس درخت سے میں اس کے تلے سایہ میں رہوں اور اس کا پانی پیوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! اگر میں تیرا یہ سوال پورا کر دوں تو تو اور سوال کرے گا وہ کہے گا نہیں اے میرے رب! اور عہد کرے گا کہ پھر میں کوئی سوال نہ کروں گا اور اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرے گا اس لیے کہ وہ ایسی نعمت کو دیکھے گا جس پر اس سے صبر نہیں ہو سکتا (یعنی انسان بے صبر ہے وہ جب تکلیف میں مبتلا ہو اور عیش کی بات دیکھے تو بے اختیار اس کی خواہش کرتا ہے) آخر اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے نزدیک کر دے گا وہ اس کے سایہ میں رہے گا اور وہاں کا پانی پئے گا پھر اس کو ایک درخت دکھلائی دے گا جو اس سے بھی اچھا ہو گا وہ کہے گا اے پروردگار مجھ کو اس درخت کے نزدیک پہنچا دے تاکہ میں اس کا پانی پیوں اور میں اور کچھ سوال نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے عہد نہیں کیا تھا کہ میں پھر سوال نہ کروں گا اور جو میں تجھے اس درخت تک پہنچا دوں تو تو

(٤٦٣) ☆ پھر دو دنیا کے برابر دینا کون سا مشکل کام ہے جس پر تو نے تعجب کیا اور اس کو ہنسی اور مذاق سمجھا۔ وہ خدائے کریم ایسا قادر مطلق ہے کہ لاکھوں کروڑوں دنیا کے مثل ایک دم میں بنا سکتا ہے بلکہ اب ہزاروں لاکھوں دنیا ہماری زمین کے برابر اور اس سے لاکھوں حصے بڑی اس کی سلطنت میں موجود ہیں۔ یہ حدیث اگرچہ جنتیوں کے حال میں وارد ہے پر دنیا میں اس حدیث پر غور کرنے سے بڑے بڑے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ طمع اور حرص اور بے صبری کی کوئی انتہا نہیں۔ اگر خزانہ قارون بھی انسان کو مل جائے ☜

شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُولَيَيْنِ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هَذِهِ لِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ أَلَمْ تُعَاهِدْنِي أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا قَالَ بَلَى يَا رَبِّ هَذِهِ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرَى مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهَا فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَإِذَا أَدْنَاهُ مِنْهَا فَيَسْمَعُ أَصْوَاتَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِيهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَصْرِينِي مِنْكَ أَيُرْضِيكَ أَنْ أُعْطِيَكَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا قَالَ يَا رَبِّ أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّي وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ)) فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ أَلَا تَسْأَلُونِي مِمَّ أَضْحَكُ فَقَالُوا مِمَّ تَضْحَكُ قَالَ هَكَذَا ضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعَالَمِينَ حِينَ قَالَ أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّي وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلَكِنِّي عَلَى مَا أَشَاءُ قَادِرٌ)).

اور سوال کرے گا وہ اقرار کرے گا کہ نہیں پھر میں اور کچھ سوال نہ کروں گا اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور رکھے گا اس لیے کہ اس کو صبر نہیں اس نعمت پر جو دیکھتا ہے تب اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے نزدیک کر دے گا۔ وہ اس کے سائے میں رہے گا اور وہاں کا پانی پیئے گا پھر اس کو ایک درخت دکھائی دے گا جو جنت کے دروازے پر ہو گا اور وہ پہلے کے دونوں درختوں سے بہتر ہو گا وہ کہے گا اے رب میرے! مجھ کو اس درخت کے پاس پہنچا دے تا کہ میں اس کے سایہ تلے رہوں اور وہاں کا پانی پیوں اب میں اور کچھ سوال نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدمؑ کے بیٹے! کیا تو اقرار نہیں کر چکا تھا کہ اب میں اور کچھ سوال نہ کروں گا؟ وہ کہے گا بیشک میں اقرار کر چکا تھا لیکن اب میرا یہ سوال پورا کر دے پھر میں اور کچھ سوال نہ کروں گا اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور رکھے گا اس لیے کہ وہ دیکھے گا ان نعمتوں کو جن پر صبر نہیں کر سکتا۔ آخر اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے پاس کر دے گا؟ جب وہ اس درخت کے پاس جائے گا تو جنت والوں کی آوازیں سنے گا اور کہے گا اے رب میرے مجھ کو جنت کے اندر پہنچا دے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدمؑ کے بیٹے! تیرے سوال کو کون چیز تمام کرے گی (یعنی تیری خواہش کب موقوف ہو گی اور یہ بار بار سوال کرنا کیوں کر بند ہو گا) بھلا تو اس پر راضی ہے کہ میں تجھے ساری دنیا کے برابر دوں اور اتنا ہی اور دوں؟ وہ کہے گا اے رب میرے! تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے سارے جہان کا مالک ہو کر پھر عبداللہ بن مسعودؓ ہنسنے لگے اور لوگوں سے کہا تم پوچھتے نہیں مجھ سے میں کیوں ہنستا ہوں، لوگوں نے پوچھا کیوں ہنستے ہو تم انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح (اس

ﷺ یا ہفت کشور کی سلطنت بھی پا جائے تب بھی اس سے زیادہ کی حرص رہے گی اس لیے انسان کو لازم ہے کہ اول ہی سے طمع اور حرص کی جڑ کاٹ دے اور جس قدر خدا دے اسی کو بہت خیال کر کے اس میں خوش اور مگن رہے ورنہ مفت زندگی برباد ہو گی اور ساری عمر رنج اور تکلیف میں گرفتار رہے گا۔

حدیث کو بیان کر کے) ہنسے تھے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیوں ہنستے ہیں یارسول اللہؐ! آپ نے فرمایا رب العالمین کے ہنسنے سے میں بھی ہنستا ہوں جب وہ بندہ یہ کہے گا کہ تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے سارے جہان کا مالک ہو کر پروردگار ہنس دے گا (اس کی نادانی اور بیوقوفی پر) اور فرمائے گا میں ٹھٹھا نہیں کرتا (ٹھٹھا اور مذاق میرے لائق نہیں وہ بندوں کے لائق ہے) بلکہ میں جو چاہتا ہوں کر سکتا ہوں۔

بَابُ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا

باب: سب سے ادنیٰ درجہ کے جنتی کا بیان

٤٦٤– عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً رَجُلٌ صَرَفَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ قِبَلَ الْجَنَّةِ وَمَثَّلَ لَهُ شَجَرَةً ذَاتَ ظِلٍّ فَقَالَ أَيْ رَبِّ قَدِّمْنِي إِلَى هَذِهِ الشَّجَرَةِ أَكُونُ فِي ظِلِّهَا)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَلَمْ يَذْكُرْ ((فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَصْرِينِي مِنْكَ)) إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ وَزَادَ فِيهِ ((وَيُذَكِّرُهُ اللَّهُ سَلْ كَذَا وَكَذَا فَإِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللَّهُ هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهُ فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ فَتَقُولَانِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَاكَ لَنَا وَأَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُولُ مَا أُعْطِيَ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُعْطِيتُ)).

۴۶۴- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے کم درجے کا جنتی وہ ہے جس کا منہ اللہ تعالیٰ جہنم کی طرف سے پھیر کر جنت کی طرف کر دے گا اور اس کو ایک درخت دکھاوے گا سایہ دار وہ کہے گا اے رب میرے! مجھے اس درخت کے پاس لے جا میں اس کے سایہ میں رہوں گا اور بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا مگر اس میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدمؑ کے بیٹے! تیرے سوال کو کون چیز تمام کرے گی آخر تک۔ اتنا زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا فلاں فلاں چیز کی آرزو کر یہاں تک کہ جب اس کی سب آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو یہ سب لے اور دس حصے ان سے زیادہ لے پھر وہ اپنے گھر میں جائے گا اور حوروں میں سے دونوں بیبیاں اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی شکر خدا کا جس نے تجھ کو جلایا ہمارے لیے اور ہم کو جلایا تیرے لیے پھر وہ کہے گا کسی کو اللہ نے اتنا زیادہ نہیں دیا جتنا مجھ کو دیا۔

٤٦٥–عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضي الله عنه قَالَ سَمِعْتُهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَرْفَعُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ و حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ وَابْنُ أَبْجَرَ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يَقُولُ

۴۶۵- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰؑ نے اپنے پروردگار سے پوچھا سب سے کم درجہ والا جنتی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ شخص ہے جو آئے گا سب جنتیوں کے جنت میں جانے کے بعد۔ اس سے کہا جائے گا جا جنت میں جا وہ کہے گا اے رب

سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سُفْيَانُ رَفَعَهُ أَحَدُهُمَا أُرَاهُ ابْنَ أَبْجَرَ قَالَ ((سَأَلَ مُوسَى رَبَّهُ مَا أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً قَالَ هُوَ رَجُلٌ يَجِيءُ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَأَخَذُوا أَخَذَاتِهِمْ فَيُقَالُ لَهُ أَتَرْضَى أَنْ يَكُونَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ رَضِيتُ رَبِّ فَيَقُولُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَقَالَ فِي الْخَامِسَةِ رَضِيتُ رَبِّ فَيَقُولُ هَذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ فَيَقُولُ رَضِيتُ رَبِّ قَالَ رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً قَالَ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ)) قَالَ وَمِصْدَاقُهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ الْآيَةَ.

میرے! کیسے جاؤں؟ وہاں تو سب لوگوں نے اپنے اپنے ٹھکانے کر لیے اور اپنی جگہیں بنالیں اس سے کہا جائے گا کیا تو راضی ہے اس بات پر کہ تجھے اتنا ملک ملے جتنا دنیا کے ایک بادشاہ کے پاس تھا وہ کہے گا میں راضی ہوں اے رب میرے۔ حکم ہوگا جا اتنا ملک ہم نے تجھے دیا اور اتنا ہی اور اور اتنا ہی اور اور اتنا ہی اور اور اتنا ہی اور پانچویں بار میں وہ کہے گا میں راضی ہوں اے میرے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو یہ بھی لے اور دس حصے اس سے زیادہ لے اور جو تیرا جی چاہے اور جو تجھے بھلا لگے دیکھنے میں وہ لے وہ کہے گا میں راضی ہو گیا اے رب میرے! پھر حضرت موسیٰ نے پوچھا سب سے بڑے درجے والا جنتی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو وہ لوگ ہیں جن کو میں نے خود چنا اور ان کی بزرگی اور عزت کو میں نے اپنے ہاتھ سے جمایا اور اس پر مہر کر دی۔ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل پر گزرا (جو ان کے لئے تیار ہے) اور اس کی تصدیق کرتا ہے وہ جو کلام اللہ میں ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین الایۃ یعنی کوئی نہیں جانتا جو چھپا کر رکھا گیا ہے ان کے لئے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اخیر تک۔

٤٦٦ - عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام سَأَلَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ أَخَسِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْهَا حَظًّا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ.

۴۶۶- مغیرہ بن شعبہؓ منبر پر کہتے حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا سب سے کم درجے کا جنتی کون ہے؟ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری۔

٤٦٧ - عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَارْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوبِهِ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا

۴۶۷- ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں اس شخص کو جو سب کے بعد جنت میں جائے گا اور سب کے بعد دوزخ سے نکلے گا وہ ایک شخص ہوگا جو لایا جائے گا قیامت کے دن پھر حکم ہوگا پیش کرو اس کے ہلکے گناہ اور مت پیش کرو اس کے بھاری گناہ تو پیش کیے جائیں گے اس پر ہلکے گناہ اس کے اور کہا جائے گا فلانے روز تو نے ایسا کام کیا اور فلاں روز یہ کام کیا۔

وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوبِهِ أَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُولُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هَا هُنَا)) فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

وہ قبول کرے گا انکار نہ کر سکے گا اور ڈرے گا اپنے بھاری گناہوں سے کہیں وہ پیش نہ ہوں حکم ہو گا ہم نے تجھے ہر ایک گناہ کے بدلے ایک نیکی دی۔ وہ کہے گا مالک میرے میں نے اور بھی کچھ کام کئے ہیں گناہ کے جن کو میں یہاں نہیں پاتا۔ راوی نے کہا میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں کھل گئیں۔

٤٦٨- عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

۴۶۸- مذکورہ بالا حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

٤٦٩- عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُسْأَلُ عَنِ الْوُرُودِ فَقَالَ نَجِيءُ نَحْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كَذَا وَكَذَا انْظُرْ أَيْ ذَلِكَ فَوْقَ النَّاسِ قَالَ فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا وَمَا كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا بَعْدَ ذَلِكَ فَيَقُولُ مَنْ تَنْظُرُونَ فَيَقُولُونَ نَنْظُرُ رَبَّنَا فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَيْكَ فَيَتَجَلَّى لَهُمْ يَضْحَكُ قَالَ فَيَنْطَلِقُ بِهِمْ وَيَتَّبِعُونَهُ وَيُعْطَى كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مُنَافِقٍ أَوْ مُؤْمِنٍ نُورًا ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ وَعَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ وَحَسَكٌ تَأْخُذُ مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يُطْفَأُ نُورُ الْمُنَافِقِينَ ثُمَّ يَنْجُو

۴۶۹- ابوالزبیر نے سنا جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے ان سے پوچھا گیا لوگوں کے آنے کا حال قیامت کے دن انھوں نے کہا ہم آئیں گے قیامت کے دن اس طرح سے دیکھ یعنی یہ اوپر سب آدمیوں کے پھر بلائی جائیں گی امتیں اپنے اپنے بتوں اور معبودوں کے ساتھ پہلی امت پھر دوسری امت بعد اس کے ہمارا پروردگار آئے گا اور فرمائے گا تم کس کو دیکھ رہے ہو؟ (یعنی امت محمدیؐ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمائے گا) وہ کہیں گے ہم اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہیں (یعنی اس کے منتظر ہیں)۔ پروردگار فرمائے گا میں تمہارا مالک ہوں وہ کہیں گے ہم تجھ کو دیکھیں (تو معلوم ہو) پھر دکھائی دے گا پروردگار ان کو ہنستا ہوا اور ان کے ساتھ چلے گا اور لوگ سب اس کے پیچھے ہونگے اور ہر ایک آدمی

(۴۶۹) ☆ یہ روایت موقوف ہے جابرؓ اور مسلمؒ کی شرط یہ نہیں مگر انھوں نے بیان کیا اس کو اس لئے کہ وہ مسند اُمروی ہے دوسرے طریقے سے اور خود امام مسلم نے اس کے رفع پر تنبیہ کی ہے ابن ابی شیبہ کی روایت سے اور بیان کیا ہے اس کی اسناد اور سماع رسول اللہؐ سے۔ نووی نے کہا اس مقام پر راوی نے غلطی اور تحریف اور خلط کیا ہے اور اتفاق کیا ہے اس پر متقدمین اور متاخرین نے یہ غلطی ہے لکھنے والے کی۔ قاضی عیاضؒ نے کہا حدیث کی عبارت تمام نسخوں میں یہی ہے یعنی عن كذا و كذا انظر اى ذالك فوق الناس جس کا ترجمہ بیان ہوا لیکن مطلب معلوم نہیں ہوتا اور صحیح عبارت یوں ہے علی کُوم ایسا ہی روایت کیا ہے بعض اہل حدیث نے اور ابن ابی خیثمہ کی کتاب میں کعب بن مالک سے مروی ہے يحشر الناس يوم القيمة على اتل وامتى على تل یعنی جمع کئے جائیں گے لوگ قیامت کے دن ایک ٹیلے پر اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوئی اور کوم بھی ٹیلے کو کہتے ہیں اونچی زمین کو جو ٹیکرے کی طرح ہوتی ہے۔ طبری نے اپنی تفسیر میں ابن عمر کی روایت سے بیان کیا کہ پھر چڑھیں گے محمدؐ اور آپ کی امت ایک ٹیلے پر سب لوگوں کے اوپر۔ قاضی عیاض نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی سے کوم کا لفظ پڑھا نہ گیا یا مٹ گیا تو اس نے کذا و کذا اس کے بدلے لکھا پھر اس کی تفسیر کی ای فوق الناس سے اور انظر کا لفظ تنبیہ کے لیے وہاں لکھ دیا۔ اب نقل ☜

الْمُؤْمِنُونَ فَتَنْجُو أَوَّلُ زُمْرَةٍ وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُونَ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ كَأَضْوَإِ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ كَذَٰلِكَ ثُمَّ تَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَشْفَعُونَ حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً فَيُجْعَلُونَ بِفِنَاءِ الْجَنَّةِ وَيَجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ يَرُشُّونَ عَلَيْهِمُ الْمَاءَ حَتَّى يَنْبُتُوا نَبَاتَ الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ وَيَذْهَبُ حُرَاقُهُ ثُمَّ يَسْأَلُ حَتَّى تُجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهَا مَعَهَا.

کو خواہ وہ منافق ہو یا مومن ایک نور ملے گا لوگ اس کے ساتھ ہونگے۔ اور جہنم کے پل پر آنکڑے اور کانٹے ہونگے وہ پکڑ لیں گے جن کو خدا چاہے گا بعد اس کے منافقوں کا نور بجھ جائے گا اور مومن نجات پائیں گے تو پہلا گروہ مومنوں کا ان کے منہ چودھویں رات کے چاند کے سے ہونگے جو ستر ہزار آدمیوں کا ہوگا جن سے نہ حساب ہوگا نہ کتاب ان کے بعد کا گروہ خوب چمکتے تارے کی طرح ہوں گا۔ پھر ان کے بعد کا ان سے اتر کر یہاں تک شفاعت کا وقت آئے گا اور لوگ شفاعت کریں گے اور جہنم سے نکالا جائے گا وہ شخص بھی جس نے لا الہ الا اللہ کہا تھا اور اس کے دل میں ایک جو برابر بھی نیکی اور بہتری تھی یہ لوگ جنت کے آنگن میں ڈال دیئے جائیں گے اور جنتی لوگ ان پر پانی چھڑکیں گے وہ اس طرح پنپیں گے جیسے جھاڑ پانی کے بہاؤ میں پنپتا ہے اور ان کی سوزش اور جلن بالکل جاتی رہے گی پھر وہ سوال کریں گے خدا سے اور ہر ایک کو اتنا ملے گا جیسے ساری دنیا بلکہ دس دنیا کے برابر۔

٤٧٠ - عَنْ جَابِرًا يَقُولُ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُذُنِهِ يَقُولُ ((**إِنَّ اللَّهَ يُخْرِجُ نَاسًا مِنَ النَّارِ فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ**)).

۴۷۰- جابرؓ سے روایت ہے انھوں نے سنا اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے بیشک اللہ تعالیٰ چند لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جائے گا۔

٤٧١ - عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**إِنَّ اللَّهَ يُخْرِجُ قَوْمًا مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ**)) قَالَ نَعَمْ

۴۷۱- حماد بن زید سے روایت ہے کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کیا تم نے سنا ہے جابر بن عبداللہؓ کو حدیث بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے نکالے گا شفاعت کی وجہ سے؟ انھوں نے کہا ہاں سنا ہے۔

٤٧٢ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**إِنَّ قَوْمًا يُخْرَجُونَ**

۴۷۲- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ جہنم میں جل کر وہاں سے

نقل کرنے والوں نے بعینہ اس عبارت کو نقل کر دیا اور انظر کو بھی حدیث میں شریک کر دیا۔ واللہ اعلم۔ اور وہ بے پوچھ پاچھ کے جنت میں داخل ہونگے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ منتر کرتے ہیں اور نہ بد فال لیتے ہیں۔ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔
(۴۷۲) ☆ کیونکہ منہ سے سجدہ کیا جاتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تمام اعضاء سجدے کے انگاروں سے بچے رہیں گے جیسے اوپر گزرا۔

مِنَ النَّارِ يَحْتَرِقُونَ فِيهَا إِلَّا دَارَاتِ وُجُوهِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ)).

نکلیں گے اور جنت میں جائیں گے ان کا سب بدن جل گیا ہو گا سوا منہ کے چکر کے۔

٤٧٣- عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ قَالَ كُنْتُ قَدْ شَغَفَنِي رَأْيٌ مِنْ رَأْيِ الْخَوَارِجِ فَخَرَجْنَا فِي عِصَابَةٍ ذَوِي عَدَدٍ نُرِيدُ أَنْ نَحُجَّ ثُمَّ نَخْرُجَ عَلَى النَّاسِ قَالَ فَمَرَرْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَإِذَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَالِسٌ إِلَى سَارِيَةٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِذَا هُوَ قَدْ ذَكَرَ الْجَهَنَّمِيِّينَ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُونَ وَاللَّهُ يَقُولُ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا فَمَا هَذَا الَّذِي تَقُولُونَ قَالَ فَقَالَ أَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَام يَعْنِي الَّذِي يَبْعَثُهُ اللَّهُ فِيهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ مَقَامُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودُ الَّذِي يُخْرِجُ اللَّهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ قَالَ ثُمَّ نَعَتَ وَضْعَ الصِّرَاطِ وَمَرَّ النَّاسِ عَلَيْهِ قَالَ وَأَخَافُ أَنْ لَا أَكُونَ أَحْفَظُ ذَاكَ قَالَ غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ زَعَمَ أَنَّ قَوْمًا يَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ أَنْ يَكُونُوا فِيهَا قَالَ يَعْنِي فَيَخْرُجُونَ كَأَنَّهُمْ عِيدَانُ السَّمَاسِمِ قَالَ فَيَدْخُلُونَ نَهَرًا مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ فَيَغْتَسِلُونَ فِيهِ فَيَخْرُجُونَ كَأَنَّهُمُ الْقَرَاطِيسُ فَرَجَعْنَا قُلْنَا

۴۷۳- یزید بن صہیب ابو عثمان فقیر سے روایت ہے میرے دل میں خارجیوں کی ایک بات کھب گئی تھی (وہ یہ کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جو جہنم میں جائے گا وہ پھر وہاں سے نہ نکلے گا) تو ہم نکلے ایک بڑی جماعت کے ساتھ اس ارادے سے کہ حج کریں پھر خارجیوں کا مذہب پھیلائیں۔ جب ہم مدینے میں پہنچے دیکھا تو جابر بن عبداللہؓ ایک ستون کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو حدیثیں سنا رہے ہیں رسول اللہ ﷺ کی انھوں نے یکایک ذکر کیا دوزخیوں کا۔ میں نے کہا اے صحابیٔ رسول خدا ﷺ کے تم کیا حدیث بیان کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے اے رب ہمارے تو جس کو جہنم میں لے گیا تو نے اس کو رسوا کیا اور فرماتا ہے جہنم کے لوگ جب وہیں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اب تم کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا تو نے قرآن پڑھا ہے؟ میں نے کہا ہاں انھوں نے پھر کہا تو نے حضرتؐ کا مقام سنا ہے؟ یعنی وہ مقام جو اللہ ان کو قیامت کے روز عنایت فرمائے گا (جس کا بیان اس آیت میں ہے عَسٰی ان یبعثك) میں نے کہا ہاں میں نے سنا ہے انھوں نے کہا پھر وہی مقام محمود ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نکالے گا جہنم سے ان لوگوں کو جن کو چاہے گا پھر بیان کیا انھوں نے پل صراط کا حال اور لوگوں کے گزرنے کا اس پل پر سے اور مجھے ڈر ہے یاد نہ رہا ہو یہ مگر انھوں نے یہ کہا کہ کچھ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے اس میں جانے کے بعد اور اس طرح سے نکلیں گے جیسے آبنوس کی لکڑیاں (سیاہ جل بھن کر) پھر جنت

(۴۷۳)☆ یہ دونوں آیتیں خارجیوں کی دلیل ہیں جو کہتے ہیں دوزخ میں جا کر پھر کوئی وہاں سے نہ نکلے گا حالانکہ یہ آیتیں ان کافروں اور مشرکوں کے باب میں ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ حدیث میں سماسم کا لفظ ہے جو جمع ہے سمسم کی اور سمسم کہتے ہیں تل کو اس کی لکڑیاں بھی دھوپ میں رکھنے سے کالی ہو جاتی ہیں اور بعضوں نے کہا اصل میں یہ لفظ ساسم تھا اس میں تحریف ہو کر سماسم ہو گیا اور ساسم لکڑی

وَيْحَكُمْ أَتُرَوْنَ الشَّيْخَ يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْنَا فَلَا وَاللَّهِ مَا خَرَجَ مِنَّا غَيْرُ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَوْ كَمَا قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ.

کی ایک نہر میں جائیں گے اور وہاں غسل کریں گے اور کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے یہ سن کر ہم لوٹے اور کہا ہم نے خرابی ہو تمہاری کیا یہ بوڑھا جھوٹ باندھتا ہے رسول اللہ ﷺ پر (یعنی وہ ہرگز جھوٹ نہیں بولتا پھر تمہارا مذہب غلط نکلا) اور ہم سب پھر گئے اپنے مذہب سے مگر ایک شخص نہ پھرا ایسا ہی کہا ابو نعیم فضل بن دکین نے۔

٤٧٤- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ فَيُعْرَضُونَ عَلَى اللَّهِ فَيَلْتَفِتُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ إِذْ أَخْرَجْتَنِي مِنْهَا فَلَا تُعِدْنِي فِيهَا فَيُنْجِيهِ اللَّهُ مِنْهَا)).

۴۷۴- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ سے چار آدمی نکالے جائیں گے تو خدا کے سامنے کیے جائیں گے ان میں سے ایک جہنم کی طرف دیکھ کر کہے گا اے مالک میرے! جب تو نے مجھ کو نجات دی اس سے تو اب پھر مت لے جا اس میں۔ اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے گا جہنم سے۔

٤٧٥- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُّونَ لِذَلِكَ و قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فَيُلْهَمُونَ لِذَلِكَ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا عَلَى رَبِّنَا حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا قَالَ فَيَأْتُونَ آدَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ

۴۷۵- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو اکٹھا کرے گا پھر وہ کوشش کریں گے اس مصیبت کو دور کرنے کی یا انکے دل میں خدا اس کا فکر ڈالے گا وہ کہیں گے اگر ہم کسی کی سفارش کروائیں اپنے مالک کے پاس یہاں سے آرام پانے کو تو بہتر ہے اور آئیں گے حضرت آدمؑ کے پاس اور کہیں گے تم سب آدمیوں کے باپ ہو اللہ تعالیٰ نے

ﷺ سیاہ لکڑی کو مثل آبنوس کے اور بعضوں نے کہا ساسم کہتے ہیں آبنوس کو (نووی مختصراً) (شاید ساسم سے سیسم ہو گیا ممکن ہے یہ لکڑی وہی ہو جس کو عام طور پر اردو میں شیشم کہا جاتا ہے۔ از مصحح)

(۴۷۵) ☆ چند چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص ہاتھ مبارک سے بنایا ہے ان کو بزرگی دینے کے لیے ایک ان میں سے حضرت آدمؑ ہیں، دوسرے توریت کو تختیوں پر اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ تیسرے جنت العدن میں درخت اپنے ہاتھ سے لگائے یوں تو سب چیزیں خدا کے حکم سے پیدا ہوئیں پر ان چیزوں کو خدا نے اپنے خاص ہاتھ سے بنایا جیسے حدیث میں وارد ہے پر خدا کا ہاتھ ویسا ہی مقدس اور بے شبہ اور بے نظیر ہے جیسے اس کی ذات مقدس جل شانہ۔ وہ گناہ کیا تھا اس درخت میں سے کھانا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کیا تھا۔ نوویؒ نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے کہ پیغمبروں سے گناہ صادر ہوتے ہیں یا نہیں اور قاضی عیاض نے بحث میں ایک مختصر تقریر کی ہے وہ یہ ہے کہ نبوت کے بعد ان سے کفر سرزد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ معصوم ہیں کفر سے لیکن نبوت سے پہلے تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ نبوت سے پہلے بھی وہ کفر سے معصوم ہوتے ہیں اب رہے اور گناہ جو کفر سے کم ہیں تو کبیرہ گناہ سے بالاتفاق وہ معصوم ہیں اور اسی طرح ان غلطیوں سے جو تبلیغ رسالت میں ہوں قولاً یا فعلاً یہ مذہب ہے استاد ابو مظفر اسفرائنی کا ہمارے ائمہ خراسان سے اور مشائخ صوفیہ کا اور بعضوں کے نزدیک یہ غلطی ہو سکتی ہے کہ ﷺ

أَبُو الْخَلْقِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُوحِهٖ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلٰكِنْ ائْتُوا نُوحًا أَوَّلَ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ قَالَ فَيَأْتُونَ نُوحًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلٰكِنْ

تم کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور اپنی پیدا کی ہوئی روح تم میں پھونکی اور فرشتوں کو حکم کیا تو انھوں نے تم کو سجدہ کیا تو تم آج ہم لوگوں کی سفارش کرو اللہ تعالیٰ کے پاس وہ آرام دے ہم کو اس جگہ کی تکلیف سے۔ وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں اور اپنے گناہ کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے شرمائیں گے۔ لیکن تم جاؤ نوحؑ کے پاس وہ پہلے پیغمبرؑ ہیں جن کو بھیجا اللہ تعالیٰ نے وہ آئیں گے نوحؑ کے پاس تو نوح کہیں گے میں اس لائق نہیں اور اپنی خطا کو جو دنیا میں ان سے ہوئی تھی یاد کریں گے اور شرمائیں گے اپنے پروردگار سے اور

ﷺ جیسے ہمارے پیغمبر کو سہو ہوا نماز میں لیکن ضروری ہے کہ وہ مطلع ہو جائیں اپنی غلطی سے یا اسی وقت یا وفات سے پہلے اور یہی مذہب ہے جمہور علماء اور اکثر محققین کا۔ اب رہے صغیرہ گناہ تو جو صغیرہ گناہ اس قسم کے ہیں کہ ان سے دناءت اور خست اور کمینہ پن نکلتا ہے ان سے بالاتفاق معصوم ہوتے ہیں اور باقی صغیرہ گناہ میں اختلاف ہے اکثر فقہاء اور محدثین سلف اور خلف اس طرف گئے ہیں کہ اس قسم کے صغیرہ گناہ ان سے ہو سکتے ہیں اور دلیل ان کی قرآن کی آیتیں اور حدیثیں ہیں اور ایک جماعت محققین کی فقہاء اور متکلمین میں سے اس طرف گئی ہے کہ وہ پاک ہیں صغائر سے بھی جیسے کبائر سے پاک ہیں اور نبوت کا منصب مانع ہے ایسے گناہوں کے کرنے سے اور قصد اًخدا کی مخالفت کرنے سے اور جو آیات اور احادیث اس قسم کی وارد ہوئی ہیں جن سے پیغمبروں کا گناہگار ہونا نکلتا ہے وہ تاویل کی گئی ہیں یا محمول ہیں سہو پر یا اللہ کا اذن تھا بعض چیزوں میں لیکن انکو ڈر ہوا ان میں مواخذے کا یا بعض چیزیں ایسی ہیں جو نبوت سے پہلے ان سے سرزد ہوئیں اور یہی مذہب حق ہے اس لیے کہ انبیاء کے اقوال اور افعال کی پیروی کرنا لازم ہے پھر اگر وہ خطا وار ہوں تو بہت سے افعال میں ان کی پیروی لازم نہ ہو۔ قاضی عیاض نے کہا ہم نے اس مطلب کو اپنی کتاب شفا میں خوب بیان کیا ہے کہ ویسا دوسری کتابوں میں نہیں ملتا اور اس بات سے مت ڈر کہ یہ مذہب منسوب ہے خوارج اور معتزلہ اور مبتدعہ کے گروہوں کی طرف اس لیے کہ ان کا مطلب اس مذہب سے دوسرا ہے وہ یہ ہے کہ کیا صغیرہ گناہ سے کافر ہو جاتا اور ہم پاک ہیں اس خیال سے اور یہ جو خطائیں انبیاء کی بیان کی گئیں ہیں جیسے آدمؑ کا بھول کر اس درخت میں سے کھالینا اور نوحؑ کا بددعا کرنا کافروں پر اور قتل کرنا موسیٰؑ کا ایک کافر کو اور بچانا ابراہیمؑ کا اپنے تیئں کافروں کے شر سے ایک بات کہہ کر جو ایک طرح سے سچ ہو سکتی تھی۔ درحقیقت اوروں کے حق میں گناہ نہیں ہیں مگر انبیاء پر عتاب ہوا یا وہ ڈرے ان باتوں سے بھی بوجہ قرب اور منزلت کے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ امام ابوعبداللہ مازری نے کہا مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت ادریسؑ نوح کے دادا تھے پھر اگر یہ ثابت ہو کہ ادریس پیغمبر تھے تو مورخین کا یہ قول صحیح نہیں کہ وہ نوح کے دادا تھے اس لیے کہ حدیث سے صاف یہ امر نکلتا ہے کہ نوح سب سے پہلے پیغمبر ہیں جو دنیا میں آئے اور بعضوں نے کہا کہ حدیث میں رسول کا لفظ ہے اور شاید ادریس نبی ہوں رسول نہ ہوں۔ قاضی عیاض نے کہا بعضوں نے کہا کہ ادریس الیاسؑ کو کہتے ہیں اور وہ پیغمبر تھے بنی اسرائیل کے یوشع بن نون کے ساتھ اس صورت میں کوئی اعتراض نہ ہوگا اسی طرح یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آدم وشیث دونوں پیغمبر تھے وہ نوح سے پہلے تھے کیونکہ آدمؑ کو اپنی اولاد کی تعلیم کا حکم ہوا تھا اور وہ کافر نہ تھے اسی طرح شیث کہ وہ خلیفہ تھے۔ آدمؑ کے۔ کافروں کی ہدایت کے لیے بھیجا جانا تو یہ امر سب سے پہلے نوح کے لیے ہوا۔ قاضی عیاض نے کہا ابوالحسن بن بطات کا مذہب یہ ہے کہ آدمؑ رسول نہ تھے تاکہ یہ اعتراض وارد نہ ہو حالانکہ ابوذر کی طویل حدیث نص صریح ہے کہ آدم اور ادریس دونوں رسول تھے۔ ﷺ

ائْتُوا إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي اتَّخَذَهُ اللَّهُ خَلِيلًا فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلَكِنْ ائْتُوا مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَلَّمَهُ اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ قَالَ فَيَأْتُونَ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلَكِنْ ائْتُوا عِيسَى رُوحَ اللَّهِ وَكَلِمَتَهُ فَيَأْتُونَ عِيسَى رُوحَ اللَّهِ وَكَلِمَتَهُ فَيَقُولُ

کہیں گے تم جاؤ ابراہیمؑ کے پاس جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنایا تھا۔ وہ سب لوگ ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں اور اپنی خطا کو جو ان سے ہوئی تھی یاد کر کے خدا سے شرمائیں گے لیکن تم جاؤ موسیٰؑ کے پاس جن سے اللہ تعالیٰ نے بات کی اور ان کو توریت شریف عنایت کی۔ وہ سب موسیٰؑ کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں اور اپنی خطا کو جو ان سے ہوئی تھی یاد کر کے خدا سے شرمائیں گے لیکن تم جاؤ عیسیٰؑ کے پاس جو اللہ کی روح ہیں اور اس کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں وہ آئیں گے عیسیٰ روح اللہ کے پاس۔ وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں لیکن تم جاؤ محمدؐ کے پاس وہ ایسے بندے ہیں اللہ کے جن کے اگلے اور

ف: نووی یعنی خلیل قاضی عیاض نے کہا خلت کے اصل میں معنی خاص کر لینا اور چن لینا اور صاف کر لینا ہے اور بعضوں نے کہا خلت کا معنی قطع کرنا اور ابراہیم کو خلیل کہا اس لیے کہ انہوں نے قطع کیا اپنی حاجتوں کو سب مخلوقات سے اور چھوڑ دیا ان کو اپنے رب پر اور بعضوں نے کہا خلت کے معنی یہی اور صاف دوستی جو باعث ہوتی ہے اسرار و رموز کے تخلل کی یعنی بھیدوں کے آنے کی اور بعضوں نے کہا خلت کے معنی محبت ہے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ ابن انباری نے کہا خلیل کہتے ہیں دوست کو جس کی دوستی اور محبت پوری ہو اور محبوب اس کو جس کی محبت میں کوئی نقص اور خلل نہ ہو۔ واحدی نے کہا یہی قول مختار ہے کیونکہ اللہ خلیل ہے ابراہیم کا اور ابراہیم خلیل ہیں اللہ کے اور جس صورت میں خلت کے معنی قطع حاجت کے ہونگے تو اللہ تعالیٰ کو ابراہیم کا خلیل نہیں کہہ سکتے (نووی) موسیٰؑ سے اللہ نے بات کی اس پر اجماع کیا اہل سنت نے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اللہ نے حقیقۃً حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا جس کو حضرت موسیٰؑ نے سنا بلا واسطہ اور کلام اللہ کی ایک صفت ہے جو مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں۔ مراد اگلے گناہوں سے وہ گناہ جو نبوت سے پہلے ہوئے اور پچھلوں سے جو بعد نبوت کے ہوئے اور بعضوں نے کہا کہ مراد ان گناہوں سے وہ بھول چوک ہے جو آپ سے ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ مراد اگلے گناہوں سے آدمؑ کی خطا ہے پچھلے سے امت کے گناہ اور بعضوں نے کہ یہ بر تقدیر فرض ہے یعنی اگر تمہارے کچھ گناہ ہوں تو وہ سب معاف اور مغفور ہیں اور بعضوں نے کہا کہ مقصود اس سے پاکی ہے آپکی گناہوں سے۔ (نووی) نصاریٰ اس آیت سے لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ہمارے پیغمبر پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب وہ خود گناہگار تھے تو اوروں کو گناہوں سے کیوں کر پاک کریں گے ان کا جواب یہ ہے کہ اگلی کتب سماوی سے اور پیغمبروں کا بھی گناہوں میں مبتلا ہونا نکلتا ہے پھر جو جواب ان کی طرف سے دیا جائے گا وہی جواب ہمارے پیغمبر کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ گناہ اور تقصیر عام بندوں کے اور ہیں اور خاص بندوں کے اور۔ دنیا میں بھی یہ مسئلہ مسلم ہے کہ عام لوگوں سے بہت سی ان باتوں کی شکایت نہیں ہوتی جو خاص بندوں کے لیے بڑی تقصیریں سمجھی جاتی ہیں اسی طرح پیغمبروں اور مقربوں کے گناہ ایسے ہیں جو ہمارے حق میں گناہ ہی نہیں لیکن تقرب کی وجہ سے وہ گناہ سمجھے جاتے ہیں اور چونکہ انبیاء بشر ہیں اور محال ہے کہ بشر لوازم بشریت سے پاک ہو اس لیے خواہ مخواہ کوئی تقصیر یا غفلت کسی وقت میں ان سے واقع ہو جاتی ہے پھر مالک اپنے کسی بندے کی ایسی تقصیروں کو بھی یک قلم معاف کر دے تو یہ اس کی کمال محبت ہے اس بندے کے ساتھ اور اس میں عظمت اور بزرگی ہے اس بندے کی اور بندوں پر تو یہ آیت در حقیقت ایک شرف ہے ہمارے پیغمبر کے لیے تمّ

لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنْ ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ)) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا أَنَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ رَبِّي ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ فَأَقَعُ سَاجِدًا

پچھلے سب گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر وہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنے پروردگار سے اجازت چاہوں گا (باریاب ہونے کی) مجھ کو اجازت ملے گی جب میں اس کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا پھر وہ مجھے رہنے دے گا سجدے میں جب تک چاہے گا اور بعد اس کے کہا جائے گا اے محمدؐ! اٹھا اپنے سر کو اور کہہ جو کہتا ہے سنا جائے گا اور مانگ جو مانگتا ہے دیا جائے گا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں سر اٹھاؤں گا اور اپنے پروردگار کی تعریف کروں گا اس طرح سے جیسے وہ مجھ کو سکھائے گا پھر سفارش کروں گا تو ایک حد میرے لیے مقرر کی جائے گی میں اس حد کے موافق لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور

ﷺ نہ نقصان جیسا مخالفین خیال کرتے ہیں خدا ان کو ہدایت کرے۔ البتہ ان کا اعتراض اس صورت میں درست ہو تا کہ ہم اپنے پیغمبر کو معاذ اللہ بندگی سے بڑھا کر خدا تک پہنچا دیتے جیسے انھوں نے اپنے پیغمبر کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ایسی بیوقوف اور بے عقلی کی بات ہے کہ تمام مذہب والے نصاریٰ کے اس خیال پر قہقہہ لگاتے ہیں اور اس خیال کی وجہ سے ان کا سارا مذہب عقلاء کے نزدیک لغو ہو گیا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ یعنی جب اور سب پیغمبر ان کو جواب دے دیں گے اور کہیں گے کہ ہم اتنے بڑے کام کے لائق نہیں تو وہ میرے پاس آئیں گے قاضی عیاض نے کہا اور پیغمبروں کا یہ کہنا براہ تواضع اور انکسار ہو گا اور شاید اشارہ ہو اس بات کا کہ یہ درجہ یعنی شفاعت کبریٰ میرا درجہ نہیں بلکہ اس کے بعد والے کا ہے اور شاید ان کو معلوم ہو کہ یہ درجہ ہمارے پیغمبر کا ہے لیکن ہر ایک نے اپنے بعد والے پر حوالہ کیا تاکہ آہستہ آہستہ یہ سلسلہ ہمارے پیغمبر تک پہنچے اور آپ کی فضیلت سب پیغمبروں پر ظاہر ہوئے اس حدیث سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ بڑے بڑے کاموں میں پہلے مسن اور بزرگ لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ہمارے پیغمبر جو اس کام سے انکار نہ کریں گے اور مستعد ہو جائیں گے وہ اس وجہ سے کہ آپ جانتے ہوں گے کہ یہ میرا ہی کام ہے اور یہ عزت خدا نے میرے لیے ہی رکھی ہے نووی نے کہا اللہ تعالیٰ جو ان لوگوں کے دل میں ڈالے گا کہ پہلے آدمؑ کے پاس جائیں گے پھر نوحؑ کے پاس پھر ابراہیمؑ کے پاس اسی طرح اخیر تک اس میں یہ حکمت ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ کی فضیلت سب پیغمبروں پر معلوم ہو جائے کیونکہ اگر پہلے ہی سے وہ آپ کے پاس آجاتے تو اس بات کا احتمال رہتا کہ اور پیغمبروں سے بھی یہ کام ممکن تھا لیکن جب وہ سب سے سوال کر چکے اور کسی نے قبول نہ کیا اور آپ کی بزرگی سب پر ظاہر ہوئی اور جناب الوہیت سے آپ کا کمال قرب ظاہر ہوا اس حدیث سے رسول اللہؐ کی فضیلت تمام مخلوقات پر خواہ وہ پیغمبر ہوں آدمی ہوں یا جن یا فرشتے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اتنا بڑا کام یعنی شفاعت عظمیٰ کسی اور سے نہ ہو سکے گا اور آپ اس کو قبول کریں گے یا اللہ تو ہم کو اور سب مسلمان بھائیوں کو آپ کی شفاعت نصیب کر آمین یا رب العالمین ۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت کا اذن آپ کے لیے قیامت کے روز ہو گا اگرچہ یہ درجہ اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کیلئے رکھا ہے پر اس کی اجازت قیامت کو دے گا اب جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ شفاعت کا اذن آپکو دے چکا ہے انکا خیال غلط ہے اور مخالف ہے قرآن کے۔ قرآن میں موجود ہے کہ وہاں کسی کی شفاعت کارگر نہ ہو گی مگر جس کو خدا اذن دے گا اب یہ شفاعت بھی ان ہی لوگوں کے لیے ہو گی جن کا نجات دینے والا اور عذاب سے بچانے والا سوا خدا کے کوئی نہیں پر ظاہر میں پیغمبروں کا رتبہ بڑھانے کے لیے اور ان کو خوش کرنے کے لیے ان ﷺ

فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ)) قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ قَتَادَةُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ.

جنت میں لے جاؤں گا اور دوبارہ اپنے پروردگار کے پاس آکر سجدے میں گروں گا وہ مجھے رہنے دے گا سجدے میں جب تک اس کو منظور ہوگا پھر حکم ہوگا اے محمدؐ! اپنے سر کو اٹھاؤ اور کہو سنا جائے گا مانگو دیا جائے گا سفارش کرو قبول کی جائے گی میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا اور اپنے مالک کی تعریف کروں گا جس طرح وہ مجھ کو سکھائے گا پھر سفارش کروں گا تو ایک حد باندھی جاوے گی میں اس حد کے موافق لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔ راوی نے کہا مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری بار یا چوتھی بار میں فرمایا میں کہوں گا اے مالک میرے! اب تو کوئی دوزخ میں نہیں رہا مگر وہ جو قرآن کے بموجب ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے لائق ہے۔ قتادہؓ نے کہا یعنی جس کا ہمیشہ رہنا وہاں ضرور ہے۔

٤٧٦- عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُّونَ بِذَلِكَ أَوْ يُلْهَمُونَ ذَلِكَ)) بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ ((ثُمَّ آتِيهِ الرَّابِعَةَ أَوْ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ)).

۴۷۶- حضرت انسؓ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اس میں یہ ہے کہ میں اپنے پروردگار کے پاس چوتھی مرتبہ آؤں گا اور عرض کروں گا اے پروردگار اب تو دوزخ میں کوئی باقی نہیں رہا مگر جس کو قرآن نے روک رکھا (یعنی قرآن کے بموجب وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا سزاوار ہے)

٤٧٧- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((يَجْمَعُ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْهَمُونَ لِذَلِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الرَّابِعَةِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ

۴۷۷- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا مومنوں کو قیامت کے دن ان کو خیال آئے گا اخیر تک جیسے اوپر حدیث گزری اس میں یہ ہے کہ آپ چوتھی بار عرض کریں گے اے پروردگار اب تو جہنم میں کوئی نہ رہا مگر جو

ﷺ سے سفارش کروائے گا اور ان کی سفارش قبول کرے گا یوں نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ پیغمبر خدا کی درگاہ میں کسی قسم کا معاذ اللہ زور یا دباؤ رکھتے ہو نگے کہ خدائے تعالیٰ اس وجہ سے ان کی سفارش مان لے گا کیونکہ خدائے تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ اس پر رتی برابر کسی کا زور یا دباؤ نہیں اور بڑے بڑے پیغمبر اور مقرب بندے بھی ہر ایک بات اس سے یوں ہی مانگیں گے جیسے بندہ اپنے مالک سے اور غلام اپنے صاحب سے مانگتا ہے یعنی کافر اور مشرک جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ نہیں بخشے گا شرک اور اس سے ثابت ہوتا ہے مذہب اہل حق کا جس پر اجماع کیا سلف نے کہ جو شخص توحید پر مرے وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا۔

حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ))۔

قرآن کے حکم سے رکا ہوا ہے یعنی جو ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔

٤٧٨- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً)) زَادَ ابْنُ مِنْهَالٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ يَزِيدُ فَلَقِيتُ شُعْبَةَ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا بِهِ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّ شُعْبَةَ جَعَلَ مَكَانَ الذَّرَّةِ ذُرَةً قَالَ يَزِيدُ صَحَّفَ فِيهَا أَبُو بِسْطَامَ۔

۴۷۸- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکلے گا دوزخ سے وہ شخص جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو گا اور اس کے دل میں ایک جو برابر بھلائی ہو گی پھر نکلے گا دوزخ سے۔ وہ شخص جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو گا اور اس کے دل میں ایک گیہوں برابر بھلائی ہو گی۔ پھر نکلے گا دوزخ سے وہ شخص جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو گا اور اس کے دل میں چیونٹی برابر بھلائی ہو گی۔ شعبہ نے اس حدیث میں تصحیف کی اور بجائے ذرّہ کے (جس کے معنی چیونٹی کے ہیں) انھوں نے ذُرہ روایت کیا (جو ایک اناج ہے جس کو چینا کہتے ہیں)۔

٤٧٩- عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَنَزِيِّ قَالَ انْطَلَقْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَتَشَفَّعْنَا بِثَابِتٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي الضُّحَى فَاسْتَأْذَنَ لَنَا ثَابِتٌ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَأَجْلَسَ ثَابِتًا مَعَهُ عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا حَمْزَةَ إِنَّ إِخْوَانَكَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ يَسْأَلُونَكَ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ حَدِيثَ الشَّفَاعَةِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ لَهُ اشْفَعْ لِذُرِّيَّتِكَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام فَإِنَّهُ خَلِيلُ اللَّهِ

۴۷۹- معبد بن ہلال عنزی سے روایت ہے کہ ہم انس بن مالکؓ کے پاس گئے اور ثابت کی سفارش چاہی (ان سے ملنے کے لیے) آخر ہم ان تک پہنچے وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے ثابت نے ہمارے لیے اجازت مانگی اندر آنے کی ہم اندر گئے انھوں نے ثابت کو اپنے ساتھ بٹھایا تخت پر ثابت نے کہا اے ابو حمزہ (یہ کنیت ہے انسؓ کی) تمہارے بھائی بصرہ والے چاہتے ہیں تم ان کو شفاعت کی حدیث سناؤ انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا حضرت محمد ﷺ نے جب قیامت کا دن ہو گا تو لوگ گھبرا کر ایک دوسرے کے پاس جائیں گے پہلے حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے کہیں گے تم اپنی اولاد کی سفارش کرو (خدا کے پاس تاکہ وہ نجات دے اس آفت سے) وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں لیکن تم حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے دوست ہیں۔ لوگ ان کے پاس

(۴۷۹) ☆ نوویؒ نے کہا اس حدیث سے سلف اور اہل سنت کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللَّهِ فَيُؤْتَى مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ فَيُؤْتَى عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُوتَى فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ الْآنَ يُلْهِمُنِيهِ اللَّهُ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ أَوْ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ لِي انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ إِلَى رَبِّي فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ لِي انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي

جائیں گے وہ کہیں گے میں اس قابل نہیں لیکن تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ وہ کلیم اللہ ہیں (یعنی اللہ نے ان سے کلام کیا بلا واسطہ) لوگ ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں لیکن تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ روح اللہ ہیں اور اس کا کلمہ ہیں (یعنی بن باپ کے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں) لوگ ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں لیکن تم حضرت محمدؐ کے پاس جاؤ۔ وہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا اچھا یہ میرا کام ہے اور میں چلوں گا اور خدائے تعالیٰ سے اجازت مانگوں گا (باریاب ہونے کی) مجھے اجازت ملے گی میں اس کے سامنے کھڑا ہونگا اور ایسی ایسی تعریفیں اس کی بیان کروں گا جو اب میں نہیں بیان کر سکتا اس وقت اللہ میرے دل میں ڈال دے گا بعد اس کے سجدے میں گر پڑوں گا آخر حکم ہو گا اے محمدؐ! اپنا سر اٹھا اور کہہ ہم سنیں گے اور مانگ ہم دیں گے سفارش کر ہم قبول کریں گے میں عرض کروں گا مالک میرے امت میری امت میری حکم ہو گا جا اور جس کے دل میں گیہوں یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لے دوزخ سے میں ایسے سب لوگوں کو نکال لوں گا اور پھر اپنے مالک کے پاس آن کر ویسی ہی تعریفیں کروں گا پھر سجدہ میں گر پڑوں گا حکم ہو گا اے محمدؐ! اپنا سر اٹھا اور کہہ جو کہنا ہے تیری بات سنی جائے گی مانگ جو مانگتا ہے ملے گا سفارش کر تیری سفارش قبول ہو گی۔ میں عرض کروں گا مالک میرے امت میری امت میری (یعنی اپنی امت کی بخشش چاہتا ہوں) حکم ہو گا جا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لے میں ایسا ہی کروں گا اور پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس آؤں گا اور ایسی ہی تعریفیں کرونگا اور سجدے میں گر پڑوں گا حکم ہو گا اے محمدؐ! اپنا سر اٹھا اور کہہ ہم سنیں گے مانگ ہم دیں گے سفارش کر ہم قبول کریں گے۔ میں

قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ)) هَذَا حَدِيثُ أَنَسٍ الَّذِي أَنْبَأَنَا بِهِ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرِ الْجَبَّانِ قُلْنَا لَوْ مِلْنَا إِلَى الْحَسَنِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ فِي دَارِ أَبِي خَلِيفَةَ قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا يَا أَبَا سَعِيدٍ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ أَخِيكَ أَبِي حَمْزَةَ فَلَمْ نَسْمَعْ مِثْلَ حَدِيثٍ حَدَّثَنَاهُ فِي الشَّفَاعَةِ قَالَ هِيهِ فَحَدَّثْنَاهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ هِيهِ قُلْنَا مَا زَادَنَا قَالَ قَدْ حَدَّثَنَا بِهِ مُنْذُ عِشْرِينَ سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيعٌ وَلَقَدْ تَرَكَ شَيْئًا مَا أَدْرِي أَنَسِيَ الشَّيْخُ أَوْ كَرِهَ أَنْ يُحَدِّثَكُمْ فَتَتَّكِلُوا قُلْنَا لَهُ حَدِّثْنَا فَضَحِكَ وَقَالَ خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ مَا ذَكَرْتُ لَكُمْ هَذَا إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمُوهُ ((ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي فِي الرَّابِعَةِ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَيْسَ ذَاكَ لَكَ أَوْ قَالَ لَيْسَ ذَاكَ إِلَيْكَ وَلَكِنْ وَعِزَّتِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي وَجِبْرِيَائِي لَأُخْرِجَنَّ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) قَالَ فَأَشْهَدُ عَلَى الْحَسَنِ أَنَّهُ حَدَّثَنَا بِهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أُرَاهُ قَالَ قَبْلَ عِشْرِينَ

عرض کروں گا اے مالک میرے! میری امت حکم ہوگا جا اور جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم بہت کم بہت ہی کم ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لے۔ میں جا کر ایسا ہی کروں گا۔ معبد بن ہلال نے کہا یہ انسؓ کی حدیث ہے جو انھوں نے ہم سے بیان کی پھر ہم ان کے پاس سے نکلے جب جبان (قبرستان) کی بلندی پر پہنچے تو ہم نے کہا کاش ہم حسن (بصری) کی طرف چلیں اور ان کو سلام کریں اور وہ ابو خلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے (حجاج بن یوسف ظالم کے ڈر سے) خیر ہم ان کے پاس گئے اور ان کو سلام کیا ہم نے کہا اے ابو سعیدؒ ہم تمہارے بھائی ابو حمزہ (انسؓ) کے پاس سے آ رہے ہیں انھوں نے شفاعت کے باب میں ایک حدیث ہم سے بیان کی ویسی حدیث ہم نے نہیں سنی۔ انھوں نے کہا ہاں بیان کرو ہم نے وہ حدیث ان سے بیان کی انھوں نے کہا اور بیان کرو ہم نے کہا بس اس سے زیادہ انھوں نے بیان نہیں کی انھوں نے کہا یہ حدیث تو انھوں نے ہم سے بیس برس پہلے بیان کی تھی جب وہ ناٹھے تھے (یعنی اتنے بوڑھے نہ تھے جیسے اب ہیں) اب انھوں نے کچھ چھوڑ دیا میں نہیں جانتا وہ بھول گئے یا تم سے بیان کرنا مناسب نہ جانا۔ ایسا نہ ہو تم بھروسہ کر بیٹھو (اور نیک اعمال میں سستی کرنے لگو) ہم نے ان سے کہا وہ کیا ہے؟ ہم سے بیان کرو۔ یہ سن کر ہنسے اور کہا انسان کی پیدائش میں جلدی ہے میں نے تم سے یہ قصہ اس لیے ذکر کیا تھا کہ میں تم سے بیان کروں اس ٹکڑے کو (جو انسؓ نے چھوڑ دیا یعنی تم جلدی کر کے درخواست کر بیٹھے بیان کرنے کی اگر درخواست نہ کرتے تب بھی میں بیان کرتا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں پھر لوٹوں گا اپنے پروردگار کے پاس چوتھی بار اور اسی طرح تعریف و توصیف کروں گا پھر سجدے میں گروں گا مجھ کو حکم ہوگا اے محمدؐ! سر اٹھاؤ اور کہو ہم سنیں گے مانگو ہم دیں گے سفارش کرو ہم قبول کریں گے اس

سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيعٌ.

وقت میں عرض کروں گا مالک میرے مجھ کو اجازت دے اس شخص کو بھی جہنم سے نکالنے کی جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو (یعنی صرف توحید پر یقین رکھتا ہو)۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ تمہارا کام نہیں لیکن قسم ہے میری عزت اور بزرگی اور جاہ و جلال کی میں جہنم سے نکالوں گا اس شخص کو جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو۔ معبد نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حسن نے یہ حدیث ہم سے بیان کی کہا کہ انھوں نے اس کو انسؓ سے سنا ہے میں سمجھتا ہوں یوں کہا بیس برس سے پہلے جب وہ زوردار تھے (یعنی ان کا حافظہ اچھا تھا بدن میں طاقت تھی)۔

٤٨٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً فَقَالَ ((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ بِمَ ذَاكَ يَجْمَعُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَمَا لَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ

۴۸۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا تو دستی کا گوشت آپ کو دیا گیا اور دستی کا گوشت آپ کو بہت پسند تھا آپ نے دانتوں سے اسے نوچا پھر فرمایا میں سردار ہوں گا سب آدمیوں کا قیامت کے دن اور تم جانتے ہو کس وجہ سے اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا قیامت کے دن اگلوں اور پچھلوں کو ایک ہی میدان میں یہاں تک کہ پکارنے والے کی آواز ان سب کو سنائی دے گی اور دیکھنے والے کی نگاہ ان سب پر پہنچے گی اور آفتاب نزدیک ہو جائے گا اور لوگوں پر وہ مصیبت اور سختی ہوگی کہ اس کو سہہ نہ سکیں گے آخر آپس میں ایک دوسرے سے

(۴۸۰) ☆ اس لیے کہ دست کا گوشت بے ریشہ ہوتا ہے اور جلدی گل جاتا ہے اور اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے۔ ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ دست کا گوشت آپکو پسند نہ تھا بلکہ آپ کو گوشت کئی دن کے بعد ملتا تو آپ دست لیتے تاکہ جلدی پک جائے۔ آپ نے فرمایا اللہ کا احسان ظاہر کرنے کے لیے اور اس کا حکم ہوا آپ کو اپنا درجہ بتلانے کے لیے ہمارے فائدے کے لیے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا سردار وہ ہے جو سب لوگوں سے درجہ میں زیادہ ہو اور جس کی طرف لوگ سختی کے وقت پناہ لیں اور رسول اللہ تو سردار ہیں آدمیوں کے دنیا اور آخرت دونوں میں پر آپ نے خاص کیا قیامت کو اس لیے کہ وہاں کی سرداری عمدہ ہے اور یہاں سب لوگ اگلے اور پچھلے اکٹھا ہوں گے اور آدم اور ان کی اولاد سب آپکے جھنڈے کے تلے ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس دن کس کی سلطنت ہوگی اللہ کی جو اکیلا ہے زبردست اللہ کی سلطنت دنیا میں بھی ہے پر قیامت کے دن پوری سلطنت ہوگی۔ کس لیے کہ اور کوئی دعوٰی کرنے والا نہیں رہے گا (نووی) یعنی وہ میدان ایسا صاف اور ہموار ہوگا کہ دیکھنے میں نگاہ سب پر جا سکے گی۔ برخلاف دنیا کے یہاں زمین کی گولائی کی وجہ سے نگاہ سب پر نہیں جا سکتی بعضوں نے کہا مراد خدا کی نگاہ ہے پر خدا کی نگاہ تو ہر طرح سب پر ہی پہنچتی ہے خواہ میدان ہموار ہو یا نہ ہو۔ نوویؒ نے کہا غصے سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا

أَلَا تَرَوْنَ مَا أَنْتُمْ فِيهِ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ ائْتُوا آدَمَ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ آدَمُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ ﷺ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ

کہیں گے چلو آدمؑ کے پاس اور ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے آدم! تم سب آدمیوں کے باپ ہو اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح تم میں پھونکی اور فرشتوں کو حکم کیا انھوں نے سجدہ کیا تم کو ہماری سفارش کرو اپنے پروردگار سے کیا تم نہیں دیکھتے ہم کس حال میں ہیں کیا تم نہیں دیکھتے جو ہم پر مصیبت ہے۔ آدم کہیں گے آج میرا پروردگار غصہ میں ہے اور ایسا غصہ میں ہے کہ کبھی ایسا غصہ نہیں ہوا تھا نہ ہوگا اور اس نے مجھے منع کیا تھا درخت سے لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی (اور درخت میں سے کھالیا) اب مجھے خود اپنی فکر ہے تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ نوحؑ کے پاس جاؤ پھر وہ سب لوگ نوحؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے نوحؑ تم سب پیغمبروں سے پہلے زمین پر آئے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں شکرگزار بندہ کہا تم ہماری سفارش کرو اپنے رب کے پاس کیا تم نہیں دیکھتے ہم جس حال میں ہیں اور جو مصیبت ہم پر آئی ہے۔ وہ کہیں گے میرا رب آج ایسا غصہ میں ہے کہ ویسا کبھی نہیں ہوا تھا نہ ہوگا اور میں نے اپنی قوم پر بددعا کی تھی اس لیے مجھے خود اپنی فکر ہے تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ پھر وہ سب مل کر ابراہیمؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے ابراہیم تم اللہ کے نبی ہو اور اس کے دوست ہو زمین والوں میں سے تم ہماری سفارش کرو اپنے پروردگار کے پاس۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہم جس حال میں

ﷺ بدلہ لینے والا ہوگا نافرمانوں سے اور اس کا عذاب سامنے موجود ہوگا اور طرح طرح کے ہول اور ڈر جو محشر والوں کو ہونگے اور یہ باتیں نہ پہلے ہوئی ہیں اور نہ آئندہ ہونگی۔ تو اللہ کے غضب سے یہی مراد ہے اس واسطے کہ محال ہے تغیر اس کے حق میں غضب سے یا رضا سے۔ السراج الوہاج میں ہے کہ نووی نے اس مقام پر اللہ کی ایک صفت کی تاویل کی ہے اور اوپر یہ بات گزر چکی کہ سلف کا مذہب صفات میں یہ ہے کہ جو صفات کتاب و سنت میں وارد ہیں ان کو روایت کرنا ان پر یقین کرنا ظاہر پر رواں کرنا بغیر تاویل اور تحریف اور تعطیل اور تشبیہ کے اور جو امر نووی نے بیان کیا یہ غایت ہے غضب کی نہ اس کا معنی لغوی۔ یہاں سے پیغمبرؑ اور پیغمبروں کا درجہ پہچان لینا چاہیے وہ سب نفسی نفسی کہیں گے اور اپنی جان کی فکر میں سرگرداں ہونگے اور ہمارے پیغمبرؐ عام کی بھلائی کیلئے خواہاں اور امت کے چھڑانے کے جویاں ہونگے۔ سبحان اللہ اس پر یہ آیت صادق ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین آپ کی ذات رحمت اور کرم ہے تمام دنیا کے لیے دنیا اور آخرت میں اس سے بڑھ کر کونسا شرف ہے اور اس سے زیادہ کونسا درجہ ہے یہی فرق ہے مرتبے کا اس شخص میں جو دنیا میں اپنی بھلائی چاہتا ہے اور اس شخص میں جو تمام

أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَذَكَرَ كَذَبَاتِهِ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى فَيَأْتُونَ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَضَّلَكَ اللَّهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِتَكْلِيمِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَلِمَةٌ مِنْهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسَى ﷺ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى

ہیں اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے۔ وہ کہیں گے میرا پروردگار آج اتنا غصہ میں ہے کہ ویسا کبھی نہیں ہوا تھا نہ ہوگا اور اپنی جھوٹ باتوں کو بیان کریں گے (یعنی دنیا میں جو انھوں نے تین بار جھوٹ بولا تھا) اس لیے مجھے خود اپنی فکر ہے تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ موسیٰ کے پاس جاؤ وہ لوگ موسیٰ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ تم اللہ کے رسول ہو اللہ نے تمہیں بزرگی دی اپنے پیغمبروں سے اور اپنے کلام سے سب لوگوں پر تم ہماری سفارش کرو اپنے پروردگار کے پاس۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہم جس حال میں ہیں اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے۔ موسیٰ کہیں گے میرا پروردگار آج ایسے غصے میں ہے کہ اتنا کبھی غصہ نہیں ہوا تھا نہ ہوگا اور میں نے دنیا میں ایک خون کیا تھا جس کا مجھے حکم نہ تھا اس لیے مجھے خود اپنی فکر ہے تم عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ وہ سب لوگ عیسیٰ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ تم اللہ کے رسول ہو تم نے لوگوں سے بات کی ماں کی گود میں (جھولے میں دودھ پیتے وقت) تم اللہ کی ایک بات ہو جو اس نے ڈال دی مریم میں اور اس کی روح ہو تو سفارش کرو ہماری اپنے رب کے پاس کیا تم نہیں دیکھتے ہم جس حال میں ہیں او رجو مصیبت ہم پر پڑی ہے۔ عیسیٰ کہیں گے میرا پروردگار آج اس قدر غصے ہے کہ اتنا غصے کبھی نہیں تھا اور نہ کبھی ہوگا اور کوئی گناہ ان کا بیان نہیں کیا (جیسے اور پیغمبروں کی خطائیں بیان کیں کیونکہ حضرت عیسیٰ کا کوئی گناہ منقول نہیں) تو مجھے اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ محمدؐ کے پاس جاؤ وہ سب میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمدؐ تم اللہ کے رسول ہو خاتم الانبیاء ہو اللہ نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے ہیں تم سفارش

عام لوگوں کی بھلائی چاہتا ہے۔ اول کو ثانی سے کچھ نسبت نہیں ہے جو شخص عام مسلمانوں کی فائدہ رسانی کا کام کرے جیسے مدرسہ بنائے، سرائے بنوائے مسلمانوں کے دین یا حکومت کی مدد کرے ایسا کام کرے جس سے تباہی اور ذلت سے بچیں دین کی کتاب یا دین کی تعلیم پھیلائے تجارت یا صنعت یا حرب کے آلات و اسباب شائع کرے اس کا درجہ اس مسلمان سے کہیں فائق ہے جو صرف اپنے نفس کو بچانے

مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَأْتُونِي فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَغَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لِأَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرٍ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى.

کرو ہماری اپنے رب کے پاس۔ کیا تم ہمارا حال نہیں دیکھتے ہم سب مصیبت میں ہیں یہ سن کر میں چلوں گا اور عرش کے تلے آکر اپنے پروردگار کو سجدہ کروں گا پھر اللہ تعالیٰ میرا دل کھول دے گا اور وہ وہ تعریفیں اپنی مجھے بتلائے گا جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں بتلائیں (میں اس کی خوب تعریف اور حمد کروں گا) پھر فرمائے گا اے محمدؐ! اپنا سر اٹھا مانگ جو مانگنا ہے دیا جائے گا سفارش کر قبول کی جائے گی میں سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا امت میری امت میری حکم ہوگا اے محمدؐ اپنی امت میں سے لوگوں کو جن سے حساب کتاب نہ ہوگا ان میں سے جنت میں داخل کر اور وہ اور لوگوں کے شریک ہیں باقی دروازوں میں جنت کے (یعنی ان میں سے بھی جا سکتے ہیں پر یہ دروازہ ان کے لیے مخصوص ہے) قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جنت کے دروازے کے دونوں بازوؤں میں اتنا فاصلہ ہے جیسے مکہ اور ہجر (ایک شہر ہے بحرین میں) یا جیسے مکہ اور بصریٰ میں (بصریٰ ایک شہر ہے دمشق سے تین منزل پر)۔

٤٨١ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ وُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَصْعَةٌ مِنْ ثَرِيدٍ وَلَحْمٍ فَتَنَاوَلَ الذِّرَاعَ وَكَانَتْ أَحَبَّ الشَّاةِ إِلَيْهِ فَنَهَسَ نَهْسَةً فَقَالَ ((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ثُمَّ نَهَسَ أُخْرَى فَقَالَ ((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) فَلَمَّا رَأَى أَصْحَابَهُ لَا يَسْأَلُونَهُ قَالَ ((أَلَا تَقُولُونَ كَيْفَهْ)) قَالُوا كَيْفَهْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي

۴۸۱- ابوہریرہؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک پیالہ رکھا ثرید کا (ثرید ایک کھانا ہے جو روٹی اور شوربہ ملا کر بناتے ہیں) اور گوشت آپ نے دست کا گوشت لیا اور وہ بہت پسند تھا آپ کو ساری بکری میں آپ نے ایک بار منہ سے اس کو نوچا پھر فرمایا میں لوگوں کا سردار ہوں گا قیامت کے دن پھر دوبارہ نوچا اور فرمایا میں لوگوں کا سردار ہونگا قیامت کے دن۔ جب آپ نے دیکھا آپ کے یار کچھ نہیں پوچھتے تو خود ہی فرمایا تم یہ نہیں پوچھتے کہ کیوں کر؟ انھوں نے کہا کیوں کر یارسول اللہ! آپ نے فرمایا لوگ سب کھڑے ہونگے خدا کے سامنے اور بیان کیا

لله کے لیے عبادت میں مصروف رہے۔ ہجر شہر مکہ سے ایک مہینے کی راہ پر ہے تو جنت کا پھاٹک اس قدر بڑا ہے کہ چوکھٹ کا ایک کونا دوسرے کونے سے اتنا مسافت رکھتا ہے۔ اللہ اکبر جل شانہ اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ جنت کتنی بڑی ہے۔

حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ وَزَادَ فِي قِصَّةِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ وَذَكَرَ قَوْلَهُ فِي الْكَوْكَبِ هَذَا رَبِّي وَ قَوْلَهُ لِآلِهَتِهِمْ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا وَ قَوْلَهُ إِنِّي سَقِيمٌ قَالَ ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ إِلَى عِضَادَتَيْ الْبَابِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرٍ أَوْ هَجَرٍ وَمَكَّةَ)) قَالَ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَ.

حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری حضرت ابراہیمؑ کے قصے میں اتنا زیادہ ہے کہ انھوں نے بیان کیا (ان جھوٹ باتوں کو جو دنیا میں کہیں تھیں) ستارے کو کہا تھا یہ میرا رب ہے (اگرچہ حضرت ابراہیم کا یہ اعتقاد نہ تھا کیونکہ پیغمبروںؑ سے شرک صادر نہیں ہوتا پر کافروں کے الزام دینے کے لئے پہلے تارے کو خدا قرار دیا پھر چاند کو پھر سورج کو جب وہ ڈوب گئے تو کہا یہ خدا نہیں ہو سکتے خدا وہ ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا) بتوں کو آپ نے توڑا تھا اور کہا تھا بڑے بت نے توڑا، بیمار نہ تھے اور کہا تھا میں بیمار ہوں۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جنت کے دونوں پٹوں میں دروازوں کی چوکھٹ تک اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور ہجر کے درمیان ہے یا یوں کہا جتنا ہجر اور مکہ کے درمیان ہے مجھے یاد نہیں کیوں کر کہا (یعنی ہجر کو پہلے کہا یا مکے کو)۔

٤٨٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبُو مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيِّ ابْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَجْمَعُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ يَا أَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ آدَمَ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ قَالَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ اعْمِدُوا إِلَى مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَلَّمَهُ

۴۸۲- ابوہریرہؓ اور حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا مسلمان کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ جنت ان کے پاس آجائے گی پھر وہ آدمؑ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے باوا ہمارے جنت کو کھول دو ہمارے لیے۔ وہ کہیں گے جنت سے تم کو نکالا کس نے میرے ہی گناہ نے تو نکالا اب مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا البتہ تم میرے بیٹے ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ ابراہیمؑ کہیں گے مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا میں اللہ کا دوست تھا لیکن پرے پرے (یعنی مجھے اللہ جل جلالہ سے اتنی نزدیکی نہیں ہوئی کہ کوئی آڑ نہ رہے بلکہ دو حجاب تھے نہ میں نے اس سے بات کی بلا واسطہ نہ اس کو دیکھا) تم جاؤ موسیٰؑ کے پاس جن سے اللہ تعالیٰ نے بات کی۔ وہ موسیٰؑ کے پاس آئیں گے وہ کہیں

(۴۸۲) ☆ کیونکہ یہ دونوں بڑے کام ہیں جن کا خیال مومن کو ہمیشہ رکھنا چاہیے امانت یعنی خلوص اور سچائی صداقت اور راست بازی بات چیت اور ہر کام کاج میں اور ناتا یعنی رشتہ داروں سے جو محتاج ہوں سلوک کرنا ان کی خبر لینا۔ یعنی اگر کوئی چیز اس میں گرے تو ستر برس تک تہ کو نہ پہنچے گی۔ معاذ اللہ۔

اللّٰهُ تَكْلِيمًا فَيَأْتُونَ مُوسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَٰلِكَ اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوحِهِ فَيَقُولُ عِيسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَٰلِكَ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ وَتُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُومَانِ جَنَبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِينًا وَشِمَالًا فَيَمُرُّ أَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ)) قَالَ قُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ ((أَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتَّى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتَّى يَجِيءَ الرَّجُلُ فَلَا يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا قَالَ وَفِي حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُورَةٌ بِأَخْذِ مَنْ أُمِرَتْ بِهِ فَمَخْدُوشٌ نَاجٍ وَمَكْدُوسٌ فِي النَّارِ)) وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُونَ خَرِيفًا

گے میں اس لائق نہیں تم عیسیٰؑ کے پاس جاؤ جو اللہ کا کلمہ ہیں اور اس کی روح ہیں عیسیٰؑ کہیں گے میرا یہ کام نہیں پھر وہ سب محمدؐ کے پاس آئیں گے آپ کھڑے ہونگے اور آپ کو اجازت ملے گی (جنت کھولنے کی) اور امانت اور ناتے کو بھیج دیا جائے گا وہ پل صراط کے داہنے اور بائیں کھڑے ہو جائیں گے تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے اس طرح پار ہو گا جیسے بجلی۔ انھوں نے کہا آپ پر ہمارے ماں باپ صدقے ہوں بجلی کی طرح کونسی چیز گزرتی ہے آپ نے فرمایا تم نے بجلی کو نہیں دیکھا وہ کیسی گزر جاتی ہے اور پھر لوٹ آتی ہے پل مارنے میں پھر جیسے آ جاتی ہے پھر جیسے پرندہ اڑتا ہے پھر جیسے آدمی دوڑتا ہے اپنے اپنے اعمال کے موافق اور تمہارے پیغمبر پل پر کھڑے ہونگے وہ کہیں گے یا اللہ بچایا اللہ بچا یہاں تک کہ اعمال کا زور گھٹ جائے گا (یعنی عمدہ اعمال والے نکل جائیں گے اور وہ لوگ رہ جائیں گے جن کے نیک عمل کم ہیں (ان کو پار ہونا دشوار ہو گا) اور ایک شخص آئے گا وہ چل نہ سکے گا مگر گھسٹتا ہوا اور اس پل کے دونوں طرف آنکڑے ہونگے لٹکتے ہوئے جس کو حکم ہو گا اس کو پکڑ لیں گے پھر بعض آدمی چھل چھلا کر نجات پا جائے گا اور بعض آدمی الٹ پلٹ کر جہنم میں گر پڑے گا۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہؓ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر برس کی راہ ہے۔

بَاب فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا

باب: نبی اکرمؐ کا یہ بیان کہ میں جنت میں سب سے پہلے سفارش کروں گا اور سب نبیوں سے زیادہ میرے پیرو کار ہوں گے

۴۸۳- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا)).

۴۸۳- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کروں گا اور سب پیغمبروںؑ سے زیادہ میرے تابع لوگ ہوں گے قیامت کے دن۔

٤٨٤- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ)).

۴۸۴-انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب پیغمبروں سے زیادہ میرے تابع ہوں گے قیامت کے روز اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا (یعنی کھلواؤں گا)۔

٤٨٥- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ وَإِنَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَا يُصَدِّقُهُ مِنْ أُمَّتِهِ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ)).

۴۸۵- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کروں گا اور کسی پیغمبر کو اتنے لوگوں نے نہیں مانا جتنے لوگوں نے مجھ کو مانا اور بعض پیغمبر تو ایسا ہے کہ اس کا ماننے والا ایک ہی شخص ہے۔

٤٨٦- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيَقُولُ الْخَازِنُ مَنْ أَنْتَ فَأَقُولُ مُحَمَّدٌ فَيَقُولُ بِكَ أُمِرْتُ لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ)).

۴۸۶- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھلواؤں گا چوکیدار پوچھے گا تم کون ہو؟ میں کہوں گا محمدؐ۔ وہ کہے گا آپ ہی کے واسطے مجھے حکم ہوا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولنا۔

بَاب اخْتِبَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةَ الشَّفَاعَةِ لِأُمَّتِهِ

باب: نبی کریم ﷺ کا اپنی امت کے لیے دعائے شفاعت کو مؤخر رکھنا

٤٨٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوهَا فَأُرِيدُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

۴۸۷- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ہوتی ہے جس کو خداوند تعالیٰ ضرور قبول کرتا ہے اور باقی دعائیں قبول بھی ہوتی ہیں اور نہیں بھی ہوتیں تو میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعا کو چھپا رکھوں قیامت کے دن تک اپنی امت کی شفاعت کے لیے۔

٤٨٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ وَأَرَدْتُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

۴۸۸- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے تو میرا ارادہ ہے اگر خدا چاہے تو اپنی دعا کو اٹھا رکھوں اور قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں۔

(۴۸۷) ☆ یعنی دنیا میں اس دعا کو نہ مانگوں بلکہ آخرت کے لیے اٹھا رکھوں اور اپنی امت کی نجات کے لیے صرف کروں۔ سبحان اللہ ہمارے پیغمبرؐ کو اپنی امت سے کیسی محبت تھی اور الفت کہ باپ کو بیٹے سے ویسی الفت نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی امت کی اس وقت مدد کریں گے جب باپ بیٹے سے خاوند جورو سے، جورو خاوند سے ہر ایک عزیز اپنے عزیز سے بیزار ہو گا اور سب کو اپنی اپنی جان بچانے کی فکر ہو گی۔

٤٨٩- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ حَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ مِثْلَ ذَلِكَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۸۹- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٤٩٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لِكَعْبِ الْأَحْبَارِ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوهَا فَأَنَا أُرِيدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) فَقَالَ كَعْبٌ لِأَبِي هُرَيْرَةَ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ.

۴۹۰- ابوہریرہؓ نے کعب احبار سے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک دعا ہوتی ہے جس کو وہ مانگتا ہے۔ میرا ارادہ ہے بشرطیکہ خدا چاہے میں اس دعا کو چھپا رکھوں اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کعب نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم نے یہ سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔

٤٩١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا)).

۴۹۱- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے تو ہر ایک نبی نے جلدی کر کے وہ دعا مانگ لی (دنیا ہی میں) اور میں اپنی دعا کو چھپا رکھتا ہوں قیامت کے دن کے واسطے اپنی امت کی شفاعت کے لیے اور خدا چاہے تو میری شفاعت ہر ایک امتی کے لیے ہوگی بشرطیکہ وہ شرک پر نہ مرا ہو۔

---

(۴۹۱) ☆ یعنی خاتمہ کے وقت وہ مشرک نہ مرا ہو اگرچہ کتنا گناہگار ہو۔ نووی نے کہا اس حدیث سے اہل حق کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص مر جاوے شرک سے پاک ہو کر وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا اگرچہ کبیرہ گناہ کرتا ہو اور اس کے دلائل اوپر بیان ہو چکے۔ السراج الوہاج میں ہے کہ شرک عام ہے خواہ دوسرا کوئی خدا ثابت کرے یا اس کی کسی صفت کو اسکی کسی مخلوق کے لیے خواہ وہ کوئی ہو ثابت کرے اور شرک ایک جلی ہے اور ایک خفی اور اس سے بچنا نہایت دشوار ہے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اکثر لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں لیکن وہ مشرک ہیں اور یہ آیت صادق ہے ان مقلدوں پر جنھوں نے اپنے عالموں اور مجتہدوں کو خدا بنا رکھا ہے اور ان لوگوں پر جو قبروں پر وہ کرتے ہیں جو خاص ہیں اللہ سے اور کاٹتے ہیں جانوروں کو سوا اللہ کے اوروں کے نام پر وہ سب مشرک ہیں اور باوجود اس کے امید رکھتے ہیں نبی کی شفاعت کی بلکہ اپنے بزرگوں کی شفاعت کی حالانکہ شفاعت اسی کے لیے ہے جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرے نہ کھلا نہ چھپا اور جو شرک کرے اس کی شفاعت نہ ہوگی بلکہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا خواہ کوئی ہو کہیں ہو۔ انتہی۔

٤٩٢ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو بِهَا فَيُسْتَجَابُ لَهُ فَيُؤْتَاهَا وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

۴۹۲- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر پیغمبر کی ایک دعا ہوتی ہے قبول ہونے والی ہے جس کو وہ مانگتا ہے اور قبول ہوتی ہے اور دی جاتی ہے اور میں نے اپنی دعا اٹھار کھی ہے اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن۔

٤٩٣ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا فِي أُمَّتِهِ فَاسْتُجِيبَ لَهُ وَإِنِّي أُرِيدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ أُؤَخِّرَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

۴۹۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کی ایک دعا ہے جو اس نے مانگی اپنی امت کے لیے اور میں نے اپنی دعا چھپار کھی ہے اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن۔

٤٩٤ -عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَاهَا لِأُمَّتِهِ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

۴۹۴- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر پیغمبر کی ایک دعا ہے جو اس نے مانگی اپنی امت کے لیے اور میں نے اپنی دعا چھپار کھی ہے اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن۔

٤٩٥ - و حَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ ح و حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح.

۴۹۵- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٤٩٦ - و حَدَّثَنِيهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ قَالَ قَالَ أُعْطِيَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۹۶- مذکورہ بالا اور سند سے بھی حدیث آئی ہے۔

٤٩٧ - عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ.

۴۹۷- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی منقول ہے۔

٤٩٨ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فِي أُمَّتِهِ وَخَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

۴۹۸- جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر پیغمبر کی ایک دعا ہے جس کو اس نے مانگا اپنی امت کے حق میں اور میں نے اپنی دعا کو اٹھار کھا ہے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ وَبُكَائِهِ شَفَقَةً عَلَيْهِمْ

٤٩٩- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي إِبْرَاهِيمَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي الْآيَةَ وَقَالَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ ((**اللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي**)) وَبَكَى فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيكَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ أَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ.

باب: رسول اللہ ﷺ کا دعا کرنا اپنی امت کے لیے اور رونا ان کے حال پر شفقت سے

۴۹۹- عبداللہ بن عمروؓ بن عاص سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت ابراہیمؑ کا قول ہے اے رب! انھوں نے بہکایا (یعنی بتوں نے) بہت لوگوں کو سو جو کوئی میری راہ پر چلا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے اور یہ آیت جس میں حضرت عیسیٰؑ کا قول ہے اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور جو تو ان کو بخش دے تو تو مالک ہے حکمت والا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے پروردگار میرے امت میری امت میری اور رونے لگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل تم محمدؐ کے پاس جاؤ اور رب تیرا خوب جانتا ہے لیکن تم جا کر ان سے پوچھو وہ کیوں روتے ہیں؟ جبرئیل آپ کے پاس آئے اور پوچھا آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے سب حال بیان کیا۔ جبرئیل نے اللہ تعالیٰ سے جا کر عرض کیا حالانکہ وہ خوب جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل! محمدؐ کے پاس جا اور کہہ ہم تم کو خوش کر دیں گے تمہاری امت میں اور ناراض نہیں کریں گے۔

---

(۴۹۹) ☆ نووی نے کہا اس حدیث میں کئی فائدے ہیں ایک تو یہ کہ رسول اللہؐ کو اپنی امت پر بہت شفقت اور مہربانی تھی دوسرا یہ کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے تیسرا بشارت عظیم ہے اس امت کے لیے اور وہ اور زیادہ ہو گئی خداوند کریم کے وعدے سے جو اس نے کیا کہ ہم تم کو راضی کر دیں گے تمہاری امت میں اور ناراض نہ کریں گے اور یہ حدیث بڑی امید ہے امت کے لوگوں کے لیے۔ چوتھا بیان ہے رسول اللہ کی کمال بزرگی اور علو درجہ کا اور اللہ تعالیٰ کی جو عنایت آپ پر تھی اس کا اور جبریل کے بھیجنے میں یہی حکمت تھی کہ رسول اللہؐ کی بزرگی کھل جائے اور معلوم ہو جائے کہ آپکا درجہ بہت عالی ہے اور خداتعالیٰ آپ کی رضامندی چاہتا ہے اور یہ حدیث مطابق ہے اس آیت کے ولسوف یعطیك ربك فترضى یعنی اللہ تم کو دے گا پھر تم راضی ہو جاؤ گے اور یہ جو فرمایا ہم تم کو ناراض نہیں کریں گے اس سے بڑی امید نکلتی ہے اس لیے کہ رضامندی جب بھی ہو جاتی کہ اللہ تعالیٰ بعضوں کو معاف کرتا اور بعض کو جہنم میں لے جاتا مگر آپ کو رنج رہتا ان لوگوں کا جو جہنم میں جاتے تو فرمایا میں تم کو رنج نہیں دوں گا بلکہ سب لوگوں کو تمہاری امت کے نجات دوں گا۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَلَا تَنْفَعُهُ قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِينَ

باب: جو شخص کفر پر مرے وہ جہنم میں جائے گا اور اس کی شفاعت نہ ہو گی اور بزرگوں کی بزرگی اس کے کچھ کام نہ آوے گی

٥٠٠- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ أَبِي قَالَ ((فِي النَّارِ)) فَلَمَّا قَفَّى دَعَاهُ فَقَالَ ((إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ)).

۵۰۰- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو آپ نے اس کو بلوایا اور فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔

بَاب فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

باب: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں

٥٠١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ ((يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي هَاشِمٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ

۵۰۱- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری ڈرا تو اپنے کنبہ والوں کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لوگوں کو بلا بھیجا وہ سب اکٹھے ہوئے آپ نے عام سب کو ڈرایا پھر خاص کیا اور فرمایا اے کعب بن لوی کے بیٹو چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے۔ اے مرہ بن کعب کے بیٹو چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے۔ اے عبد شمس کے بیٹو چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے۔ اے ہاشم کے بیٹو چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے۔ اے عبدالمطلب کے بیٹو چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے۔ اے فاطمہ چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے۔ اس لیے کہ میں خدا کے سامنے کچھ اختیار نہیں رکھتا (یعنی اگر وہ عذاب کرنا چاہے تو میں بچا نہیں سکتا) البتہ تم جو مجھ سے ناتا

(۵۰۰) ☆ اس لیے کہ وہ کفر پر مرے تھے اور جو کفر پر مرے وہ جہنم میں جائے گا اس کو کسی کا ناتہ رشتہ کام نہ آئے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عرب کے لوگ جو نبوت سے پہلے مرے ہیں اور بتوں کی پرستش کرتے تھے وہ جہنمی ہیں اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ دعوت سے پہلے یہ مواخذہ ہے کیونکہ ان کو اور پیغمبروں کی دعوت پہنچ چکی تھی جیسے حضرت ابراہیم کی اور یہ جو آپ نے اس شخص کو بلا کر کہا کہ میرا باپ بھی جہنم میں ہے اس سے یہ غرض تھی کہ اس شخص کا رنج گھٹ جاوے اور وہ یہ معلوم کر لے کہ خدا کے ہاں سب برابر ہیں جو قاعدہ اس نے ٹھہرا دیا اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ کافر کا ٹھکانا جہنم ہے خواہ وہ نبی کا باپ ہو یا بیٹا۔ جلال الدین سیوطی نے کئی حدیثوں سے یہ امر ثابت کیا ہے کہ اللہ نے آنحضرتؐ کی دعا کو آپکے والدین کے حق میں قبول کیا اور وہ دوبارہ جلائے گئے اور اسلام لائے پر اکثر علماء اور محدثین نے اس کا انکار کیا اور ان حدیثوں کو موضوع بتلایا اور اللہ خوب جانتا ہے حقیقت حال کو۔

النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا))۔

رکھتے ہو اس کو میں جوڑ تا رہوں گا (یعنی دنیا میں تمہارے ساتھ احسان کرتا رہوں گا)۔

٥٠٢- عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ جَرِيرٍ أَتَمُّ وَأَشْبَعُ.

۵۰۲-مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٥٠٣- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الصَّفَا فَقَالَ ((يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ))۔

۵۰۳- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری ڈرا تو اپنے کنبے والوں کو تو رسول اللہ ﷺ صفا پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے فاطمہؓ! محمد کی بیٹی اور اے صفیہ ، عبدالمطلب کی بیٹی اور اے عبدالمطلب کے بیٹو! میں خدا کے سامنے تم کو نہیں بچا سکتا البتہ میرے مال میں سے جو تم جی چاہے مانگ لو۔

٥٠٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُنْزِلَ عَلَيْهِ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللَّهِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ سَلِينِي بِمَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا))۔

۵۰۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت اتری ڈرا تو اپنے نزدیک کے ناتے والوں کو تو آپ نے فرمایا اے قریش کے لوگو! تم اپنی جانوں کو اللہ سے مول لو (نیک اعمال کے بدلے) میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے عبدالمطلب کے بیٹو! میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا اللہ کے سامنے۔ اے عباس بیٹے عبدالمطلب کے میں تیرے کچھ کام نہیں آ سکتا اللہ کے سامنے۔ اے صفیہ پھوپھی رسول اللہ ﷺ کی میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا اللہ کے سامنے۔ اے فاطمہ بیٹی محمدؐ کی تو میرے مال میں سے جو چاہے مانگ لے پر خدا کے سامنے میں تیرے کچھ کام نہیں آ سکتا۔

٥٠٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا.

۵۰۵- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

٥٠٦- عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ وَزُهَيْرِ بْنِ عَمْرٍو قَالَا لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَالَ انْطَلَقَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَى رَضْمَةٍ مِنْ جَبَلٍ

۵۰۶- قبیصہ بن مخارق اور زہیر بن عمرو سے روایت ہے دونوں نے کہا جب یہ آیت اتری ڈرا تو اپنے نزدیک ناتے والوں کو تو رسول اللہ ﷺ پہاڑ کے ایک پتھر پر گئے اور سب سے اونچے

(۵۰۶) ☆ یاصباحاہ ایک کلمہ ہے جس کو عرب کے لوگ کسی بڑے واقعہ پر کہتے ہیں اور اکثر عرب میں لوٹ مار صبح کے وقت ہوا کرتی ہے تو اس کلمہ کے کہنے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ لوگ خبردار ہو جائیں اور اپنا بچاؤ کر لیں۔

فَعَلَا أَعْلَاهَا حَجَرًا ثُمَّ نَادَى ((يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافَاهْ إِنِّي نَذِيرٌ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَأَى الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ يَرْبَأُ أَهْلَهُ فَخَشِيَ أَنْ يَسْبِقُوهُ فَجَعَلَ يَهْتِفُ يَا صَبَاحَاهْ)).

پتھر پر کھڑے ہوئے پھر آواز دی اے عبد مناف کے بیٹو! میں ڈرانے والا ہوں میری مثال اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے دشمن کو دیکھا پھر وہ چلا اپنے اہل کے بچانے کو اور ڈرا کہیں دشمن اس سے پہلے نہ پہنچ جائے تو لگا پکارنے یا صباحاہ۔

٥٠٧- عَنْ زُهَيْرِ بْنِ عَمْرٍو وَقَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ

٥٠٧- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی منقول ہے۔

٥٠٨- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ ((يَا صَبَاحَاهْ)) فَقَالُوا مَنْ هَذَا الَّذِي يَهْتِفُ قَالُوا مُحَمَّدٌ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ ((يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ)) فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ ((أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِسَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ)) قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ ((فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ)) قَالَ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَمَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهَذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ السُّورَةُ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَقَدْ تَبَّ كَذَا قَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ.

٥٠٨- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب یہ آیت اتری ڈرا تو اپنے نزدیک رشتہ داروں کو اور اپنی قوم کے مخلص (سچے) لوگوں کو تو رسول اللہ ﷺ نکلے یہاں تک کہ آپ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور پکارا یا صباحاہ۔ لوگوں نے کہا یہ کون پکارتا ہے؟ انھوں نے کہا محمدؐ ہیں پھر سب لوگ آپ کے پاس اکٹھے ہوئے۔ آپ نے فرمایا اے فلانے کے بیٹو! اے فلانے کے بیٹو! اے فلانے کے بیٹو! اے عبدالمناف کے بیٹو! اے عبدالمطلب کے بیٹو! وہ سب اکٹھے ہوئے تو آپ نے فرمایا تم کیا سمجھتے ہو اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے نیچے سوار ہیں تو تم میری بات مانو گے؟ انھوں نے کہا ہم نے تو تمہاری کوئی بات جھوٹ نہیں پائی۔ آپ نے فرمایا تو پھر میں تم کو ڈراتا ہوں سخت عذاب سے۔ ابولہب نے کہا خرابی ہو تمہاری تم نے ہم سب کو اسی لیے جمع کیا پھر وہ کھڑا ہوا اس وقت یہ سورت اتری تبت يدا ابی لهب و قد تب۔ یعنی ہلاک ہوں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور ہلاک ہوا وہ۔ اعمش نے اس سورت کو یونہی پڑھا اخیر تک (یعنی قد کا حرف زیادہ کیا اور مشہور قرات تب ہے بغیر قد کے۔

٥٠٩- عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ صَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ الصَّفَا فَقَالَ ((يَا

٥٠٩- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

(٥٠٨) ☆ نووی نے کہا اب قرآن میں صرف اسی قدر ہے وانذر عشيرتك الاقربين یعنی ڈرا تو اپنے نزدیک کے رشتہ داروں کو اور یہ عبارت نہیں ہے ورهطك منهم المخلصين۔ شاید اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہو۔

صَبَاحَاهُ)) بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ نُزُولَ الْآيَةِ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَالِبٍ وَالتَّخْفِيفِ عَنْهُ بِسَبَبِهِ

باب: رسول اللہ ﷺ کی سفارش کی وجہ سے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہونے کا بیان

٥١٠- عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ ((**نَعَمْ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ**)).

۵۱۰- حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابو طالب کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے واسطے غصے ہوتے تھے (یعنی جو کوئی آپ کو ستاتا تو اس پر غصے ہوتے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ جہنم کے اوپر کے درجہ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا (یعنی میں ان کے لیے دعا نہ کرتا) تو وہ جہنم کے نیچے کے درجہ میں ہوتے (جہاں عذاب بہت سخت ہے)۔

٥١١- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا طَالِبٍ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَنْصُرُكَ فَهَلْ نَفَعَهُ ذَلِكَ قَالَ ((**نَعَمْ وَجَدْتُهُ فِي غَمَرَاتٍ مِنَ النَّارِ فَأَخْرَجْتُهُ إِلَى ضَحْضَاحٍ**)).

۵۱۱- عبداللہ بن حارثؓ سے روایت ہے میں نے سنا عباسؓ سے وہ کہتے تھے میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ابو طالب آپکا بچاؤ کرتے تھے اور آپ کی مدد کرتے تھے اور آپ کے لیے لوگوں پر غصہ کرتے تھے تو ان کو کچھ فائدہ ہوا ان باتوں سے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے ان کو سخت انگار میں پایا تو میں نکال لایا ان کو ہلکی آگ میں۔

٥١٢- عَنْ سُفْيَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ

۵۱۲- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٥١٣- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ ((**لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ**)).

۵۱۳- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا شاید ان کو فائدہ ہو میری شفاعت سے قیامت کے دن اور وہ ہلکی آگ میں رکھے جاویں جو ان کے ٹخنوں تک ہو لیکن بھیجا پکتا رہے اس سے (معاذاللہ جہنم کی آگ کیسی سخت ہو گی)۔

بَابُ أَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا

باب: دوزخیوں میں عذاب کے لحاظ سے سب سے کم عذاب والے شخص کا بیان

٥١٤- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ**

۵۱۴- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے کم درجہ کا عذاب اس

النَّارِ عَذَابًا يَنْتَعِلُ بِنَعْلَيْنِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي دِمَاغُهُ مِنْ حَرَارَةِ نَعْلَيْهِ))۔

کو ہوگا جس کو دو جوتیاں آگ کی پہنائی جائیں گی پھر اس کا بھیجا گرمی کے مارے پکے گا۔

٥١٥- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ

۵۱۵- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے ہلکا عذاب جہنم کا ابو طالب کو ہوگا۔ وہ دو جوتیاں پہنے ہوں گے ایسی جن سے ان کا بھیجا پکے گا۔

٥١٦- عَنِ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ تُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ))۔

۵۱۶- نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ وہ خطبہ پڑھ رہے تھے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں سب سے کم درجہ کا عذاب قیامت کے دن اس کو ہوگا جس کے بیچ تلووں کے دو انگارے رکھ دئے جاویں گے اور ان کی وجہ سے بھیجا پکنے لگے گا۔

٥١٧- عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِ الْمِرْجَلُ مَا يَرَى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَإِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا))۔

۵۱۷- نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے ہلکا عذاب اس کو ہوگا جو دو جوتیاں اور دو تسمے انگار کے پہنے ہوگا اس کا بھیجا اس طرح پکتا ہوگا جس طرح ہانڈی پھد پھد پکتی ہے۔ وہ سمجھے گا اس سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں حالانکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَنْفَعُهُ عَمَلٌ

باب: کفر کی حالت پر مرنے والے شخص کو اس کا کوئی عمل کام نہ آئے گا

٥١٨- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِينَ فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُهُ قَالَ ((لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا

۵۱۸- ام المومنین حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ! جدعان کا بیٹا جاہلیت کے زمانہ میں ناتے جوڑتا تھا (یعنی ناتے والوں کے ساتھ سلوک کرتا تھا) اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا یہ کام اس کو فائدہ دیں گے (قیامت کے دن)؟ آپ نے فرمایا کہ کچھ فائدہ نہ دیں

(۵۱۸) ☆ یعنی اس کو قیامت کا یقین نہ تھا اور جو شخص قیامت پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اس کو کوئی عمل فائدہ نہ دے گا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا اس بات پر اجماع ہے کہ کافروں کو انکے نیک اعمال فائدہ نہ دیں گے اور ان کو کسی قسم کا اجر نہیں ملے گا نہ آرام ہوگا نہ عذاب ختم ہوگا البتہ یہ ہوگا کہ کافروں پر دوسرے کافروں کی نسبت انکے اعمال کے موافق عذاب سخت یا ہلکا ہوگا۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا امام حافظ فقیہ ابو بکر بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں بعض اہل علم سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ بیہقی نے کہا یہ بات ممکن ہے کہ ابن جدعان کی حدیث اور جو اس قسم کی حدیثیں اس کافر کی نیکیوں میں جو کفر پر مرے مراد ان سے یہ ہو کہ اس کافر کو عذاب سے کبھی رہائی نہ ہوگی لیکن اس کا عذاب ان نیکیوں کی لئے

رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ))۔

گے۔ اس نے کبھی یوں نہ کہا کہ اے پروردگار میرے گناہوں کو بخش دے قیامت کے دن۔

بَابُ مُوَالَاةِ الْمُؤْمِنِينَ وَمُقَاطَعَةِ غَيْرِهِمْ وَالْبَرَاءَةِ مِنْهُمْ

باب: مومن سے دوستی رکھنے اور غیر مومن سے دوستی قطع کرنے اور ان سے جدا رہنے کا بیان

۵۱۹- عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ ((أَلَا إِنَّ آلَ أَبِي يَعْنِي فُلَانًا لَيْسُوا لِي بِأَوْلِيَاءَ إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللَّهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ))۔

۵۱۹- عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ پکار کر فرماتے تھے چپکے سے نہیں فلاں کی اولاد میری عزیز نہیں بلکہ میرا مالک اللہ ہے اور میرے عزیز وہ مومن ہیں جو نیک ہوں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفَ مِنْ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ

باب: مسلمانوں کے ایک گروہ کا بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل ہونے کا بیان

۵۲۰-عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ)) فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ

۵۲۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ ایک شخص بولا یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے خدا مجھ کو ان لوگوں میں سے کردے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ اسے ان لوگوں

☜ وجہ سے ہلکا ہو سکتا ہے اگر وہ نیکیاں نہ کرتا تو اس کا عذاب اس کی خطاؤں پر سخت ہوتا۔ علماء نے کہا ہے کہ جدعان کا بیٹا لوگوں کو کھانا بہت کھلاتا تھا اور اس نے مہمانوں کے لیے ایک پیالہ بنایا تھا جس پر سیڑھی سے چڑھتے تھے اور وہ بنی تیم بن مرہ کی قوم میں سے تھا جو حضرت عائشہؓ کے عزیز تھے اور قریش کے رئیسوں میں سے تھا۔ اس کا نام عبداللہ تھا اور جدعان بضم جیم اس کے باپ کا نام تھا۔ (نوویؒ)

(۵۱۹) ☆ راوی نے اس شخص کا نام نہیں لیا خوف کی وجہ سے اپنے تئیں یا دوسرے کو ضرر سے بچانے کے لیے اور مقصود باب کا اس عبارت سے حاصل ہوتا ہے کہ میرے عزیز اور رشتہ دار وہی ہیں جو نیک ہوں اگرچہ ان کا رشتہ دور کا ہو اور جو شخص نیک نہ ہو وہ میرا عزیز نہیں اگرچہ کتنا ہی نزدیک کا رشتہ رکھتا ہو۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ بعضوں نے کہا مراد فلاں سے حکم بن ابی العاص ہے اور یہ آپ نے حکم کھلم کھلا فرمایا چپکے سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخالفین اور اعدائے دین سے کھلے خزانے سے بیزار رہنا چاہیے اور نیک لوگوں سے محبت کرنا چاہیے اگر فساد کا ڈر نہ ہو۔ (نوویؒ)

(۵۲۰) ☆ یعنی اس نے دعا کی درخواست کی سب سے پہلے اور میں نے کردی اب ہر شخص کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ قاضی عیاض نے کہا کہ دوسرا شخص اس مرتبہ کے لائق نہ تھا اور عکاشہ اس کے لائق تھا اور بعضوں نے کہا کہ وہ منافق تھا تو رسول اللہؐ نے اس کو گول گول جواب دے دیا اور یہ اخلاق کے خلاف تھا کہ آپ صاف فرماتے کہ تو ان میں سے نہیں ہے اور بعضوں نے کہا آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہو تا کہ میری دعا عکاشہ کے باب میں قبول ہو گی اور دوسرے شخص کے باب میں قبول ہونے والی نہیں اس لئے آپ نے دوسرے کے لیے دعا نہیں کی اور خطیب بغدادی نے کہا کہ دوسرا شخص سعد بن عبادہ (انصار کا رئیس) تھا۔ اگر یہ بات سچ ہو تو ان کا منافق قرار دینا غلط ہوگا لیکن ☜

((**اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ**)) ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ ((**سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ**)).

میں سے کر دے۔ پھر دوسرا اٹھا اور بولا یارسول اللہ! دعا کیجئے خدا مجھ کو بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا عکاشہؓ تجھ سے پہلے یہ کام کر چکا۔

۵۲۱- عن ابي هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيثِ الرَّبِيعِ.

۵۲۱- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

۵۲۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**يَقُولُ يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ**)) قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ**)) ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((**سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ**)).

۵۲۲- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے میری امت میں سے ستر ہزار کی ایک جماعت جنت میں جائے گی جن کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہونگے۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ یہ سن کر عکاشہ بن محصن اسدی کھڑا ہوا اپنا کمبل اٹھاتا ہوا اور کہا یارسول اللہؐ! دعا کیجئے مجھ کو اللہ ان لوگوں میں سے کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! تو اس کو ان لوگوں میں سے کر دے۔ پھر ایک شخص اور انصار میں سے کھڑا ہوا اور بولا یا رسول اللہؐ! دعا فرمائیے کہ اللہ مجھ کو بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات تجھ سے پہلے عکاشہؓ کر چکا۔

۵۲۳- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا زُمْرَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ**)).

۵۲۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں جاویں گے۔ ان میں سے بعضوں کی صورت چاند کی طرح چمکتی ہوگی۔

۵۲۴- عَنْ عِمْرَانَ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ**

۵۲۴- عمرانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں

ﷺ اخیر قول ظاہر ہے اور اسی کو علماء نے اختیار کیا ہے۔

اس حدیث میں امت نبویؐ کی بڑی فضیلت ہے اور اللہ جل جلالہ کے بڑے احسان کا بیان ہے ہمارے پیغمبر پر۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ان ستر ہزار آدمیوں کے ہر ایک آدمی کے ساتھ ہزار آدمی اور ہوں گے۔ اس صورت میں کل آدمیوں کی تعداد جو بے حساب جنت میں جائیں گے چار ارب اور نوے کروڑ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو بھی ان لوگوں میں کر دے آمین۔ (نووی مع زیادۃ)

(۵۲۴) ☆ یعنی بیماری میں دوا علاج اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اس خیال سے کہ صحت اور تندرستی خدا کے اختیار میں ہے دوا اور علاج ﷺ

أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ)) قَالُوا وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ)) فَقَامَ

جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون لوگ ہونگے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا وہ لوگ جو داغ نہیں دیتے اور منتر نہیں کرتے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ اس وقت عکاشہؓ کھڑا ہوا اور عرض

بغیر اس کی مرضی کے کچھ فائدہ نہیں دیتا پس بھروسہ انکا خدا پر ہوتا ہے۔ نووی نے کہا کہ اس حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا۔ امام ابوعبداللہ مازری نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے دوا اور علاج کی ممانعت پر حالانکہ اکثر علماء اس کے خلاف ہیں اور دلیل ان کی وہ حدیثیں ہیں جن میں خود آنحضرتؐ نے دواؤں اور غذاؤں کے فائدے بیان کئے ہیں جیسے کلونجی قسط اور ایلوے وغیرہ کے اور خود آپؐ نے بیماری میں دوا کی اور حضرت عائشہؓ نے آپ کی دوا کو نقل کیا ہے اور آپ نے منتر بتلایا ہے اور اس سے شفاء ہوئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ نے سورۂ فاتحہ کا منتر کیا تھا اور اس پر اجرت لی تھی جب یہ حدیثیں ثابت ہیں تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دواؤں کو بالطبع مفید جانتے ہیں اور خدا کے اختیار اور مرضی کے قائل نہیں ہیں وہ جنت میں نہ جائیں گے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اس تاویل کی طرف بہت لوگ گئے حالانکہ یہ تاویل ٹھیک نہیں کیونکہ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کی فضیلت بیان کی کہ وہ جنت میں بغیر حساب اور کتاب کے جائیں گے اور ان کے منہ چاندی کی طرح چمکتے ہوں گے پھر اگر یہ تاویل کی جائے جو ان لوگوں نے کی ہے تو یہ فضیلت ان کے ساتھ خاص نہ ہوگی اس وجہ سے کہ یہ حال تمام مسلمانوں کا بھی ہے اور جو اس کے خلاف اعتقاد رکھے (یعنی دوا کو بالطبع اور بالذات موثر سمجھے) وہ تو کافر ہے۔ دوسرے علماء نے بھی اس حدیث کا مطلب بیان کیا ہے۔ ابوسلیمان خطابیؒ نے کہا مراد دوا کے ترک سے یہ ہے کہ وہ بھروسہ اللہ ہی پر رکھتے ہیں اور اس کی قضا اور امتحان پر راضی ہیں۔ انھوں نے کہا یہ درجہ بہت بلند ہے اور ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ظاہر حدیث بھی یہی ہے اور حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ داغ دینے میں اور منتر کرنے میں اور اور قسم کے علاج کرنے میں کوئی فرق نہیں اور داؤدی نے کہا حدیث سے مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ تندرستی کی حالت میں یہ کام نہیں کرتے اس لیے کہ مکروہ ہے حالت صحت میں تعویذ اور منتر لیکن بیماری کی حالت میں تو درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ حدیث سے بھی دو قسم کے علاج مقصود ہیں یعنی منتر کرنا اور داغ دینا اور باقی معالجہ توکل کے خلاف نہیں ہے اس لیے کہ علاج خود رسول اللہؐ نے کیا ہے اور سلف کے علماء اور فضلاء نے کیا ہے اور جس سبب پر یقین ہو جیسے کھانا اور پینا سیری کے لیے وہ توکل کو نہیں بگاڑتا اسی لیے انھوں نے علاج کرنا نہیں چھوڑا نہ روٹی کمانے کو اپنے لیے اور بال بچوں کے لیے توکل کے خلاف کیا مگر یہ سب جب ہے کہ اس کا بھروسہ خدا پر ہو نہ اپنی دوا اور علاج اور کمائی پر اور داغ دینے اور دوسرے قسم کے علاج میں فرق بیان کرنا بہت طول چاہتا ہے اور حضرت نے دونوں کو جائز رکھا ہے اور دونوں کی تعریف کی ہے۔ لیکن ایک نکتہ میں بیان کرتا ہوں جو کافی ہے وہ یہ ہے کہ حضرتؐ نے اپنی بھی دوا کی اور دوسروں کی بھی دوا کی اور داغ آپ نے نہیں دیا البتہ دوسرے کو دیا ہے اور حدیث صحیح میں ممانعت آئی ہے داغ دینے سے اور آپؐ نے فرمایا مجھے داغ دینا اچھا نہیں لگتا۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا اور ظاہر وہی معنی ہے جو خطابی نے اختیار کیا اور حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں کا اعتقاد خدا پر قوی ہوگا اور وہ ہر کام کو خدا کے سپرد کرتے ہونگے تو جو آفت ان پر آوے اس کے دفع کے لیے دنیاوی اسباب کی طرف انھوں نے توجہ نہیں کی اور بے شک درجہ بہت افضل ہے لیکن رسول اللہؐ نے جو علاج کیا ہے وہ اس واسطے کہ علاج کا جائز ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ انتہیٰ ما قال النووی۔

نووی نے کہا سلف اور خلف نے توکل کی حقیقت میں اختلاف کیا ہے۔ امام ابوجعفر طبری نے ایک جماعت سلف سے نقل کیا ہے کہ توکل یہ ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہ رہے نہ درندے کا نہ دشمن کا اور روٹی کمانے میں کوشش چھوڑ دے اس خیال سے کہ اللہ ضامن ہے رزق کا اور دلیل ان لوگوں کی حدیثیں ہیں اور ایک جماعت نے کہا توکل یہ ہے انسان خدائے تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اس امر کا یقین کرے کہ اس کا حکم جاری ہے لیکن کوشش کرے روٹی کمانے میں اور دشمن سے بچنے میں جیسے پیغمبروں نے کیا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ

عُكَّاشَةُ فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ ((أَنْتَ مِنْهُمْ)) قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ ((سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ)).

کیا یارسول اللہ! دعا فرمائیے کہ خدا مجھ کو ان لوگوں میں سے کرے آپ نے فرمایا تو ان میں سے ہے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبیؐ دعا کرو کہ خدا مجھ کو بھی ان لوگوں میں سے کرے۔ آپ نے فرمایا کہ پہل عکاشہ کر چکا ہے۔

٥٢٥- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ)) قَالُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ)).

٥٢٥- عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہونگے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ جو نہ منتر کرتے ہیں نہ بدشگون لیتے ہیں نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

٥٢٦- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ لَا يَدْرِي أَبُو حَازِمٍ أَيُّهُمَا قَالَ مُتَمَاسِكُونَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ وُجُوهُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ)).

٥٢٦- سہل بن سعدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ (ابو حازم جو راوی ہے اس حدیث کا اس کو یاد نہیں رہا کہ سہل نے ستر ہزار کہا یا سات لاکھ) آدمی جنت میں جائیں گے ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے (یعنی ایک کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں ہو گا صف باندھے ہوئے تاکہ سب ایک ساتھ جنت میں جائیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جنت کا دروازہ کتنا چوڑا ہے) کوئی ان میں سے پہلے جنت میں نہ گھسے گا جب تک اخیر کا شخص نہ گھس لے اور ان کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔

طبری اور اکثر فقہاء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور بعض صوفیوں نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے لیکن صوفیہ اکثر فقہاء کے موافق ہیں پر وہ یہ کہتے ہیں کہ توکل صحیح نہیں ہوتا جب تک دنیا کے اسباب کا خیال رہے یا ان اسباب پر دل کو اطمینان ہو البتہ اسباب کا کرنا اللہ کا بتلایا ہوا طریقہ ہے اور اس میں اس کی حکمت ہے مگر یہ ضروری ہے کہ بھروسہ اللہ ہی پر ہو اور اس امر کا یقین ہو کہ دنیا کے اسباب سے نہ نفع ہوتا ہے نہ ضرر ہوتا ہے بلکہ نفع اور نقصان اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ استاد ابوالقاسم قشیری نے کہا کہ توکل کی جگہ دل ہے اور ظاہر کی حرکت دل کے توکل کے خلاف نہیں بشرطیکہ بندہ کو یقین ہو کہ آسانی اور سختی سب خدا کی تقدیر سے ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری نے کہا توکل یہ ہے کہ اللہ کی مشیت پر راضی ہو جائے اور جو اس کا ارادہ ہو اس پر چھوڑ دے۔ ابو عثمان حیریؒ نے کہا توکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافی سمجھے اور اس پر بھروسہ رکھے۔ بعضوں نے کہا توکل یہ ہے کہ کم و بیش سب کو برابر سمجھے۔ واللہ اعلم۔

۵۲۷- عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ أَيُّكُمْ رَأَى الْكَوْكَبَ الَّذِي انْقَضَّ الْبَارِحَةَ قُلْتُ أَنَا ثُمَّ قُلْتُ أَمَا إِنِّي لَمْ أَكُنْ فِي صَلَاةٍ وَلَكِنِّي لُدِغْتُ قَالَ فَمَاذَا صَنَعْتَ قُلْتُ اسْتَرْقَيْتُ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ قُلْتُ حَدِيثٌ حَدَّثَنَاهُ الشَّعْبِيُّ فَقَالَ وَمَا حَدَّثَكُمُ الشَّعْبِيُّ قُلْتُ حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ حُصَيْبٍ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ فَقَالَ قَدْ أَحْسَنَ مَنِ انْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ وَلَكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي فَقِيلَ لِي هَذَا مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْمُهُ وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي هَذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ**)). ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمْ

۵۲۷- حصین بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں سعید ابن جبیرؒ کے پاس تھا انھوں نے کہا کہ تم میں سے کس نے اس ستارہ کو دیکھا جو کل رات کو ٹوٹا تھا؟ میں نے کہا میں نے دیکھا کہ میں کچھ نماز میں مشغول نہ تھا (اس سے یہ غرض ہے کہ کوئی مجھ کو عابد، شب بیدار نہ خیال کرے) بلکہ مجھے بچھو نے ڈنگ مارا تھا (تو میں سو نہ سکا اور تارا ٹوٹتے ہوئے دیکھا)۔ سعیدؒ نے کہا پھر تو نے کیا کیا؟ میں نے کہا منتر کرایا میں نے۔ انھوں نے کہا تو نے منتر کیوں کرایا؟ میں نے کہا اس حدیث کی وجہ سے جو شعبیؒ نے ہم سے بیان کی۔ انھوں نے کہا شعبی نے کونسی حدیث بیان کی؟ میں نے کہا انھوں نے ہم سے حدیث بیان کی بریدہ بن حصیب اسلمیؓ سے انھوں نے کہا کہ منتر نہیں فائدہ دیتا مگر نظر کے لیے یا ڈنگ کے لیے (یعنی بد نظر کے اثر کو دور کرنے کے لیے یا بچھو اور سانپ وغیرہ کے کاٹنے کے لیے مفید ہے)۔ سعید نے کہا جس نے جو سنا اور اس پر عمل کیا تو اچھا کیا لیکن ہم سے تو عبداللہ بن عباسؓ نے حدیث بیان کی انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں میرے سامنے پیغمبروں کی امتیں لائی گئیں بعض پیغمبر ایسا تھا کہ اس کی امت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور بعض پیغمبر کے ساتھ ایک یا دو ہی آدمی تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا اتنے میں ایک بڑی امت آئی میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰؑ ہیں اور ان کی امت ہے تم آسمان کے کنارے کو دیکھو میں نے دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب دوسرے کنارے کی طرف دیکھو دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے، اور ان لوگوں میں ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب

(۵۲۷) ☆ خطابی نے کہا کہ بریدہؓ کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی منتر زیادہ فائدہ دینے ڈنگ کے منتر سے نہیں ہے اور نظر کی تاثیر میں کوئی شک نہیں اور وہ سچ ہے اور رسول اللہؐ نے منتر کیا ہے اور دوسروں کو منتر کا حکم بھی دیا ہے پھر اگر منتر قرآن کی آیتوں سے یا اللہ کے ناموں سے ہو تو اس کا کرنا مباح ہے اور کراہت اس منتر میں ہے جو عربی زبان میں نہ ہو اور جس کا مطلب معلوم نہ ہو اس احتمال سے کہ

الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ((مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ)) فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ ((هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ)) فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ ((سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ)).

اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے تو لوگوں نے گفتگو کی ان لوگوں کے بارے میں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے بعضوں نے کہا شاید یہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے بعضوں نے کہا نہیں شاید وہ لوگ ہیں جو اسلام کی حالت میں پیدا ہوئے ہیں اور انھوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ بعضوں نے کچھ اور کہا اتنے میں رسول اللہ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ کس چیز میں بحث کر رہے ہو؟ انھوں نے آپ کو خبر دی تب آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ منتر کرتے ہیں نہ منتر رکھتے ہیں نہ منتر کراتے ہیں نہ بدشگون لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر عکاشہ محصنؓ کا بیٹا کھڑا ہوا اور اس نے کہا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھ کو ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا تو ان لوگوں میں سے ہے۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا دعا کیجئے اللہ مجھ کو بھی ان لوگوں میں کرے آپ نے فرمایا کہ عکاشہؓ تجھ سے پہلے یہ کام کر چکا۔

۵۲۸- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ)) ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيثِ نَحْوَ حَدِيثِ هُشَيْمٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَ حَدِيثِهِ.

۵۲۸- ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں باقی حدیث وہی ہے جو اوپر گذری ہے۔

بَابُ كَوْنِ هَذِهِ الْأُمَّةِ نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

باب: جنت کے آدھے لوگ اس امت کے ہونگے

۵۲۹- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ

۵۲۹- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ جنتیوں کے چوتھائی تم میں سے ہوں گے۔ یہ سن کر ہم نے تکبیر کہی (خوشی کے مارے)

کہ شاید اس میں کفر کے الفاظ ہوں یا کوئی بات ایسی ہو جس سے شرک لازم آوے اور احتمال ہے کہ منتر مکروہ ہو جو جاہلیت کے طرز پر ہو۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا جنات ہماری مدد کرتے ہیں اور آفتوں کو دور کرتے ہیں۔ تمام ہوا کلام خطابی کا۔

(۵۲۹)☆ یعنی دنیا میں ہر ایک زمانہ میں کافروں کی تعداد بڑھی رہی اس وجہ سے جنتی لوگ بہت کم ہونگے اور اس امت کے لوگ

تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذَلِكَ مَا الْمُسْلِمُونَ فِي الْكُفَّارِ إِلَّا كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِي ثَوْرٍ أَسْوَدَ أَوْ كَشَعْرَةٍ سَوْدَاءَ فِي ثَوْرٍ أَبْيَضَ))۔

پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہوتے کہ تہائی جنتیوں کے تم ہو گے۔ یہ سن کر ہم نے تکبیر کہی پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ جنتیوں میں آدھے تم لوگ ہو نگے اور اس کی وجہ یہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں مسلمان کافروں میں ایسے ہیں جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل میں ہو یا ایک سیاہ بال سفید بیل میں ہو۔

۵۳۰- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِينَ رَجُلًا فَقَالَ ((أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَذَاكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ))۔

۵۳۰- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ایک خیمہ میں جس میں قریب چالیس آدمیوں کے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ جنتیوں کے چوتھائی تم لوگ ہو۔ ہم نے کہا ہاں پھر آپ نے فرمایا تم اس بات سے خوش ہو کر جنتیوں کے ایک تہائی تم ہو ہم نے کہا ہاں آپ نے فرمایا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے مجھے امید ہے کہ تم جنتیوں کے آدھے ہو گئے اور یہ اس لیے کہ جنت میں وہی جاوے گا جو مسلمان ہے اور مسلمان مشرکوں کے اندر ایسے ہیں جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں ہو یا ایک سیاہ بال لال بیل کی کھال میں ہو۔

۵۳۱- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَسْنَدَ ظَهْرَهُ إِلَى قُبَّةِ أَدَمٍ فَقَالَ ((أَلَا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اللَّهُمَّ اشْهَدْ أَتُحِبُّونَ أَنَّكُمْ رُبُعُ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَقُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ ((أَتُحِبُّونَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُو

۵۳۱- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ خطبہ پڑھا ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے تو ٹیکا دیا اپنی پیٹھ کا چمڑے کے ڈیرہ پر اور فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ نہ جائے گا کوئی جنت میں مگر وہ جو مسلمان ہے یا اللہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا یا اللہ تو گواہ رہ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جنت کے چوتھائی لوگ تم میں سے ہوں؟ ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ جنت کے تہائی لوگ تم میں

ﷺ جنتیوں کے آدھے عدد کو گھیر لیں گے۔ اگر جنتی بہت ہوتے تو البتہ ان کے آدھے لوگ اس امت سے ہونا قیاس سے بعید تھا۔

(۵۳۱) ☆ آپ نے پہلی ہی بار یہ نہ فرمایا بلکہ پہلے چوتھائی پھر ثلث پھر نصف فرمایا اس سے یہ غرض ہے کہ زیادہ خوشی ہو دوسری یہ کہ ان کی عزت اور عظمت ثابت ہو اس لیے کہ بار بار کسی آدمی کو دینے سے نکلتا ہے کہ دینے والے کو اس کا بڑا خیال ہے تیسری یہ کہ وہ لوگ بار بار خدا کی تعریف کریں گے اور اس کا شکر ادا کریں گے۔ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ امت محمدی میں سے جنت کے آدمی آدھے لوگ ہو نگے اور دوسری حدیث میں یوں ہے کہ جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہو نگی ان میں سے اسی صفیں اس امت کے لوگوں کی ہوں گی۔ اس سے یہ تج

أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ مَا أَنْتُمْ فِي سِوَاكُمْ مِنَ الْأُمَمِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ)).

سے ہوں؟ سب نے کہاہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم جنتیوں کے نصف ہو گے تم مخالف لوگوں میں ایسے ہو جیسے ایک سیاہ بال سفید بیل میں یا ایک سفید بال سیاہ بیل میں۔

بَابُ قَوْلِهِ يَقُولُ اللَّهُ لِآدَمَ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ

باب: اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بیان کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے کہیں گے کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخی نکال لو

۵۳۲- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ قَالَ يَقُولُ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ قَالَ فَذَاكَ حِينَ يَشِيبُ الصَّغِيرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ)) قَالَ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّنَا ذَلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ ((أَبْشِرُوا فَإِنَّ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلْفًا وَمِنْكُمْ رَجُلٌ)) قَالَ ثُمَّ ((قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَحَمِدْنَا اللَّهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ ((وَالَّذِي

۵۳۲- ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم وہ کہیں گے حاضر ہوں تیری خدمت میں تیری اطاعت میں اور سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے حکم ہو گا کہ دوزخیوں کی جماعت نکالو۔ وہ عرض کریں گے دوزخیوں کی کیسی جماعت؟ حکم ہو گا ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے آدمی نکالو جہنم کے لیے اور ایک آدمی فی ہزار جنت میں جائے گا۔ آپ نے فرمایا یہی تو وقت ہے جب بچہ بوڑھا ہو جائے گا بوجہ ہول اور خوف کے یا اس دن کی درازی کی وجہ سے اور ہر ایک پیٹ والی عورت اپنا پیٹ ڈال دے گی اور تو دیکھے گا لوگوں کو جیسے نشہ میں مست ہیں اور وہ مست نہ ہوں گے۔ پر اللہ کا عذاب سخت ہو گا صحابہؓ اس امر کے سننے سے بہت پریشان ہوئے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ دیکھیے اس ہزار میں سے ایک آدمی جو جنتی ہے ہم میں سے کون نکلتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم خوش ہو جاؤ کہ یاجوج و ماجوج کے کافر اس قدر ہیں کہ اگر ان کا حساب کرو تو تم میں سے ایک آدمی اور ان میں سے ہزار آدمی پڑیں۔ پھر آپ نے فرمایا قسم اس ذات

ﷺ معلوم ہوتا ہے کہ دو تہائی جنتی امت محمدی میں سے ہوں گے شاید پہلے رسول اللہ کو نصف کی خبر دی گئی ہو گی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے اور بڑھا دیا دو تہائی جنتی آپ کی امت میں سے کئے۔ (نووی)

(۵۳۲) ☆ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ باتیں کس وقت ہوں گی۔ بعضوں نے کہا قیامت قائم ہوتے وقت دنیا فنا ہونے سے پہلے اور بعضوں نے کہا حشر کے دن اس صورت میں بچہ گرا دینے سے یہ مراد ہے کہ اس وقت ایسا ہول ذر ہو گا کہ اگر کوئی عورت وہاں حاملہ ہو تو اس کا بچہ گر جائے اور یہی مراد ہے بچہ کے بوڑھے ہونے سے (نوویؒ) وہب بن منبہ اور مقاتل نے کہا کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح کے

نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَحَمِدْنَا اللَّهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنَّ مَثَلَكُمْ فِي الْأُمَمِ كَمَثَلِ الشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الْحِمَارِ)).

کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے امید ہے کہ جنت کے ایک چوتھائی آدمی تم میں سے ہونگے۔ اس پر ہم نے اللہ کی تعریف کی اور تکبیر کہی پھر آپ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے امید ہے کہ جنت کے تہائی آدمی تم میں سے ہونگے اس پر ہم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور تکبیر کہی پھر آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے امید ہے کہ جنت کے آدھے آدمی تم میں سے ہوں گے۔ تمہاری مثال اور امتوں کے سامنے ایسی ہے جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں ہو یا ایک نشان گدھے کے پاؤں میں۔

۵۳۴- عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَا ((مَا أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ)) وَلَمْ يَذْكُرَا أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الْحِمَارِ.

۵۳۴- دوسری روایت کا بیان وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں یہ ہے کہ تم اس دن اور لوگوں کے سامنے ایسے ہو جیسے ایک سفید بال کالے بیل میں یا ایک سیاہ بال سفید بیل میں اور گدھے کے پاؤں کے نشان کا ذکر نہیں کیا۔

☆ ☆ ☆

لی کی اولاد کو کہتے ہیں اور ضحاک نے کہا وہ ترکوں کی ایک قوم ہے اور کعب نے کہا وہ آدم کی اولاد ہیں لیکن حوا کے پیٹ سے نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز آدم کو احتلام ہوا انکا نطفہ مٹی میں مل گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس مٹی سے یاجوج ماجوج کو پیدا کیا۔ واللہ اعلم۔ (نووی)

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

طہارت کے مسائل

ہر چند ایمان کے بعد سب عبادات میں نماز مقدم ہے پر نماز کی شرط طہارت ہے اس لیے پہلے طہارت کو بیان کیا۔

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ

باب: وضو کی فضیلت کا بیان

٥٣٤- عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ

۵۳۴- ابومالک اشعریؓ سے (جن کا نام حارث یا عبید یا کعب بن عاصم یا عمرو ہے) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طہارت آدھے ایمان کے برابر ہے اور الحمد للہ بھر دے گا ترازو کو (یعنی اس قدر اس کا ثواب عظیم ہے کہ اعمال تولنے کا ترازو اس کے اجر سے بھر جاوے گا) اور سبحان اللہ اور الحمد للہ دونوں بھر دیں گے آسمانوں اور زمین کے بیچ کی جگہ کو (اگر ان کا ثواب ایک جسم کی شکل فرض کیا

---

(۵۳۴) ☆ یعنی طہارت کا ثواب اس قدر بڑھتا ہے کہ ایمان کے آدھے ثواب کے برابر ہو جاتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایمان ان سب گناہوں کو جو ایمان سے پہلے ہوئے مٹا دیتا ہے۔ اسی طرح وضو کا بھی حال ہے کیونکہ وضو بغیر ایمان کے صحیح نہیں ہوتا اور جب وضو ایمان پر موقوف ہوا تو آدھے ایمان کے برابر ہوا اور بعضوں نے کہا کہ ایمان سے اس حدیث میں نماز مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما کان اللہ لیضع ایمانکم یعنی اللہ تمہاری نماز کو بیکار نہیں کرے گا اور طہارت شرط ہے نماز کی اس لیے آدھی نماز کے برابر ہوئی اور حدیث میں شطر کا لفظ ہے اور شطر میں یہ ضروری نہیں کہ برابر آدھوں آدھ ہوں اور یہ سب قولوں میں اچھا ہے اور احتمال ہے کہ مراد حدیث سے یہ ہو کہ ایمان کے دو جزو ہیں ایک دل سے یقین کرنا دوسرا ظاہر میں اطاعت کرنا۔ اور طہارت مقدمہ ہے نماز کا اور نماز اطاعت ہے اس لیے طہارت شطر ایمان ٹھہری! واللہ اعلم (نووی) اور نماز روکتی ہے گناہوں سے اور باز رکھتی ہے برائیوں سے اور لے جاتی ہے ثواب اور نیکی کی طرف جیسے نور سے یہ باتیں حاصل ہوتی ہیں اور بعضوں نے کہا کہ نماز نور ہے اس وجہ سے کہ نماز پڑھنے سے طرح طرح کے معارف اور مکاشفات حاصل ہوتے ہیں اس لیے کہ دل اس وقت فارغ ہوتا ہے اور متوجہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا مدد چاہو صبر اور نماز سے اور بعضوں نے کہا کہ پڑھنے والوں کے چہرے پر ایک نور ہوگا قیامت کے دن اور دنیا میں بھی نمازی کے چہرے پر نور ہوتا ہے واللہ اعلم (نووی) اور صدقہ دینے والے کی نجات کے لیے قیامت کے دن صدقہ دلیل ہوگا اس لیے کہ منافق صدقہ نہیں دیتا اور نہ صدقہ میں کوئی فائدہ خیال کرتا ہے اور وہ صبر جو شرعاً محبوب ہے وہ کیا ہے؟ صبر کرنا اللہ کی اطاعت پر اور صبر کرنا گناہوں سے بچنے کے لیے اور صبر کرنا مصیبتوں پر اور دنیا کی تکلیفوں پر اور غرض یہ ہے کہ صبر عمدہ چیز ہے اور جو شخص صابر ہے وہ ہدایت اور روشنی کی راہ پر ہے۔ ابراہیم خواص نے فرمایا صبر کیا ہے جمے رہنا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہؐ پر۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ صبر کیا ہے بلا کے وقت اپنی زبان کو تھامے رہنا ادب کے ساتھ۔ استاذ ابو علی دقاق ﷫

لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا)).

جائے) اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن دلیل ہے دوسرے پر یا دوسرے کی دلیل ہے تجھ پر (یعنی اگر سمجھ کر پڑھے اور فائدہ اٹھائے تو تیری دلیل ہے نہیں تو دوسرے کو فائدہ ہوگا اور تو محروم رہے گا) ہر ایک آدمی (بھلا ہو یا برا) صبح کو اٹھتا ہے یا پھر اپنے تئیں آزاد کرتا ہے نیک کام کر کے خدا کے عذاب سے یا برے کام کر کے اپنے تئیں تباہ کرتا ہے۔

بَابُ وُجُوبِ الطَّهَارَةِ لِلصَّلَاةِ

باب: نماز کے لیے طہارت کا ہونا ضروری ہے۔

۵۳۵- عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى ابْنِ عَامِرٍ يَعُودُهُ وَهُوَ مَرِيضٌ فَقَالَ أَلَا تَدْعُو اللَّهَ لِي يَا ابْنَ

۵۳۵- مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ ابن عامر کے پاس آئے وہ بیمار تھے ان کے پوچھنے کو۔ ابن عامر نے کہا اے ابن عمر تم میرے لیے دعا نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا کہ

ﷺ نے کہا صبر کی حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا اس پر اعتراض نہ کرے لیکن ظاہر کرنا اپنی مصیبت کا صبر کے خلاف نہیں اگر بطور شکایت کے نہ ہو کیونکہ ایوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے صابر کہا ہے اور انھوں نے یہ کہا تھا کہ مجھے دکھ اور بیماری ہے۔ (نووی)

(۶۳۵) ☆ نووی نے کہا یہ حدیث نص ہے طہارت کے وجوب پر نماز کے لیے اور اجماع کیا ہے امت نے اس امر پر کہ طہارت شرط ہے نماز کے صحت کی۔ قاضی عیاض نے کہا اختلاف کیا ہے علماء نے کہ طہارت کیا فرض ہوتی ہے نماز کے لیے۔ ابن جہم نے کہا شروع اسلام میں وضو سنت تھا پھر آیت تیمم میں اس کی فرضیت اتری اور جمہور نے کہا ہے کہ وضو اس سے پہلے بھی فرض تھا پر انھوں نے اختلاف کیا ہے اس میں ہر ایک نماز کے لیے وضو فرض ہے یا اسی حالت میں جب محدث (بے وضو) ہو تو سلف کے کئی علماء اس طرف گئے ہیں کہ ہر نماز کے لیے وضو فرض ہے اگرچہ محدث نہ ہوا ہو اور دلیل ان کی قول ہے اللہ تعالیٰ کا اذا قمتم الی الصلوۃ اخیر تک یعنی جب تم اٹھو نماز کے لیے تو دھوؤ منہ اور ہاتھ اور اس میں قید حدث کی نہیں ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ اوائل اسلام میں ایسا ہی حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا اور بعضوں نے کہا کہ یہ حکم استحباباً ہے نہ وجوباً اور بعضوں کے نزدیک وضو اسی وقت مشروع ہوا تھا جب آدمی محدث ہو البتہ تازہ وضو کرنا ہر ایک نماز کے لیے مستحب ہے اور اسی قول پر اجماع کیا اہل فتویٰ نے اور ان میں کوئی اختلاف نہیں رہا اور آیت مذکورہ میں محدثین کا لفظ مقدر ہے یعنی جب اٹھو تم نماز کے لئے حدث کی حالت میں۔ تمام ہوا کلام قاضیؒ کا۔ ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے اس میں کہ وضو کے واجب ہونے کی علت کیا ہے بعضوں نے کہا وضو واجب ہو جاتا ہے حدث سے اور بعضوں نے کہا واجب نہیں ہوتا جب تک نماز کے لیے نہ اٹھیں اور بعضوں نے کہا دونوں امروں سے واجب ہو جاتا ہے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی راجح ہے اور اجماع کیا ہے امت نے کہ نماز بغیر طہارت کے حرام ہے خواہ یہ طہارت پانی سے ہو یا مٹی سے اور کوئی فرق نہیں ہے فرض اور نفل نماز میں اور سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر اور جنازہ کی نماز میں مگر شعبی اور محمد بن جریر طبری سے منقول ہے کہ جنازہ کی نماز بغیر طہارت کے جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے اور ابن تیمیہؒ سے منقول ہے کہ سجدہ تلاوت بغیر طہارت کے درست ہے اور اجماع کیا ہے علماء نے اس کے خلاف پر اگر کسی شخص نے عمداً بے وضو نماز پڑھی تو وہ گنہگار ہوگا لیکن کافر نہ ہوگا یہی ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا اس لیے کہ اس نے دین کے ساتھ ٹھٹھا کیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ کفر نہیں ہوتا مگر اعتقاد سے اور اس مصلی کا اعتقاد تو صحیح ہے۔ یہ جب ہے کہ اس مصلی کو کوئی عذر نہ ہو اگر عذر ہو مثلاً پانی نہ ملے نہ مٹی تو اس ☜

عُمَرَ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((**لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ**)) وَكُنْتَ عَلَى الْبَصْرَةِ.

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اللہ نہیں قبول کرتا نماز کو بغیر طہارت کے اور نہیں قبول کرتا صدقہ اس مال غنیمت میں سے جو تقسیم سے پہلے اڑا لیا جاوے اور تم تو بصرے کے حاکم ہو چکے ہو۔

۵۳۶- عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

۵۳۶-مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

۵۳۷- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((**لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ**)).

۵۳۷- ہمام بن منبہ سے روایت ہے جو وہب بن منبہ کے بھائی ہیں انھوں نے کہا یہ وہ حدیثیں ہیں جو ابو ہریرہؓ نے ہم سے بیان کیں حضرت محمدؐ سے پھر ذکر کیا کئی حدیثوں کو ان میں ایک حدیث یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نہیں قبول کرتا تم میں سے کسی کی نماز جب وہ بے وضو ہو یہاں تک کہ وضو کرے۔

بَابُ صِفَةِ الْوُضُوءِ وَكَمَالِهِ

باب: وضو کی ترکیب اور اس کے پورا کرنے کا بیان

۵۳۸- عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ

۵۳۸- حمران سے روایت ہے جو مولیٰ (آزاد کیے ہوئے غلام) تھے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے انھوں نے کہا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا اور وضو کیا تو

☆ میں امام شافعی کے چار قول ہیں اور ہر ایک قول کی طرف علماء گئے ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ نماز پڑھ لیوے بغیر طہارت کے پھر جب طہارت ممکن ہو تو نماز کا اعادہ کرے دوسرا قول یہ ہے کہ نماز نہ پڑھے اور جب طہارت ممکن ہو اس وقت قضا پڑھ لیوے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ نماز پڑھ لینا مستحب ہے لیکن قضا واجب ہے چوتھا قول یہ ہے کہ نماز پڑھ لیوے اور قضا واجب نہیں اور اسی قول کو مزنی نے اختیار کیا ہے اور یہ از روئے دلیل سب قولوں میں قوی ہے اس لیے کہ نماز کا واجب ہونا تو حدیث سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا جب میں تم کو کسی کام کا حکم کروں تو اس کو بجالاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے اور اعادہ کے لیے کوئی نیا امر چاہیے اور وہ موجود نہیں۔ (نووی مع زیادۃ) اور مال غنیمت میں سے صدقہ قبول نہیں ہوتا اس وجہ سے کہ غنیمت کے مال میں سے ضرور تم نے چوری کی ہوگی یا اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق تم پر ہوں گے پھر ایسے شخص کے لیے دعا کیا فائدہ دے گی اور ظاہر ہے کہ ابن عمر کا کہنا بطریق زجر اور تشدد کے تھا اور اس سے غرض تھی کہ اب بھی ابن عامر غفلت سے بیدار ہو اور توبہ کرے۔ ورنہ دعا فاسقوں کے لیے مفید ہے۔ ہمیشہ رسول اللہؐ اور سلف اور خلف کافروں اور گنہگاروں کے لیے دعا کرتے رہے کہ خدا ان کو ہدایت کرے اور توبہ نصیب کرے۔ (نووی)

(۵۳۸) ☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شروع وضو میں پہنچوں کا تین بار دھونا سنت ہے اور اس پر اتفاق ہے علماء کا۔ (نووی)

نووی نے کہا کہ کلی کا کمال یہ ہے کہ پانی منہ میں لیوے پھر اسکو پھراوے بعد اس کے تھوک دیوے اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ پانی کو صرف منہ میں لیوے پھراوے نہیں لیکن پھرانا پانی کا تو قول مشہور کے موافق شرط نہیں ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ لیکن ☜

وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ	پہلے دونوں پہنچوں کو تین بار دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار منہ دھویا پھر داہنا ہاتھ دھویا کہنی تک تین بار پھر بایاں ہاتھ دھویا تین بار پھر مسح کیا سر پر پھر داہنا پاؤں دھویا تین بار پھر بایاں پاؤں دھویا تین بار بعد اس کے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی

ﷺ ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک شرط ہے اور یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے سر کے مسح میں اختلاف ہے۔ بعضوں کے نزدیک اگر گیلا ہاتھ سر پر رکھ لیا تو مسح ہو گیا اور بعضوں کے نزدیک اس کا پھرانا ضروری ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ پھرانا ضروری نہیں مثل اور اعضاء کا۔ ان تک پانی پہنچانا کافی ہے حدیث میں استنثار کا لفظ ہے اکثر اہل لغت اور فقہاء اور محدثینؒ نے استنثار کے معنی ناک چھینکنے کے لیے ہیں۔ ابن اعرابی اور ابن قتیبہ نے ناک میں پانی ڈالنے کے معنی کئے ہیں اور صحیح پہلا قول ہے اور دوسری روایت اس کی مؤید ہے اس میں یہ ہے کہ پہلے استنشاق کیا یعنی ناک میں پانی ڈالا پھر استنثار کیا یعنی ناک سنکی۔ فراء سے منقول ہے کہ استنثار کہتے ہیں ناک کے ہلانے کو طہارت میں اور استنشاق کہتے ہیں ناک کے اندر پانی پہنچنے کو اور سانس کے زور سے پانی کے اوپر کھینچنے کو۔ اور مستحب ہے کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے مگر جب روزہ سے ہو تو مبالغہ مکروہ ہے کیونکہ لقیطؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مبالغہ کرنا ناک میں پانی ڈالنے میں مگر جب تو روزہ دار ہو اور یہ حدیث صحیح ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے اسانید صحیحہ سے۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس طرح سے جب پانی ناک اور منہ میں پہنچ گیا تو مضمضہ اور استنشاق ادا ہو گا اور افضل کیونکر ہے۔ اس میں پانچ قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ تین چلو لیوے اور ہر ایک چلو میں سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ تیسرا یہ کہ ایک ہی چلو لیوے اور کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ چوتھا یہ ہے کہ دو چلو لیوے ایک چلو سے تین بار کلی کرے اور دوسرے چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔ پانچواں یہ کہ چھ چلو لیوے پہلے تین چلو سے کلی کرے پھر تین چلوؤں سے ناک میں پانی ڈالے اور صحیح پہلا قول ہے اور وہی احادیث سے ثابت ہے جن کو روایت کیا بخاری اور مسلم نے۔ (نووی)

نووی نے کہا یہ حدیث اصل عظیم ہے صفت وضو میں اور اجماع کیا ہے مسلمانوں نے کہ واجب ایک ایک بار دھونا ہے اور تین بار دھونا سنت ہے اور احادیث صحیحہ میں ایک ایک بار اور تین تین بار اور دو دو بار وارد ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ اختلاف دلیل ہے جواز کی اور تین بار کمال ہے اور ایک بار کافی ہے اور اس پر محمول ہے اختلاف احادیث کا اور راویوں نے جو اختلاف کیا ایک ہی صحابی سے تو یہ محمول ہے اس پر کہ بعضوں نے یاد رکھا اور بعض بھول گئے پھر جس نے زیادہ بیان کیا وہ قبول ہو گا اس لیے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور اختلاف کیا ہے علماء نے سر کے مسح میں تو امام شافعیؒ کے نزدیک مسح بھی تین بار کرنا مستحب ہے جیسے باقی اعضاء کا تین بار دھونا اور ابو حنیفہ اور مالک اور احمد اور اکثر علماء کے نزدیک سر کا مسح ایک بار سنت ہے اور ایک بار سے زیادہ نہ کرنا چاہیے اور احادیث میں ایک ہی بار مسح منقول ہے اور امام شافعی کی دلیل وہ حدیث ہے حضرت عثمان کی جو آگے آتی ہے کہ حضرتؓ نے وضو کیا تین تین بار اور قیاس کیا انھوں نے سر کو اور اعضاء پر اور جن حدیثوں میں ایک بار منقول ہے ان کا جواب دیا ہے کہ ایک بار مسح کرنا جواز کے بیان کے واسطے ہے اور ہمیشہ رسول اللہؐ نے وہ کیا ہے جو افضل تھا اور اجماع کیا ہے علماء نے منہ اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے دھونے کے وجوب پر لیکن روافض نے پاؤں کے مسح کو واجب کیا ہے اور یہ ان کی خطا ہے کس لیے کہ تمام نصوص متفق ہیں پاؤں کے دھونے پر اور جس نے رسول اللہ کا وضو نقل کیا ہے اس نے پاؤں کا دھونا روایت کیا ہے اسی طرح اجماع کیا ہے علماء نے سر کا مسح واجب ہے لیکن اختلاف کیا ہے اس کی مقدار میں۔ امام شافعی اور ایک جماعت کے نزدیک سارے سر کا مسح واجب ہے اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک چوتھائی سر کا۔ اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے وجوب میں چار مذہب ہیں ایک تو مذہب مالکؒ اور شافعی کا ﷺ

الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ عُلَمَاؤُنَا يَقُولُونَ هَذَا الْوُضُوءُ أَسْبَغُ مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ أَحَدٌ لِلصَّلَاةِ.

اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اسی طرح جیسے میں نے اب وضو کیا پھر فرمایا جو شخص میرے وضو کی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعتیں پڑھے کھڑے ہو کر بیچ میں ان کے اور کسی خیال میں غرق نہ ہو تو اس کے اگلے گناہ سب بخش دیے جائیں گے۔ ابن شہابؒ نے کہا ہمارے علماء کہتے تھے کہ یہ وضو سب وضوؤں میں پورا ہے جو نماز کے لیے کیا جائے۔

ہے کہ یہ دونوں سنت ہیں وضو اور غسل میں اور سلف میں سے حسن بصری اور زہریؒ اور حاکمؒ اور قتادہؒ اور ربیعہؒ اور یحییٰؒ بن سعید انصاری اور اوزاعی اور لیث بن سعدؒ اسی طرف گئے ہیں اور عطا اور احمدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں واجب وضو اور غسل دونوں میں اور وضو اور غسل صحیح نہیں ہوتے بغیر ان کے اور یہی مشہور ہے احمد بن حنبلؒ سے اور یہی مذہب ہے ابن ابی لیلیٰ اور حمادؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا اور ایک روایت ہے عطاء سے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں غسل میں واجب ہیں وضو میں واجب نہیں اور یہی قول ہے ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کا۔ چوتھا مذہب یہ ہے کہ ناک میں پانی ڈالنا وضو اور غسل دونوں میں واجب ہے اور کلی کرنا دونوں میں سنت ہے اور یہی قول ہے ابو ثورؒ اور ابو عبیدؒ اور داؤدؒ ظاہری اور ابو بکر بن منذر کا اور ایک روایت ہے احمد سے اور اتفاق کیا ہے جمہور علماء نے اس پر کہ وضو اور غسل دونوں میں پانی بہانا اعضا پر کافی ہے اور ملنا ضروری نہیں اور مالکؒ اور مزنیؒ نے ملنا شرط کیا ہے اسی طرح جمہور علماء نے اتفاق کیا ہے کہ ٹخنوں اور کہنیوں کا دھونا واجب ہے اور زفر اور داؤد ظاہری کے نزدیک واجب نہیں اور اتفاق کیا علماء نے ٹخنوں سے مراد وہ دو اونچی ہڈیاں ہیں جو پنڈلی اور پاؤں کے بیچ میں ہیں اور ہر ایک پاؤں میں دو ٹخنے ہیں اور رافضیوں نے ایک نادر بات کہی ہے کہ ہر ایک پاؤں میں ایک ٹخنہ ہے اور ٹخنہ وہ ہڈی ہے جو پاؤں کے بیچ میں ہے جہاں پر چپل کا تسمہ رہتا ہے اور امام محمد سے بھی یہ منقول ہے پر صحیح نہیں اور خلاف ہے لغت کے اور اس حدیث سے بھی یہ بات نکلتی ہے کہ ہر ایک پاؤں میں دو ٹخنے ہیں اور دلائل اس کے بہت ہیں اور میں نے ان سب دلائل کو تفصیل سے شرح مہذب میں بیان کیا ہے اور سب مذاہب کے اختلاف کو اور ان کے وجوہ کو مفصل ذکر کیا ہے اور یہاں میرا مقصد یہی تھا کہ حدیث سے متعلق امور کو بیان کروں۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کسی آدمی کے منہ دو ہوں تو دونوں کا دھونا واجب ہے اور اگر تین ہاتھ یا تین پاؤں ہوں اور سب برابر کے ہوں تو سب کا دھونا واجب ہوگا اور اگر زائد ہاتھ ناقص ہو لیکن فرض کی جگہ پر ہو یعنی کہنی کے اس طرف تو اس کو دھونا چاہیے اور جو کہنی سے اوپر اگا ہو تو اس کا دھونا فرض نہیں اگر کسی کا ہاتھ کہنی سمیت کاٹ ڈالا گیا تو اب باقی ہاتھ کا دھونا فرض نہیں لیکن مستحب ہے کہ اس کو دھو لیوے تاکہ عضو طہارت سے خالی نہ رہے۔ (نوویؒ)

نووی نے کہا مراد ان گناہوں سے صغیرہ گناہ ہیں نہ کبیرہ اور اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ ہر وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے اور یہ سنت موکدہ ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے کہا کہ یہ دو رکعتیں ہر وقت پڑھ سکتا ہے یعنی ان وقتوں میں بھی جن میں نماز پڑھنا منع ہے اور دلیل اس کی حدیث ہے بلال کی جو صحیح بخاری میں ہے کہ وہ جب وضو کرتے تو نماز پڑھتے اور کہتے کہ سب عملوں میں اس عمل کی زیادہ امید ہے اور اگر وضو کے بعد فرض پڑھا اور کوئی نفل پڑھے تب بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی اور یہ جو فرمایا بیچ میں اور کسی خیال میں غرق نہ ہو اس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا کے خیالوں میں نہ پھنسے جو نماز سے علاقہ نہیں رکھتے اگر کسی قسم کا خیال دل میں گزرے اور اسی وقت اس کو ٹال دے اس میں غرق نہ ہو تو معاف ہے اور خدا چاہے تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی کیونکہ اس میں اس کا اختیار نہیں۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس قسم کے خیالات جو دل میں گزریں معاف کر دیے ہیں اور اس کا بیان اوپر کتاب الایمان

۵۳۹- عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

۵۳۹- حمران سے روایت ہے جو مولیٰ (غلام آزاد) تھے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے انھوں نے دیکھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو انھوں نے ایک برتن پانی کا منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا ان کو دھویا پر داہنا ہاتھ برتن کے اندر ڈال دیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر منہ کو تین بار دھویا اور دونوں پاؤں کو تین بار دھویا پھر کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے بعد اس کے دو رکعتیں پڑھے اور دل اور خیال میں نہ لگاوے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ وَالصَّلَاةِ عَقِبَهُ

باب: وضو کی اور اس کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

۵۴۰- عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَهُوَ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ عِنْدَ الْعَصْرِ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَوْلَا آيَةٌ[1] فِي كِتَابِ اللَّهِ

۵۴۰- حمران سے روایت ہے جو مولیٰ تھے عثمان بن عفانؓ کے انھوں نے کہا کہ میں نے سنا عثمان بن عفانؓ سے وہ مسجد کے سامنے تھے اتنے میں موذن ان کے پاس آیا عصر کی نماز کے وقت انھوں نے وضو کا پانی منگوایا اور وضو کیا پھر کہا قسم اللہ کی میں تم سے

میں گزر چکا۔

یعنی اس حدیث میں وضو کا ذکر ہے یہ کامل وضو ہے۔ اب اس سے بڑھانا اور تین بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے جب ہر ایک بار میں سارا عضو دھل جاوے۔ اگر دو بار میں سارا عضو دھلے تو وہ ایک ہی بار سمجھا جاوے گا اگر کسی کو شک ہو گیا کہ دو بار دھویا یا تین بار تو دو بار سمجھے اور ایک بار اور دھولے یہی ٹھیک ہے اور جوینیؒ نے کہا تین بار سمجھے اس لیے کہ دو بار کافی ہے اور چوتھی بار دھونا بدعت ہے اور بعض اس حدیث سے دلیل لائے ہیں کہنیوں اور ٹخنوں سے زیادہ دھونے کی کراہت پر حالانکہ ہمارے نزدیک یہ بہتر ہے اور ابن شہاب کے قول سے اس کی کراہت نہیں نکلتی۔ (نووی)

(۵۳۹) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ کلی اور ناک کے لیے داہنے ہاتھ سے پانی لینا چاہیے اور یہ بھی دلیل لاتے ہیں اس حدیث سے کہ کلی اور ناک میں ایک ہی چلو سے پانی لیوے اور یہ ایک طرح ہے ان پانچوں طرحوں میں سے جن کو ہم نے اوپر بیان کیا اسی طرح یہ دلیل بھی بیان کرتے ہیں کہ دونوں پہنچوں کو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دھونا چاہیے اگرچہ نیند سے بیدار نہ ہوا ہو جب ہاتھوں کی نجاست کا گمان ہو اور ہمارا مذہب یہی ہے۔ انتہی

[1] وہ آیت یہ ہے ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی من بعد ما بینه للناس فی الکتاب اولئك یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون یعنی جو لوگ چھپاتے ہیں ان باتوں کو جو کھلی ہیں اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم نے بیان کر دیا ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں تو حضرت عثمانؓ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کی بات کا بتلانا

مَا حَدَّثْتُكُمْ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ فَيُصَلِّي صَلَاةً إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي تَلِيهَا)).

ایک حدیث بیان کرتا ہوں اگر اللہ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہو تو میں تم سے بیان نہ کرتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نماز سے لے کر دوسری نماز تک ہونگے۔

۵۴۱- عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ ((فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ)).

۵۴۱- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے اتنا فرق ہے کہ اپنا وضو اچھی طرح کرے پھر فرض نماز پڑھے۔

۵۴۲- عَنْ حُمْرَانَ أَنَّهُ قَالَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ وَاللَّهِ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا وَاللَّهِ لَوْلَا آيَةٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثْتُكُمُوهُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي تَلِيهَا)) قَالَ عُرْوَةُ الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى إِلَى قَوْلِهِ اللَّاعِنُونَ .

۵۴۲- حمران سے روایت ہے جب حضرت عثمانؓ وضو کر چکے تو انھوں نے کہا قسم اللہ کی میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں اگر اللہ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں اس حدیث کو تم سے بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نماز کے بعد سے دوسری نماز تک ہونگے۔ عروہ نے کہا وہ آیت یہ ہے ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی الی قولہ اللاعنون۔

۵۴۳ -عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ فَدَعَا

۵۴۳- عمرو بن سعید بن عاص سے روایت ہے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا انھوں نے وضو کا پانی منگوایا پھر کہا

ﷺ دینا اور اس کا پہنچا دینا واجب نہ کیا ہوتا تو مجھے کچھ حدیث بیان کرنے کی حرص نہیں کہ میں خواہ مخواہ یہ تم سے بیان کرتا۔ اگرچہ یہ آیت اہل کتاب کی شان میں ہے مگر جو کوئی ان کے سے کام کرے اور دین کی بات کو ضرورت کے وقت چھپائے اس کی شان میں یہی وعید ہو سکتی ہے اور ایک حدیث مشہور بھی موجود ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص علم کی بات چھپاوے اللہ تعالیٰ اس کو آگ کی لگام لگادے گا اور اچھی طرح وضو کرنا یعنی پورا اس کے شرائط اور آداب کے ساتھ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے آداب اور شرائط سیکھنا اور ان پر عمل کرنا احتیاط کے ساتھ مستحب ہے اور چاہیے کہ آدمی اس طرح سے وضو کرے کہ سب اماموں کے نزدیک درست ہو جاوے اور اختلافات کی خصلتوں پر عمل نہ کرے اس لیے ضروری ہے کہ بسم اللہ شروع میں پڑھے نیت کرے ناک میں پانی ڈالے ناک چھنکے سارے سر پر مسح کرے اعضاء کو ملے پے درپے وضو کرے یعنی ایک عضو کو دھو کر ٹھہر نہ جائے یہاں تک کہ وہ سوکھ جائے ترتیب کی رعایت رکھے اس طرح سب اختلافی باتوں کو پیش نظر رکھے اور ایسا وضو کرے جو بالاجماع طہارت ہو۔ (نووی)

(۵۴۳) ☆ یعنی اس نماز اور وضو کی وجہ سے صغیرہ گناہ سب معاف ہو جائیں گے اور کبیرہ گناہ معاف نہ ہونگے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ صغیرہ ہی اس وقت معاف ہونگے جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے اگرچہ حدیث سے یہ احتمال ہوتا ہے مگر سیاق حدیث اس احتمال کا انکار ﷺ

بِطَهُورٍ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((مَا مِنْ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنْ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيرَةً وَذَلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ)).

میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے جو کوئی مسلمان فرض نماز کا وقت پائے پھر اچھی طرح وضو کرے اور دل لگا کر نماز پڑھے اور اچھی طرح رکوع اور سجدہ کرے تو یہ نماز اس کے اگلے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرے گا۔

٥٤٤- عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ لَا أَدْرِي مَا هِيَ إِلَّا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَالَ ((مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً)) وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدَةَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ فَتَوَضَّأَ.

۵۴۴- حمران سے روایت ہے جو مولیٰ تھے عثمان بن عفانؓ کے انھوں نے کہا میں عثمان بن عفان کے پاس وضو کا پانی لایا انھوں نے وضو کیا پھر کہا کہ بعض لوگ رسول اللہ ﷺ سے ایسی حدیثیں نقل کرتے ہیں جن کو میں نہیں جانتا پر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے وضو کیا اس طرح جیسے میں نے وضو کیا پھر فرمایا جو شخص اس طرح وضو کرے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کو نماز کا اور مسجد میں جانے کا الگ ثواب ہو گا۔ ابن عبدہ کی روایت میں یوں ہے کہ حمران نے کہا میں عثمانؓ کے پاس آیا انھوں نے وضو کیا (یعنی پانی لانے کا ذکر نہیں)۔

٥٤٥- عَنْ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ أَلَا أُرِيكُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَزَادَ قُتَيْبَةُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي أَنَسٍ قَالَ وَعِنْدَهُ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۵۴۵- ابوانس (مالک بن ابی عامر اصبحی مدنی جو دادا ہیں امام مالکؒ کے)۔ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے وضو کیا مقاعد میں پھر کہا کیا میں تم کو دکھلاؤں رسول اللہ ﷺ کا وضو؟ پھر وضو کیا تین تین بار۔ قتیبہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جس وقت حضرت عثمانؓ نے یہ حدیث بیان کی اس وقت ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کے کئی اصحاب موجود تھے۔

ﷺ کرتا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا یہ جو اس حدیث میں صغائر کا معاف ہونا مذکور ہے اہل سنت کا یہی مذہب ہے اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور فضل سے۔ (نووی)

(۵۴۵) ☆ مقاعد ان دکانوں کو کہتے تھے جو حضرت عثمانؓ کے گھر کے پاس تھیں اور بعضوں نے کہا مقاعد زینہ اور سیڑھی کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا وہ مقام جو انھوں نے کام کاج کے لیے بیٹھنے کا قرار دیا تھا۔ نووی نے کہا یہ حدیث اصل عظیم ہے اس مسئلہ کی کہ وضو میں ہر ایک کام تین تین بار کرنا چاہیے اور اوپر بیان کر چکے کہ تین بار بجالانا سنت ہے بالاجماع اور واجب ایک ہی بار ہے اور امام شافعی کا استدلال اسی حدیث سے ہے کہ سر کا مسح بھی تین بار سنت ہے جیسے اور اعضا کا دھونا اور اس باب میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں جن کی صحت اور ضعف کو ﷺ

٥٤٦- عَنْ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ قَالَ كُنْتُ أَضَعُ لِعُثْمَانَ طَهُورَهُ فَمَا أَتَى عَلَيْهِ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يُفِيضُ عَلَيْهِ نُطْفَةً وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ انْصِرَافِنَا مِنْ صَلَاتِنَا هَذِهِ قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهَا الْعَصْرَ فَقَالَ ((مَا أَدْرِي أُحَدِّثُكُمْ بِشَيْءٍ أَوْ أَسْكُتُ)) فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ خَيْرًا فَحَدِّثْنَا وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ فَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ فَيُتِمُّ الطُّهُورَ الَّذِي كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَيُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَاتٍ لِمَا بَيْنَهَا)).

۵۴۶- حمران بن ابان سے روایت ہے میں حضرت عثمانؓ کیلئے طہارت کا پانی رکھا کرتا تھا وہ ہر روز ایک تھوڑے پانی سے نہا لیا کرتے (یعنی غسل کر لیتے واسطے تکمیل طہارت اور زیادتی ثواب کے)۔ حضرت عثمانؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ہم سے حدیث بیان کی جب ہم اس نماز سے فارغ ہوئے۔ مسعر نے کہا (جو اس حدیث کا راوی ہے) میں سمجھتا ہوں وہ عصر کی نماز تھی آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا تم سے ایک حدیث بیان کروں یا چپ رہوں ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر بہتری کی بات ہو تو بیان کیجئے اور جو بہتر نہ ہو تو اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا جو مسلمان طہارت کرے پھر پوری طہارت کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھے اس کے وہ گناہ معاف ہو جائیں گے جو ان نمازوں کے بیچ میں کرے گا۔

٥٤٧- عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ أَبَا بُرْدَةَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فِي إِمَارَةِ بِشْرٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى

۵۴۷- جامع بن شداد سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے حمران بن ابان سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے ابو بردہ سے بشر کی حکومت میں (یعنی اس کی حکومت کے زمانے میں) کہ عثمان بن عفانؓ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص پورا کرے وضو کو جس طرح اللہ نے حکم کیا ہے تو اس کی فرض نمازیں کفارہ ہوں

ﷺ میں نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے اور انھوں نے یعنی صحابہ کرام نے اس حدیث کو تسلیم کیا کسی نے انکار نہیں کیا۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے تین تین بار وضو کیا پھر رسول اللہؐ کے اصحاب سے فرمایا کیا تم نے رسول اللہؐ کو ایسا کرتے دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں۔(نووی)

(۵۴۶) ☆ یعنی معلوم نہیں اس حدیث کا بیان کرنا مصلحت ہے یا نہ بیان کرنا پھر آپ کو معلوم ہو گیا کہ بیان کرنا مصلحت ہے اسلئے کہ آپ نے بیان کر دیا کہ ان کو رغبت پیدا ہو طہارت میں اور عبادات کی سب قسم میں اور پہلے آپ نے بیان کرنے میں تامل کیا اس خیال سے کہ لوگ اس پر تکیہ نہ کریں بعد میں بیان کرنا مناسب سمجھا۔ (نووی)

بہتری کی بات سے یہ مراد ہے کہ ہماری خوشی کی بات ہو جس سے ہم کو رغبت پیدا ہو اچھے اعمال میں یا ڈر پیدا ہو گناہ سے اور جو اس قسم کی حدیث نہ ہو تو اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے یعنی آپ اپنی رائے پر عمل کیجئے اگر مناسب سمجھئے تو بیان فرمایئے ورنہ خیر۔(نووی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر طہارت میں صرف فرضوں کو ادا کرے اور سنن مستحبات کو چھوڑ دیوے تب بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی یعنی گناہوں کی مغفرت اگرچہ سنتوں کے ادا کرنے سے اور زیادہ گناہ معاف ہوں گے اور ثواب زیادہ ہو گا۔(نووی)

فَالصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ)) هَذَا حَدِيثُ ابْنِ مُعَاذٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ غُنْدَرٍ فِي إِمَارَةِ بِشْرٍ وَلَا ذِكْرُ الْمَكْتُوبَاتِ.

گی ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں کرے۔ یہ روایت ہے ابن معاذ کی اور غندر کی روایت میں یہ عبارت نہیں (بشر کی امارت میں) نہ فرض نمازوں کا بیان ہے۔

٥٤٨- عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ تَوَضَّأَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَوْمًا وُضُوءًا حَسَنًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ ((مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ غُفِرَ لَهُ مَا خَلَا مِنْ ذَنْبِهِ)).

۵۴۸- حمران سے روایت ہے جو مولیٰ تھے عثمان بن عفانؓ کے کہ عثمانؓ نے ایک دن اچھی طرح وضو کیا پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے وضو کیا اچھی طرح بعد اس کے فرمایا جو شخص اس طرح وضو کرے بعد اس کے مسجد میں جائے لیکن نماز ہی کے لیے اٹھے (یعنی اور کوئی کام کی نیت نہ ہو بلکہ خالص نماز ہی کے قصد سے اٹھے) تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

٥٤٩- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((مَنْ تَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ أَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ)).

۵۴۹- حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص نماز کے لیے پورا وضو کرے پھر فرض نماز کے لیے مسجد کو چلے اور لوگوں کے ساتھ یا جماعت سے یا مسجد میں نماز پڑھے تو اللہ اس کے گناہ بخش دے گا۔

٥٥٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((الصَّلَاةُ الْخَمْسُ وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ)).

۵۵۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک کفارہ ہیں ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں ہوں جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے۔

٥٥١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ)).

۵۵۱- ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک کفارہ ہو جاتے ہیں ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں ہوں۔

٥٥٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((كَانَ يَقُولُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ)).

۵۵۲- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک کفارہ ہو جاتے ہیں ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں ہوں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔

بَابُ الذِّكْرِ الْمُسْتَحَبِّ عَقِبَ الْوُضُوءِ

٥٥٣- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَاءَتْ نَوْبَتِي فَرَوَّحْتُهَا بِعَشِيٍّ فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ)) قَالَ فَقُلْتُ مَا أَجْوَدَ هَذِهِ فَإِذَا قَائِلٌ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُولُ الَّتِي قَبْلَهَا أَجْوَدُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ قَالَ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ جِئْتَ آنِفًا قَالَ ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوَضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ)).

باب : وضو کے بعد کیا پڑھنا چاہیے

۵۵۳- عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے ہم لوگوں کو اونٹ چرانے کا کام تھا۔ میری باری آئی تو میں اونٹوں کو چرا کر شام کو انکے رہنے کی جگہ لے کر آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے لوگوں کو وعظ سنا رہے ہیں آپ نے فرمایا جو مسلمان اچھی طرح سے وضو کرے پھر کھڑا ہو کر دو رکعتیں پڑھے اپنے دل کو اور منہ کو لگا کر (یعنی ظاہراً اور باطناً متوجہ رہے نہ دل میں اور کوئی دنیا کا خیال لائے نہ منہ ادھر ادھر پھرائے) اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ میں نے کہا کیا عمدہ بات فرمائی (جس کا ثواب اس قدر بڑا ہے اور محنت بہت کم ہے) ایک شخص میرے سامنے تھا وہ بولا پہلی بات اس سے بھی عمدہ تھی۔ میں نے دیکھا تو وہ عمرؓ تھے انھوں نے کہا میں سمجھتا ہوں تو ابھی آیا آپ نے فرمایا جو کوئی تم میں سے وضو کرے اچھی طرح پورا وضو پھر کہے اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله یعنی گواہی دیتا ہوں میں کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور محمدؐ اس کے بندے ہیں اور بھیجے ہوئے ہیں کھولے جائیں گے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے جس میں سے چاہے جائے۔

٥٥٤- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)).

۵۵۴- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

---

(۵۵۳) ☆ وضو کے بعد یہ کلمہ پڑھنا مستحب ہے بالاتفاق اور ترمذی کی روایت میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ ہے اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین۔ اور نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیله میں روایت کیا ہے سبحانك اللهم اشهد ان لا اله الا انت وحدك لا شريك لك استغفرك واتوب اليك ۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غسل کے بعد بھی ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ (نووی)

بَابٌ اٰخَرُ فِيْ صِفَةِ الْوُضُوْءِ ﷺ

دوسرا باب : وضو کی ترکیب میں

۵۵۵- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قِيلَ لَهُ تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِإِنَاءٍ فَأَكْفَأَ مِنْهَا عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

۵۵۵- عبداللہ بن زید بن عاصم انصاریؓ سے روایت ہے وہ صحابیؓ تھے ان سے لوگوں نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کا سا وضو کر کے بتلاؤ انھوں نے ایک برتن (پانی کا) منگوایا اس کو جھکا کر پہلے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو کے شروع میں دونوں ہاتھ پہنچوں کا دھونا مستحب ہے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اور دھویا ان کو تین بار پھر ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور باہر نکالا اور ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تین بار ایسا کیا پھر ہاتھ ڈالا اور باہر نکالا اور منہ کو تین بار دھویا (بخاری کی روایت میں ہے دونوں چلو ملا کر پانی لیا اور تین بار منہ دھویا) پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور باہر نکالا اور اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو دو بار

(۵۵۵) ☆ اور ایک روایت میں صحیح بخاری کی ابن عباسؓ سے یوں آتا ہے کہ ہاتھ ڈال کر ایک چلو لیا پھر اس کو دوسرے ہاتھ پر جھکایا اور منہ دھویا اور ابن عباس نے کہا میں نے رسول اللہ کو ایسا ہی وضو کرتے دیکھا اور سنن ابوداؤد اور بیہقی میں حضرت علی سے روایت ہے کہ دونوں ہاتھ برتن میں ڈالے اور پانی کا چلو لے کر منہ پر مارا تو ان حدیثوں میں کسی میں ایک ہاتھ ڈالنا منقول ہے اور کسی میں دو ہاتھ ڈالنا اور کسی میں ایک ہاتھ کے ساتھ دوسرے کو ملا لینا یہ تین صورتیں ہیں لیکن صحیح اور مشہور یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ملا کر پانی لیوے تاکہ منہ اچھی طرح دھویا جائے۔ ایسا ہی کہا امام شافعی اور مزنی نے۔ ہمارے اصحاب نے کہا کہ منہ دھونے میں اوپر کی جانب سے شروع کرے۔ (نووی)

نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات نکلی کہ ایک عضو کو دو بار اور ایک کو تین بار دھونا درست ہے اور شاید یہ جواز کے لیے ہو۔ نووی نے کہا سر کے مسح میں دونوں ہاتھوں کا سامنے سے لے جانا اور پھر پیچھے سے واپس لے آنا یہ مستحب ہے باتفاق علماء اس لیے کہ ایسا کرنے سے سارے سر پر ہاتھ پھر جاتا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا یہ اس شخص کے لیے جس کے سر پر بال ہوں کھلے ہوئے اور اگر بال نہ ہو یا جوڑا بندھا ہو تو دوبارہ ہاتھ لے جانے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس حدیث سے یہ بات نہیں نکلتی ہے کہ سارے سر کا مسح واجب ہے اس لیے کہ اس میں کمال کا بیان ہے نہ وجوب کا۔

وضو اور غسل میں علاوہ اخروی ثواب کے دنیاوی فائدے بہت ہیں۔ اطباء نے کہا ہے کہ انسان کے بدن پر ہر روز گرد و غبار ایسا جمتا ہے جس کی وجہ سے مسامات بدن کے بند ہو جاتے ہیں اس میل کچیل کو صاف کرنا حفظ صحت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ شریعت محمدیہ نے ایسا عمدہ قاعدہ باندھا ہے جس کی وجہ سے انسان کو دوسرے تیسرے ہفتے ہر ماہ ضرور ایک بار غسل کرنا پڑتا ہے جنابت کا جمعہ کا حیض و نفاس کا غسل عیدین کا غسل اور چونکہ ہر روز غسل کی دقت تھی اور ضرورت بھی نہ تھی اس وجہ سے سارا بدن آدمی کا لباس سے ڈھکا رہتا ہے اکثر منہ اور دونوں ہاتھ اور پاؤں کھلے رہتے ہیں تو ان کو صاف رکھنے کے لیے وضو مقرر کیا۔ اب پانچ بار چار بار یا دو بار یا ایک بار تو روز وضو میں ان اعضاء کو دھونا ہوگا البتہ اگر پاؤں موزوں میں چھپے ہوئے ہوں تو ہر بار دھونا ان کا ضروری نہیں بلکہ مقیم کو دن رات میں ایک بار اور مسافر کو تین دن میں ایک بار کافی ہے۔ اب وضو کے شروع میں تین باتیں پانی کی آزمائش کے لیے مقرر کیں ہاتھ پہنچوں تک دھونا رنگ دریافت ☜

ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ وُضُوءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

دھوئے پھر ہاتھ ڈالا برتن میں اور باہر نکالا اور سر پر مسح کیا پہلے دونوں ہاتھوں کو سامنے سے لے گئے پھر پیچھے سے لے گئے پھر دونوں پاؤں دھوئے ٹخنوں تک بعد اس کے کہا رسول اللہ ﷺ اسی طرح وضو کرتے تھے۔

۵۵۶- عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْكَعْبَيْنِ.

۵۵۶- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے آئی ہے مگر اس میں کعبین کا ذکر نہیں۔

۵۵۷- عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا وَلَمْ يَقُلْ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

۵۵۷- عمرو بن یحییٰ سے اسی اسناد سے روایت ہے اس میں یہ ہے کہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تین بار اور یہ نہیں کہا کہ ایک چلو سے اور آگے سے لے گئے اور پیچھے سے لے گئے کے بعد اتنا زیادہ کیا کہ پہلے سر کا مسح آگے سے شروع کیا اور گدی تک لے گئے پھر پھیر کر لائے دونوں ہاتھوں کو اسی مقام پر جہاں سے شروع کیا تھا اور دونوں پاؤں دھوئے۔

۵۵۸- عَنْ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بِمِثْلِ إِسْنَادِهِمْ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ غَرَفَاتٍ وَقَالَ أَيْضًا فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً قَالَ بَهْزٌ أَمْلَى عَلَيَّ وُهَيْبٌ هٰذَا الْحَدِيثَ و قَالَ وُهَيْبٌ أَمْلَى عَلَيَّ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى هٰذَا الْحَدِيثَ مَرَّتَيْنِ

۵۵۸- عمرو بن یحییٰ نے بھی کچھ کمی و بیشی سے مذکورہ بالا حدیث منقول ہے۔

۵۵۹-عَنْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيَّ يَذْكُرُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ ثُمَّ اسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَهُ

۵۵۹- عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے وضو کیا پھر کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا پھر منہ دھویا تین بار اور داہنا ہاتھ

لله کرنے کے لیے اور کلی مزہ دریافت کرنے کے لیے اور ناک میں پانی ڈالنا بو دریافت کرنے کے لیے۔ یہی پانی کے تینوں اوصاف ہیں جن کا دیکھنا طہارت کے لیے ضروری ہے۔

(۵۵۷) ☆ شیعوں نے پاؤں کے دھونے کے عوض ان کا مسح معمول کیا ہے حالانکہ پاؤں پر جس قدر گرد و غبار پڑتا ہے اور نجاست کے لگنے کا احتمال ہوتا ہے منہ اور ہاتھوں پر اتنا نہیں پھر ان کا دھونا ہی مقتضائے عقل ہے اور یہی ثابت ہے احادیث صحیحہ مشہورہ سے اور لطف یہ کہ جب پاؤں موزوں میں ہوں تو موزوں پر مسح کو ناجائز قرار دیں اور جب پاؤں کھلا ہو تو اس کو دھونا ضروری نہ سمجھیں۔

الْيُمْنَى ثَلَاثًا وَالْأُخْرَى ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدِهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ

تین بار اور بایاں ہاتھ تین بار اور سر پر مسح کیا نیا پانی لے کر نہ اس پانی سے جو ہاتھ میں لگا تھا اور دونوں پاؤں دھوئے یہاں تک کہ ان کو صاف کیا۔

بَابُ الْإِيتَارِ فِي الِاسْتِنْثَارِ وَالِاسْتِجْمَارِ

باب: ناک میں پانی ڈالنا اسی طرح استنجاء کرنا طاق مرتبہ بہتر ہے

٥٦٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ وِتْرًا وَإِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ)).

۵۶۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے پائخانہ کی جگہ کو ڈھیلوں سے صاف کرے تو طاق ڈھیلوں سے صاف کرے اور جب کوئی تم میں سے وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے پھر ناک چھنکے۔

٥٦١- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ)).

۵۶۱- ہمام بن منبہ سے روایت ہے ابوہریرہؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے سن کر یہ حدیثیں ہم سے بیان کیں پھر انھوں نے ذکر کیا کئی حدیثوں کو ایک ان میں سے یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے وضو کرے تو دونوں نتھنوں کو صاف کرے پانی سے پھر ناک چھنکے۔

٥٦٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ)).

۵۶۲- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے اور جو شخص استنجا کرے تو طاق بار کرے۔

٥٦٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۵۶۳- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مذکور ہے۔

---

(۵۶۰) ☆ یعنی تین یا پانچ یا سات ڈھیلوں سے اور بعضوں نے استنجاء کے معنی دھونے کے لیے ہیں یعنی طاق بار خوشبو لیوے لیکن صحیح وہی ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا ہے اور مقصود یہ ہے کہ ڈھیلوں سے پونچھنا طاق بار ہو یعنی تین یا پانچ بار یا زیادہ اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ تین سے زیادہ مستحب ہے اور حاصل مذہب کا یہ ہے کہ صاف کرنا واجب ہے اور تین پورے کرنا بھی واجب ہے۔ اگر تین سے صفائی ہو گئی تو اب زیادہ لینا واجب نہیں اگر صفائی نہ ہوئی تو اور لینا چاہیے پھر اگر طاق عدد ہو گیا تو آب زیادہ نہ لیوے اور جو جفت ہوا جیسے چار یا چھ تو طاق کر لینا مستحب ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ طاق لینا واجب ہے بدلیل اس حدیث کے اور جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن میں مروی ہے کہ جس نے طاق لیا تو اچھا کیا اور جس نے طاق بار نہ لیا تو بھی کچھ حرج نہیں۔ (نووی)

(۵۶۱) ☆ نووی نے کہا اس حدیث میں دلیل ہے اس شخص کی جو ناک چھینکنا واجب کہتا ہے۔

٥٦٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيَاشِيمِهِ)).

۵۶۴- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جاگے تو ناک چھنکے تین بار اس لیے کہ شیطان اس کے بانسے پر رہتا ہے یا ناک میں۔

٥٦٥- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُوتِرْ)).

۵۶۵- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے استنجاء کرے تو طاق بار کرے۔

بَابُ وُجُوبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ بِكَمَالِهِمَا

باب : پورا پاؤں دھونا واجب ہے

٥٦٦- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَدَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَتَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَقَالَتْ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَسْبِغِ الْوُضُوءَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)).

۵۶۶- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما گئے جس دن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو انھوں نے وضو کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے عبدالرحمٰن وضو کو پورا کرو میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے خرابی ہے ایڑیوں والوں کے لیے جہنم کی آگ سے۔

(۵۶۴) ☆ قاضی عیاضؒ نے کہا احتمال ہے کہ حقیقتاً شیطان ناک میں رہتا ہو کیونکہ ناک میں سے راستہ دل تک جاتا ہے اور اس پر کچھ پردہ بھی نہیں ہے اور حدیث میں ہے کہ شیطان ڈھانپی ہوئی چیز کو نہیں کھولتا اسی لیے جمائی میں منہ بند کرنے کا حکم ہے تاکہ شیطان منہ کے اندر نہ گھس جاوے اور احتمال ہے کہ شیطان سے مراد مجازاً غبار ہو یا ناک کا رینٹ وغیرہ۔ (نووی)

(۵۶۶) ☆ نووی نے کہا امام مسلم کی غرض اس حدیث کے لانے سے یہ ہے کہ پاؤں کو دھونا واجب ہے اور مسح کافی نہیں اور اس مسئلہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کئی مذہب ہیں مگر جن کو فقہاء کی ایک جماعت اور اہل فتویٰ نے ہر ایک زمانہ اور ہر ایک شہر میں اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا واجب ہے اور ان کا مسح کافی نہیں اور دھونے کے ساتھ پھر مسح کرنا ضروری نہیں اور اس کا خلاف کسی معتبر شخص سے منقول نہیں اور شیعہ نے کہا کہ دونوں پاؤں کا مسح واجب ہے اور محمد بن جریر اور جبائی معتزلہ کے امام نے کہا کہ اختیار ہے خواہ مسح کرے دونوں پاؤں پر خواہ انکو دھوئے اور بعض ظاہریہ نے کہا کہ مسح اور دھونا دونوں واجب ہیں اور ان مخالفین نے جو دلائل بیان کیے ہیں وہ ظاہر نہیں ہیں اور میں نے ان سب کی تفصیل اچھی طرح شرح مہذب میں کی ہے جو کوئی اس کو دیکھے تو کوئی شبہ نہ رہے گا اور یہاں تو ہمارا مقصود یہ ہے کہ حدیث کی شرح بیان کریں نہ مخالفین کی رد و قدح اور مختصر یہ ہے کہ جتنے لوگوں نے رسول اللہ کا وضو نقل کیا ہے مختلف مقامات اور مختلف حالات میں ان سب نے پاؤں کا دھونا نقل کیا ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کی آگ سے اس میں دلیل ہے پاؤں کے دھونے کی ورنہ اس وعید کا کوئی مطلب نہیں نکلتا اور ایک حدیث صحیح ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وضو کیونکر کرنا چاہیے؟ آپ نے پانی منگوایا اور دونوں پہنچے دھوئے یہاں تک کہ دونوں پاؤں دھوئے پھر فرمایا وضو اس طرح کرنا چاہیے۔ اور جو کوئی اس سے زیادہ کرے یا کم اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوداؤد وغیرہ نے باسانید صحیحہ نقل کیا ہے۔

٥٦٧- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۵۶۷- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے-

٥٦٨- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فِي جَنَازَةِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَمَرَرْنَا عَلَى بَابِ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

۵۶۸- چند الفاظ کے فرق کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے-

٥٦٩- عَنْ سَالِمٍ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ كُنْتُ أَنَا مَعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۵۶۹- اوپر والی حدیث کی طرح یہاں بھی چند مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث آئی ہے-

٥٧٠- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّئُوا وَهُمْ عِجَالٌ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ وَأَعْقَابُهُمْ تَلُوحُ لَمْ يَمَسَّهَا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ**)).

۵۷۰- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو لوٹے۔ راہ میں ایک جگہ پانی ملا عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا لوگوں نے جلدی جلدی وضو کیا۔ ہم جو ان کے پاس پہنچے تو ان کی ایڑیاں سوکھی معلوم ہوتی تھیں ان پر پانی نہیں لگا تھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کی آگ سے۔ پورا کرو وضو کو۔

٥٧١- عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ((**أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ**)) وَفِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي يَحْيَى الْأَعْرَجِ.

۵۷۱- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی آئی ہے۔ شعبہ کی حدیث میں "**اسبغوا الوضوء**" کے الفاظ ہیں-

٥٧٢- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى ((**وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ**)).

۵۷۲- عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ہم سے چھٹ گئے ایک سفر میں پھر آپ نے پایا ہم کو اور عصر کی نماز کا وقت آ گیا تھا۔ ہم مسح کرنے لگے اپنے پاؤں پر۔ آپ نے پکارا خرابی ہے ایڑیوں کی جہنم کی آگ سے۔

٥٧٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا لَمْ يَغْسِلْ عَقِبَيْهِ فَقَالَ

۵۷۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے وضو میں اپنی ایڑی نہیں دھوئی تھی تو فرمایا خرابی

((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)).

ہے ایڑیوں کی جہنم کی آگ سے۔

٥٧٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ رَأَى قَوْمًا يَتَوَضَّئُونَ مِنَ الْمَطْهَرَةِ فَقَالَ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((وَيْلٌ لِلْعَرَاقِيبِ مِنَ النَّارِ)).

۵۷۴- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا بدھنی سے وضو کر رہے تھے تو کہا پورا کرو وضو کو کیوں کہ میں نے سنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے خرابی ہے کونچوں کو انگار سے۔

٥٧٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)).

۵۷۵- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کی آگ سے۔

بَابُ وُجُوبِ اسْتِيعَابِ جَمِيعِ أَجْزَاءِ مَحَلِّ الطَّهَارَةِ

باب: وضو میں تمام اعضا کا وجوباً پورا دھونے کا بیان

٥٧٦- عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلَى قَدَمِهِ فَأَبْصَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ ((ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ فَرَجَعَ)) ثُمَّ صَلَّى.

۵۷۶- جابرؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے بیان کیا حضرت عمرؓ نے ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن برابر اپنے پاؤں میں سوکھا چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا جا اور اچھی طرح وضو کر کے آ وہ۔ لوٹ گیا پھر آکر نماز پڑھی۔

بَابُ خُرُوجِ الْخَطَايَا مَعَ مَاءِ الْوُضُوءِ

باب: وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کے دور ہونے کا بیان

٥٧٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا

۵۷۷- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ مسلمان یا مومن (یہ شک ہے راوی کا) وضو کرتا ہے اور منہ

(۵۷۶) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر وضو میں ایک ذرہ مقام بھی جس کا دھونا واجب ہے سوکھا چھوڑ دے تو وضو درست نہ ہوگا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن تیمم میں اگر کوئی حصہ منہ کا چھوڑ دے اور اس پر ہاتھ نہ پھیرے تو اس میں اختلاف ہے ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ تیمم درست نہ ہوگا جیسے وضو درست نہ ہوگا اور ابو حنیفہؒ سے اس میں تین روایتیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر آدھے سے کم چھوڑ دے تو درست ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ درم سے کم چھوڑ دے تو درست ہو جائے گا۔ تیسری یہ کہ اگر چوتھائی سے کم چھوڑے تو درست ہو جائے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی نہ جان کر ایسا کرے تب بھی اس کی طہارت صحیح نہ ہوگی اور جو شخص جاہل ہو اس کو نرمی سے سمجھانا چاہیے۔ اور بعض لوگ دلیل لائے ہیں اس حدیث سے کہ دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے اور مسح کافی نہیں اور قاضی عیاض نے دلیل کیا ہے اس حدیث کو موالاۃ یعنی پے در پے وضو کرنے کے وجوب پر اس لیے کہ آپ نے اچھی طرح وضو کیا اور یہ نہیں حکم دیا کہ صرف سوکھا جو رہ گیا اسی مقام کو دھولے حالانکہ یہ استدلال ضعیف ہے یا باطل ہے اس لیے کہ اچھی طرح وضو کرنے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اسی وضو کو پورا کرو۔ (انتہی)

تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوْ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنْ الذُّنُوبِ)) .[1]

دھوتا ہے تو اس کے منہ سے وہ سب گناہ (صغیرہ) نکل جاتے ہیں جو اس نے آنکھوں سے کئے پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ (جو منہ سے گرتا ہے یہ بھی شک ہے راوی کا) پھر جب ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں میں سے ہر ایک گناہ جو ہاتھ سے کیا تھا پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتا ہے۔ پھر جب پاؤں دھوتا ہے تو ہر ایک گناہ جس کو اس نے پاؤں سے چل کر کیا تھا پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتا ہے یہاں تک کہ سب گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔

۵۷۸- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ)).

۵۷۸- حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے تو اس کے گناہ بدن سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ [2]

باب: منہ کو زیادہ دھونا اس قدر کہ سر کے سامنے کا حصہ بھی دھل جائے اسی طرح ہاتھوں اور پاؤں کو کہنیوں اور ٹخنوں کے پار تک دھونا مستحب ہے

۵۷۹- عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي

۵۷۹- نعیم بن عبداللہ مجمر سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا وضو کرتے ہوئے انھوں نے منہ دھویا تو اس کو پورا دھویا پھر داہنا ہاتھ دھویا یہاں تک کہ بازو کا

---

[1] ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے بھی رد ہوتا ہے روافض کا جو پاؤں پر مسح کرتے ہیں۔

[2] ☆ نووی نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے کہ مستحب کہاں تک دھونا ہے بعضوں نے کہا کہنیوں اور ٹخنوں سے بڑھ کر دھونا چاہیے۔ کتنا بڑھائے؟ اس کی کوئی حد نہیں۔ بعضوں نے کہا آدھے بازو تک مستحب ہے اسی طرح پنڈلی تک بعضوں نے کہا مونڈھوں تک دھونا مستحب ہے اور اس باب میں جو حدیثیں مذکور ہیں وہ اس بات کی تائید کرتی ہیں اور یہ جو امام ابو الحسن بن بطال مالکیؒ اور قاضی عیاض نے دعویٰ کیا ہے کہ کہنی اور ٹخنے سے بڑھانا باتفاق علماء مستحب نہیں ہے یہ دعویٰ باطل ہے اور کیونکر یہ دعویٰ صحیح ہو گا جب رسول اللہؐ اور ابو ہریرہؓ سے اس کے خلاف ثابت ہے اور ہمارا مذہب وہی ہے جو ان حدیثوں سے ثابت ہے اور جس نے خلاف کیا ہے اس پر یہ حدیثیں حجت ہیں اور یہ جو ایک حدیث میں مروی ہے کہ جس نے اس سے بڑھایا گھٹایا تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔ مراد اس سے تعداد میں بڑھانا اور گھٹانا ہے۔ انتہی

الْعَضُدِ ثُمَّ يَدَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهُ وَتَحْجِيلَهُ**)).

ایک حصہ دھویا پھر سر کا مسح کیا پھر سیدھا پاؤں دھویا تو پنڈلی کا بھی ایک حصہ دھویا پھر بایاں پاؤں دھویا یہاں تک کہ پنڈلی کا بھی ایک حصہ دھویا پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں سفید (نورانی) ہوں گے قیامت کے دن وضو پورا کرنے کی وجہ سے۔ پھر جو کوئی تم میں سے اپنے منہ اور ہاتھ پاؤں کا دھونا بڑھا سکے تو بڑھائے۔

٥٨٠- عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ حَتَّى كَادَ يَبْلُغُ الْمَنْكِبَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى رَفَعَ إِلَى السَّاقَيْنِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((**إِنَّ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ**)).

٥٨٠- نعیم بن عبداللہ سے روایت ہے انھوں نے دیکھا ابو ہریرہؓ کو وضو کرتے ہوئے انھوں نے منہ دھویا اور دونوں ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ مونڈھوں تک پہنچ گئے پھر دونوں پاؤں دھوئے یہاں تک کہ پنڈلیوں تک پہنچ گئے۔ بعد اسکے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے میری امت کے لوگ قیامت کے روز سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہو کر آویں گے وضو کے نشان سے پھر جو کوئی تمہیں سے اپنے منہ کو زیادہ دھو سکے وہ دھووے۔

٥٨١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**إِنَّ حَوْضِي أَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ لَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُومِ وَإِنِّي لَأَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ إِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهِ**)) قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ ((**نَعَمْ لَكُمْ سِيمَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ مِنَ الْأُمَمِ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ**)).

٥٨١- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض اتنا بڑا ہے جیسے عدن سے ایلہ اس سے بھی زیادہ۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد دودھ سے زیادہ میٹھا ہے اور اس پر جو برتن رکھے ہوئے ہیں وہ شمار میں تاروں سے زیادہ ہیں اور میں لوگوں کو روکوں گا اس حوض سے جیسے کوئی دوسرے کے اونٹوں کو اپنے حوض سے روکتا ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم کو پہچان لیں گے اس دن؟ آپ نے فرمایا ہاں تمہارا نشان ایسا ہوگا جو سوا تمہارے کسی امت کے لیے نہ ہوگا۔ تم آؤ گے میرے سامنے سفید ہاتھ پاؤں لے کر وضو کے طفیل سے۔

۵۸۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((تَرِدُ عَلَيَّ أُمَّتِي الْحَوْضَ وَأَنَا أَذُودُ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَذُودُ الرَّجُلُ إِبِلَ الرَّجُلِ عَنْ إِبِلِهِ)) قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَتَعْرِفُنَا قَالَ ((نَعَمْ لَكُمْ سِيمَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ وَلَيُصَدَّنَّ عَنِّي طَائِفَةٌ مِنْكُمْ فَلَا يَصِلُونَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ هَؤُلَاءِ مِنْ أَصْحَابِي فَيُجِيبُنِي مَلَكٌ فَيَقُولُ وَهَلْ تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ)).

۵۸۲- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے لوگ میرے حوض کوثر پر آویں گے اور میں لوگوں کو ہٹاؤں گا اس پر سے جیسے ایک مرد دوسرے مرد کے اونٹوں کو ہٹاتا ہے۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ہم کو پہچان لیویں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں تمہاری نشانی ایسی ہوگی جو کسی امت کے پاس نہ ہوگی۔ تم آؤ گے میرے پاس سفید پیشانی اور ہاتھ پاؤں لے کر وضو کی وجہ سے اور ایک گروہ روکا جاوے گا میرے پاس آنے سے وہ مجھ تک نہ آسکے گا تب عرض کروں گا کہ اے پروردگار یہ تو میرے لوگ ہیں۔ اس وقت ایک فرشتہ مجھے جواب دے گا تم نہیں جانتے جو ان لوگوں نے تمہارے بعد دنیا میں نئے نئے کام کیے۔

(۵۸۲) ☆ نووی نے کہا ایک جماعت نے استدلال کیا ہے اس حدیث سے کہ وضو خاص ہے اس امت سے اور بعضوں نے کہا کہ وضو اس امت سے خاص نہیں پر یہ فضیلت یعنی پیشانی اور ہاتھ پاؤں نورانی ہونا خاص ہوگا قیامت کے دن اس امت سے اور دلیل ان کی دوسری حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا وضو ہے لیکن اول جماعت نے دو جواب دیے ہیں ایک تو یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کا ضعف مشہور ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس حدیث کو مان لیا جائے تو اس سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ اگلے پیغمبروں کے لیے بھی وضو تھا پر اگلی امتوں کے لیے وضو ثابت نہیں ہوتا۔ انتہی

دوسری روایت میں اتنا زیادہ ہے یہ سن کر میں کہوں گا تو پھر پرے رہو پرے رہو یعنی دور رہو۔ نووی نے کہا علماء نے اس مقام پر کئی طرح کی باتیں لکھی ہیں پہلی یہ کہ مراد ان لوگوں سے منافق ہیں جو اسلام سے پھر گئے تو احتمال ہے کہ ان کا حشر اسی نشان کے ساتھ یعنی سفید منہ اور ہاتھ پاؤں کے ساتھ ہو اور رسول اللہؐ نشان کو دیکھ کر ان لوگوں کو مسلمان سمجھیں۔ اس وقت آپ کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ اپنی حالت پر نہیں رہے اور انھوں نے تمہارے بعد دین کو بدل دیا یعنی اسلام پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ مراد ان لوگوں سے وہ لوگ ہیں جو حضرتؐ کے زمانہ میں تھے اور آپ کی حمایت میں مسلمان تھے پھر آپ کے بعد اسلام سے پھر گئے تو رسول اللہؐ ان لوگوں کو پہچان کر بلائیں گے اگرچہ ان پر وضو کا نشان نہ ہوگا اس وقت جواب ملے گا یہ لوگ تمہارے بعد اسلام سے پھر گئے تھے تیسرے یہ کہ مراد ان لوگوں سے گناہگار ہیں جن کا خاتمہ توحید پر ہوا پر کبیرہ گناہوں اور بدعتوں میں مبتلا تھے لیکن بدعت کفر کے درجہ تک نہیں پہنچی تھی اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ یہ لوگ جہنم ہی میں جاویں بلکہ شاید پہلے یہ سزا ہانکے جانے کی ان کو ملے پھر اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور وہ جنت ہی میں جاویں بغیر عذاب کے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے منہ اور ہاتھ پاؤں سفید نورانی ہوں اور احتمال ہے کہ یہ لوگ آپ کے زمانہ کے بھی ہوں اور آپ کے بعد کے بھی ہوں لیکن آپ ان کو نشان سے پہچان لیویں۔ امام ابن عبدالبر نے کہا جو شخص دین میں نئی بات نکالے وہ حوض کوثر سے راندہ جائے گا جیسے رافضی اور خارجی اور تمام گمراہ فرقے اسی طرح وہ لوگ بھی راندے جائیں گے جو ظلم کرتے ہوں لوگوں کے حق دباتے ہوں حق کو مٹاتے ہوں ناحق پھیلاتے ہوں کبیرہ گناہ علانیہ کرتے ہوں اور اس قسم کے سب لوگوں کے لیے بھی ڈر ہے کہ وہ حوض سے راندے جائیں۔ انتہی۔

۵۸۳- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِنَّ حَوْضِي لَأَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَذُودُ عَنْهُ الرِّجَالَ كَمَا يَذُودُ الرَّجُلُ الْإِبِلَ الْغَرِيبَةَ عَنْ حَوْضِهِ.)) قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَتَعْرِفُنَا قَالَ ((نَعَمْ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ)).

۵۸۳- حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا حوض اتنا بڑا ہے جیسے عدن سے ایلہ (ایک شہر ہے مصر اور شام کے بیچ میں) قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں لوگوں کو وہاں سے ہٹاؤں گا جیسے کوئی دوسرے کے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہانکتا ہے۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہؐ آپ ہم کو پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں تم میرے پاس آؤ گے سفید پیشانی سفید ہاتھ پاؤں وضو کے نشان ہوں گے جو تمہارے سوا اور کسی امت پر نہ ہو نگے۔

۵۸٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبُرَةَ فَقَالَ ((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا)) قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ)) فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ

۵۸۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ قبرستان میں تشریف لائے تو فرمایا سلام ہے تم پر یہ گھر ہے مسلمانوں کا اور ہم خدا چاہے تو تم سے ملنے والے ہیں میری آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک بات کی آرزو کرنا درست ہے جیسے علماء اور فضلاء سے ملنے کی)۔ صحابہؓ نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم آپکے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا تم تو میرے اصحاب ہو اور بھائی ہمارے وہ لوگ ہیں جو ابھی دنیا میں

(۵۸۴) ☆ اگرچہ مرنا یقینی ہے اس میں شک نہیں پر انشاء اللہ آپ نے برکت کے لیے فرمایا اور خدا کا حکم بجالانے کے لیے کہ اس نے فرمایا ہے تم کسی کام کو جو کل کرنے والے ہو یوں نہ کہو میں کل کروں گا بلکہ یوں کہو کروں گا اگرچہ خدا چاہے اور خطابی نے کہا انشاء اللہ عادت کے طور پر کہا تحسین کلام کے لیے اور بعضوں نے کہا انشاء اللہ مرنے سے متعلق نہیں ہے بلکہ مومنین کے ساتھ ملنے سے یعنی خدا چاہے تو خاتمہ ہمارا بھی ایمان پر ہوگا اور ہم بھی تم سے ملیں گے اسی جگہ اور بعضوں نے انشاء اللہ کے معنی جس وقت خدا چاہے اور بعضوں نے اور معنی کئے ہیں جو ضعیف ہیں۔ (نووی)

صحابہ نے کہا کیا ہم آپکے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا تم تو میرے اصحاب ہو۔ امام باجی نے کہا اس سے یہ غرض نہیں کہ تم بھائی نہیں ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ تمہارا درجہ تو بھائی اپنے سے زیادہ ہے تم تو صحابی ہو اور بھائی بھی ہو اور جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے وہ صرف بھائی ہیں صحابی نہیں جیسے اللہ نے فرمایا مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا ابن عبدالبر نے اس حدیث سے اور اور حدیثوں سے استدلال کیا ہے اس امر پر کہ آپکے بعد کے زمانے کے لوگ بھی فضیلت رکھتے ہیں یہاں تک کہ بعض ان میں کے افضل ہیں بعض صحابہ سے اور یہ جو حضرتؐ نے فرمایا بہتر تم سے میرے زمانہ کے لوگ ہیں تو اس سے مراد مہاجرین اور انصار ہیں اور وہ بے شک افضل ہیں تمام امت میں لیکن جو شخص حضرتؐ کی صحبت میں رہا ہو یا آپ کو دیکھا ہو اور اس کا کچھ اثر دین میں نہ ہو تو بعد اس کے زمانہ کا شخص اس سے افضل ہو سکتا ہے جیسے اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا سوا ابن عبدالبر کے اور بعض متکلمین کا بھی یہی مذہب ہے لیکن اکثر علماء اس کے

مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ ((أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ)) قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا)).

نہیں آئے۔ صحابہؓ نے کہا یارسول اللہؐ آپ کیوں کر پہچانیں گے اپنی امت کے ان لوگوں کو جن کو آپ نے نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا بھلا تم دیکھو اگر ایک شخص کے سفید پیشانی سفید ہاتھ پاؤں کے گھوڑے سیاہ مشکی گھوڑوں میں مل جاویں تو وہ اپنے گھوڑے نہیں پہچانے گا صحابہؓ نے کہا بیشک وہ تو پہچان لے گا۔ آپ نے فرمایا تو میری امت کے لوگ سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں رکھتے ہونگے قیامت کے دن وضو کی وجہ سے اور میں ان کا پیش خیمہ ہونگا حوض کوثر۔ پر خبردار ہو بعض لوگ میرے حوض پر سے ہٹائے جائیں گے جیسے بھٹکا ہوا اونٹ ہنکایا جاتا ہے۔ میں ان کو پکاروں گا آؤ آؤ۔ اس وقت کہا جائے گا ان لوگوں نے اپنے تئیں بدل دیا تھا اور کافر ہو گئے تھے یا ان کی حالت بدل گئی تھی بدعت اور ظلم میں گرفتا ہو گئے تھے۔ تب میں کہوں گا جاؤ دور ہو دور ہو۔

٥٨٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبُرَةِ فَقَالَ ((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ)) بِمِثْلِ حَدِيثِ إِسْمَعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ ((فَلَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي)).

٥٨٥- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے صرف "لیذ ادن" کے بجائے "فلیذ ادن" کے الفاظ ہیں۔

ﷺ کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں جو حضرتؐ کی صحبت میں رہا ایک بار بھی آپ کو دیکھا اس کو صحبت کی فضیلت مل گئی اب اس کے بعد کے زمانہ کا شخص اس کے برابر نہیں ہو سکتا گو کہ کتنا ہی مرتبہ رکھتا ہو زہد میں اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر سونا خرچ کرے تو صحابہ کے مد یا آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ (نووی)

اس وقت کہا جائے گا ان لوگوں نے اپنے تئیں بدل دیا تھا آپ کے بعد۔ السراج الوہاج میں ہے اللہ تعالیٰ تباہ کرے رافضیوں کو انھوں نے ان لوگوں سے صحابہ کرام کو سمجھا ہے مہاجرین اور انصار کو حالانکہ اس حدیث میں رجال کا لفظ ہے نہ صحابہ کا اور اگر صحابہ کا لفظ ثابت ہو تب بھی مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کی وفات کے بعد اسلام سے پھر گئے نہ تمام صحابہ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا وما بدلوا تبدیلا اور فرمایا رضی الله عنهم ورضو عنه اور فرمایا لیغیظ بهم الکفار اس سے یہ نکلتا ہے کہ جو شخص صحابہ سے ناراض ہو کر ان پر غصہ کرے وہ خود کافر ہے۔ لعنت ہو اللہ کی اس مردود پر جو رسول اللہؐ کے رفیقوں اور جان نثاروں پر تہمت لگائے اور ان کو اہل بیت رسالت کا بدخواہ جانے اور بھول جاوے ان کی خدمتوں کو جن کی بدولت ہم تک اسلام پہنچا اور جن کی سعی اور کوشش سے آج تک دین کا قیام ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

بَابُ تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ

باب: وضو کے پانی کی جگہ تک زیور لت پہنائے جانے کا بیان

٥٨٦- عَنْ أَبِي حَازِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ فَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتَّى تَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هَذَا الْوُضُوءُ فَقَالَ يَا بَنِي فَرُّوخَ أَنْتُمْ هَاهُنَا لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هَاهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هَذَا الْوُضُوءَ سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ)).

٥٨٦- ابو حازم سے روایت ہے کہ میں ابو ہریرہؓ کے پیچھے تھا وہ نماز کے لیے وضو کر رہے تھے تو اپنے ہاتھ کو دھوتے تھے لمبا کر کے یہاں تک کہ بغل تک دھویا۔ میں نے کہا اے ابو ہریرہؓ یہ کیسا وضو ہے؟ ابو ہریرہؓ نے کہا اے فروخ کی اولاد (فروخ ابراہیم کے ایک بیٹے کا نام ہے جس کی اولاد میں عجم کے لوگ ہیں ابو حازم بھی عجمی تھے) تم یہاں موجود ہو اگر میں جانتا تم یہاں موجود ہو تو میں اس طرح وضو نہ کرتا۔ میں نے سنا اپنے دوست سے (یعنی رسول اللہ ﷺ سے) آپ فرماتے تھے قیامت کے دن مومن کو وہاں تک زیور پہنایا جاوے گا جہاں تک اس کا وضو پہنچتا ہو۔

بَابُ فَضْلِ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ

باب: سختی اور تکلیف کی حالت میں پورا وضو کرنے کا کیا ثواب ہے

٥٨٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ)) قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكُمْ الرِّبَاطُ)).

٥٨٧- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو نہ بتلاؤں وہ باتیں جن سے گناہ مٹ جائیں (یعنی معاف ہو جاویں یا لکھنے والوں کے دفتر سے مٹ جاویں) اور درجے بلند ہوں (جنت میں)؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! بتلایئے آپ نے فرمایا پورا کرنا وضو کا سختی اور تکلیف میں (جیسے جاڑے کی شدت میں یا بیماری میں) اور بہت ہونا قدموں کا مسجد تک (اس طرح کہ مسجد گھر سے دور ہو اور بار بار جاوے) اور انتظار کرنا دوسری نماز کا ایک نماز کے بعد۔ یہی رباط ہے (یعنی نفس کا روکنا عبادت کے لیے یا وہ رباط ہے جو جہاد میں ہوتا ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے ورابطوا)۔

---

(٥٨٦) ☆ (میں اس طرح وضو نہ کرتا) اس لیے کہ تم لوگوں کو اتنا علم نہیں ایسا نہ ہو کہ تم گمراہ ہو جاؤ اور یہ خیال کرو کہ بغلوں تک ہاتھوں کا دھونا فرض ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ابو ہریرہؓ کی یہ غرض ہے کہ جو شخص پیشوا ہو اس کو چاہیے کہ جب کسی ضرورت سے رخصت پر عمل کرے یا وسوسہ کی وجہ سے کسی امر میں مبالغہ کرے یا کوئی خیال رکھتا ہو تو عام لوگوں کے سامنے نہ کرے خصوصاً جاہلوں کے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بغیر ضرورت کے اس رخصت پر عمل کرنے لگیں یا اس کام کو لازم سمجھیں مثل فرض کے۔ (نووی)

۵۸۸- عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ذِكْرُ الرِّبَاطِ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ ثِنْتَيْنِ ((فَذَلِكُمْ الرِّبَاطُ فَذَلِكُمْ الرِّبَاطُ)).

۵۸۸- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔ اس میں رباط کا ذکر ہے اور مالک کی حدیث میں دو مرتبہ ذکر آیا ہے۔

بَابُ السِّوَاكِ[1]

باب : مسواک کرنے کا بیان

۵۸۹- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ)).

۵۸۹- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں پر شاق (یعنی دشوار) نہ ہوتا اور زہیر کی روایت میں یوں ہے کہ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں ان کو حکم کرتا ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا۔

[1] ☆ امام نووی نے کہا مسواک کرنا سنت ہے واجب نہیں کسی وقت نہ نماز کے لیے نہ اور کسی وقت اور اس پر اتفاق کیا تمام معتدبہ علماء نے لیکن شیخ ابو حامد نے داؤد طائی سے اس کا وجوب نقل کیا ہے لیکن کہا انھوں نے مسواک ایسا واجب ہے جس کے ترک سے نماز باطل نہ ہوگی اور اسحاق ابن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک واجب ہے اگر قصداً اس کو ترک کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی اور ہمارے پچھلے اصحاب نے شیخ ابو حامد کی روایت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ داؤد کا مذہب یہ ہے کہ مسواک سنت ہے جیسے جماعت کا اور اگر داؤد سے مسواک کا وجوب ثابت ہو تب بھی اجماع میں ان کی مخالفت ضرر نہ کرے گی اس لیے کہ محققین علماء اور اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں کہ مسواک سنت ہے اور اسحٰق بن راہویہ سے وجوب کی روایت صحیح نہیں ہے پھر مسواک مستحب ہے سب وقتوں میں لیکن پانچ وقت زیادہ مستحب ہے ایک تو نماز کے وقت اگرچہ وضو سے ہو یا تیمم سے دوسرے وضو کے وقت تیسرے قرآن کی تلاوت کے وقت چوتھے سو کر اٹھتے وقت پانچویں منہ کے تغیر کے وقت اور یہ تغیر یا تو نہ کھانے اور پینے سے ہوتا ہے یا بدبودار چیز کے کھانے سے یا بہت دیر تک چپ رہنے سے یا بہت باتیں کرنے سے اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ مسواک روزہ دار کے لیے مکروہ ہے دوپہر ڈھلنے کے بعد تاکہ روزہ دار کے منہ کی بو جو نہ کھانے سے پیدا ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جاتی نہ رہے اور مستحب ہے کہ مسواک پیلو کی ہو اگر کسی ایسی چیز سے کر لے جس سے منہ کا تغیر جاتا رہے تو مسواک ادا ہو جائے گی۔ جیسے کھرے کپڑے سے اور سعد سے یا اشنان سے اسی طرح منجن سے اگر انگلی سے رگڑے اور انگلی نرم ہو تو مسواک ادا نہ ہوگی اور اگر سخت ہو تو اس میں تین قول ہیں ایک تو مشہور ہے کافی نہ ہوگی، دوسرے یہ کہ اگر کوئی اور چیز مسواک کرنے کو نہ ملے تو کافی ہوگی اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑی سے مسواک کرے نہ بہت سوکھی کہ جس سے مسوڑھے چھل جائیں نہ بالکل گیلی اور مستحب ہے کہ مسواک منہ کے عرض میں کرے نہ لمبائی میں ایسا نہ ہو کہ مسوڑھوں کو زخم لگے اور اگر طول میں مسواک کرے تو سنت ادا ہو گی لیکن مکروہ ہے اور مسواک کو خوب پھرا دے دانتوں کے کنارے اور جڑوں اور تمام حلق میں اور نیچے نرمی کے ساتھ اور پہلے داہنی طرف سے شروع کرے اور دوسرے کی مسواک کرنا اس کی اجازت سے درست ہے اور لڑکے کو لڑکپن سے مسواک کی عادت ڈالیں تاکہ عادت ہو جائے۔

(۵۹۲) ☆ نووی نے کہا یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ مسواک واجب نہیں۔ امام شافعی نے کہا کہ اگر واجب ہوتی تو آپ حکم کرتے اگرچہ وہ شاق ہوتا اور ایک جماعت علماء نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امر وجوب کے لیے ہے اور یہی مذہب ہے اکثر فقہاء اور جماعت متکلمین اور اصحاب رسول کا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو امر مستحب ہے وہ مامور بہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس مسئلہ میں خدا کی طرف سے کوئی حکم نہ اترے اس میں رسول اللہؐ کو اپنی امت پر کیسی شفقت اور آسانی منظور تھی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک کرنا افضل ہے۔ (انتہی باختصار)

۵۹۰- عَنْ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ.

۵۹۰- مقدام بن شریح نے اپنے باپ سے سنا انھوں نے کہا میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ جب گھر میں آتے تو پہلے کیا کام کرتے؟ کہا مسواک کرتے (اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کیسی ضروری چیز ہے)۔

۵۹۱- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ بَدَأَ بِالسِّوَاكِ.

۵۹۱- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر میں آتے تو پہلے مسواک کرتے۔

۵۹۲- عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلَى لِسَانِهِ.

۵۹۲- ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا مسواک کا ایک کونہ آپ کی زبان پر تھا (یعنی مسواک سے زبان صاف کر رہے تھے)۔

۵۹۳- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِيَتَهَجَّدَ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

۵۹۳- حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھڑے ہوتے تہجد پڑھنے کو تو منہ صاف کرتے مسواک سے (یا دانتوں کو ملتے مسواک سے)۔

۵۹٤- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَقُولُوا لِيَتَهَجَّدَ

۵۹۴- حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھ کھڑے ہوتے آگے وہی حدیث ہے۔ "لیتہجد" کے الفاظ نہیں ہیں اس حدیث میں۔

۵۹۵- عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

۵۹۵- حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھ کھڑے ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔

۵۹٦- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَخَرَجَ فَنَظَرَ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ فِي آلِ عِمْرَانَ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَتَّى بَلَغَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى

۵۹۶- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کے پاس رہے تو پچھلی رات کو آپ اٹھے اور باہر نکلے آسمان کی طرف دیکھا پھر یہ آیت پڑھی جو سورہ آل عمران میں ہے ان فی خلق السموات والارض سے فقنا عذاب النار تک پھر لوٹ کر اندر آئے اور مسواک کی اور وضو کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھی پھر لیٹ رہے پھر اٹھے اور باہر نکلے اور آسمان کی طرف دیکھا

(۵۹۶) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے بڑے فائدے نکلے ہیں اور عمدہ احکام اور امام مسلم نے اس مقام پر اس حدیث کو مختصر ذکر کیا ہے اور پوری حدیث کتاب الصلوٰۃ میں بیان کی ہے۔ ہم بھی وہیں اس کی شرح اور فوائد بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ قَامَ فَخَرَجَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَتَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ثُمَّ رَجَعَ فَتَسَوَّكَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى.

اور یہی آیت پڑھی۔ پھر لوٹ کر اندر آئے اور مسواک کی اور وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

بَابُ خِصَالِ الْفِطْرَةِ

باب: سنت باتوں کا بیان

٥٩٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ)).

۵۹۷- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فطرت پانچ ہیں یا پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں ختنہ کرنا اور زیر ناف کے بال مونڈنا اور ناخن کاٹنا اور بغل کے بال اکھیڑنا اور مونچھ کترانا۔

---

(۵۹۷) ☆ نووی نے کہا فطرت سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ ابو سلیمان خطابی نے کہا اکثر علماء نے فطرت کے معنی سنت کے لیے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں پیغمبروں کی سنت ہیں اور بعضوں نے کہا فطرت سے دین مراد ہے پھر ان میں سے اکثر چیزیں واجب نہیں ہیں اور بعض چیزوں کے وجوب میں اختلاف ہے جیسے ختنہ اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنا۔

ختنہ کرنا امام شافعیؒ اور بہت علماء کے نزدیک واجب ہے اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک سنت ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ختنہ مرد اور عورت دونوں پر واجب ہے۔ مرد پر تو یہ کہ حشفہ (سپاری) پر جتنی کھال ہے وہ سب کاٹی جائے یہاں تک کہ لورا حشفہ کھل جائے اور عورت پر یہ کہ فرج کی اوپر کی جانب میں سے ایک ٹکڑا گوشت کا لیا جاوے اور صحیح مذہب ہمارا جس پر جمہور علماء ہیں یہ ہے کہ ختنہ بچپن میں جائز ہے واجب نہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ولی پر نابالغ کا ختنہ کرنا واجب ہے اس کے بالغ ہونے سے پہلے اور ایک قول یہ ہے کہ ختنہ حرام ہے دس برس سے پہلے اور صحیح یہ ہے کہ ختنہ بچہ کا پیدائش کے ساتویں دن کرنا مستحب ہے اور پیدائش کا دن بھی محسوب ہوگا اور ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے خنثی مشکل میں (یعنی جس میں مرد و عورت دونوں کی نشانیاں برابر موجود ہوں)۔ بعض نے کہا اس کا ختنہ فرج میں کرنا چاہیے بلوغ کے بعد اور بعضوں نے کہا جب تک اس کا حال نہ کھلے کہ مرد ہے یا عورت اس وقت تک اس کا ختنہ نہ کرنا چاہیے اور جس شخص کے دو ذکر ہوں تو اگر دونوں کام کے ہوں تو دونوں کا ختنہ کیا جائے ورنہ جو کام کا ہو اور کام سے مراد بعضوں کے نزدیک پیشاب ہے اور بعضوں کے نزدیک جماع اور اگر کوئی آدمی بن ختنہ مر جاوے تو اس میں تین قول ہیں صحیح اور مشہور یہ ہے کہ ختنہ نہ کریں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ دوسرا یہ کہ ختنہ کریں۔ تیسرا یہ کہ بڑا ہو تو کریں چھوٹا ہو تو نہ کریں۔ انتہی۔

زیر ناف کے بال مونڈنا استرے سے اور یہ سنت ہے اور مقصود یہ ہے کہ مقام صاف اور پاک رہے اور افضل مونڈنا ہے اور کترنا اور اکھیڑنا بالوں کو بھی درست ہے اسی طرح نورہ لگانا بھی درست ہے اور مراد زیر ناف سے وہ بال ہیں جو ذکر پر ہوں اور اس کے گرداگرد۔ اسی طرح وہ بال جو عورت کی فرج کے آس پاس ہوں۔ ابوالعباس بن شریح نے کہا کہ مراد وہ بال ہیں جو دبر کے گرد ہیں بہر حال قبل اور دبر اور ان کے آس پاس سب بالوں کا مونڈنا بہتر ہے اب اس کے لیے کوئی میعاد مقرر نہیں جب ضرورت ہو اس وقت مونڈے یعنی جب بال بڑھ جاویں۔ اسی طرح مونچھ اور بغل کے بال لینے کے لیے اور ناخن کترانے کے لیے کوئی میعاد مقرر نہیں اور زیر ناف کے بالوں میں منقول ہے چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑنا۔ اس سے یہ مقصود ہے کہ چالیس دن کے اندر مونڈنا چاہیے نہ یہ کہ چالیس دن کچھ مونڈنے کی میعاد ہے۔ (نووی) بعض بے وقوف کم سمجھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شریعت محمدی میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے کیوں بحث کی جاتی ہے؟ ان کا جواب یہ ہے کہ یہ امر تو اس شریعت کے لیے ضروری ہے جو سب شریعتوں سے بہتر اور سب کی ناسخ ہو اور اعلیٰ وہی ہے جس میں تمام ضروریات کی تعلیم ہو اور

۵۹۸- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ((الْفِطْرَةُ خَمْسٌ الِاخْتِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ)).

۵۹۸- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ ختنہ کرانا' زیر ناف کے بال مونڈنا' مونچھیں مونڈنا' ناخن کاٹنا اور بغل کے بال کھیڑنا۔

۵۹۹-عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

۵۹۹- انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے لیے میعاد مقرر

ﷲ اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو حقیر جان کر چھوڑ دینا اور ان کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کرنا یہ تو بیوقوفوں کا کام ہے نہ عاقلوں کا۔ البتہ اس امر میں غور کرنا چاہیے کہ یہ باتیں مفید ہیں اور منفعت بخش یا بے کار؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت محمدی میں جن کاموں کا حکم ہوا ہے خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ سب کے سب مفید اور ضروری اور فائدہ بخش ہیں۔ ایک زیر ناف کے بال لینے کو دیکھو کہ علاوہ طہارت اور نفاست کے طباً بھی یہ امر باہ کو بڑھاتا ہے۔ اسی طرح اور کاموں کو قیاس کرو۔ وہ شخص بڑا جاہل، کم سمجھ، نادان، بے وقوف ہے جو پیغمبروں کو اپنے برابر خیال کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ انکے احکام سب مفید اور ضروری نہیں ہو سکتے۔

ناخن کاٹنا یہ بھی سنت ہے واجب نہیں ہے اور مستحب ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کے ناخن کاٹے پھر پاؤں کے پہلے داہنے کے کلمے کی انگلی سے شروع کرے پھر بیچ کی انگلی پھر اس کے پاس والی انگلی پھر چھنگلیا پھر انگوٹھا پھر بائیں ہاتھ میں چھنگلیا سے شروع کرے پھر اس کے پاس والی انگلی اس طرح انگوٹھے پر ختم کرے پھر داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے۔ (نووی)

بغل کے بال اکھیڑنا یہ بالاتفاق سنت ہے اور افضل یہی ہے کہ اکھیڑے اگر اکھیڑ سکے اور مونڈنا اور نورہ لگانا بھی درست ہے اور یونس بن عبد الاعلیٰ سے منقول ہے میں امام شافعیؒ کے پاس گیا ان کے پاس مزین تھا وہ ان کی بغل کے بال مونڈ رہا تھا انھوں نے کہا میں جانتا ہوں کہ اکھیڑنا سنت ہے لیکن مجھ سے نہیں ہو سکتا درد کی وجہ سے اور مستحب ہے کہ پہلے داہنی بغل سے شروع کرے۔ (نووی)

مونچھ کترانا یہ بھی سنت ہے اور مستحب ہے کہ داہنی طرف سے کترانا شروع کرے اور اختیار ہے کہ خود کترے یا دوسرے سے کتروائے اور بغل کے بال خود لینا بہتر ہے اگر دوسرے سے منڈائے تو بھی جائز ہے لیکن زیر ناف کے بال خود منڈے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ مونچھ کہاں تک کترانا چاہیے مختار یہ ہے کہ یہاں تک کترائے کہ ہونٹ کا کنارہ کھل جائے اور جڑ سے نہ کترے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے منا دو مونچھوں کو مراد اس سے یہی ہے کہ جس قدر ہونٹ سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اسی طرح داڑھی کے چھوڑنے کا حکم ہے اور فارس کے لوگوں کی عادت تھی کہ وہ ڈاڑھیوں کو کترایا کرتے تھے شریعت میں اس کی ممانعت ہوئی اور علماء نے ڈاڑھی میں دس بارہ باتیں ایسی لکھی ہیں جو ایک سے ایک زیادہ بری ہیں۔ ایک تو سیاہ خضاب کرنا ڈاڑھی کا جب جہاد کی غرض سے نہ ہو، دوسرے زرد خضاب کرنا نیک لوگوں کی مشابہت کے لیے نہ سنت کی پیروی کے واسطے، تیسرے خضاب کرنا گندھک وغیرہ سے بالوں کو جلدی سفید کرنے کے لیے تاکہ لوگ تعظیم وادب کریں اور یہ سمجھیں کہ بزرگ ہیں، چوتھی اوائل شباب میں جب شروع ڈاڑھی کے بال نکلیں تو ان کا اکھیڑنا زیبائش کے لیے، پانچویں سفید بالوں کا اکھیڑنا، چھٹے بالوں کی صفیں جمانا تہ برتہ تاکہ عورتوں کو بھلا معلوم ہو، ساتویں اس کو گھٹانا رخساروں کے بال مونڈ کر یا بڑھانا کنپٹی کے بالوں کو ملا کر، آٹھویں کنگھی کرنا بہ نیت نمائش، نویں اس کو پریشان چھوڑ دینا بے پرواہی سے بار بار اپنے تئیں زاہد کہلانے کو، دسویں اس کی سیاہی اور سفیدی کو دیکھنا غرور اور تکبر اور فخر کی نیت سے، گیارھویں اس کو باندھنا اور گوندھنا، بارھویں اس کو منڈانا۔ پر اگر عورت کے ڈاڑھی نکل آئے تو اس کو منڈانا مستحب ہے۔ انتہی۔

قَالَ أَنَسٌ وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً.

ہوئی مونچھ کترنے کی اور ناخن کاٹنے کی اور بغل کے بال نوچنے کی اور زیر ناف کے بال مونڈنے کی کہ نہ چھوڑیں ہم ان کو چالیس دن سے زیادہ۔

۶۰۰- عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى)).

۶۰۰- عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مٹادو موچھوں کو اور چھوڑ دو ڈاڑھیوں کو۔

۶۰۱- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ.

۶۰۱- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کو حکم ہوا مونچھوں کو جڑ سے کاٹنے کا اور ڈاڑھی کو چھوڑ دینے کا۔

۶۰۲- عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ ((أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللِّحَى)).

۶۰۲- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلاف کرو مشرکوں کا نکال ڈالو مونچھوں کو اور پورا۔ رکھو ڈاڑھیوں کو (یعنی چھوڑ دو ان کو اور ان میں کتر بیونت نہ کرو)۔

۶۰۳- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوسَ)).

۶۰۳- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کترو مونچھوں کو اور لٹکاؤ ڈاڑھیوں کو اور خلاف کرو فارسیوں کا (یعنی آتش پرستوں کا)۔

۶۰۴- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((عَشْرٌ مِنْ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ

۶۰۴- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دس باتیں پیدائشی سنت ہیں ایک مونچھیں کترنا دوسری ڈاڑھی چھوڑ دینا تیسری مسواک کرنا چوتھی ناک میں پانی ڈالنا

---

(۶۰۲) ☆ یہی قول ہے ایک جماعت کا ہمارے اصحاب میں سے اور بہت علماء کا اور قاضی عیاض نے کہا ڈاڑھی کا مونڈنا اور کترنا مکروہ ہے اور اس کے طول اور عرض میں سے بالوں کا لینا اور برابر کرنا بہتر ہے اور مکروہ ہے کہ آدمی اپنے تئیں ڈاڑھی بڑھا کر مشہور کرے جیسے ڈاڑھی کترا کر اور سلف نے اختلاف کیا ہے کہ ڈاڑھی کی حد کیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کوئی حد نہیں مگر اتنی نہ بڑھائے کہ مشہور ہووے بلکہ کم کردیوے اور امام مالک نے ڈاڑھی کو لمبا کرنا مکروہ رکھا ہے اور بعضوں نے ایک مٹھی کی حد کردی ہے جس قدر اس سے زیادہ ہو وہ کتر ڈالنا چاہیے اور بعضوں نے اس کا کترنا مطلقاً مکروہ جانا ہے مگر حج یا عمرہ میں اور مونچھوں میں تو سلف کا یہ قول ہے کہ بالکل جڑ سے کتری جاویں یا مونڈی جاویں کیونکہ حضرتؐ نے صاف فرمایا مٹادو مونچھوں کو اور یہی قول ہے اہل کوفہ کا اور بہت سے لوگ اس طرف گئے ہیں کہ مونچھوں کا بالکل مونڈ ڈالنا مکروہ ہے اور امام مالک کہتے تھے کہ یہ مثلہ ہے اور جو کوئی ایسا کرے اس کو سزا دی جاوے اور مکروہ جانتے تھے ان کا لینا اوپر سے اور ان کا یہ قول ہے کہ احفاء اور جزاء اور قص سب کے معنی کترنے کے ہیں یعنی مونچھوں کو کترنا چاہیے یہاں تک کہ ہونٹ کا کنارہ کھل جائے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ان دونوں امروں میں اختیار ہے جو چاہیے کرے۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا اور مختار یہ ہے کہ ڈاڑھی تو اپنے حال پر چھوڑ دی جائے اس میں کمی نہ کریں اور مونچھیں اتنی کتریں کہ ہونٹ کا کنارہ کھلا رہے۔ (نووی)

وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ)) قَالَ زَكَرِيَّاءُ قَالَ مُصْعَبٌ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ زَادَ قُتَيْبَةُ قَالَ وَكِيعٌ انْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ.

پانچویں ناخن کاٹنا۔ چھٹی پوروں کا دھونا (کانوں کے اندر اور ناک اور بغل اور رانوں کا دھونا) ساتویں بغل کے بال اکھیڑنا۔ آٹھویں زیر ناف کے بال لینا۔ نویں پانی سے استنجاء کرنا (یا شرمگاہ پر وضو کے بعد تھوڑا سا پانی چھڑک لینا)۔ مصعب نے کہا میں دسویں بات بھول گیا شاید کلی کرنا ہو۔ وکیعؒ نے کہا انتقاص الماء سے (جو حدیث میں وارد ہے) استنجاء مراد ہے۔

٦٠٥- عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَبُوهُ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ.

۶۰۵-اس سند سے بھی یہی حدیث مروی ہے سوائے اسکے کہ یہاں زکریا نے کہا کہ اس کے باپ نے کہا اور میں دسویں چیز بھول گیا۔

بَابُ الْإِسْتِطَابَةِ

باب: استنجے کے بیان میں

٦٠٦- عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيلَ لَهُ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ قَالَ فَقَالَ أَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ

۶۰۶- سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کہا گیا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ہر ایک بات سکھائی یہاں تک کہ پائخانہ اور پیشاب کو بھی انھوں نے کہا ہاں۔ ہم کو آپ نے منع کیا قبلہ کی طرف منہ کرنے سے پیشاب اور پائخانہ کے لیے یا ہم استنجا کریں داہنے ہاتھ سے یا تین پتھروں سے کم میں استنجا کریں یا گوبر اور ہڈی سے استنجا کریں۔

---

(۶۰۶) ☆ نووی نے کہا اس مسئلہ میں علماء کے کئی مذہب ہیں ایک تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ وہ یہ ہے کہ پیشاب اور پائخانہ میں قبلے کی طرف منہ کرنا جنگل میں حرام ہے مگر آبادی میں حرام نہیں اور یہی روایت ہے عباس بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن عمرؓ اور شعبی اور اسحق بن راہویہ اور احمد بن حنبل سے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ ہر جگہ حرام ہے جنگل میں ہو یا آبادی میں اور یہی قول ہے ابو ایوب انصاری اور مجاہد اور ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری اور ابو ثور اور احمد کا دوسری روایت میں، تیسرا مذہب یہ ہے کہ ہر جگہ درست ہے مکان میں ہو یا جنگل میں اور یہی مذہب ہے عروہ بن زبیرؓ اور ربیعہ کا جو شیخ تھے امام مالکؒ کے اور داؤد ظاہری کا۔ چوتھا مذہب یہ ہے کہ قبلے کی طرف منہ کرنا کہیں درست نہیں ہے نہ مکان میں نہ جنگل میں لیکن پیٹھ کرنا درست ہے اور یہ ایک روایت ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ سے۔ دوسرے مذہب والوں کی دلیل وہ صحیح حدیثیں ہیں جو مطلقاً ممانعت میں وارد ہیں جیسے سلمانؓ کی حدیث اور ابو ایوبؓ اور ابو ہریرہؓ وغیرہما کی انھوں نے کہا کہ یہ ممانعت قبلہ کی عظمت کے سبب ہے اور یہ بات ہر جگہ موجود ہے خواہ جنگل ہو یا مکان ہو اور اگر مکان کی آڑ کے سبب سے یہ امر جائز ہو تو چاہیے کہ جنگل میں بھی جائز ہو اس لیے کہ جنگل میں ہمارے اور کعبہ کے بیچ میں پہاڑ اور نالے وغیرہ حائل ہیں۔ تیسرے مذہب والوں کی دلیل ابن عمر کی حدیث ہے کہ انھوں نے رسول اللہؐ کو بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے اور کعبہ کی طرف پیٹھ کئے دیکھا حاجت کے وقت اور حضرت عائشہ کی حدیث کہ رسول اللہؐ کو یہ خبر پہنچی کہ بعض لوگ قبلے کی طرف منہ کرنا حاجت کے وقت مکروہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں ایسا خیال کر چکے تب آپ نے فرمایا میری گھڈی قبلے کی طرف کر دو۔ اس حدیث کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا ہے۔ چوتھے ☜

....

لٹ مذہب والوں کی دلیل سلمانؓ کی حدیث ہے۔ پہلے مذہب والوں کی دلیل عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے اور حضرت عائشہؓ کی اور حدیث جابر کی رسول اللہؐ نے منع کیا پیشاب میں قبلے کی طرف منہ کرنے سے پھر میں نے دیکھا آپ کو وفات سے ایک سال پہلے آپ قبلے کی طرف منہ کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی وغیرہما نے باسند حسن اور حدیث مروان اصفر کی کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا انھوں نے اونٹنی کو بٹھایا قبلے کے سامنے پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے میں نے کہا یہ تو منع ہے انھوں نے کہا منع تب ہے جب کھلے میدان میں ایسا کرے۔ اگر قبلے میں اور استنجا کرنے والے میں کوئی چیز حائل ہو تو منع نہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور یہ حدیثیں صحیح ہیں جن سے اس امر کا جواز مکان میں ثابت ہوتا ہے اور ابوایوب اور سلمان اور ابوہریرہ کی حدیثیں جو ممانعت میں وارد ہیں وہ محمول ہیں صحرا پر تاکہ جمع ہو جاوے حدیثوں میں اور یہ امر متفق علیہ ہے کہ حدیثوں میں جمع کرنا ضرور ہے جب جمع ہو سکے اور یہاں پر تو جمع ممکن ہے اور جنگل اور مکان میں صرف فرق یہ ہے کہ جنگل میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی ضرورت نہیں اور مکان میں کبھی ضرورت ہوتی ہے مثلاً کھڈیاں اسی طرف بنی ہوں یا اور طرف جگہ نہ ہو اور جس نے پیٹھ کرنا درست سمجھا ہے اس کے رد کے لیے بہت سی صحیح موجود ہیں جن میں مطلقاً ممانعت آئی ہے جیسے ابوایوب وغیرہ کی حدیث۔ اب امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق مکان میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا اس وقت درست ہے جب دیوار مکان کے تین ہاتھ یا اس سے کم فاصلہ پر ہو اور وہ دیوار آڑ اس قدر اونچی ہو کہ اعضاء اسفل کی آڑ ہو سکے اس کا اندازہ پالان کی پچھلی لکڑی سے کیا ہے اور وہ دو تہائی ہاتھ کے برابر ہوتی ہے پھر اگر تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ ہو یا آڑ اس سے چھوٹی ہو تو منہ کرنا یا پیٹھ کرنا حرام ہوگا مثل جنگل کے اور ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک ہر حال میں مکان میں یہ امر درست ہے اور جنگل میں درست نہیں لیکن صحیح پہلا قول ہے اور کچھ فرق نہیں آڑ میں خواہ جانور کی ہو یا دیوار کی یا ٹیلے یا پہاڑ کی اور اگر اپنا دامن قبلہ کی طرف لٹکا دے تو اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ درست ہے اس لیے کہ آڑ ہو گئی اب جہاں منہ کرنا یا پیٹھ کرنا درست ہے وہاں بھی کراہت ہے لیکن جمہور کے نزدیک مکروہ نہیں اور مختار یہ ہے کہ اگر تکلیف اور حرج ہو اور طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے اور جماع کرنا درست ہے قبلہ کی طرف منہ کر کے مکان میں ہو یا جنگل میں۔ ہمارا اور بوحنیفہؒ اور احمدؒ اور داؤدؒ ظاہری کا یہی قول ہے اور مالکی لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ ابن قاسمؒ نے اس کو جائز رکھا ہے اور ابن حبیبؒ نے کروہ کہا ہے لیکن صحیح جواز ہے اور بیت المقدس کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا درست ہے لیکن مکروہ ہے اور اگر پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے بچے پھر استنجے کے وقت ایسا کرے تو جائز ہے۔

داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا بالاتفاق منع ہے مگر حرام نہیں ہے اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک حرام ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا کہ اپنے ہاتھ سے استنجے کے متعلق کوئی کام نہ لیوے مگر عذر سے اگر پانی سے استنجا کرے تو داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ کو پھیرے ذکر یا بر پر اور اگر ڈھیلے سے استنجا کرے تو مقعد کو بائیں ہاتھ سے پونچھے اور ذکر کو ڈھیلا زمین پر یا دونوں پاؤں کے بیچ میں رکھ کر اس سے پونچھے او ربائیں ہاتھ سے ذکر کو تھامے اور جو یہ نہ ہو سکے تو ڈھیلا داہنے ہاتھ سے لیوے اور ذکر کو بائیں ہاتھ سے پونچھے اور داہنا ہاتھ نہ ہلاوے اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ ذکر کو داہنے ہاتھ سے تھامے اور ڈھیلے کو بائیں ہاتھ میں لیوے اور یہ صحیح نہیں ہے۔ (نووی)

تین پتھروں سے کم میں استنجا کرنا منع فرمایا نووی نے کہا اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تین بار پونچھنا واجب ہے اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ ڈھیلے سے استنجا کرنے میں نجاست کا دور کرنا ضروری ہے اور تین بار پونچھنا ضروری ہے اگر ایک بار یا دو بار سے نجاست دور ہو گئی تو تیسری بار پونچھنا ضروری ہے اور یہی قول ہے احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور ابوثور کا اور مالک اور داؤد نے کہا کہ واجب صاف کرنا ہے نجاست سے اگر ایک ڈھیلے سے بھی صفائی ہو جاوے تو کافی ہے اور ہمارے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے لیکن مشہور مذہب وہی ہے جو پہلے بیان کیا گیا۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر ایسے ڈھیلے یا پتھر سے استنجا کریں جس کے تین کونے ہیں

۶۰۷- عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا الْمُشْرِكُونَ إِنِّي أَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتَّى يُعَلِّمَكُمُ الْخِرَاءَةَ فَقَالَ أَجَلْ إِنَّهُ نَهَانَا أَنْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِيَمِينِهِ أَوْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَنَهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالْعِظَامِ وَقَالَ ((لَا يَسْتَنْجِي أَحَدُكُمْ بِدُونِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ)).

۶۰۷- سلمانؓ سے روایت ہے کہ ہم سے مشرکوں نے کہا ہم دیکھتے ہیں تمہارے صاحب کو وہ تم کو ہر چیز سکھاتے ہیں یہاں تک کہ پاٹخانہ اور پیشاب کرنا بھی۔ سلمان نے کہا بیشک آپ نے ہم کو منع کیا ہے داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے سے یا قبلہ کی طرف منہ کرنے سے اور منع کیا ہے ہم کو گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے اور آپ نے فرمایا ہے کوئی تم میں سے استنجانہ کرے تین پتھروں کے بغیر یا تین پتھروں سے کم میں۔

۶۰۸- عَنْ جَابِرًا رَضِي اللهُ عنه يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ أَوْ بِبَعْرٍ.

۶۰۸- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پونچھنا ہڈی یا مینگنی سے (یعنی استنجے کو ان چیزوں سے)

ہوں اور ہر ایک کونے سے ایک ایک بار پونچھے تو کافی ہو جائے گا اس لیے کہ مقصود تین بار پونچھنا ہے اور تین پتھر یا ڈھیلے بہتر ہیں ایسے ایک پتھر یا ڈھیلے سے اور اگر آگے اور پیچھے دونوں طرف استنجا کرے تو چھ بار پونچھنا ضروری ہے اور بہتر یہ ہے کہ چھ ڈھیلے ہوں لیکن اگر ایک ہی ڈھیلا چھ کونے والا ہو تو درست ہے۔ اسی طرح موٹے دبیز کپڑے سے جس میں دوسری طرف تری نہ پہنچے استنجا کرنا درست ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر تین ڈھیلوں سے صفائی ہو جائے تو اب چوتھا ڈھیلا نہ لیوے ورنہ چوتھا ڈھیلا لینا ضرور ہے اگر چوتھے سے صفائی نہ ہو تو اب پانچواں لینا واجب ہے اب چھٹا نہ لیوے اور جو پانچویں سے صفائی نہ ہو تو چھٹا لینا واجب ہے اور چھٹے سے صفائی ہو جائے تو ساتواں مستحب ہے طاق کرنے کے لیے غرض کلیہ یہ ہے کہ اگر صفائی طاق سے ہو جائے تو اب نہ بڑھائے اور جو جفت سے ہو تو ایک بڑھا کر طاق کر لیوے اور رسول اللہؐ نے جو حدیث میں پتھروں کا ذکر کیا ہے اس سے بعض اہل ظاہر نے سوا پتھر کے اور کسی چیز سے استنجا کرنا ناجائز سمجھا ہے اور اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ پتھر کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ کپڑے اور لکڑی سے بھی استنجا درست ہے اور غرض یہ ہے کہ ایسی چیز ہو جس سے نجاست دور ہو اور یہ امر سوائے پتھر کے اور چیزوں سے بھی ہو سکتا ہے اور رسول اللہؐ نے پتھروں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اکثر پتھر سہل سے مل جاتے ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ نے منع کیا ہڈی اور گوبر اور لید سے استنجا کرنے سے۔ اگر پتھر کی تخصیص منظور ہوتی تو سوا پتھر کے سب چیزوں سے منع کرتے۔(نووی)

گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنا منع ہے نووی نے کہا گوبر سے مراد ہر ایک نجس چیز ہے اس لیے استنجا کرنا درست نہیں اور ہڈی کی ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ وہ جنوں کی خوراک ہے اسی طرح ہر ایک کھانے کی چیز سے استنجا منع ہے اور جانور کے ہر ایک جزو سے اور کتابوں کے ورقوں سے نجس چیز رقیق ہو پانی کی طرح یا جمی ہوئی ہو اس سے کسی طرح استنجا درست نہیں اگر کسی نے اس سے استنجا کیا تو درست نہ ہوگا اور پھر صاف پانی سے استنجا کرنا پڑے گا ڈھیلا کافی نہ ہوگا اس لیے کہ مقام استنجا نجس ہو گیا اجنبی نجاست سے اور جو کسی کھانے کی چیز پاک سے استنجا کیا تو صحیح یہ ہے کہ درست نہ ہوگا لیکن ڈھیلے سے استنجا اس کے بعد کافی ہے اگرچہ نجاست اپنے مقام سے زیادہ نہیں بڑھی اور بعضوں نے کہا استنجا درست ہو جائے گا مگر گنہگار ہوگا۔ (نووی)

بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ

٦٠٩- عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا بِبَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)) قَالَ أَبُو أَيُّوبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ قَالَ نَعَمْ.

٦١٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ عَلَى حَاجَتِهِ فَلَا يَسْتَقْبِلْ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا)).

بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذَالِكَ فِي الْاَبْنِيَةِ

٦١١- عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَيْتُ صَلَاتِي انْصَرَفْتُ إِلَيْهِ مِنْ شِقِّي فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُولُ نَاسٌ إِذَا قَعَدْتَ لِلْحَاجَةِ تَكُونُ لَكَ فَلَا تَقْعُدْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَقِيتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ.

٦١٢- عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَقِيتُ عَلَى بَيْتِ أُخْتِي حَفْصَةَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا لِحَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ.

باب: پائخانے پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم

۶۰۹- ابوایوبؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم پائخانے کو جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پیٹھ کرو اس طرف پائخانہ یا پیشاب میں البتہ پورب یا پچھم کی طرف منہ کرو۔ ابوایوبؓ نے کہا پھر ہم شام کے ملک میں آئے دیکھا تو کھڈیاں قبلہ کی طرف بنی ہوئی ہیں۔ ہم ان پر سے منہ پھیر لیتے تھے اور خدا سے استغفار کرتے تھے۔

۶۱۰- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی حاجت کے لیے بیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ پیٹھ۔

باب: گھروں میں اس امر کی رخصت کا بیان

۶۱۱- واسع بن حبان سے روایت ہے میں نماز پڑھتا تھا مسجد میں اور عبداللہ بن عمرؓ اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف لگائے ہوئے بیٹھے تھے جب میں نماز پڑھ چکا تو ایک طرف سے ان کے پاس مڑا عبداللہؓ نے کہا لوگ کہتے ہیں جب حاجت کو بیٹھو تو قبلہ اور بیت المقدس کی طرف منہ نہ کرو اور میں چھت پر چڑھا تو رسول اللہ ﷺ کو دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا حاجت کے لیے بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے (اور جب بیت المقدس کی طرف منہ ہوگا تو قبلہ کی طرف پیٹھ ہوگی)۔

۶۱۲- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں اپنی بہن حفصہؓ کے گھر چڑھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے شام کی طرف منہ تھا اور قبلہ کی طرف پیٹھ تھی۔

---

(۶۰۹) ☆ نووی نے کہا یہ مدینے والوں کے لیے خاص حکم ہے یا جن کا قبلہ پورب اور پچھم کی طرف نہ ہو۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ الِاسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ

باب: داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا بیان

٦١٣- عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا يُمْسِكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَهُوَ يَبُولُ وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنْ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ)).

۶۱۳- ابو قتادہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے اپنا ذکر پیشاب کرنے میں داہنے ہاتھ سے نہ تھامے اور پائخانہ کے بعد داہنے ہاتھ سے استنجانہ کرے اور برتن میں پھونک نہ مارے۔

٦١٤- عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ)).

۶۱۴- ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے پائخانہ جاوے تو اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے۔

٦١٥- عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ وَأَنْ يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَأَنْ يَسْتَطِيبَ بِيَمِينِهِ.

۶۱۵- ابو قتادہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا برتن میں پھونکنے سے اور اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے چھونے سے اور داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے سے۔

بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الطُّهُورِ وَغَيْرِهِ

باب: طہارت وغیرہ میں داہنی طرف شروع کرنے کا بیان

٦١٦- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ.

۶۱۶- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پسند کرتے تھے داہنی طرف سے شروع کرنے کو طہارت میں اور کنگھا کرنے میں اور جوتا پہننے میں۔

---

(۶۱۳) ☆ نووی نے کہا استنجے میں ذکر داہنے ہاتھ سے تھامنا مکروہ ہے بکراہت تنزیہی نہ تحریمی جیسے اوپر گزرا اور مقصود یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے کسی طرح کی مدد نہ لیوے استنجے میں۔ اور برتن میں پھونک مارنا اس لیے منع ہوا کہ شاید منہ یا ناک میں سے کوئی چیز نکل کر پانی میں گرے لیکن پانی کے باہر پھونکنا سنت ہے تین بار۔

(۶۱۶) ☆ نووی نے کہا یہ ایک قاعدہ مستمرہ ہے شرع میں اور وہ یہ ہے کہ جو کام دنیا میں ذرا عزت رکھتے ہیں جیسے کپڑا پہننا اور موزہ پہننا اور مسجد میں جانا اور مسواک کرنا اور سرمہ لگانا اور ناخن کاٹنا اور مونچھ کترانا اور بالوں میں کنگھی کرنا اور بغل کے بال منڈوانا اور سلام پھیرنا نماز کے بعد اور وضو کے اعضاء دھونا اور پائخانہ سے نکلنا اور کھانا اور پینا مصافحہ کرنا اور حجر اسود چومنا اور جو باتیں ان کے مثل ہیں ان سب میں داہنی طرف سے شروع کرنا اور کپڑا اتارنا اور پائجامہ یا موزہ اتارنا اور جو کام ان کے مثل ہیں ان میں بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے اور یہ سب اس وجہ سے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر بزرگی اور شرف ہے اور اجماع کیا ہے علماء نے اس پر کہ وضو میں داہنے ہاتھ یا پاؤں کو پہلے دھونا سنت ہے اگر اس کے خلاف کرے تو فضیلت جاتی رہے گی لیکن وضو صحیح ہو جائے گا اور شیعہ کے نزدیک یہ امر واجب ہے اور ان کے خلاف کا اعتبار نہیں اور بائیں طرف سے شروع کرنا اگرچہ درست ہے لیکن مکروہ ہے۔ شافعیؒ نے صاف کہہ دیا ہے اور سنن ابوداؤد اور ترمذی میں ☜

٦١٧- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي نَعْلَيْهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ.

۶۱۷- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ داہنی طرف سے شروع کرنا ہر ایک کام میں پسند کرتے جوتا پہنے میں اور کنگھی کرنے میں اور طہارت کرنے میں (بخاری کی روایت میں ہے جہاں تک آپ سے ہو سکتا ہر ایک کام میں)۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ التَّخَلِّي فِي الطُّرُقِ وَالظِّلَالِ

باب: راستہ اور سایہ میں پائخانہ کرنے کی ممانعت

٦١٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((اتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ)) قَالُوا وَمَا اللَّعَّانَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ)).

۶۱۸- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بچو تم لعنت کے دو کاموں سے (یعنی جن کی وجہ سے لوگ تم پر لعنت کریں)۔ لوگوں نے کہا وہ لعنت کے دو کام کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک تو راہ میں (جدھر سے لوگ آتے جاتے ہوں) پائخانہ کرنا۔ دوسرا سایہ دار جگہ (جہاں لوگ بیٹھ کر آرام کر لیتے ہوں) پائخانہ کرنا (ان دونوں کاموں سے لوگوں کو تکلیف ہو گی اور وہ برا کہیں گے لعنت کریں گے)۔

بَابُ الِاسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ مِنْ التَّبَرُّزِ

باب: قضائے حاجت کے بعد پانی سے استنجاء کرنا

٦١٩- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَتَبِعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِيضَأَةٌ هُوَ أَصْغَرُنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ سِدْرَةٍ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدْ اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ.

۶۱۹- انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ کے اندر گئے اور آپ کے پیچھے ایک لڑکا گیا اس کے پاس ایک بدھنا (لوٹا وغیرہ) تھا۔ وہ لڑکا ہم سب میں چھوٹا تھا اس نے بدھنا ایک بیری کے پاس رکھ دیا پھر رسول اللہ ﷺ اپنی حاجت سے فارغ ہوئے اور باہر نکلے پانی سے استنجاء کر کے۔

٦٢٠- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ نَحْوِي إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً فَيَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ.

۶۲۰- انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ پائخانہ جاتے ہیں اور ایک اور لڑکا میرے برابر پانی کا ڈول اور برچھی اٹھاتے پھر آپ استنجاء کرتے پانی سے اور برچھی اٹھاتے پھر آپ استنجاء کرتے پانی سے (اور برچھی اس واسطے ساتھ رکھتے کہ اس کو سامنے گاڑھ

تلہ باسانید حسنہ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم پہنو یا وضو کرو تو داہنی طرف سے شروع کرو اور یہ نص ہے داہنی طرف سے شروع کرنے میں اب اس کا خلاف کرنا مکروہ ہے یا حرام ہے اور علماء کا اجماع ہے اس پر کہ حرام نہیں ہے تو مکروہ ہو گا اور بعض اعضاء وضو کے ایسے ہیں جن میں داہنی طرف سے شروع کرنا مستحب نہیں بلکہ دائیں اور بائیں دونوں کی ایک بارگی طہارت کرنا چاہیے جیسے دونوں کان' دونوں رخسار۔ اگر یہ امر نہ ہو سکے تو داہنے سے شروع کرے۔ (نووی)

کے نماز پڑھیں)۔

٦٢١-عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَرَّزُ لِحَاجَتِهِ فَآتِيهِ بِالْمَاءِ فَيَتَغَسَّلُ بِهِ.

٦٢١-انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ حاجت کو کھلے میدان میں جاتے (لوگوں کی نظر سے دور) پھر میں پانی آپ کے پاس لاتا آپ اس سے استنجاء کرتے۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ[1]

باب : موزوں پر مسح کرنے کا بیان

٦٢٢-عَنْ هَمَّامٍ قَالَ بَالَ جَرِيرٌ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقِيلَ تَفْعَلُ هَذَا فَقَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ

٦٢٢- ہمام سے روایت ہے جریرؓ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور مسح کیا موزوں پر۔ لوگوں نے کہا تم ایسا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور مسح کیا دونوں موزوں پر۔ اعمش نے کہا ابراہیم نے کہا

---

(٦٢١) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے کئی مسائل نکلے ایک تو یہ کہ حاجت کو دور جانا چاہیے لوگوں کی نگاہ سے۔ دوسرا یہ کہ جو شخص فضیلت رکھتا ہو وہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے کام لے سکتا ہے۔ تیسرا یہ کہ خدمت صالحین اور اہل فضیلت کی مستحب ہے۔ چوتھا یہ کہ پانی سے استنجا کرنا مستحب ہے اور صرف پتھروں پر قناعت کرنے سے بہتر ہے اور لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس مسئلہ میں لیکن جمہور سلف اور خلف اور اہل فتویٰ اس طرف گئے ہیں کہ ڈھیلوں سے استنجا کر کے پھر پانی سے دھونا افضل ہے اور ابن حبیب مالکی نے کہا ڈھیلے کافی نہیں ہیں مگر اس صورت میں جب پانی نہ ملے اور بعض علماء نے ان حدیثوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ برتن سے وضو کرنا بہتر ہے حوض یا تالاب سے وضو کرنے سے مگر یہ استدلال مقبول نہیں۔ قاضی عیاض نے کہا اس قول کی کچھ اصل نہیں اور نہ رسول اللہؐ سے یہ امر منقول ہے کہ آپ نے حوض کو پایا ہو پھر اس کو چھوڑ کر برتن سے وضو اختیار کیا ہو۔ انتہیٰ

[1] ☆ نووی نے کہا ہے کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ موزوں پر مسح جائز ہے سفر اور حضر دونوں میں برابر ہے کہ ضرورت ہو یا نہ ہو اور نہیں اختلاف کیا اس میں کسی نے جس کا اعتبار ہو البتہ شیعہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے اور ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں۔ امام مالک سے اس میں کئی روایتیں ہیں اور مشہور روایت جمہور کے موافق ہے اور موزوں کے مسح کو بہت صحابہ نے نقل کیا ہے۔ حسن بصری نے کہا مجھ سے ستر صحابیوں نے کہا رسول اللہؐ مسح کرتے تھے موزوں پر اور میں نے شرح مہذب میں ان صحابہ میں سے اکثر کا نام بیان کیا ہے اور کئی عمدہ باتیں لکھی ہیں اور اختلاف کیا ہے علماء نے کہ مسح موزوں پر افضل ہے یا پاؤں کا دھونا۔ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ پاؤں دھونا افضل ہے اور یہی قول ہے حضرت عمر اور ابو ایوب انصاری کا اور ایک جماعت تابعین کی اس طرف گئی ہے کہ مسح افضل ہے اور یہی قول ہے شعبی اور حکم اور حماد کا اور احمد سے اس باب میں دو روایتیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مسح افضل ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں ابن منذر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(٦٢٢) ☆ اور سورۂ مائدہ میں وضو کی آیت ہے جس میں پاؤں دھونے کا حکم ہے۔ اب اگر جریرؓ اس سورۃ کے اترنے سے پہلے مسلمان ہو چکے ہوتے تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ ان کی حدیث سورۂ مائدہ کی آیت سے منسوخ ہو گئی ہو اور جب وہ اس کے اترنے کے بعد اسلام لائے تو اب یہ گمان ہرگز چل نہیں سکتا اور سنن بیہقی میں ابراہیم بن ادہمؒ سے مروی ہے انھوں نے کہا میں نے موزوں کے مسح میں جریر کی حدیث سے بہتر کوئی حدیث نہیں سنی۔

إبْرَاهِيمُ كَانَ يُعْجِبُهُمْ هَذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ.

لوگوں کو یہ حدیث بہت بھلی معلوم ہوتی تھی کیونکہ جریرؓ سورۂ مائدہ کے اترنے کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

٦٢٣- عَنْ الْأَعْمَشِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيسَى وَسُفْيَانَ قَالَ فَكَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ يُعْجِبُهُمْ هَذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ

۶۲۳- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے اس میں چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ مذکور ہے کہ عبداللہ کے ساتھیوں کو یہ حدیث اچھی لگتی تھی اس لئے کہ جریر مائدہ کے نزول کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

٦٢٤- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَى إِلَى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا فَتَنَحَّيْتُ فَقَالَ ادْنُهْ فَدَنَوْتُ حَتَّى قُمْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ فَتَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ.

۶۲۴- حذیفہؓ سے راویت ہے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ایک قوم کی روڑی پر پہنچے تو کھڑے ہو کر پیشاب کیا میں سرک گیا۔ آپ نے فرمایا نزدیک آ۔ میں نزدیک چلا گیا یہاں تک کہ آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہو گیا پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

(۶۲۴) ☆ نووی نے کہا علماء نے اس حدیث میں کئی وجہیں بیان کی ہیں ایک تو وہ جو شافعیؒ سے بھی منقول ہے کہ عرب کے لوگ پشت کے درد کا علاج کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے کرتے تھے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے بھی پیٹھ کے درد کی وجہ سے ایسا کیا ہو گا۔ دوسری وجہ یہ ہے جس کو بیہقی نے باسناد ضعیف نقل کیا کہ آپ کے گھٹنوں کے اندر درد تھا، تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو جگہ نہ ملی بیٹھنے کی اس لیے آپ لاچار ہو کر کھڑے رہے اور امام ابو عبداللہ مازری اور قاضی عیاض نے ایک چوتھی وجہ بیان کی ہے کہ کھڑے ہونے میں دبر سے حدث نہ نکلنے کا اطمینان ہوتا ہے برخلاف بیٹھنے کے اور اسی واسطے حضرت عمرؓ نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دبر کو روکے رکھتا ہے حدث نکلنے سے اور ایک پانچویں وجہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر اس لیے پیشاب کیا تھا تاکہ اس کا جواز معلوم ہو مگر ایک ہی بار ایسا کیا اور ہمیشہ کی عادت آپ کی یہ تھی کہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث سے یہ امر ثابت ہے انھوں نے کہا جو کوئی تم سے کہے رسول اللہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو ہرگز نہ مانو آپ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو احمد بن حنبلؒ اور ترمذی اور نسائیؒ اور بہت لوگوں نے اور اسناد اس کی بہتر ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت میں کئی حدیثیں مروی ہیں وہ ثابت نہیں ہیں پھر حضرت عائشہ کی یہ حدیث ثابت ہے اسی واسطے علماء نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے مگر عذر نہ ہو اور یہ کراہت تنزیہی ہے نہ تحریمی۔ ابن منذر نے اشراق میں لکھا ہے کہ علماء نے اختلاف کیا ہے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں تو حضرت عمر اور زید بن ثابت اور ابن عمر اور سہل بن سعد سے یہ امر ثابت ہے کہ انھوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے اور ایسا ہی منقول ہے انس اور علیؓ اور ابو ہریرہؓ سے اور ایسا ہی کہا ہے ابن سیرین اور عروہ بن زبیر نے اور ابن مسعود اور شعبی اور ابراہیم بن سعد نے اس کو مکروہ جانا ہے۔ ابراہیم بن سعد اس شخص کی گواہی نہیں قبول کرتے تھے جو کھڑے ہو کر پیشاب کرے اور اس مسئلہ میں ایک تیسرا قول ہے وہ یہ کہ اگر پیشاب کرنے کی جگہ ایسی ہو جس پر سے پیشاب کے قطرے اڑیں تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے اور جو اڑنے کا ڈر نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ ابن منذر نے کہا پیشاب بیٹھ کر کرنا میرے نزدیک بہتر ہے اور کھڑے ہو کر بھی درست ہے اور یہ سب ثابت ہے رسول اللہؐ سے۔ تمام ہوا کلام ابن منذر کا لیکن ☜

٦٢٥- عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ أَبُو مُوسَى يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَبُولُ فِي قَارُورَةٍ وَيَقُولُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ جِلْدَ أَحَدِهِمْ بَوْلٌ قَرَضَهُ بِالْمَقَارِيضِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَوَدِدْتُ أَنَّ صَاحِبَكُمْ لَا يُشَدِّدُ هَذَا التَّشْدِيدَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشَى فَأَتَى سُبَاطَةً خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا يَقُومُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتَّى فَرَغَ

٦٢٥- ابووائلؓ سے روایت ہے ابو موسیٰؓ نہایت سختی کرتے تھے پیشاب میں۔ وہ پیشاب کیا کرتے تھے ایک شیشی میں اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے بدن کو پیشاب لگ جاتا تو وہ کھال کتر تا قینچیوں سے۔ حذیفہؓ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ ابو موسیٰؓ ایسی سختی نہ کرتے تو بہتر تھا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا آپ ایک قوم کے گھورے پر آئے دیوار کے پیچھے آپ کھڑے ہوئے جس طرح سے تم میں کوئی ہوتا ہے پھر پیشاب کیا میں دور ہٹا آپ نے اشارہ فرمایا پاس آ۔ یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا رہا جب تک کہ آپ پیشاب سے فارغ نہ ہوئے۔

٦٢٦- عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى

٦٢٦- مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کام کو نکلے ان کے پیچھے مغیرہؓ پانی کا ڈول لے کر گئے اور جب آپ حاجت سے فارغ ہوئے تو پانی ڈالا آپ پر (یعنی وضو کے وقت) پھر وضو کیا اور مسح کیا موزوں پر۔ ابن رمح کی روایت میں یوں ہے

ﷺ ایک قوم کی روڑی پر آنا پیشاب کرنے کے لیے تو یہ اس وجہ سے ہوگا کہ وہ لوگ اس سے برا نہ مانتے ہوں گے بلکہ خوش ہوتے ہوں گے اور جس شخص کو ناراضگی نہ ہو اس کی زمین میں پیشاب کرنا ایسا کا کھانا کھانا درست ہے اور اس کی مثالیں بہت ہیں یا وہ روڑی خاص اس قوم کی نہ ہوگا بلکہ سب گھروں کے صحن میں مشترک ہوگی لیکن ان کے گھر کے قریب ہوگی اس وجہ سے ان کی طرف نسبت کی گی اور یہ جو آپ نے گھورے پر پیشاب کیا اور دور تشریف نہ لے گئے حالانکہ آپکی عادت یہ تھی کہ حاجت کے لیے دور جاتے تو قاضی عیاض نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ آپ لوگوں کو سمجھانے میں یا وہ اپنے اور کاموں میں مصروف ہونگے۔ دفعتاً آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی اور اس وقت دور جانا ممکن نہ ہو اس لیے آپ گھورے پر چلے گئے۔ (نووی)

(آپ نے فرمایا نزدیک آ۔ میں نزدیک چلا گیا) آپ نے نزدیک اس واسطے بلایا تاکہ لوگوں سے آڑ ہو جائے دوسری یہ کہ آپ کی غرض پیشاب کرنا تھی نہ پاخانہ اور دوسرے حدث سے بھی اطمینان تھا اس لیے پاس بلانے میں کوئی قباحت نہ تھی۔ (نووی)

(یہاں تک کہ آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہوا پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا) نووی نے کہا یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے ایک تو موزوں پر مسح کرنا، دوسرے حضر میں مسح جائز ہونا، تیسرے کھڑے ہو کر پیشاب جائز ہونا، چوتھے پیشاب کرنے والے سے دوسرے آدمی کے نزدیک ہونے کا جواز، پانچویں پیشاب کرنے والے کا بلانا دوسرے کو آڑ کے لیے، چھٹے پردہ کرنے کا استحباب، ساتویں جواز پیشاب کا گھروں کے نزدیک۔

(٦٢٥) ☆ حذیفہؓ کی غرض اس حدیث کے بیان کرنے میں یہ تھی کہ اتنی سختی ابو موسیٰ کی سنت کے خلاف ہے کیونکہ رسول اللہؐ نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا اور چھینٹیں اڑنے کا خیال نہ کیا اور شیشے وغیرہ میں پیشاب نہیں کیا جیسا کہ ابو موسیٰ کرتے ہیں۔

الْخُفَّيْنِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ مَكَانَ حِينَ حَتَّى.

پانی ڈالا آپ پر یہاں تک کہ آپ فارغ ہوئے حاجت سے (یعنی وضو سے)۔

٦٢٧- عَنْ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

۶۲۷- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی منقول ہے اور اس میں ہے کہ آپؐ نے اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا پھر جرابوں پر بھی مسح کیا۔

٦٢٨- عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ بَيْنَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِذْ نَزَلَ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنْ إِدَاوَةٍ كَانَتْ مَعِي فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ.

۶۲۸- مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ اترے اور حاجت سے فارغ ہوئے پھر آپ آئے تو میں نے آپ پر پانی ڈالا ڈول سے جو میرے پاس تھا آپ نے وضو کیا اور مسح کیا موزوں پر۔

٦٢٩- عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ ((يَا مُغِيرَةُ خُذْ الْإِدَاوَةَ)) فَأَخَذْتُهَا ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ عَلَيْهِ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى.

۶۲۹- مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا اے مغیرہ! چھاگل لے لے پانی کی۔ میں نے لے لی اور آپ کے ساتھ نکلا آپ چلے یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گئے اور حاجت سے فارغ ہوئے پھر لوٹ کر آئے۔ آپ ایک جبہ پہنے ہوئے تھے شام کا تنگ آستینوں کا آپ نے چاہا اپنے ہاتھ آستینوں سے باہر نکالنا وہ نکل نہ سکے تو آپ نے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا۔ پھر میں نے وضو کا پانی ڈالا آپ نے وضو کیا جیسے نماز کے لیے وضو کرتے ہیں پھر مسح کیا موزوں پر پھر نماز پڑھی۔

٦٣٠- عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَ حَاجَتَهُ فَلَمَّا رَجَعَ تَلَقَّيْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ

۶۳۰- مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ حاجت کے واسطے نکلے جب لوٹے تو میں پانی کا ڈول لے کر آیا اور آپ پر پانی ڈالا آپ نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر منہ دھویا پھر ہاتھ دھونا

(۶۲۸) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے اور اسامہ بن زیدؓ کی حدیث سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا درست ہے اور بعض حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے لیکن وہ ثابت نہیں ہیں۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ مدد لینا تین قسم پر ہے ایک تو یہ کہ پانی لانے میں کسی سے مدد لیوے اور یہ نہ مکروہ ہے نہ اس میں کچھ قباحت ہے۔ دوسرے یہ کہ اعضاء کے دھونے میں مدد لیوے یعنی دوسرا شخص اس کے اعضا کو دھووے یہ مکروہ ہے مگر ضرورت کے وقت جائز ہے تیسرے یہ کہ دوسرا شخص صرف پانی ڈالے اس کا ترک اولیٰ ہے کرنا مکروہ ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں اور جب کوئی دوسرا پانی ڈالے تو وہ وضو کرنے والے کے بائیں طرف کھڑا ہو۔

غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَتْ الْجُبَّةُ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى بِنَا.

چاہے جبہ تنگ تھا آخر دونوں ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا اور دھویا ان کو اور سر پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا پھر ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔

٦٣١- عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ فَقَالَ لِي ((أَمَعَكَ مَاءٌ)) قُلْتُ نَعَمْ فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ ((دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ)) وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

٦٣١- مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا ہاں آپ سواری پر سے اترے اور چلے یہاں تک کہ اندھیری رات میں نظروں سے چھپ گئے پھر لوٹ کر آئے تو میں نے پانی ڈالا ڈول سے۔ آپ نے منہ دھویا آپ جبہ اون کا پہنے ہوئے تھے تو ہاتھ آستینوں سے باہر نکال نہ سکے۔ آپ نے نیچے سے ہاتھوں کو باہر نکالا اور دھویا اور سر پر مسح کیا پھر میں جھکا آپ کے موزے اتارنے کو آپ نے فرمایا رہنے دے میں نے ان کو طہارت پر پہنا ہے اور مسح کیا ان دونوں پر۔

٦٣٢- عَنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ وَضَّأَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهُ فَقَالَ ((إِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ)).

٦٣٢- مغیرہؓ سے روایت ہے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرایا آپ نے وضو کیا اور دونوں موزوں پر مسح کیا مغیرہ نے کہا تو آپ نے فرمایا میں نے ان کو طہارت میں پہنا ہے۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى النَّاصِيَةِ وَالْعِمَامَةِ

باب: پیشانی اور دستار پر مسح کرنا

٦٣٣- عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ

٦٣٣- مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سفر میں پیچھے رہ گئے میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا جب آپ حاجت

(٦٣١) ☆ نووی نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے اس مسئلہ میں ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ موزوں کا پہننا طہارت کاملہ پر ضروری ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے داہنا پاؤں دھویا پھر موزہ پہنا پھر بایاں پاؤں دھویا اور موزہ پہنا تو داہنے موزے پر مسح درست نہ ہوگا اس لیے کہ اس وقت طہارت کاملہ نہ تھی اب اس کا اتارنا اور دوبارہ پہننا ضروری ہے البتہ بایاں موزہ اتارنے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس کے پہننے کے وقت طہارت کامل ہو چکی تھی اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ بائیں موزہ کا بھی اتارنا ضروری ہے اور یہ قول ہے مالکؒ اور احمدؒ اور اسحاقؒ کا اور ابو حنیفہ اور سفیان ثوریؒ اور یحییٰ بن آدمؒ اور مزنیؒ اور ابو ثورؒ اور داؤدؒ کا یہ قول ہے کہ پہننا موزہ کا حدث کی حالت میں بھی درست ہے بعد اس کے طہارت کامل کر لیوے۔ انتہی۔

(٦٣٣) ☆ یہی وہ حدیث ہے جس سے رسول اللہؐ کا نماز پڑھنا اپنے صحابی کے پیچھے ثابت ہوتا ہے علماء نے کہا ہے کہ آپ نے سوا عبدالرحمن بن عوف کے اور کسی آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی البتہ جبریل کے پیچھے نماز پڑھی۔ نووی نے کہا اس حدیث سے بہت سی باتیں نکلتی ہیں ایک افضل کا اقتداء کرنا اپنے سے کم درجہ والے کے ساتھ دوسرے نبی کا نماز پڑھنا اپنے ساتھی کے پیچھے تیسرے فضیلت اول وقت کی

فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ قَالَ ((أَمَعَكَ مَاءٌ)) فَأَتَيْتُهُ بِمِطْهَرَةٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَأَلْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوا فِي الصَّلَاةِ يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِي سَبَقَتْنَا.

سے فارغ ہوئے تو فرمایا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں ایک چھاگل لے کر آیا پانی کی آپ نے دونوں ہاتھ دھوئے اور منہ دھویا پھر باہیں آستینوں میں سے نکالنا چاہیں تو آستین تنگ ہوئی آپ نے نیچے سے ہاتھ کو نکالا اور جبہ کو اپنے مونڈھوں پر ڈال دیا اور دونوں ہاتھ دھوے اور پیشانی پر مسح کیا اور عمامہ پر اور موزوں پر پھر سوار ہوئے میں بھی سوار رہا جب اپنے لوگوں میں پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے عبدالرحمٰن بن عوف ان کو نماز پڑھا رہے تھے اور وہ ایک رکعت پڑھ چکے تھے ان کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں وہ پیچھے ہٹنے لگے آپ نے اشارہ کیا اپنی جگہ پر رہو آخر انھوں نے نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں بھی کھڑا ہوا اور ایک رکعت جو ہم سے پہلے ہو چکی تھی پڑھ لی۔

٦٣٤- عَنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَمُقَدَّمِ رَأْسِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ.

۶۳۴- مغیرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مسح کیا موزوں پر اور پیشانی پر اور عمامہ پر۔

٦٣٥- عَنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

۶۳۵- دوسری روایت کا معنی بھی وہی ہے جو اوپر گزرا۔

٦٣٦- عَنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ.

۶۳۶- مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو مسح کیا پیشانی پر اور عمامہ پر اور موزوں پر۔

ﻑ نماز پڑھنے کی کیونکہ صحابہ نے آپکا انتظار نہ کیا اور نماز شروع کر دی، چوتھے جب امام حاضر نہ ہو تو لوگ کسی اور امام کو امام بنا سکتے ہیں بشرطیکہ اس سے کوئی مفسدہ نہ پیدا ہو اور امام کو رنج نہ ہو ورنہ سب لوگ اول وقت اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں اور دوبارہ جماعت میں شریک ہونا مستحب ہوگا پانچویں مسبوق سلام کے بعد اپنی باقی نماز پوری کرلے اور یہ باقی نماز بدوں پڑھے اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی البتہ سورۂ فاتحہ پڑھنا ساقط ہو جاتا ہے جب امام کو رکوع میں پاوے، چھٹے یہ کہ مسبوق کو بھی امام کی پیروی رکوع اور سجود اور قعدہ سب ارکان میں ضروری ہے اگرچہ اسکے قعدہ کا وقت نہ ہو، ساتویں یہ کہ مسبوق امام سے تب جدا ہوتا ہے جب امام سلام پھیر دے اور عبدالرحمٰن بن عوف جو نماز پڑھائے گئے اور ابوبکر صدیق کی طرح پیچھے ہٹ نہ آئے اس کی وجہ یہ تھی کہ عبدالرحمٰن ایک رکعت پڑھ چکے تھے اور ابوبکر نے کوئی رکعت نہیں پڑھائی تھی۔ انتہی۔

(۶۳۴) ☆ عمامہ پر مسح کرنا درست ہے اور اس کا اتارنا ضروری نہیں رفع حرج کے لیے۔ اہلحدیث کا یہی قول ہے اور بعض علماء کے نزدیک عمامہ پر مسح جائز نہیں جب تک سر پر ہاتھ نہ پھیرے۔

٦٣٧- عَنْ بِلَالٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى حَدَّثَنِي الْحَكَمُ حَدَّثَنِي بِلَالٌ.

۶۳۷- بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا موزوں پر اور عمامہ پر۔

٦٣٨- عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۶۳۸- اس سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور بلال کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔

بَابُ التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب: موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان

٦٣٩- عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ قَالَ وَكَانَ سُفْيَانُ إِذَا ذَكَرَ عَمْرًا أَثْنَى عَلَيْهِ.

۶۳۹- شریح بن ہانی سے روایت ہے میں حضرت عائشہؓ کے پاس آیا ان سے موزوں کا مسح پوچھنے کو انھوں نے کہا کہ تم ابو طالب کے بیٹے (یعنی حضرت علیؓ) سے پوچھو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے ہم نے ان سے پوچھا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے مسح کی مدت تین دن تین رات مقرر کی اور مقیم کے لیے ایک دن رات۔ راوی نے کہا کہ جب سفیان عمرو کا ذکر کرتے تو ان کی تعریف کرتے۔

٦٤٠- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْحَكَمِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

۶۴۰- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث منقول ہے۔

٦٤١- عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ ائْتِ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنِّي فَأَتَيْتُ عَلِيًّا فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۶۴۱- شریح بن ہانی ؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے موزوں کے مسح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ علیؓ کے پاس جاؤ وہ اس مسئلے کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں پھر میں علیؓ کے پاس آیا تو انہوں نے نبی اکرم ؐ کی حدیث بیان کی۔

---

(۶۳۹) ☆ نووی نے کہا جمہور علماء کا یہی قول ہے جیسے ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اور احمد کا اور امام مالکؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کی مدت کچھ مقرر نہیں جتنے دنوں تک چاہے مسح کرے اور یہی ایک قول قدیم ہے شافعیؒ کا ان کی دلیل ابن ابی عمارہ کی حدیث ہے جو ابوداؤد نے روایت کی لیکن وہ حدیث باتفاق علماء ضعیف ہے۔ اب اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ یہ مدت موزے پہننے کے بعد حدث کے وقت سے شروع ہو گی نہ موزے پہننے کے وقت سے اور نہ مسح کے وقت سے اگر مدت گزرنے سے پہلے نہانے کی حاجت ہوئی تو موزے پر مسح جائز نہ ہو گا ہمارے اصحاب کے نزدیک پھر اگر غسل کیا اور دونوں پاؤں موزے کے اندر دھو لیے تو جنابت جاتی رہے گی اور نماز جائز ہو جائے گی اب اگر اس کے بعد حدث ہو گا تو موزے پر مسح درست نہیں اس لیے کہ موزوں پر مسح اسی وقت درست ہے جب طہارت کاملہ پر پہنے جاویں اب ان کو اتار کر طہارت کر کے پھر پہنے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفتی کو اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو دوسرے کا حوالہ دیوے جو اس کو خوب جانتا ہو۔ انتہی

بَابُ جَوَازِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

باب: ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنا

٦٤٢- عَنْ بُرَيْدَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ قَالَ ((عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ)).

۶۴۲- بریدہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے جس دن مکہ فتح ہوا ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں اور مسح کیا موزوں پر حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہؐ! آپ نے آج وہ کام کیا جو کبھی نہیں کیا تھا آپ نے فرمایا میں نے قصداً ایسا کیا۔

بَابُ كَرَاهَةِ غَمْسِ الْمُتَوَضِّئِ وَغَيْرِهِ يَدَهُ الْمَشْكُوكُ فِي نَجَاسَتِهَا فِي الْإِنَاءِ

باب: پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنا اس کو دھونے سے پہلے مکروہ ہے

(۶۴۲) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک تو موزے پر مسح کرنا دوسرے فرض نمازوں کا ایک وضو سے پڑھنا جب تک حدث نہ ہو اور یہ جائز ہے باجماع علماء اور امام ابو جعفر طحاوی اور ابوالحسن بن بطال نے صحیح بخاری کی شرح میں ایک جماعت علم سے اس کے خلاف نقل کیا ہے ان کے نزدیک ہر ایک فرض نماز کے لیے تازہ وضو ضروری ہے اگرچہ وضو ہو اور دلیل ان کی قول ہے اللہ تعالیٰ کا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الایۃ اور جمہور کی دلیل احادیث صحیحہ ہیں۔ ایک ان میں سے یہ حدیث ہے اور ایک حدیث انس کی ہے صحیح بخاری میں کہ رسول اللہؐ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم لوگوں کو ایک ہی وضو کافی ہو تا جب تک حدث نہ ہووے دوسری حدیث سوید بن نعمانؓ کی ہے صحیح بخاری میں کہ رسول اللہؐ نے عصر کی نماز پڑھی پھر ستو کھائے اور مغرب کی نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا اس کی تائید میں اور بہت سی حدیثیں آئی ہیں جیسے حدیث جمع کرنے کی عرفہ اور مزدلفہ میں اور تمام سفروں میں اور حدیث قضا نمازوں کے جمع کرنے کی خندق میں اور آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ جب تم بے وضو ہو اور نماز کے لیے اٹھو تو منہ دھوا خیر تک اور بعضوں نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے رسول اللہؐ کے فعل سے اور یہ قول ضعیف ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا وضو ہوتے ہوئے مستحب ہے اور اس میں کئی قول ہیں ایک تو یہ کہ اس وضو سے کوئی نماز ضرور پڑھے خواہ فرض ہو یا نفل دوسرے یہ کہ تازہ وضو اس صورت میں مستحب ہے جب اس سے کوئی فرض نماز پڑھے تیسرے یہ کہ اس وضو سے وہ کام کرے جو بغیر طہارت کے درست نہیں جیسے مصحف کا چھونا، سجدہ تلاوت کرنا، چوتھے یہ کہ ہر حال میں مستحب ہے اگرچہ ان میں سے کوئی کام نہ کرے بشرطیکہ وضو سابق اور حال میں اتنا زمانہ گزرے کہ جس کے سبب سے دوسرا وضو پہلے وضو سے علیحدہ ہو جاوے اور تازہ غسل کرنا مستحب نہیں موافق مذہب صحیح کے اور امام الحرمین نے ایک قول استحباب کا نقل کیا ہے اسی طرح تازہ تیمم کرنے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ مستحب نہیں اور یہی زیادہ مشہور ہے اور یہ تازہ تیمم زخمی اور بیمار کے لیے ہو گا جو پانی ہوتے ہوئے تیمم کرتے ہیں اور ان کے سوا اور کے لیے بھی ہو سکتا ہے جب دوبارہ تلاش پانی کی واجب نہ کہیں اور جو یہ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے وہ کام کیا جو کبھی نہ کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر رسول اللہؐ ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے جیسے افضل ہے اور اس دن جو کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں اس سے جواز کا بیان کرنا مقصود تھا جیسے آپ نے فرمایا میں نے یہ کام قصداً کیا ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کم درجے والا بڑے درجے والے سے سوال کر سکتا ہے ان افعال سے جو عادت کے خلاف ہوں اس لیے کہ کبھی یہ امر نسیان سے ہوتا ہے تو وہ آگاہ ہو جاوے گا اس سوال کی وجہ سے۔ انتہی

قَبْلَ غَسْلِهَا ثَلَاثًا

٦٤٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ)).

۶۴۳- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے سو کر اٹھے تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک اس کو تین بار نہ دھولے کیونکہ معلوم نہیں کہاں رہا ہاتھ اس کا۔

٦٤٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ قَالَ يَرْفَعُهُ بِمِثْلِهِ.

۶۴۴- مذکورہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٦٤٥- عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۶۴۵- اس سند سے بھی وہی حدیث منقول ہے جو اوپر گذر چکی ہے۔

٦٤٦- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْرِغْ عَلَى يَدِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَ

۶۴۶- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے جاگے تو اپنے ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے اس لیے کہ اس کو معلوم نہیں کہ کہاں رہا ہاتھ اس

(۶۴۳) ☆ امام شافعیؒ نے کہا عربوں کی عادت تھی کہ وہ ڈھیلوں سے استنجا کیا کرتے اور ان کے ملک گرم تھے سونے میں پسینہ آتا اس لیے احتمال تھا کہ ہاتھ نجس ہو گیا ہو اور اس حدیث سے کئی مسائل نکلتے ہیں ایک تو یہ کہ قلیل پانی پر اگر نجاست پڑ جائے تو وہ نجس ہو جاوے گا دوسرے یہ کہ سات بار دھونا کسی نجاست کا ضروری نہیں سوا کتے کے چاٹے ہوئے برتن کے تیسرے یہ کہ استنجا کا مقام ڈھیلوں سے پاک نہیں ہوتا بلکہ معاف ہے نماز اس سے چوتھے یہ کہ نجاست کا تین بار دھونا ضروری ہے یعنی نجاست متحققہ کا اور متوہمہ کا تین بار دھونا مستحب ہے پانچویں یہ کہ نجاست متوہمہ کا دھونا مستحب ہے صرف پانی ڈالنا کافی نہیں چھٹے یہ کہ عبادات میں احتیاط کرنا مستحب ہے بشرطیکہ یہ احتیاط وسوسہ کے درجہ تک نہ پہنچے۔ اب جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ ہاتھ ڈالنے کی ممانعت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی جس صورت میں نجاست کا یقین نہ ہو اور اگر ہاتھ ڈال دے گا تو پانی نجس نہ ہو گا اور حسن بصری سے منقول ہے کہ نجس ہو جائے گا اگر رات کو سو کر اٹھا ہے اور اسحٰق بن راہویہؒ اور محمد بن جریر طبری سے بھی یہی منقول ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اصل پانی اور ہاتھ دونوں میں طہارت ہے پھر شک سے وہ نجس نہیں ہو سکتے اور یہ سو کر اٹھنا ہمارے نزدیک سونے سے مخصوص نہیں بلکہ جب سو کر اٹھے اور نجاست کا شبہ ہو یا بغیر سوئے نجاست کا گمان ہو تو برتن میں بغیر ہاتھ دھوئے ہاتھ نہ ڈالے اور امام احمد سے یہ روایت ہے کہ اگر رات کے خواب سے اٹھا ہے تو ہاتھ ڈالنا مکروہ تحریمی ہے اور جو دن کے خواب سے اٹھا ہے تو مکروہ تنزیہی ہے اور داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔ انتہی۔

(۶۴۶) ☆ یہ کنایہ ہے یعنی دبر یا ذکر پر رہا اور کنایہ ایسے مقاموں میں زیادہ فصیح ہے اور قرآن اور حدیث میں اس کی بہت نظیریں ہیں۔ یہ تب ہے کہ ہاتھ کی نجاست کا گمان ہو اگر ہاتھ کی طہارت کا یقین ہو جب بھی ہاتھ دھونا پھر ڈالنا بہتر ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں ☜

يَدَهُ فِي إِنَائِهِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِيمَ بَاتَتْ يَدُهُ))۔

کارات کو۔

٦٤٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي رِوَايَتِهِمْ جَمِيعًا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ كُلُّهُمْ يَقُولُ حَتَّى يَغْسِلَهَا وَلَمْ يَقُلْ وَاحِدٌ مِنْهُمْ ثَلَاثًا إِلَّا مَا قَدَّمْنَا مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ وَأَبِي صَالِحٍ وَأَبِي رَزِينٍ فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِمْ ذِكْرَ الثَّلَاثِ

۶۴۷- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے ہر ایک میں ہاتھ دھونے کا ذکر ہے مگر کسی ایک نے بھی تین مرتبہ کا ذکر نہیں کیا۔

بَابُ حُكْمِ وُلُوغِ الْكَلْبِ

باب: کتے کے منہ ڈالنے کا بیان

٦٤٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ))۔

۶۴۸- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کتا منہ ڈال کر پیئے تم میں سے کسی کے برتن میں تو بہادے اس کو پھر سات بار دھووے۔

٦٤٩- عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَقُلْ فَلْيُرِقْهُ

۶۴۹- اس روایت میں بہانے کا ذکر نہیں ہے

٦٥٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

۶۵۰- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تمہارے برتن میں سے پیئے تو اس کو سات بار دھونا چاہیے۔

٦٥١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ))۔

۶۵۱- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے برتن کی پاکی جب کتا اس میں منہ ڈال کر پیئے یہ ہے کہ اس کو سات بار دھوئیں پہلی بار مٹی سے مانجھیں۔

٦٥٢- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

۶۵۲- ہمام بن منبہ سے روایت ہے یہ حدیثیں ہم سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان

ﷺ ہاتھ ڈالنا دھونے سے پہلے مکروہ نہیں ہے اگر برتن اتنا بڑا ہے کہ ہاتھ پانی پر ڈالنا ممکن نہ ہو تو منہ سے پانی لیوے اور ہاتھ کو دھووے یا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پاک کپڑے سے پانی نکالے یا اور کسی سے مدد لیوے۔ (نووی)

(۶۵۲) ☆ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کتا نجس ہے اور اس کا لعاب اور پسینہ ناپاک ہے۔ جمہور علما کا یہی قول ہے اور عکرمہ اور مالکؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ کتا پاک ہے اور دلیل ان کی یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کھاؤ تم وہ شکار جو کتے پکڑیں تمہارے لیے اور ظاہر ہے کہ کتے کا لعاب جانور کے پکڑنے میں ضرور لگے گا مگر یہ دلیل قوی نہیں اس لیے کہ شکار کے مباح ہونے سے خاص اس مقام کی جہاں کتے ﷺ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((طَهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيهِ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ)).

میں سے ایک حدیث یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے برتن کی پاکی جب کتا اس میں چپڑ چپڑ پیئے یہ ہے کہ اس کو سات بار دھووے۔

٦٥٣- عَنِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ ((مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ)) ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ ((إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ فِي التُّرَابِ)).

۶۵۳- عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حکم کیا کتوں کے مار ڈالنے کا پھر فرمایا کیا ہے حال ان کا اور حال کتوں کا پھر اجازت دی شکاری کتا اور گلے کا کتا پالنے کی (یعنی بکریوں کی منڈی کی حفاظت کے لیے) اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈال کر پیئے تو اس کو سات بار دھوؤ اور آٹھویں بار مٹی سے مانجھو۔

٦٥٤- فِي رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ مِنَ الزِّيَادَةِ وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَالصَّيْدِ وَالزَّرْعِ.

۶۵۴- یحییٰ بن سعد کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور رخصت دی آپ نے بکریوں کا کتا اور شکاری کتا اور کھیت کا کتا پالنے کی۔

ﷺ نے منہ لگایا طہارت ثابت نہیں ہوتی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جو روایت کیا ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے ابن عمر سے کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے اور پیشاب کرتے لیکن پانی کوئی نہ ڈالتا اس کا جواب یہ ہے کہ آنے جانے سے طہارت اس کی ثابت نہیں ہوتی اب رہا پیشاب اس کا وہ تو بالا اجماع نجس ہے اور مسجد کے نہ دھونے کی وجہ یہ ہوگی کہ پیشاب کی جگہ معلوم نہ ہو سکتی ہوگی یا اس وجہ سے کہ زمین سوکھ گئی تو وہ پاک ہے یا یہ حکم ابتدائے اسلام میں ہوگا بعد اس کے مسجدوں کی صفائی اور پاکیزگی کا حکم ہوا تیسری دلیل یہ ہے کہ آگے جو حدیثیں آتی ہیں ان میں کتا پالنے کی اجازت دی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پالنے کی اجازت سے اس کی طہارت لازم نہیں آتی ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتے کے منہ ڈال کر پینے سے برتن کا سات بار دھونا ضروری ہے اور یہی قول ہے ابن عباسؓ اور عروہؒ اور ابن سیرینؒ اور طاؤس اور عمرو بن دینارؒ اور اوزاعیؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ اور ابو ثورؒ اور ابو عبیدؒ اور داؤد کا اور خلاف کیا اس کا ابو حنیفہ نے اور قیاس کیا اس کو نجاستوں پر حالانکہ یہ قیاس ہے بمقابلہ نص کے۔ اور دلیل لائے ہیں طحاویؒ اور دار قطنیؒ کی روایت سے کہ ابوہریرہؓ نے کہا کتے کے منہ ڈالنے سے تین بار دھونا چاہیے حالانکہ احتمال ہے ابوہریرہؓ نے بھول کر یہ کہا ہو سات بار دھونے کو وہ مستحب جانتے ہوں اور تین بار کو واجب اور ابوہریرہؓ سے یہ بھی ثابت ہے کہ انھوں نے سات بار دھونے کا حکم کیا بہرحال ابوہریرہؓ کا قول احادیث صحیحہ مرفوعہ صریحہ کے مقابل نہیں ہو سکتا۔ (نیل الاوطار) نوویؒ نے کہا ہمارے نزدیک کتے کا پیشاب اور پاخانہ یا خون یا پسینہ وغیرہ اگر لگ جاوے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ سات بار دھوئیں اور ایک بار مٹی سے۔

(۶۵۳) ☆ نوویؒ نے کہا ہمارا مذہب اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ سات بار دھوئیں ان میں ایک بار مٹی مل کر دھوئیں اور چونکہ مٹی ایک علیحدہ چیز ہے گویا آٹھواں بار ہوا اور بھید اس قدر احتیاط کا کتے کے جھوٹے میں یہ ہے کہ بعض کتا زہریلا ہوتا ہے اور بعض دیوانہ تو سات بار دھونے میں برتن سے بالکل اثر جاتا رہے گا یہ نہیں کہ نجاست اس کی اور نجاستوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ سور کتے سے بھی زیادہ نجس ہے پر اس میں زہر نہیں۔

(۶۵۴) ☆ نوویؒ نے کہا ہمارے اصحاب نے اتفاق کیا ہے کہ بغیر ضرورت کے کتا پالنا حرام ہے جیسے کوئی پالے اس کی صورت ﷺ

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

٦٥٥- عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

٦٥٦- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ)).

٦٥٧- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا تَبُلْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ تَغْتَسِلُ مِنْهُ)).

باب: تھمے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت

۶۵۵- جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا تھمے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے۔

۶۵۶- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے تھمے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور یہ بھی نہ کرے کہ پیشاب کر کے پھر اس میں غسل کرے۔

۶۵۷- ہمام بن منبہ نے کہا یہ حدیثیں ہیں جو ہم سے ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیں پھر کئی حدیثیں بیان کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کر کہ پیشاب کرے تو تھمے ہوئے پانی میں جو بہتا نہیں پھر غسل کرے اسی پانی سے۔

کو پسند کر کے یا نمائش وزیبائش کے لیے تو یہ حرام ہے بلا خلاف لیکن ضرورت کے لیے پالنا درست ہے اور اس حدیث میں تو تین کاموں کے لیے اجازت ہے ایک شکار کے لیے دوسرے جانوروں کی حفاظت کے لیے تیسرے کھیت کی حفاظت کے لیے ان تین کاموں کے لیے تو سب کے نزدیک درست ہے البتہ اختلاف ہے کہ گھروں کی حفاظت کے لیے اس کا پالنا درست ہے یا نہیں اور صحیح یہ ہے کہ درست ہے اور کتا اگر کٹکھنا ہو تو اس کو مار ڈالیں اور اگر کٹکھنا نہ ہو تو نہ ماریں۔ امام الحرمینؒ نے کہا کہ کتوں کے قتل کی حدیث منسوخ ہے اسی طرح سیاہ کتے کے قتل کی۔ انتہی مختصراً

(۶۵۷) ☆ نووی نے کہا یہ ممانعت بعض پانی میں تو تحریماً ہے اور بعضوں میں کراہتاً اور اس حدیث سے نکلتا ہے کہ اگر پانی کثیر ہو اور بہتا ہو تو اس میں پیشاب کرنا حرام نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ کرے اور اگر پانی قلیل ہو لیکن بہتا ہو تو ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے کہا کہ اس میں پیشاب کرنا مکروہ ہے اور مختار یہ ہے کہ حرام ہے کیونکہ وہ پانی نجس ہو جائے گا موافق مذہب مشہور شافعیؒ کے اور دوسرے کو دھوکہ ہوگا وہ اس کو استعمال کرے گا اور اگر پانی کثیر ہو لیکن تھما ہوا ہو تو ہمارے اصحاب کے نزدیک اس میں پیشاب کرنا مکروہ ہے لیکن حرام نہیں اور اگر حرام کہیں جب بھی ہو سکتا ہے کیونکہ نہی تحریم کے لیے ہے اور وہ پانی نجس ہو جائے گا حنفیہ کے نزدیک جس صورت میں اتنا بڑا حوض نہ ہو کہ ایک کنارہ ہلانے سے دوسرا کنارہ ہلے اور جو پانی تھوڑا ہو تھما ہوا تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس میں پیشاب کرنا حرام ہے اور پائخانہ کرنا بھی مثل پیشاب کے ہے بلکہ اس سے بدتر ہے اسی طرح اگر کسی برتن میں پیشاب کر کے اس کو پانی میں ڈال دے یا نہر سے اتنا نزدیک پیشاب کرے کہ بہہ کر اس میں جاوے یہ سب باتیں منع ہیں اور ان میں کسی عالم نے خلاف نہیں کیا البتہ داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ ممانعت خاص ہے انسان کے پیشاب سے اور پائخانہ کی ممانعت نہیں نہ برتن میں پیشاب کر کے اس کو ڈالنے کی اور نہ پانی کے نزدیک پیشاب کرنے کی اور علماء نے کہا ہے کہ پانی کے نزدیک پائخانہ اور پیشاب کرنا مکروہ ہے اگرچہ پانی میں نہ جاوے کیونکہ لوگ وہاں آتے جاتے ہیں تو ان کو تکلیف ہوگی اور جس نے استنجا کیا ہو وہ اگر پانی میں غوطہ لگانا چاہے استنجے کے لیے اور پانی قلیل ہو کہ نجاست پڑنے سے نجس ہو جاوے گا تو حرام ہے اور اگر کثیر ہو اور جاری ہو تو جائز ہے اسی طرح اگر کثیر ہو اور جاری نہ ہو تو اس صورت میں نہ کرنا بہتر ہے۔ انتہی

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الِاغْتِسَالِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

باب: تھمے ہوئے پانی میں غسل کی ممانعت

٦٥٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لاَ يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ)) فَقَالَ كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلاً.

٦٥٨- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نہانے کی حاجت ہو تو وہ تھمے ہوئے پانی میں نہ نہاوے لوگوں نے ابوہریرہؓ سے کہا پھر کیا کرے؟ انھوں نے کہا ہاتھوں سے پانی لے کر نہاوے۔

بَابُ وُجُوبِ غَسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهِ مِنَ النَّجَاسَاتِ إِذَا حَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَّ الْأَرْضَ تَطْهُرُ بِالْمَاءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلَى حَفْرِهَا

باب: مسجد میں جب پیشاب کرے تو اس کو پانی سے دھونا ضروری ہے اور زمین پانی سے پاک ہو جاتی ہے اس کا کھودنا ضروری نہیں۔

٦٥٩- عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((دَعُوهُ وَلَا تُزْرِمُوهُ)) قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ.

٦٥٩- انسؓ سے روایت ہے کہ ایک گنوار مسجد میں پیشاب کرنے لگا لوگ اس کو مارنے یا ہٹانے کے لیے اٹھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مت روکو پیشاب اس کا۔ جب وہ پیشاب کر چکا آپ نے ایک ڈول پانی کا منگوایا اور اس پر ڈال دیا۔

٦٦٠- عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَبَالَ فِيهَا فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((دَعُوهُ)) فَلَمَّا فَرَغَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوبٍ فَصُبَّ عَلَى بَوْلِهِ.

٦٦٠- انس بن مالک رضی اللہ عنہ ذکر کرتے تھے کہ ایک گنوار مسجد کے کونے میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا لوگ چلائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو اس کو جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے حکم کیا تو ایک ڈول پانی کا اس کے پیشاب پر ڈالا گیا۔

---

(٦٥٨) ☆ نووی نے کہا ہمارے علماء کے نزدیک تھمے ہوئے پانی میں نہانا مکروہ ہے خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر اسی طرح جاری چشمے میں۔ شافعیؒ نے بویطی میں کہا میں مکروہ جانتا ہوں جنب کے لیے غسل کرنا کنویں میں اور تھمے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اور یہ کراہت تنزیہی ہے نہ تحریمی اور اگر جنب نے ایسے پانی میں غسل کیا اور وہ دو قلوں سے کم ہے تو مستعمل ہو جائے گا اور حنفیہ کے ہاں جو وہ دہ یا زیادہ ہے تو مستعمل نہ ہو گا اور صحیح مذہب اہلحدیث کا یہ ہے کہ پانی پاک ہے اور پاک کرتا ہے جب تک نجاست کی وجہ سے اس کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے اور کچھ فرق نہیں ہے قلیل اور کثیر پانی میں خواہ وہ دو قلے ہو یا اس سے کم۔ انتہی مع زیادۃ۔

(٦٦٠) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا پیشاب نجس ہے اور اس پر اجماع ہے خواہ وہ آدمی بڑا ہو یا چھوٹا لیکن کم سن بچہ کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا کافی ہے اس کو ہم آگے بیان کریں گے انشاء اللہ۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی عظمت اور عزت کرنی چاہیے اور نجاستوں سے پاک رکھنی چاہیے اور زمین پر پانی ڈالنے سے زمین پاک ہو جاتی ہے اور اس کا کھودنا ضروری نہیں یہی ہمارا اور

٦٦١ - عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَهْ مَهْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((لَا تُزْرِمُوهُ دَعُوهُ)) فَتَرَكُوهُ حَتَّى بَالَ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ ((إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ)) أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ فَأَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ.

٦٦١- انس بن مالکؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے مسجد میں اتنے میں ایک جنگلی آیا اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا ہائیں ہائیں کیا کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا پیشاب مت روکو جانے دو لوگوں نے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ پیشاب کر چکا آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ مسجدیں پیشاب اور نجاست کے لائق نہیں یہ تو اللہ کی یاد کے لیے اور نماز اور قرآن پڑھنے کے لیے بنائی گئی ہیں یا ایسا ہی کچھ آپ نے فرمایا پھر ایک شخص کو حکم کیا وہ ایک ڈول پانی کا لایا اور اس پر بہادیا۔

اور جمہور علماء کا مذہب ہے اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ بغیر کھودے پاک نہیں ہوتی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جاہل کو نرم اور ملائمت سے سمجھانا چاہیے کہ تذلیل یا عناد سے مخالفت نہ کرے اور علماء نے لکھا ہے رسول اللہؐ نے اس گنوار کے چھوڑ دینے کا دو وجوں سے حکم کیا ایک تو یہ کہ پیشاب رک جانے سے خود اس کو ضرر ہو تا دوسرے اگر وہ پیشاب کرتا چلا جاتا تو ساری مسجد اور اس کے کپڑے وغیرہ سب نجس ہو جاتے۔

(٦٦١) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کو بچانا چاہیے ناپاک چیزوں سے اور تھوک سے اور آواز بلند کرنے سے اور لڑائی جھگڑوں سے اور خرید و فروخت سے اور سب معاملات سے اور یہاں پر میں چند مسئلے مختصر طور پر بیان کرتا ہوں ایک یہ کہ بے وضو کو مسجد میں بیٹھنا درست ہے اور اگر عبادت کی نیت سے بیٹھے جیسے اعتکاف یا علم دین پڑھنے یا پڑھانے یا وعظ کرنے یا سننے یا نماز کی نیت سے تو مستحب ہے ورنہ مباح ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک مکروہ ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ اسی طرح مسجد کے اندر سونا درست ہے۔ امام شافعی نے ام (نامی کتاب) میں اس کی تصریح کر دی ہے۔ ابن منذر نے اشراق میں لکھا ہے کہ مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے سعید بن مسیبؒ اور حسن اور عطاءؒ اور شافعیؒ اور ابن عباسؓ نے کہا مسجد کو خواب گاہ مت بناؤ اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ اگر نماز کے لیے مسجد میں جاوے تو کچھ قباحت نہیں اور اوزاعیؒ نے کہا مسجد میں سونا مکروہ ہے اور امام مالک نے کہا مسافروں کو مسجد میں سونا درست ہے اور مقیم کو مناسب نہیں امام احمد نے کہا مسافر وغیرہ کے لیے قباحت نہیں پھر اگر کوئی مسجد کو خواب گاہ بنالیوے تو جائز نہیں اور اسحٰق کا بھی یہی قول ہے اور جس نے مسجد میں سونا جائز رکھا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی اور ابن عمر اور اصحاب صفہ مسجد میں سویا کرتے تھے اور کافر مسلمانوں کی اجازت سے مسجد میں جا سکتا ہے البتہ بغیر اجازت سے اس کو جانے سے روکا جاوے گا۔ ابن منذر نے کہا مسجد میں وضو کرنا ہر ایک عالم نے درست رکھا ہے البتہ ایسے مقام میں وضو کرنا جس سے لوگوں کو تکلیف ہو مکروہ ہے اور ابن سیرینؒ اور مالکؒ اور سحنون سے اس کی کراہت مروی ہے مسجد کے صاف رکھنے کے لیے ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے لکھا ہے کہ جانوروں اور دیوانوں اور لڑکوں کا مسجد میں لے جانا مکروہ ہے اور مراد وہ لڑکے ہیں جن کو تمیز نہیں کیونکہ وہ نجس کر دیں گے۔ مسجد پر جانور کا لے جانا حرام نہیں ہے اس لیے کہ رسول اللہؐ نے طواف کیا ہے خانہ کعبہ کا اونٹ پر سوار ہو کر اور یہ کراہت کے منافی نہیں اس لیے یہ آپ نے بیان جواز کے لیے ایسا کیا ہو گا اس لیے کہ آپ سب لوگوں کو دکھلائیں تو دوسرے آپ کی پیروی کریں اسی طرح مسجد میں نجاست کا لے جانا حرام ہے اور جس کے بدن میں ایسی نجاست لگی ہو کہ اس سے مسجد کے نجس ہو

بَابُ حُكْمِ بَوْلِ الطِّفْلِ الرَّضِيعِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ

باب : شیر خوار بچے کے پیشاب کو کیوں کر دھونا چاہیے

٦٦٢- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ فَأُتِيَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ بَوْلَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ

۶۶۲- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگ بچوں کو لاتے آپ ان کے لیے دعا کرتے اور ہاتھ پھیرتے ان پر اور کچھ چبا کر انکے منہ میں دیتے جیسے کھجور وغیرہ ایک لڑکا آپ کے پاس لایا گیا اس نے آپ پر پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگوایا اور اس جگہ ڈال دیا اور اس کو دھویا نہیں۔

٦٦٣- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ يَرْضَعُ فَبَالَ فِي حَجْرِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ.

۶۶۳- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دودھ پیتا بچہ لایا گیا اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگوا کر اس جگہ پر ڈال دیا۔

٦٦٤- عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ.

۶۶۴- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٦٦٥- عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ فَوَضَعَتْهُ فِي حَجْرِهِ فَبَالَ قَالَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى أَنْ نَضَحَ بِالْمَاءِ.

۶۶۵-ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لے کر آئیں جو اناج نہیں کھاتا اور اس کو آپ کی گود میں بٹھا دیا اس نے پیشاب کر دیا آپ نے فقط پانی اس پر چھڑک دیا۔

٦٦٦- عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّهُ.

۶۶۶- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی ایک دو لفظوں کے تغیر سے مروی ہے- آپ نے پانی اس پر چھڑک دیا-

٦٦٧- عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ وَكَانَتْ مِنْ

۶۶۷- عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا نے جو پہلی

جانے کا ڈر ہو وہ مسجد میں نہ جاوے اور جو ڈر نہ ہو تو جا سکتا ہے اگر مسجد میں فصد لیوے اور خون کے لیے کوئی برتن نہ رکھے تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے اور اگر برتن کے اندر مسجد میں پیشاب کرے تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ مکروہ ہے۔ دوسرے یہ کہ حرام ہے۔ مسجد میں چت لیٹنا، پاؤں ہلانا، انگلیاں چٹخانا درست ہے۔ مسجد کو جھاڑنا صاف رکھنا مستحب ہے۔

(۶۶۷) ☆ نووی نے کہا ان حدیثوں سے بچوں کے منہ میں کچھ چبا کر دینے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور اہل صلاح اور فضل سے برکت حاصل کرنا بھی نکلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو بزرگوں کے پاس لیجانا بہتر ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حسن معاشرت اور نرمی اور ملائمت اور اطفال پر رحم کرنا بہت عمدہ چیز ہے اور باب سے مقصود یہ ہے کہ بچہ کے پیشاب پر صرف پانی چھڑکنا کافی ہے اور اس

الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ أَحَدُ بَنِي أَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِابْنٍ لَهَا لَمْ يَبْلُغْ أَنْ يَأْكُلَ الطَّعَامَ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ أَخْبَرَتْنِي أَنَّ ابْنَهَا ذَاكَ بَالَ فِي حَجْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ عَلَى ثَوْبِهِ وَلَمْ يَغْسِلْهُ غَسْلًا

مہاجرات میں سے تھیں جنھوں نے بیعت کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور وہ بہن تھیں عکاشہ بن محصن کی بیان کیا مجھ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک بچے کو لے کر آئیں جو کھانا نہیں کھاتا تھا اس بچہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور کپڑے پر چھڑک دیا اور اس کو دھویا نہیں۔

بَابُ حُكْمِ الْمَنِيِّ

باب: منی کا حکم

٦٦٨- عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلًا نَزَلَ بِعَائِشَةَ فَأَصْبَحَ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّمَا كَانَ يُجْزِئُكَ إِنْ رَأَيْتَهُ أَنْ تَغْسِلَ مَكَانَهُ فَإِنْ لَمْ تَرَ نَضَحْتَ حَوْلَهُ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْكًا فَيُصَلِّي فِيهِ.

٦٦٨- علقمہ اور اسود سے روایت ہے ایک شخص حضرت عائشہؓ کے پاس اترا وہ صبح کو اپنا کپڑا دھونے لگا شاید رات کو احتلام ہو گیا ہو گا حضرت عائشہؓ نے کہا کہ تجھے کافی تھا اگر منی تو نے دیکھی صرف اتنا مقام دھو ڈالتا اور جو نہیں دیکھی تو پانی گرداگرد چھڑک دیتا۔ میں تو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی چھیل ڈالتی (یعنی کھرچ ڈالتی اس لیے کہ وہ گاڑھی ہوتی) پھر آپ اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھتے۔

٦٦٩- عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمَنِيِّ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

٦٦٩- اسود اور ہمام سے روایت ہے حضرت عائشہؓ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کھرچ ڈالتی تھی۔

٦٧٠- عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ فِي حَتِّ الْمَنِيِّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ.

٦٧٠- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں سے منی کھرچنے کی حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

ف: اس باب میں تین مذہب ہیں ایک تو صحیح اور مشہور یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہے لیکن لڑکی کا پیشاب مثل اور نجاستوں کے دھونا ضروری ہے دوسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہے تیسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں کا دھونا ضروری ہے اخیر کے دونوں مذہب شاذ اور ضعیف ہیں اور پہلے مذہب کو اختیار کیا ہے علیؓ بن ابی طالب اور عطا بن ابی رباح اور حسن بصریؒ اور احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اور ایک جماعت سلف اور اصحاب حدیث نے اور وہی قول ہے ابن وہب کا اور وہی مروی ہے ابو حنیفہ سے اور تیسرے مذہب کو مالک نے اختیار کیا ہے اور ابو حنیفہ سے یہی مشہور ہے۔ یہ اختلاف اس بچے میں ہے جو سوا دودھ کے اور کوئی غذا نہ کھاتا ہو لیکن جب وہ اناج کھانے لگے تو سب کے نزدیک اس کا پیشاب دھونا ضروری ہے۔ انتہی باختصار

٦٧١- و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ

۶۷۱- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٦٧٢- عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ الْمَنِيِّ يُصِيبُ ثَوْبَ الرَّجُلِ أَيَغْسِلُهُ أَمْ يَغْسِلُ الثَّوْبَ فَقَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ فِي ذَلِكَ الثَّوْبِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَثَرِ الْغَسْلِ فِيهِ

۶۷۲- عمرو بن میمون سے روایت ہے میں نے سلیمان بن یسار سے پوچھا اگر منی کپڑے میں لگ جاوے تو منی کو دھو ڈالے یا کپڑے کو دھووے؟ انھوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی کو دھو ڈالتے پھر نماز کو نکلتے وہی کپڑا پہن کر اور میں دھونے کا نشان دیکھتی آپ کے کپڑے میں۔

٦٧٣- عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ فَحَدِيثُهُ كَمَا قَالَ ابْنُ بِشْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ وَأَمَّا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ فَفِي حَدِيثِهِمَا قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۶۷۳- یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے کہ ابن بشر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منی کو خود دھو ڈالتے تھے۔ ابن مبارک اور ابن واحد عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں کی روایت کردہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں منی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں سے دھو ڈالتی تھی۔

٦٧٤- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شِهَابٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ كُنْتُ نَازِلًا عَلَى عَائِشَةَ فَاحْتَلَمْتُ فِي ثَوْبَيَّ فَغَمَسْتُهُمَا فِي الْمَاءِ فَرَأَتْنِي جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ

۶۷۴- عبداللہ بن شہاب خولانی سے روایت ہے میں حضرت عائشہؓ کے پاس اترا مجھے احتلام ہو گیا کپڑوں میں۔ میں نے ان کو پانی میں ڈبویا حضرت عائشہؓ کی ایک چھوکری نے یہ دیکھا اور ان سے

(۶۷۴) ☆ یعنی اگر کپڑے میں منی لگ جائے تو سارے کپڑے کا دھونا اور غوطہ دینا ضروری نہیں صرف اتنے مقام کو دھو ڈالے جہاں منی لگی ہو۔ نووی نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے آدمی کی منی میں تو مالک اور ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس ہے مگر ابو حنیفہ کے نزدیک اگر منی خشک ہو تو اس کا مل ڈالنا کافی ہے اور یہی ایک روایت ہے احمد سے اور امام مالک کے نزدیک ہر حال میں اس کا دھونا ضروری ہے اور لیث نے کہا کہ منی نجس ہے لیکن منی بھرے اگر کوئی نماز پڑھے تو نماز کا لوٹانا ضروری نہیں اور حسن نے کہا کہ اگر کپڑے میں منی بھری ہو اور اس سے نماز پڑھے تو نماز لوٹانا ضروری نہیں اگرچہ منی کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو لیکن اگر بدن میں لگی ہو تو نماز کا لوٹانا ضروری ہے اگرچہ منی تھوڑی ہو۔ اور بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں کہ منی پاک ہے اور یہی مروی ہے حضرت علیؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ اور عمرؓ اور عائشہؓ سے اور داؤد اور احمدؒ سے صحیح تر روایت میں اور یہی مذہب ہے شافعیؒ اور اہلحدیث کا اور جس نے کہا کہ منی کی طہارت صرف شافعی کا قول ہے اس نے غلطی کی۔ اب جو لوگ نجس کہتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں منی دھونے کا ذکر ہے اور جو پاک کہتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں کھرچ ڈالنے کا ذکر ہے کیونکہ منی نجس ہوتی تو اس کا ملنا اور کھرچنا کافی نہ ہو تا جیسے خون کا ملنا اور کھرچنا کافی نہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ دھونے کی تج

فَأَخْبَرَتْهَا فَبَعَثَتْ إِلَيَّ عَائِشَةُ فَقَالَتْ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ بِثَوْبَيْكَ قَالَ قُلْتُ رَأَيْتُ مَا يَرَى النَّائِمُ فِي مَنَامِهِ قَالَتْ هَلْ رَأَيْتَ فِيهِمَا شَيْئًا قُلْتُ لَا قَالَتْ فَلَوْ رَأَيْتَ شَيْئًا غَسَلْتَهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَحُكُّهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَابِسًا بِظُفُرِي

بیان کیا انھوں نے مجھے بلا بھیجا اور پوچھا ان کپڑوں کو تم نے کیوں ڈبویا؟ میں نے کہا خواب میں میں نے وہ دیکھا جو سونے والا دیکھتا ہے (مراد احتلام ہے)۔ انھوں نے کہا کپڑوں میں تو نے کچھ اثر پایا؟ میں نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا اگر کپڑوں میں تو کچھ دیکھتا تو اس کا دھوڈالنا کافی تھا اور میں تو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے سوکھی منی اپنے ناخنوں سے چھیل ڈالتی۔

بَابُ نَجَاسَةِ الدَّمِ وَكَيْفِيَّةُ غَسْلِهِ

باب: خون کی نجاست اور اس کے دھونے کا بیان

٦٧٥- عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ إِحْدَانَا يُصِيبُ ثَوْبَهَا مِنْ دَمِ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهِ قَالَ ((تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ تَنْضَحُهُ ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ)).

۶۷۵- اسماءؓ سے روایت ہے ایک عورت آئی رسول اللہ ﷺ کے پاس اور اس نے کہا ہم میں سے کسی کو کپڑے میں حیض کا خون لگ جاتا ہے وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا پہلے اس کو کھرچ ڈالے پھر پانی ڈال کر ملے پھر دھوڈالے پھر اسی کپڑے میں نماز پڑھے۔

ﷺ روایت محمول ہے استحباب اور صفائی پر یعنی دھوڈالنا بہتر ہے یہ تو آدمی کی منی کا حکم ہوا اب ہمارے اصحاب کا ایک قول ضعیف ہے اور وہ یہ کہ منی عورت کی نجس ہے اور مرد کی پاک ہے اور ایک قول اس سے بھی زیادہ ضعیف یہ ہے کہ دونوں کی منی نجس ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی پاک ہے اور جب منی پاک ہوئی تو اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں صحیح یہ ہے کہ درست نہیں ہے کیونکہ طبیعت اس سے گھن کرتی ہے تو وہ خبائث میں داخل ہیں جو حرام ہیں اب منی اور جانوروں کی تو کتے اور سور کی منی تو نجس ہے بلا خلاف۔ اور جانوروں کی منی میں تین قول ہیں صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہیں خواہ اس جانور کا گوشت حلال ہو یا نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس ہے مطلقاً۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جس جانور کا گوشت حلال ہو اس کی منی پاک ہے اور جس جانور کا گوشت حرام ہے اس کی منی بھی ناپاک ہے۔

نووی نے کہا حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے لوگوں نے دلیل قائم کی ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت پاک ہے اور صحیح بھی یہ ہے اور انھوں نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہؐ کو احتلام تو ہونا محال تھا کیونکہ احتلام شیطان کے فریب سے ہوتا ہے تو اب جو منی رسول اللہؐ پر ہوگی وہ ضرور جماع کی وجہ سے ہوگی اور جماع میں منی فرج کی رطوبت کے ساتھ شریک ہوتی ہے اور جو لوگ فرج کی رطوبت کو نجس کہتے ہیں انھوں نے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ احتلام ہمیشہ شیطان کے فریب سے نہیں ہوتا بلکہ جب بدن میں اعتدال سے زیادہ منی پیدا ہو جاتی ہے تو طبیعت اس کو دفع کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ احتمال ہے کہ یہ منی مقامات جماع یعنی بوسہ اور مساس اور مباشرت سے نکلی ہو۔ انتہی

(۶۷۵) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے نکلتا ہے کہ نجاست کا پانی سے دھونا واجب ہے اور جو کوئی کسی اور دوسری چیز سے دھووے سرکہ وغیرہ سے تو جائز نہ ہوگا اور خون نجس ہے باجماع اہل اسلام اور نجاست کے دھونے میں صاف کرنا اس کا ضروری ہے عدد کی شرط نہیں ہے۔ اگر نجاست حکمی ہے جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتی جیسے پیشاب وغیرہ اس کا دھونا ایک بار واجب ہے اور دوسری تیسری بار مستحب ہے اور نجاست عینی جو آنکھ سے دکھلائی دیتی ہے جیسے خون وغیرہ تو اس کا دھونا واجب ہے کہ نجاست زائل ہو جائے اب بعد اس کے دوسری یا تیسری بار دھونا مستحب ہے اور کپڑے کا نچوڑنا دھونے کے بعد شرط نہیں ہے صحیح قول کے موافق۔ اب اگر نجاست عینی کے دھونے کے بعد اس کا ﷺ

٦٧٦- عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ.

٦٧٦- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوبُ الِاسْتِبْرَاءِ مِنْهُ

باب: پیشاب کی نجاست کا بیان اور اس سے پرہیز کے ضروری ہونے کا بیان

٦٧٧- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ ((أَمَا إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ)) قَالَ فَدَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلَى هَذَا

٦٧٧- عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ دو قبروں پر سے نکلے تو فرمایا ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کچھ بڑے گناہ پر نہیں ایک تو ان میں چغل خوری کرتا (یعنی ایک کی بات دوسرے سے لگا اور لڑائی کے لیے) دوسرا اپنے پیشاب سے بچنے میں احتیاط نہ کرتا۔ پھر آپ نے ایک ہری ٹہنی منگوائی اور چیر کر اس کو دو کیا اور ہر ایک قبر پر ایک ایک گاڑ دی اور

تو رنگ رہ جائے تو کچھ قباحت نہیں البتہ اگر اس کا مزہ باقی رہے تو وہ کپڑا نجس ہے اور مزہ دور کرنا ضروری ہے اور جو بو باقی رہے تو اس میں دو قول ہیں صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہو جائے گا۔ انتہی مختصراً

(٦٧٧) ☆ بخاری کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور وہ بڑا گناہ ہے پھر یہ جو فرمایا بڑے گناہ پر نہیں اس سے یہ غرض ہو گی کہ ان کے دانست میں بڑا گناہ نہ تھا یا یہ مطلب ہے کہ اس گناہ سے باز رہنا ان پر مشکل نہ تھا اور قاضی عیاضؒ نے ایک تیسری تاویل کی ہے وہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑا گناہ نہ تھا اس سے یہ مطلب ہے کہ عذاب کچھ بڑے سے بڑے گناہ پر منحصر نہیں بلکہ چھوٹے گناہ پر بھی ہوتا ہے اور اس گناہ کے بڑے ہونے کا یہ سبب ہے کہ پیشاب سے جب پرہیز نہ کیا تو نماز باطل ہوئی اور نماز کا ترک کبیرہ گناہ ہے اسی طرح چغل خوری اور فساد سب سے بدتر گناہ ہے۔(نووی)

آپ نے ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹہنی گاڑ دی شاید انکے سوکھنے تک عذاب ہلکا ہووے۔ نووی نے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے ان دونوں کی سفارش کی تو وہ سفارش قبول ہوئی۔ اس طرح سے کہ انکے عذاب سے کم کرنے کا حکم ہوا ٹہنی کے سوکھنے تک اور شاید آپ دعا کرتے ہوں ان کے لیے ٹہنیوں کے خشک ہونے تک اور احتمال ہے کہ ہری ٹہنیاں تسبیح کہتی ہوں اس وجہ سے عذاب کی کمی ہو اور جب سوکھ جاویں تو تسبیح موقوف ہو جاتی ہو کیونکہ وان من شئی الا یسبح بحمدہ سے اکثر مفسرین کے نزدیک وہی شئے مراد ہے جو زندہ ہو اور لکڑی اور پتھر کی زندگی جب ہی تک ہے کہ وہ کاٹے نہ جاویں اور محققین علماء کا یہی قول ہے کہ آیت عام ہے اور ہر ایک چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہر چیز اپنی صورت اور سیرت اور اوصاف اور تاثیرات کی وجہ سے اپنے صانع کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اور یہی اس کی تسبیح ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اور اس حدیث سے علماء نے یہ بات نکالی ہے کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا مستحب ہے اس لیے کہ جب ہری شاخ سے عذاب کی کمی ہو تو قرآن کی برکت سے ضرور عذاب میں کمی ہو گی اور بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ بریدہ بن حصیب اسلمی نے وصیت ☜

وَاحِدًا وَعَلَى هَذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ ((لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا)).

فرمایا شاید جب تک یہ ٹہنیاں نہ سوکھیں اس وقت تک ان کا عذاب ہلکا ہو جائے۔

٦٧٨- عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ((وَكَانَ الْآخَرُ لَا يَسْتَنْزِهُ عَنِ الْبَوْلِ أَوْ مِنَ الْبَوْلِ)).

٦٧٨- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی آئی ہے۔اس میں یہ ہے کہ جو دوسرا شخص تھا وہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا۔

☆ ☆ ☆

ﷺ کی تھی کہ میری قبر میں دو ہری شاخیں رکھ دی جائیں اور شاید انھوں نے تبرکاً رسول اللہؐ کے فعل کو دیکھ کر یہ وصیت کی۔ خطابی نے انکار کیا اس فعل کا جو لوگ قبروں پر کیا کرتے ہیں یعنی پھول اور شاخیں ڈالنے کا اور کہا اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ قبر کا عذاب حق ہے اور معتزلہ نے اس کے خلاف کیا ہے اور پیشاب نجس ہے اور چغل خوری حرام ہے جب فساد کی نیت سے ہو اور جو کسی مسلمان کا ضرر سے بچنا منظور ہو تو ثواب ہے وہ چغل خوری میں داخل نہیں۔ انتہی مع زیادۃ۔

كِتَابُ الْحَيْضِ

حیض کا بیان [1]

بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ فَوْقَ الْإِزَارِ

باب: تہبند کے اوپر حائضہ عورت سے مباشرت کرنا

٦٧٩- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَأْتَزِرُ بِإِزَارٍ ثُمَّ يُبَاشِرُهَا.

۶۷۹- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے ہم میں سے جب کوئی حائضہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس کو حکم کرتے تہبند باندھنے کا پھر اس کے اوپر مباشرت کرتے اس کے ساتھ۔

٦٨٠- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَأْتَزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا

۶۸۰- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو رسول اللہ ﷺ حکم کرتے تہ بند باندھنے کا۔ جب حیض کا خون جوش پر ہوتا پھر اس سے مباشرت کرتے

---

[1] ☆ حیض کے معنی لغت میں بہنا اور اصطلاح میں اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کے رحم سے بہتا ہے معین دنوں میں اور استحاضہ وہ خون ہے جو بے وقت عادت کے خلاف آوے۔

(۶۷۹) ☆ یعنی لپٹتے اس سے اور مساس کرتے اور بوسے لیتے پر جماع نہ کرتے کیونکہ حیض میں جماع کرنا حرام ہے باجماع اہل اسلام اور اگر کوئی اس کو حلال جانے تو وہ کافر مرتد ہے۔ اس لیے کہ اس کی حرمت قرآن سے ثابت ہے اور جو کوئی حلال نہ جانے اور بھول سے یا نادانستہ ایسا کام کرے تو اس پر گناہ ہے نہ کفارہ اور اگر جان بوجھ کر کرے تو گناہ کبیرہ ہے اور کفارہ واجب نہیں۔ مالکؒ اور ابو حنیفہؒ اور احمدؒ اور شافعیؒ کا ایک روایت میں یہی قول ہے اور جمہور سلف نے اسی کو اختیار کیا ہے جیسے عطاءؒ اور ابن ابی ملیکہؒ اور شعبیؒ اور نخعیؒ اور مکحولؒ اور زہری اور ابوالزناد اور ربیعہؒ اور حماد بن ابی سلیمان اور ایوب سختیانی اور سفیان ثوری اور لیث بن سعد کا اور ایک قول یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہے اور یہی مروی ہے حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصری اور سعید بن جبیر سے اور یہی قول ہے قتادہ اور اوزاعی اور اسحٰق کا اور احمد کا ایک روایت میں۔ اب اختلاف کیا ہے ان لوگوں نے کفارہ میں تو حسن اور سعیدؒ نے کہا وہ کفارہ ایک بردے کا آزاد کرنا ہے اور باقی لوگوں نے کہا وہ ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ دینا ہے اور دلیل ان کی ابن عباس کی حدیث ہے مرفوع جو شخص اپنی عورت سے جماع کرے حیض کی حالت میں وہ ایک دینار صدقہ دیوے یا آدھا دینار لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ باتفاق حفاظ انتہی

(۶۸۰) ☆ یعنی نفس پر قابو رکھنا اور اپنی خواہش کو بے موقع روکنا یہ ہر شخص کا کام نہیں البتہ رسول اللہؐ میں یہ قدرت تھی اس لیے جس شخص سے صبر نہ ہو سکے اس کو یہی بہتر ہے کہ حائضہ سے مباشرت بھی نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ غلبہ شہوت میں جماع کر بیٹھے اور گنہگار ہو۔ نووی نے کہا مباشرت ایک تو جماع کے معنی میں ہے وہ حیض کی حالت میں حرام ہے جیسے اوپر گزرا اور ایک مباشرت یہ ہے کہ ناف کے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے مباشرت کرے ذکر سے یا بوسہ سے یا چمٹاوے یا مساس کرے یہ حلال ہے حیض کی حالت میں۔۔۔۔ باتفاق علماء اور وہ جو عبیدہ سلمانی سے منقول ہے کہ اس قسم کی مباشرت بھی حیض کی حالت میں درست نہیں تو یہ شاذ ہے منکر ہے اس کو کسی نے قبول نہیں کیا اور اگر ☜

قَالَتْ وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهُ.

حضرت عائشہؓ نے کہا تم میں سے کون اپنی خواہش اور ضرورت پر اس قدر اختیار رکھتا ہے جیسا رسول اللہ ﷺ رکھتے تھے۔

٦٨١- عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُ نِسَاءَهُ فَوْقَ الْإِزَارِ وَهُنَّ حُيَّضٌ.

٦٨١- ام المومنینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی عورتوں سے مباشرت کرتے تھے ازار کے اوپر اور وہ حائضہ ہوتیں۔

بَابُ الِاضْطِجَاعِ مَعَ الْحَائِضِ فِي لِحَافٍ وَاحِدٍ

باب :حائضہ عورت کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا

٦٨٢- عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَضْطَجِعُ مَعِي وَأَنَا حَائِضٌ وَبَيْنِي وَبَيْنَهُ ثَوْبٌ.

٦٨٢- ام المومنین میمونہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ لیٹتے اور میں حائضہ ہوتی اور میرے اور آپ کے بیچ میں ایک کپڑا حائل ہوتا۔

٦٨٣- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعَةٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَنَفِسْتِ)) قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ قَالَتْ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَغْتَسِلَانِ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ.

٦٨٣- ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی چادر میں دفعتاً مجھے حیض آیا میں کھسک گئی اور اپنے کپڑے اٹھا لیے حیض کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے حیض آیا؟ میں نے کہا ہاں آپ نے مجھے بلایا پھر میں آپ کے ساتھ لیٹی اسی چادر میں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے جنابت سے۔

لله ثابت بھی ہو تو مردود ہے بدلیل احادیث صحیحہ کے جن کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ازار سے اوپر مباشرت کرتے تھے اور ایک مباشرت یہ ہے کہ گھٹنے اور ناف کے بیچ میں مباشرت کرے لیکن سوا قبل اور دبر کے اور مقاموں میں اس میں تین قول ہیں صحیح یہ ہے کہ حرام ہے اب یہ حرمت ممتدہ ہے۔۔۔۔ جہاں حیض بند ہو اور عورت نے غسل کر لیا یا تیمم کر لیا تو ہر طرح کی مباشرت حلال ہو جاوے گی ہمارا اور مالک اور احمد کا مذہب یہی ہے اور ابو حنیفہ کے نزدیک اگر دس روز میں حیض بند ہوا تو غسل سے پہلے بھی مباشرت حلال ہے۔ انتہی مختصراً۔

(٦٨٣) ☆نووی نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ حائضہ کے ساتھ سونا جائز ہے۔ اسی طرح اس کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا بشرطیکہ بدن سے بدن نہ ملے، ناف اور زانوں کے نیچے یا صرف فرج نہ ملے۔ علماء نے کہا ہے کہ حائضہ کے ساتھ لیٹنا اور اس کا بوسہ لینا درست ہے اسی طرح مساس کرنا ناف کے اوپر اور زانو کے نیچے اور حائضہ عورت کا ہاتھ نجس نہیں ہے وہ پانی اور ہر ایک رواں چیز میں ہاتھ ڈال سکتی ہے اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے، کنگھی کر سکتی ہے، کھانا پکا سکتی ہے اس کا جو ٹھا اور پسینہ دونوں پاک ہیں اور ابن جریرؒ نے کہا اس پر اجماع ہے علماء کا۔ انتہی۔

بَابُ جَوَازِ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِ وَطَهَارَةِ سُؤْرِهَا وَالِاتِّكَاءِ فِي حِجْرِهَا وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِيهِ

اس باب میں یہ بیان ہے کہ حائضہ عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے اس کے سر میں کنگھی کر سکتی ہے اس کی گود میں تکیہ لگا کر بیٹھنا اور قرآن پڑھنا درست ہے۔

٦٨٤- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ

٦٨٤- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کرتے تو اپنا سر میری طرف جھکا دیتے میں اس میں کنگھی کر دیتی اور آپ گھر میں تشریف نہ لاتے (مسجد سے) مگر ضروری حاجت (پیشاب پاخانہ وغیرہ) کے واسطے۔

٦٨٥- عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ إِنْ كُنْتُ لَأَدْخُلُ الْبَيْتَ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرِيضُ فِيهِ فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَأَنَا مَارَّةٌ وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا و قَالَ ابْنُ رُمْحٍ إِذَا كَانُوا مُعْتَكِفِينَ.

٦٨٥- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں (جب اعتکاف میں ہوتی) گھر میں جاتی حاجت کے واسطے اور چلتے چلتے جو کوئی گھر میں بیمار ہوتا اس کو بھی پوچھ لیتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں رہ کر اپنا سر میری طرف ڈال دیتے میں اس میں کنگھی کر دیتی اور آپ گھر میں نہ جاتے مگر حاجت کے لیے جب اعتکاف میں ہوتے۔ ابن رمح نے کہا جب کہ وہ سب اعتکاف میں ہوتے۔

٦٨٦- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُخْرِجُ إِلَيَّ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

٦٨٦- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں ہوتے تو مسجد کے باہر اپنا سر نکال دیتے میں آپکا سر دھو دیتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔

٦٨٧- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي فَأُرَجِّلُ رَأْسَهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

٦٨٧- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنا سر میرے نزدیک کر دیتے اور میں حجرہ میں ہوتی پھر میں کنگھی کرتی آپ کے سر میں اور میں حائضہ ہوتی۔

٦٨٨- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ رَأْسَ

٦٨٨- ام المومنین حضرت عائشہؓ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا

---

(٦٨٤) ☆ نوویؒ نے کہا اس حدیث سے چند فائدے اعتکاف کے معلوم ہوئے جن کا ذکر انشاء اللہ اعتکاف کے باب میں آئے گا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اعتکاف کرنے والا اپنے بدن کا کوئی حصہ جیسے، ہاتھ یا پاؤں یا سر مسجد سے باہر نکالے تو اس کا اعتکاف باطل نہ ہوگا اور جو شخص حلف کرے اس بات کی کہ فلاں گھر میں نہ جائے گا یا فلاں گھر سے نہ نکلے گا پھر اپنے بدن کے کسی حصہ کو اس کے اندر کرے یا اس میں سے نکالے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بی بی سے خدمت لے سکتا ہے پکانے اور نہانے دھونے میں بشرطیکہ وہ راضی ہو۔ انتہی

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ.

سر دھوتی اور میں حائضہ ہوتی۔

٦٨٩- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ)) قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ ((إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ)).

۶۸۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے جانماز اٹھادے مسجد سے۔ میں نے کہا میں حائضہ ہوں۔ آپ نے فرمایا حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

٦٩٠- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَاوِلَهُ الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ ((تَنَاوَلِيهَا فَإِنَّ الْحَيْضَةَ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ)).

۶۹۰- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جانماز کے اٹھا لینے کا مسجد سے میں نے کہا میں حیض سے ہوں۔ آپ نے فرمایا اٹھادے حیض تیرے ہاتھ میں تھوڑی ہے۔

٦٩١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ ((يَا عَائِشَةُ نَاوِلِينِي الثَّوْبَ)) فَقَالَتْ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ ((إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ)) فَنَاوَلَتْهُ.

۶۹۱- ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے اتنے میں آپ نے فرمایا اے عائشہؓ مجھ کو کپڑا اٹھادے انھوں نے کہا میں حائضہ ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے پھر انھوں نے کپڑا اٹھادیا۔

٦٩٢- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ وَلَمْ يَذْكُرْ زُهَيْرٌ فَيَشْرَبُ

۶۹۲- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں پانی پیتی تھی پھر پی کر برتن رسول اللہ ﷺ کو دیتی آپ اسی جگہ منہ رکھتے جہاں میں نے رکھ کر پیا تھا اور پانی پیتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی اور میں ہڈی نوچتی پھر رسول اللہ ﷺ کو دے دیتی آپ اسی جگہ منہ لگاتے جہاں میں نے لگایا تھا۔

٦٩٣- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَّكِئُ فِي حِجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ

۶۹۳- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ میری گود میں تکیہ لگاتے اور قرآن پڑھتے اور میں حائضہ ہوتی۔

٦٩٤- عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الْيَهُودَ كَانُوا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهُنَّ فِي

۶۹۴- انسؓ سے روایت ہے یہود میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو اس کو اپنے ساتھ نہ کھلاتے نہ گھر میں اس کے ساتھ رہتے

(۶۸۹) ☆ حدیث میں خمرہ کا لفظ ہے اکثر علماء نے کہا کہ خمرہ وہ ذرا سا ٹکڑا ہے بوریئے وغیرہ کا جس پر سجدہ کیا جاوے اور خطابی نے کہا خمرہ سے مراد جانماز ہے اور یہ جو فرمایا تیرا حیض ہاتھ میں نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تو مسجد کے باہر رہ ہاتھ اندر کر کے بوریا گھسیٹ لے اور ہاتھ اندر لے جانے میں کوئی قباحت نہیں اگرچہ تو حیض سے ہے۔

(۶۹۴) ☆ آپ ان کی بات پر صرف غصہ ہوئے تھے ان کی ذات پر کوئی غصہ نہ تھا آخر وہ مسلمان تو تھے انھوں نے اسلام کی حرارت ☜

الْبُيُوتِ فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ)) فَبَلَغَ ذَلِكَ الْيَهُودَ فَقَالُوا مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ مِنْ أَمْرِنَا شَيْئًا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا فَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا أَنْ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا.

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے آپ سے اس مسئلہ کو پوچھا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری **ویسلونک عن المحیض** آخر تک یعنی پوچھتے ہیں تم کو حیض سے تم کہہ دو حیض پلید ہے تو جدا رہو عورتوں سے حیض کی حالت میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب کام کرو سوا جماع کے۔ یہ خبر یہود کو پہنچی انھوں نے کہا یہ شخص (یعنی محمدؐ) چاہتا ہے کہ ہر بات میں ہمارا خلاف کرے یہ سن کر اسید بن حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہود ایسا ایسا کہتے ہیں۔ ہم حائضہ عورتوں سے جماع کیوں نہ کریں؟ (یعنی جب یہود ہماری مخالفت کو برا جانتے ہیں اور اس سے جلتے ہیں تو ہم کو بھی اچھی طرح خلاف کرنا چاہیے۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا (ان کے یہ کہنے سے کہ ہم جماع کیوں نہ کریں آپ کو برا معلوم ہوا کس لیے کہ خلاف قرآن کے ہے) ہم یہ سمجھے کہ آپ کو ان دونوں شخصوں پر غصہ آیا وہ اٹھ کر باہر نکلے اتنے میں کسی نے آپ کو دودھ بھیجا تحفہ کے طور پر آپ نے ان دونوں کو پھر بلا بھیجا اور دودھ پلایا تب ان کو معلوم ہوا کہ آپ کا غصہ ان کے اوپر نہ تھا۔

بَابُ الْمَذْيِ[1]

باب: مذی کا بیان

٦٩٥- عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً وَكُنْتُ أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ ((يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ)).

٦٩٥- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میری مذی بہت نکلا کرتی تھی میں نے شرم کی رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے میں کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں۔ میں نے مقداد بن اسودؓ سے کہا انھوں نے پوچھا۔ آپ نے فرمایا اپنے ذکر کو دھو ڈالے اور وضو کرے۔

٦٩٦- عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ مِنْ

٦٩٦- حضرت علیؓ نے کہا مجھے شرم آئی مذی کا مسئلہ پوچھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے بوجہ فاطمہؓ کے۔ میں نے مقدادؓ سے کہا انھوں

ﷺ میں یہود سے جل کر یہ بات کہہ دی جو قرآن کے خلاف تھی۔

[1] ☆ مذی ایک سفید رقیق پانی ہے جو شہوت کے وقت نکلتا ہے اس کے نکلنے کے بعد شہوت کم نہیں ہوتی اور کبھی اس کا نکلنا محسوس نہیں ہوتا اور مرد اور عورت دونوں میں یہ پانی نکلتا ہے بلکہ عورتوں میں زیادہ۔ (نوویؒ)

أَجْلِ فَاطِمَةَ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ ((مِنْهُ الْوُضُوءُ)).

نے پوچھا آپ نے فرمایا مذی نکلنے سے وضو لازم آتا ہے (غسل ضروری نہیں)۔

٦٩٧-عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَرْسَلْنَا الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنْ الْمَذْيِ يَخْرُجُ مِنْ الْإِنْسَانِ كَيْفَ يَفْعَلُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((تَوَضَّأْ وَانْضَحْ فَرْجَكَ)).

٦٩٧- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے مقداد کو بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انھوں نے پوچھا اگر کسی آدمی کی مذی نکلے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ وضو کر ڈالے اور شرم گاہ دھو ڈالے۔

بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنْ النَّوْمِ

باب: سونے سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھونے کا بیان

٦٩٨- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنْ اللَّيْلِ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ

٦٩٨- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے تو حاجت سے فارغ ہوئے پھر منہ اور ہاتھ دھوئے پھر سو رہے۔

بَابُ جَوَازِ نَوْمِ الْجُنُبِ وَاسْتِحْبَابِ الْوُضُوءِ لَهُ وَغَسْلِ الْفَرْجِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ أَوْ يُجَامِعَ

باب: جنبی کو سونا درست ہے لیکن وضو کرنا اور شرمگاہ دھو لینا کھاتے اور پیتے اور سوتے اور جماع کرتے وقت مستحب ہے

٦٩٩- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ

٦٩٩- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ جب سونے کا قصد کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو وضو کر لیتے جیسے نماز کے لیے کرتے ہیں سونے سے پہلے۔

---

(٦٩٧) ☆ نووی نے کہا علماء نے اتفاق کیا ہے اس امر پر کہ مذی نکلنے سے غسل لازم نہیں آتا لیکن وضو لازم آتا ہے ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اور احمد اور جمہور علماء کا یہی قول ہے اور ان حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی نکلتا ہے کہ مذی نجس ہے اسی واسطے آپ نے ذکر دھونے کا حکم کیا اور مراد ذکر کے دھونے سے یہ ہے کہ جس قدر ذکر میں مذی لگ گئی ہو اتنی دھووے نہ کل ذکر کو۔ شافعیؒ اور جمہور علماء نے ایسا ہی کیا ہے اور مالکؒ اور احمدؒ سے منقول ہے کہ سارے ذکر کو دھووے اور یہ بھی نکلتا ہے کہ سوائے پیشاب اور پاخانہ کے اور نجاستوں میں جیسے مذی اور خون وغیرہ ڈھیلے سے پاک کرنا کافی نہیں بلکہ پانی سے طہارت کرنا چاہیے اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ڈھیلے سے پاک کرنا درست ہے اور یہ بھی نکلتا ہے کہ داماد کو اپنے خسر یا ساس یا سالے سے جماع کے متعلق باتیں کرنا آداب کے خلاف ہے۔ (انتہی مختصر)

(٦٩٦) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کو جاگنے کے بعد پھر سو رہنا مکروہ نہیں ہے اور سلف کے بعض زہاد نے اس کو مکروہ کہا ہے اس خیال سے کہ آنکھ نہ کھلے اور رات تہجد اور وظیفہ میں ناغہ ہو جاوے اور رسول اللہؐ کو اس بات کا ڈر نہ تھا۔

۷۰۰- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

۷۰۰- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا قصد کرتے اور آپ جنبی ہوتے اور کھانا یا سونا چاہتے تو وضو کر لیتے جیسے نماز کے لیے کرتے تھے۔

۷۰۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح و حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى فِي حَدِيثِهِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ.

۷۰۱- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

۷۰۲- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ ((نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ)).

۷۰۲- ابن عمرؓ سے روایت ہے عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی سونا چاہے اور وہ جنبی ہو؟ آپ نے فرمایا وضو کرے پھر سو سکتا ہے۔

۷۰۳- عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ يَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ ((نَعَمْ لِيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَنَمْ حَتَّى يَغْتَسِلَ إِذَا شَاءَ)).

۷۰۳- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا اگر کوئی ہم میں سے جنبی ہو تو وہ سو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں وضو کر لیوے پھر سو رہے اور جب چاہے غسل کر لے۔

۷۰۴- عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيبُهُ جَنَابَةٌ مِنْ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ)).

۷۰۴- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ان کو جنابت ہوتی ہے رات کو آپ نے فرمایا وضو کر لے اور ذکر کو دھو ڈال پھر سو رہ۔

۷۰۵- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ أَمْ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

۷۰۵- عبداللہ بن ابی قیس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں پھر بیان کیا حدیث کو یہاں تک کہ میں نے کہا آپ جنابت میں کیا کیا کرتے تھے آیا غسل سے پہلے سو رہتے تھے؟ انھوں نے کہا آپ دونوں طرح کرتے کبھی غسل کر لیتے پھر سوتے اور کبھی وضو کر کے سو رہتے۔ میں نے کہا شکر خدا کا جس نے گنجائش رکھی امر میں۔

٧٠٦- عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

٧٠٦- یہ حدیث بھی ویسی ہے جیسے اوپر گزری ہے۔

٧٠٧- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ)) زَادَ أَبُو بَكْرٍ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَهُمَا وُضُوءًا وَقَالَ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُعَاوِدَ .

٧٠٧- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بی بی سے صحبت کرے پھر دوبارہ کرنا چاہے تو وضو کر لیوے پھر کرے۔

٧٠٨- عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ.

٧٠٨- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنی سب عورتوں کے پاس ہو آتے ایک ہی غسل سے۔

بَاب وُجُوبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْأَةِ بِخُرُوجِ الْمَنِيِّ مِنْهَا

باب: اگر عورت کی منی نکلے تو اس پر غسل واجب ہے

٧٠٩- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ جَدَّةُ إِسْحَقَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ وَعَائِشَةُ عِنْدَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الْمَرْأَةُ تَرَى مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَتَرَى مِنْ نَفْسِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ مِنْ نَفْسِهِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا أُمَّ

٧٠٩- انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ام سلیمؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں (اور وہ دادی تھیں اسحاق کی جو راوی ہے اس حدیث کا انسؓ سے) اور وہاں حضرت عائشہؓ بیٹھی تھیں انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! عورت اگر سونے میں ایسا دیکھے جیسے مرد دیکھتا ہے (یعنی منی کو) یہ سن کر عائشہؓ نے کہا ام سلیم تو نے رسوا کر دیا عورتوں کو (اس وجہ سے کہ احتلام اسی عورت کو ہو گا جو بہت

(٧٠٨) ☆ نووی نے کہا حاصل ان سب حدیثوں کا یہ ہے کہ جنب کا کھانا اور پینا اور سونا اور جماع کرنا غسل سے پہلے درست ہے اس پر سب کا اجماع ہے اسی طرح اس بات پر کہ بدن کا پسینہ پاک ہے ان حدیثوں کی رو سے یہ امر مستحب ہے کہ کھانا یا پینا یا سونا یا جماع کرنا چاہے تو وضو کر لیوے اور شرمگاہ کو دھو لیوے اگر ایسا نہ کرے تو مکروہ ہے اور ابن حبیب اور داؤد ظاہری کے نزدیک وضو واجب ہے اور ان حدیثوں سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جنابت کا غسل فی الفور واجب نہیں بلکہ جب نماز کے لیے اٹھے اس وقت واجب ہے۔ (انتہی باختصار)

(٧٠٩) ☆ یعنی حضرت عائشہؓ کا کہنا تیرے ہاتھ میں مٹی لگے اس سے بددعا مقصود نہ تھی نہ کوسنا بلکہ انھوں نے نیک نیتی سے یہ کلمہ کہا تھا اگرچہ اس کلمہ کا مطلب اصل یہ ہے کہ تجھ پر محتاجی آوے اور تو غریب ہو جاوے پر اب محاورہ ہو گیا ہے عرب میں کہ یہ کلمہ اس وقت کہتے ہیں کہ جب کسی بات کو برا سمجھتے ہیں یا برا جانتے ہیں یا جھڑکتے ہیں یا خفا ہوتے ہیں۔

نووی نے کہا جب عورت کی منی نکلے تو اس پر غسل واجب ہے جیسے مرد پر اور علماء نے اجماع کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب ہوتا ہے منی نکلنے سے یا دخول سے اور عورت پر حیض اور نفاس سے بھی غسل واجب ہوتا ہے اور جو کوئی عورت جنے اور خون ذرا بھی نہ دیکھے تو اس پر غسل واجب ہے صحیح قول کے موافق۔ اسی طرح اگرچہ بچہ کے بدلے صرف گوشت کا لوتھڑا جنے یا خون کی پھٹکی اور جو غسل کو واجب نہیں کہتا وہ وضو واجب جانتا ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ غسل واجب ہوتا ہے منی نکلنے سے خواہ شہوت سے نکلے یا بلا شہوت کود کر نکلے یا یوں ہی سوتے میں نکلے یا جاگتے میں معلوم ہوا اس کا نکلنا یا نامعلوم ہو عاقل ہو یا مجنون ہو۔ اور منی نکلنے سے یہ مراد ہے کہ باہر ☜

سُلَيْمٍ فَضَحَتِ النِّسَاءَ تَرِبَتْ يَمِينُكِ فَقَالَ لِعَائِشَةَ ((بَلْ أَنْتِ فَتَرِبَتْ يَمِينُكِ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ إِذَا رَأَتْ ذَاكِ)).

پر شہوت ہو اور منی بھی اسی کی نکلے گی) تیرے ہاتھ میں مٹی لگے (اور یہ انھوں نے نیک بات کہی)۔ آپ نے فرمایا اے عائشہؓ تیرے ہاتھ میں مٹی لگے اور ام سلیم سے فرمایا اے ام سلیم عورت غسل کرے اس صورت میں جب ایسا دیکھے۔

۷۱۰- عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ حَدَّثَتْ أَنَّهَا سَأَلَتْ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِذَا رَأَتْ ذَلِكِ الْمَرْأَةُ فَلْتَغْتَسِلْ)) فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ وَاسْتَحْيَيْتُ مِنْ ذَلِكَ قَالَتْ وَهَلْ يَكُونُ هَذَا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ ((نَعَمْ فَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشَّبَهُ إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضُ وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ فَمِنْ أَيِّهِمَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ الشَّبَهُ)).

۷۱۰- قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ ام سلیمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر عورت خواب میں دیکھے وہ جو مرد دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب عورت ایسا دیکھے تو غسل کرے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے شرم آئی میں نے کہا ایسا کیا ہوتا ہے؟ (یعنی عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ایسا ہوتا ہے ورنہ بچہ عورت کے مشابہ کیوں کر ہوتا ہے۔ مرد کا نطفہ گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پتلا زرد پھر جو اوپر جاتا ہے یا بڑھ جاتا ہے بچہ اسی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

☆ نکل آوے اگر سونے میں یہ دیکھے کہ جماع کیا اور منی نکلی لیکن در حقیقت منی نہیں نکلی تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر منی حرکت کرے یا باہر نہ نکلے تب بھی غسل نہیں اگر کسی کی منی نکلنے لگے اور وہ نماز میں ہو اور کپڑے کے اوپر سے ذکر کو تھام لیوے یہاں تک کہ منی رک جاوے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور عورت کا حکم مرد کا سا ہے۔ (انتہی مختصراً)

(۷۱۰) ☆ یعنی بچہ مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے مل کر پیدا ہوتا ہے پھر جس کا نطفہ غالب ہوتا ہے بچہ اسی کی صورت ہوتا ہے اور جب عورت کا نطفہ ہوا تو اس کا نکلنا اور احتلام ہونا ممکن ہے۔

نوویؒ نے کہا یہ حدیث اصل عظیم ہے منی کی صفت کے بیان میں حالت صحت میں۔ علماء نے کہا مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور کود کر آہستہ آہستہ نکلتی ہے اور شہوت کے ساتھ نکلتی ہے اس کے نکلنے میں لذت آتی ہے اور جب نکل چکتی ہے اسی وقت شہوت ضعیف ہو جاتی ہے اور اس کی بو ایسی ہوتی ہے جیسے کھجور کے گابھہ کی قریب آٹے کی بو کے اور سوکھ کر بعضوں نے کہا پیشاب کی سی بو ہو جاتی ہے یہ تو اصل حالت ہے منی کی جب مرد صحیح اور سالم ہو کسی بیماری میں مبتلا نہ ہو۔ اگر بیمار ہو تو مرد کی منی بھی زرد اور رقیق ہو جاتی ہے یا آلات منی ضعیف ہو جاتے ہیں تو وہ کود کر نہیں نکلتی بلکہ بہتی ہے بغیر لذت اور شہوت کے یا کثرت جماع سے سرخ ہو جاتی ہے یخنی کی طرح اور کبھی خالص خون کی طرح نکلتی ہے لیکن اگر منی سرخ بھی نکلے تب بھی وہ پاک ہے اور اس سے غسل واجب ہوگا اور منی کے تین خاصے ہیں ایک تو یہ کہ شہوت کے ساتھ نکلے اور اس کے نکلنے کے بعد سستی ہو جاوے۔ دوسری بو کھجور کے گابھے کی طرح۔ تیسری آہستہ آہستہ کئی بار نکلے ان میں سے ہر ایک بات کافی ہے اس کے منی ہونے کے لئے اور تینوں باتوں کا ہونا ضروری نہیں اگر ان تینوں میں سے کوئی امر نہ ہو تو گمان غالب یہ ہوگا کہ وہ منی نہیں ہے اور عورت کی منی زرد اور رقیق ہوتی ہے اور کبھی سفید بھی ہوتی ہے اس کی پہچان دو اوصاف سے ہے ☆

۷۱۱- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلَتْ امْرَأَةٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي مَنَامِهِ فَقَالَ ((إِذَا كَانَ مِنْهَا مَا يَكُونُ مِنْ الرَّجُلِ فَلْتَغْتَسِلْ)).

۷۱۱- انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اگر عورت خواب میں وہ دیکھے جو مرد دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس میں سے وہی چیز نکلے جو مرد سے نکلتی ہے (یعنی منی نکلے) تو غسل کرے۔

۷۱۲- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنْ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((نَعَمْ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ)) فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ ((تَرِبَتْ يَدَاكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا)).

۷۱۲- ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ام سلیمؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ اللہ تعالیٰ سچ بات سے شرم نہیں کرتا کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اس کو احتلام ہووے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب وہ پانی دیکھے (یعنی منی کو)۔ ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے (احتلام نہیں ہوتا تو پھر) بچہ عورت کے مشابہ کیسے ہوتا ہے؟

۷۱۳- عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ وَزَادَ قَالَتْ قُلْتُ فَضَحْتِ النِّسَاءَ.

۷۱۳- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

۷۱۴- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ أُمَّ بَنِي أَبِي طَلْحَةَ دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ هِشَامٍ غَيْرَ أَنَّ فِيهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا أُفٍّ لَكِ أَتَرَى الْمَرْأَةُ ذَلِكِ.

۷۱۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتی ہیں کہ ام سلیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں باقی وہی حدیث ہے۔

۷۱۵- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ

۷۱۵- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے

ﷺ ایک تو بو مرد کی منی کی بو کی طرح دوسرے لذت اس کے نکلتے وقت اور اس کے نکلنے کے بعد شہوت کا کم ہو جانا پھر منی جس طرح اور جس حال میں نکلے اس کے نکلنے سے غسل واجب ہوگا۔ انتہی ما قال النووی

(۷۱۲) ☆ اس حدیث سے اور کئی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حیا اور شرم یہ بھی اللہ جل جلالہ کی ایک صفت ہے پر جیسے اس کی اور صفتیں مخلوقات کی صفتوں کی طرح نہیں ہیں اسی طرح یہ صفت بھی مخلوق کی طرح نہیں ہے سلف کا یہی اعتقاد ہے اور پچھلے بعض متکلمین نے جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں تاویل کا طریقہ اختیار کیا ہے وہ خوب نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی بدعت ہے دین میں اہلحدیث نے تاویل کرنے والوں کو بہت برا سمجھا ہے۔

(۷۱۵) ☆ حدیث میں الت کا لفظ ہے اس کا ترجمہ وہی ہے جو بیان ہوا یعنی ہاتھ زخمی کئے جاویں اور کونچے جاویں الہ سے جو ﷺ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ إِذَا احْتَلَمَتْ وَأَبْصَرَتْ الْمَاءَ فَقَالَ ((نَعَمْ)) فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ تَرِبَتْ يَدَاكِ وَأُلَّتْ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((دَعِيهَا وَهَلْ يَكُونُ الشَّبَهُ إِلَّا مِنْ قِبَلِ ذَلِكِ إِذَا عَلَا مَاؤُهَا مَاءَ الرَّجُلِ أَشْبَهَ الْوَلَدُ أَخْوَالَهُ وَإِذَا عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَهَا أَشْبَهَ أَعْمَامَهُ)).

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا عورت غسل کرے جب اس کو احتلام ہو اور پانی دیکھے؟ (یعنی منی) آپ نے فرمایا ہاں غسل کرے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے اور وہ کوٹے جاویں ہتھیار سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوڑ دے اس کو آخر بچہ جو مشابہ ہوتا ہے ماں باپ کے وہ کاہے سے ہوتا ہے؟ جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب ہو تو بچہ اپنے ننھیال کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب ہو تو بچہ ددھیال پر پڑتا ہے۔

بَابُ بَيَانِ صِفَةِ مَنِيِّ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْوَلَدَ مَخْلُوقٌ مِنْ مَائِهِمَا

باب : عورت اور مرد کی منی کا بیان اور اس بات کا کہ بچہ دونوں کے نطفے سے پیدا ہوتا ہے

٧١٦- عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ حِبْرٌ مِنْ أَحْبَارِ الْيَهُودِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ فَدَفَعْتُهُ دَفْعَةً كَادَ يُصْرَعُ مِنْهَا فَقَالَ لِمَ تَدْفَعُنِي فَقُلْتُ أَلَا تَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ إِنَّمَا نَدْعُوهُ بِاسْمِهِ الَّذِي سَمَّاهُ بِهِ أَهْلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِنَّ اسْمِي مُحَمَّدٌ الَّذِي سَمَّانِي بِهِ أَهْلِي)) فَقَالَ الْيَهُودِيُّ جِئْتُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَيَنْفَعُكَ شَيْءٌ إِنْ حَدَّثْتُكَ)) قَالَ أَسْمَعُ بِأُذُنَيَّ فَنَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُودٍ مَعَهُ فَقَالَ ((سَلْ)) فَقَالَ

٧١٧- ثوبانؓ سے روایت ہے جو مولیٰ (آزاد غلام) تھا رسول اللہ ﷺ کا اس نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا تھا کہ اتنے میں یہود کے عالموں میں سے ایک عالم آیا اور بولا السلام علیک یا محمدؐ میں نے اس کو ایک دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا وہ بولا تو کیوں دھکا دیتا ہے میں نے کہا تو (نام لیتا ہے حضرت کا اور) رسول اللہ کیوں نہیں کہتا؟ وہ بولا ہم ان کو اس نام سے پکارتے ہیں جو ان کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا نام جو گھر والوں نے رکھا ہے وہ محمدؐ ہے۔ یہودی نے کہا کہ میں تمہارے پاس کچھ پوچھنے کو آیا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بھلا میں اگر تجھے کچھ بتلاؤں تجھ کو فائدہ ہوگا اس نے کہا میں کان سے سنوں گا تب رسول اللہ ﷺ نے ایک چھڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی زمین پر لکیر کھینچی (جیسے کوئی سوچتے وقت ایسا کرتا ہے) اور فرمایا پوچھ۔ یہودی نے کہا جس دن یہ زمین آسمان بدل کر دوسرے زمین و آسمان ہوں گے لوگ اس وقت کہاں ہونگے؟ رسول اللہ ﷺ

ﷺ ایک ہتھیار ہے نوویؒ نے اسی کو صحیح کہا ہے لیکن مجمع البحار میں ہے کہ صحیح اَلّت ہے یعنی چیخ ماری حضرت عائشہؓ نے۔

الْيَهُودِيُّ أَيْنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوَاتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**هُمْ فِي الظُّلْمَةِ دُونَ الْجِسْرِ**)) قَالَ فَمَنْ أَوَّلُ النَّاسِ إِجَازَةً قَالَ ((**فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ**)) قَالَ الْيَهُودِيُّ فَمَا تُحْفَتُهُمْ حِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ ((**قَالَ زِيَادَةُ كَبِدِ النُّونِ**)) قَالَ فَمَا غِذَاؤُهُمْ عَلَى إِثْرِهَا قَالَ ((**يُنْحَرُ لَهُمْ ثَوْرُ الْجَنَّةِ الَّذِي كَانَ يَأْكُلُ مِنْ أَطْرَافِهَا**)) قَالَ فَمَا شَرَابُهُمْ عَلَيْهِ قَالَ مِنْ عَيْنٍ فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ وَجِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنْ شَيْءٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ رَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ قَالَ ((**يَنْفَعُكَ إِنْ حَدَّثْتُكَ**)) قَالَ أَسْمَعُ بِأُذُنَيَّ قَالَ جِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنِ الْوَلَدِ قَالَ ((**مَاءُ الرَّجُلِ أَبْيَضُ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ أَصْفَرُ فَإِذَا اجْتَمَعَا فَعَلَا مَنِيُّ الرَّجُلِ مَنِيَّ الْمَرْأَةِ أَذْكَرَا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَإِذَا عَلَا مَنِيُّ الْمَرْأَةِ مَنِيَّ الرَّجُلِ آنَثَا بِإِذْنِ اللّٰهِ**)). قَالَ الْيَهُودِيُّ لَقَدْ صَدَقْتَ وَإِنَّكَ لَنَبِيٌّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَذَهَبَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**لَقَدْ سَأَلَنِي هٰذَا عَنِ الَّذِي سَأَلَنِي عَنْهُ وَمَا لِي عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِنْهُ حَتَّى أَتَانِيَ اللّٰهُ بِهِ**)).

نے فرمایالوگ اس وقت اندھیرے میں پل صراط کے پاس کھڑے ہوں گے۔اس نے پوچھا پھر سب سے پہلے کون لوگ اس پل سے پار ہوں گے؟ آپ نے فرمایا مہاجرین میں جو محتاج ہیں(مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو پیغمبرؐ کے ساتھ گھر بار چھوڑ کر نکل گئے اور فقر و فاقہ کی تکلیف پر صبر کیااور دنیا پر لات ماری) یہودی نے کہا پھر جب وہ لوگ جنت میں جائیں گے تو ان کا پہلا ناشتہ کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا(جو نہایت مزیدار اور مقوی ہوتا ہے)اس نے کہا پھر صبح کا کھانا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بیل کاٹا جائے گاان کے لیے جو جنت میں چرا کرتا تھا۔ پھر اس نے پوچھا یہ کھا کر وہ کیا پئیں گے؟ آپ نے فرمایاایک چشمہ کاپانی جس کانام سلسبیل ہے۔اس یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایااور میں آپ سے ایک ایسی بات پوچھنے آیا ہوں جس کو کوئی نہیں جانتا دنیا میں سوا نبیؐ کے شاید اور ایک دو آدمی جانتے ہوں۔ آپ نے فرمایااگر میں وہ بات تجھے بتادوں تو تجھے فائدہ ہوگا؟اس نے کہامیں اپنے کان سے سن لوں گا پھر اس نے کہامیں بچہ کو پوچھتا ہوں آپ نے فرمایا مرد کاپانی سفید ہے اور عورت کاپانی زرد ہے جب یہ دونوں اکٹھے ہوتے ہیں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہوتی ہے تو اللہ کے حکم سے لڑکا پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کی منی غالب ہوتی ہے مرد کی منی پر تو لڑکی پیدا ہوتی ہے اللہ کے حکم سے۔ یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایااور بے شک آپ پیغمبرؐ ہیں پھر جب چلا پیٹھ پھیر کر تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایااس نے جو باتیں مجھ سے پوچھیں وہ مجھے کوئی معلوم نہ تھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتادیں۔

٧١٧- عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سَلَّامٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زَائِدَةُ كَبِدِ النُّونِ

۷۱۷- اوپر والی حدیث اس سند سے بھی مروی ہے صرف چند الفاظ کا معمولی تغیر و تبدل ہے۔

وَقَالَ أَذْكَرَ وَآنَثَ وَلَمْ يَقُلْ أَذْكَرَا وَآنَثَا.

بَابُ صِفَةِ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

باب: غسل جنابت کا بیان

۷۱۸- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَاءَ فَيُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِي أُصُولِ الشَّعْرِ حَتَّى إِذَا رَأَى أَنْ قَدْ اسْتَبْرَأَ حَفَنَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

۷۱۸- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کا غسل کرتے تو پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر داہنے ہاتھ سے پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے شرمگاہ دھوتے پھر وضو کرتے جس طرح نماز کے لیے تیار کرتے تھے۔ پھر پانی لیتے اور اپنی انگلیاں بالوں کی جڑوں میں ڈالتے جب آپ دیکھتے کہ بال تر ہو گئے تو اپنے سر پر دونوں ہاتھوں سے بھر کر تین چلو ڈالتے پھر سارے بدن پر پانی ڈالتے پھر دونوں پاؤں دھوتے۔

۷۱۹-عَنْ هِشَامٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمْ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ.

۷۱۹- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے مگر اس میں دونوں پاؤں دھونے کا ذکر نہیں۔

۷۲۰- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَبَدَأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ غَسْلَ الرِّجْلَيْنِ.

۷۲۰- اس سند سے بھی ویسی ہی حدیث مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے غسل جنابت کیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے ابتداء کی ان کو تین مرتبہ دھویا۔ باقی حدیث وہی ہے صرف پاؤں دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

۷۲۱- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ

۷۲۱-ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل کرتے تو پہلے دونوں ہاتھ دھوتے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے پھر وضو کرتے جیسے

---

(۷۱۸) ☆ نوویؒ نے کہا ہمارے اصحاب کے نزدیک غسل جنابت کا کمال یہ ہے کہ پہلے دونوں پہنچوں کو تین بار دھوئے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے پھر شرمگاہ پر اور بدن پر جو نجاست لگی ہو اس کو دھوئے پھر وضو کرے جس طرح نماز کے لیے وضو کرتا ہے پھر سب انگلیاں پانی میں ڈال کر ایک چلو لیوے اور سر کے بالوں اور ڈاڑھی کے بالوں میں اس سے خلال کرے پھر اپنے سر پر تین چلو بھر کر ڈالے پھر بغلوں اور کانوں اور ناف اور سرین کی خبر لیوے اور پاؤں کی انگلیوں کی اور ان سب جگہوں میں پانی پہنچاوے پھر تین بار سارے بدن پر پانی ڈالے اور سب جگہ پانی پہنچاوے اور مستحب یہ ہے کہ داہنی جانب سے شروع کرے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور بعد فراغت کے اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله پڑھے غسل سے پہلے نیت کرے۔ ان سب چیزوں میں نیت اور سارے بدن پر پانی پہنچانا فرض ہے اور شرط یہ ہے کہ بدن نجاست سے پاک ہو اور باقی سب چیزیں سنت ہیں اور ملنا بدن کا واجب نہیں ہے مگر مالکؒ اور مزنی کے نزدیک واجب ہے۔ اسی طرح وضو بھی غسل جنابت میں واجب نہیں ہے مگر داؤد ظاہری کے نزدیک واجب ہے (انتہی مختصراً)۔

تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِهِ لِلصَّلَاةِ.

نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔

۷۲۲- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ قَالَتْ أَدْنَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ غُسْلَهُ مِنْ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ أَفْرَغَ بِهِ عَلَى فَرْجِهِ وَغَسَلَهُ بِشِمَالِهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْأَرْضَ فَدَلَكَهَا دَلْكًا شَدِيدًا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِلْءَ كَفِّهِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى عَنْ مَقَامِهِ ذَلِكَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِالْمِنْدِيلِ فَرَدَّهُ.

۷۲۲- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میری خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انھوں نے پانی رکھا رسول اللہ کے لیے غسل جنابت کے واسطے۔ آپ نے پہلے دونوں پہنچے دھوئے دو بار یا تین بار پھر ہاتھ برتن میں ڈالا اور پانی شرمگاہ پر ڈالا اور بائیں ہاتھ سے دھویا پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر پھیرا رگڑ کر زور سے پھر وضو کیا جیسے نماز کے لیے کرتے تھے پھر اپنے سر پر تین چلو بھر کر ڈالے پھر سارے بدن کو دھویا پھر اس جگہ سے سرک گئے اور پاؤں دھوئے پھر میں رومال لے کر آئی بدن پونچھنے کو آپ نے نہ لیا۔

۷۲۳- عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا إِفْرَاغُ ثَلَاثِ حَفَنَاتٍ عَلَى الرَّأْسِ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ وَصْفُ الْوُضُوءِ كُلِّهِ يَذْكُرُ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ فِيهِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ ذِكْرُ الْمِنْدِيلِ.

۷۲۳- اس سند سے بھی یہی حدیث مروی ہے مگر سر پر تین چلو کا ذکر نہیں ہے۔ وکیع سے بھی یہی روایت مروی ہے اس میں وضو کی مکمل ترتیب ہے اور انہوں نے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی ذکر کیا ہے -ابو معاویہ کی حدیث میں رومال کا ذکر نہیں-

---

(۷۲۲) ☆ نوویؒ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں پونچھنا بہتر نہیں ہے اور ہمارے علماء کے اس میں پانچ قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ پونچھنا مستحب ہے اور پونچھنا مکروہ نہیں کہہ سکتے۔ دوسرا یہ کہ پونچھنا مکروہ ہے۔ تیسرا یہ کہ پونچھنا نہ پونچھنا دونوں برابر ہیں۔ چوتھا یہ کہ پونچھنا مستحب ہے۔ پانچواں یہ کہ گرمی میں مکروہ ہے جاڑے میں مکروہ نہیں۔ اور صحابہؓ سے اس میں تین مذہب منقول ہیں ایک تو یہ کہ پونچھنا جائز ہے کچھ قباحت نہیں وضو اور غسل دونوں میں انس بن مالکؓ اور سفیان ثوریؒ کا یہی قول ہے۔ دوسرا یہ کہ پونچھنا مکروہ ہے وضو اور غسل دونوں میں ابن عمرؓ اور ابن ابی لیلیٰ کا یہی قول ہے تیسرا یہ کہ وضو میں مکروہ ہے غسل میں مکروہ نہیں۔

ابن عباسؓ کا قول یہی ہے اور نہ پونچھنے کے باب میں ایک حدیث یہ ہے دوسری صحیح حدیث اور ہے کہ رسول اللہؐ غسل کر کے نکلے اور آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اور پونچھنے کو ایک جماعت صحابہؓ نے نقل کیا ہے لیکن اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ ترمذی نے کہا اس باب میں رسول اللہؐ سے کچھ ثابت نہیں۔ (نوویؒ)

بعضوں نے اس حدیث سے پونچھنا جائز رکھا ہے کیونکہ ہاتھ سے پانی جھٹکنا اور کپڑے سے پونچھنا دونوں برابر ہیں۔ نووی نے کہا ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ نہ جھٹکنا بہتر ہے اور جھٹکنا مکروہ نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے یہ کہ مکروہ ہے تیسرے یہ کہ مباح ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس حدیث سے اباحت ثابت ہوتی ہے اور ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (انتہی)

۷۲۴- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمِنْدِيلٍ فَلَمْ يَمَسَّهُ وَجَعَلَ يَقُولُ بِالْمَاءِ هَكَذَا يَعْنِي يَنْفُضُهُ.

۷۲۴- ابن عباس رضی اللہ عنہما میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس تولیہ لایا گیا لیکن آپ نے اسے نہ چھوا اور ہاتھوں سے پانی جھاڑتے رہے۔

۷۲۵- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ ثُمَّ أَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَقَالَ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ.

۷۲۵- ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ جب جنابت کا غسل کرتے تو ایک برتن پانی کا منگواتے حلاب کے برابر (حلاب وہ برتن ہے جس میں اونٹنی کا دودھ دوہتے ہیں) پھر ہاتھ سے پانی لیتے اور پہلے داہنا جانب سر کا دھوتے پھر بایاں جانب بعد اس کے دونوں ہاتھ سے پانی لیتے اور سر پر بہاتے۔

بَابُ الْقَدْرِ الْمُسْتَحَبِّ مِنْ الْمَاءِ فِي غُسْلِ الْجَنَابَةِ وَغُسْلِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَغُسْلِ أَحَدِهِمَا بِفَضْلِ الْآخَرِ

باب: غسل جنابت میں کتنا پانی لینا بہتر ہے اور غسل کرنا مرد اور عورت کا ایک برتن سے ایک ہی حالت میں اور غسل کرنا ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے

۷۲۶- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ هُوَ الْفَرَقُ مِنَ الْجَنَابَةِ

۷۲۶- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تھے ایک برتن سے جس میں تین صاع پانی آتا ہے (یعنی سات آٹھ سیر) جنابت سے۔

۷۲۷- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ فِي الْقَدَحِ وَهُوَ

۷۲۷-ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تھے ایک کٹھورے سے اور وہ فرق تھا (فرق

(۷۲۵) ☆ صحیح حلاب ہے بکسر حاء اور تخفیف لام اور بعضوں نے اس کو جلاب پڑھا بضم جیم و تشدید لام کے اور مراد اس سے گلاب ہے لیکن ہرویؒ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا کہ صحیح حلاب ہے۔

(۷۲۶) ☆ نووی نے کہا اہل اسلام نے اجماع کیا ہے کہ وضو اور غسل کے لیے پانی کی مقدار معین نہیں ہے بلکہ قلیل اور کثیر سب کافی ہے بشرطیکہ اعضا بھیگ جاویں اور مستحب یہ ہے کہ وضو میں ایک مد سے کم نہ ہو اور غسل میں ایک صاع سے کم نہ ہو اور صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے اور مد ایک رطل اور تہائی رطل اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہاں وہ صاع مراد ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے بہر حال پانی بیکار بہانا منع ہے اگرچہ ندی کنارے غسل کرتا ہو۔ یہ ممانعت تنزیہی ہے اور بعضوں نے کہا اسراف حرام ہے۔ انتہی

(۷۲۷) ☆ نوویؒ نے کہا مرد اور عورت دونوں کا طہارت کرنا ایک برتن سے جائز ہے باجماع اہل اسلام لیکن عورت کا طہارت کرنا مرد کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وہ بھی باجماع جائز ہے اور مرد کا طہارت کرنا عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے ہمارے اور مالکؒ اور ابو حنیفہؒ اور جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے اور اس میں کراہت بھی نہیں ہے بدلیل احادیث صحیحہ کے اور احمد بن حنبلؒ اور داؤد ☜

الْفَرَقُ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ سُفْيَانُ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ.

اس برتن کو کہتے ہیں جس میں تین صاع پانی آتا ہے) اور میں اور آپ ایک ہی برتن سے غسل کرتے۔ سفیان نے کہا فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔

٧٢٨- عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رضي الله عنهما قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدْرِ الصَّاعِ فَاغْتَسَلَتْ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ وَأَفْرَغَتْ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذْنَ مِنْ رُءُوسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ.

٧٢٨- ابو سلمہ بن عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی (دودھ کے ناتے کا بھائی (عبداللہ بن یزید) ان کے پاس گئے اور غسل جنابت کو پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر کرتے تھے؟ انھوں نے ایک برتن منگوایا جس میں صاع بھر پانی آتا تھا اور نہائیں اور ہمارے اور انکے بیچ میں ایک پردہ تھا انھوں نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا ابو سلمہؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ کی بیبیاں اپنے بال کتراتی تھیں اور کانوں تک بال رکھتی تھیں۔

ظاہری کے نزدیک عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو طہارت درست نہیں بشرطیکہ عورت اس پانی کو خلوت میں لے گئی ہو اور اس کو استعمال کیا ہو اور عبداللہ بن سرجس اور حسن بصریؒ سے ایسا ہی منقول ہے اور امام احمد سے ایک روایت ہمارے موافق بھی ہے اور سعید بن مسیب اور حسن سے مطلقاً کراہت بھی منقول ہے اور مختار جمہور کا قول ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی بیبیوں کے ساتھ غسل کیا ہے اور ہر ایک نے دوسرے کا بچا ہوا پانی استعمال کیا اور خلوت کو اس میں کوئی داخل نہیں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی ایک بی بی کے بچے ہوئے پانی سے غسل کیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور اصحاب سنن نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور وہ جو ممانعت کی حدیث حکم بن عمرو سے منقول ہے وہ ضعیف ہے۔ ائمہ حدیث نے (جیسے بخاری) اس کو ضعیف کہا ہے یا مراد اس سے یہ ہے کہ جو پانی عورت کے اعضاء سے گرا ہو وہ تو مستعمل ہے اس سے غسل درست نہیں یا وہ ممانعت استحباب کے لیے ہے۔ واللہ اعلم (انتہی)

(٧٢٨) ☆ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سلمہؓ اور عبداللہ بن یزیدؓ نے ان کا سر اور اوپر کا بدن دیکھا اور نہ ان کے سامنے پانی منگوانے سے اور نہانے سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ عبداللہ تو رضاعی بھائی تھے اور ابو سلمہ رضاعی بھانجے تھے کیونکہ ام کلثوم بنت ابی بکرؓ نے ان کو دودھ پلایا تھا اور یہ دونوں محرم ہیں اور محرم کو اوپر کا بدن دیکھنا درست ہے۔

حدیث میں وفرہ کا لفظ ہے اصمعی نے کہا وفرہ لمہ سے بڑھ کر ہے اور لمہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو مونڈھوں تک ہوں۔ اوروں نے کہا وفرہ لمہ سے کم ہے یعنی جو بال کانوں تک ہوں ابو حاتم نے کہا وفرہ وہ بال ہیں جو کانوں پر ہوں۔ قاضی عیاضؒ نے کہا عرب کی عورتیں تو چوٹیاں نکالا کرتیں تھیں اور رسول اللہؐ کی بیبیوں نے آپ کی وفات کے بعد شاید ایسا کیا ہو زینت کے ترک کرنے کے لیے۔ نووی نے کہا قاضی عیاضؒ کی طرح اور علماء نے بھی کہا ہے اور یہ گمان نہیں ہوتا کہ انھوں نے رسول اللہؐ کی حیات میں ایسا کیا ہو اور اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ عورت کو بال کم کرنا درست ہے۔ (انتہی)

۷۲۹- عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ بَدَأَ بِيَمِينِهِ فَصَبَّ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ فَغَسَلَهَا ثُمَّ صَبَّ الْمَاءَ عَلَى الْأَذَى الَّذِي بِهِ بِيَمِينِهِ وَغَسَلَ عَنْهُ بِشِمَالِهِ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ ذَلِكَ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَنَحْنُ جُنُبَانِ.

۷۲۹- ابو سلمہ بن عبدالرحمنؒ سے روایت ہے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تو داہنے ہاتھ سے شروع کرتے پہلے اس پر پانی ڈالتے اور اس کو دھوتے پھر داہنے ہاتھ سے پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے بدن پر جو نجاست ہوتی اس کو دھوتے جب اس سے فراغت ہوتی تو سر پر پانی ڈالتے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں اور رسول اللہ ﷺ جنابت کا غسل ایک برتن سے کیا کرتے۔

۷۳۰- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ يَسَعُ ثَلَاثَةَ أَمْدَادٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ.

۷۳۰- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے جس میں تین مد یا کچھ ایسا ہی پانی آتا۔

۷۳۱- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ

۷۳۱- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تھے ایک برتن سے دونوں کے ہاتھ اس میں پڑتے جاتے اور یہ غسل جنابت کا تھا۔

۷۳۲- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَاحِدٍ فَيُبَادِرُنِي حَتَّى أَقُولَ دَعْ لِي دَعْ لِي قَالَتْ وَهُمَا جُنُبَانِ.

۷۳۲- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تھے اور برتن سے جو میرے اور آپ کے بیچ میں ہوتا آپ جلدی جلدی پانی لیتے یہاں تک کہ میں کہتی تھوڑا پانی میرے لیے چھوڑ دو اور دونوں جنبی ہوتے۔

۷۳۳- عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

۷۳۳- ام المومنین میمونہؓ سے روایت ہے کہ وہ اور نبی کریمؐ غسل کرتے تھے ایک برتن سے۔

۷۳۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

۷۳۴- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میمونہ کے

---

(۷۳۰) ☆ قاضی عیاض نے کہا مراد یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے تین مد پانی لیا جاتا یا مد سے مراد صاع ہے تاکہ موافق ہو اس حدیث کے جس میں فرق کا ذکر ہے یا ایسا ہی کسی وقت میں ہوا ہوگا۔ نوویؒ نے کہا اس حدیث میں تین مد کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک فرق سے آپ غسل کرتے اور ایک روایت میں ہے حضرت عائشہؓ نے ایک صاع سے غسل کیا اور ایک روایت میں پانچ مکوک کا بیان ہے غسل میں اور ایک مکوک کا وضو میں اور ایک روایت میں ایک صاع غسل کے لیے اور ایک مد وضو کے لیے آیا ہے اور ایک روایت میں ہے ایک مد سے وضو اور غسل ایک صاع سے پانچ مد تک۔ امام شافعیؒ اور علماء نے کہا ہے کہ یہ اختلاف باعتبار موقع اور حالت اور قلت اور کثرت پانی کے تھا۔ بہرحال طہارت کے لیے پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔

ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ بِفَضْلِ مَيْمُونَةَ.

بچے ہوئے پانی سے غسل کرتے تھے۔

۷۳۵- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ.

۷۳۵- ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل ایک برتن سے کرتے۔

۷۳۶- عَنْ أَنَسٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَكَاكِيكَ وَيَتَوَضَّأُ بِمَكُّوكٍ و قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى بِخَمْسِ مَكَاكِيَّ.

۷۳۶- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ مکوک سے غسل کرتے اور ایک مکوک سے وضو کرتے (مکوک سے مراد مد ہے)۔

۷۳۷- عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلٰى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ.

۷۳۷- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک غسل کرتے۔

۷۳۸- عَنْ سَفِينَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغَسِّلُهُ الصَّاعُ مِنَ الْمَاءِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَيُوَضِّئُهُ الْمُدُّ.

۷۳۸- سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک صاع پانی غسل جنابت کے لیے اور ایک مد پانی وضو کے لیے کافی تھا۔

۷۳۹- عَنْ سَفِينَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَيَتَطَهَّرُ بِالْمُدِّ.

۷۳۹- سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل کرتے اور ایک مد پانی سے وضو کرتے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ إِفَاضَةِ الْمَاءِ عَلَى الرَّأْسِ وَغَيْرِهِ ثَلَاثًا

باب : سر وغیرہ پر تین بار پانی ڈالنے کا بیان

۷۴۰- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ تَمَارَوْا فِي الْغُسْلِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أَغْسِلُ رَأْسِي كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَمَّا أَنَا

۷۴۰- جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے لوگوں نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل میں۔ بعضوں نے کہا ہم تو سر کو اس طرح دھوتے ہیں ایسے ایسے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین چلو ڈالتا

(۷۳۹) ☆ امام مسلمؒ نے کہا کہ ابو بکر بن ابی شیبہ نے سفینہ کو صحابی کہا اور ابو ریحانہ نے کہا کہ وہ بوڑھا ہو گیا تھا یعنی سفینہ اور مجھے اس کی روایت کا اعتبار نہیں۔ نوویؒ نے کہا اس صورت میں امام مسلمؒ نے اس حدیث کو اور حدیثوں کی متابعت کے طور پر نقل کیا نہ اس پر اعتماد کر کے۔

(۷۴۰) ☆ نوویؒ نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ سر پر تین بار پانی ڈالنا غسل میں مستحب ہے اور اس پر اتفاق ہے اور سر پر قیاس کیا ہے اور اعضا کو اور جیسے وضو میں تین تین بار ہر ایک عضو کا دھونا مستحب ہے اسی طرح غسل میں۔

فَإِنِّي أُفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ أَكُفٍّ)).

ہوں۔

٧٤١- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ ((أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا)).

۷۴۱- جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جنابت کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں۔

٧٤٢- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ سَأَلُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا إِنَّ أَرْضَنَا أَرْضٌ بَارِدَةٌ فَكَيْفَ بِالْغُسْلِ فَقَالَ ((أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا)) قَالَ ابْنُ سَالِمٍ فِي رِوَايَتِهِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ وَقَالَ إِنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ.

۷۴۲- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ثقیف کی طرف سے جو لوگ آئے تھے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا ملک سرد ہے تو غسل کیوں کر کریں؟ آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں (زیادہ پانی بہانا ضروری نہیں)۔

٧٤٣- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةٍ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ إِنَّ شَعْرِي كَثِيرٌ قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ لَهُ يَا ابْنَ أَخِي كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَكْثَرَ مِنْ شَعْرِكَ وَأَطْيَبَ.

۷۴۳- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل کرتے تو اپنے سر پر تین چلو بھر کر پانی ڈالتے۔ حسن نے کہا میرے تو بال بہت ہیں۔ جابرؓ نے کہا اے بھتیجے میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تجھ سے زیادہ تھے اور تجھ سے بہتر تھے۔

بَابُ حُكْمِ ضَفَائِرِ الْمُغْتَسِلَةِ

باب: عورتیں غسل میں چوٹیاں کھولیں یا نہ کھولیں

٧٤٤- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي فَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ ((لَا إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِيَ عَلَى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِينَ)).

۷۴۴- ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے سر پر چوٹی باندھتی ہوں کیا جنابت کے غسل کے لیے اس کو کھولوں آپ نے فرمایا نہیں تجھ کو کافی ہے سر پر تین چلو بھر کر ڈالنا پھر سارے بدن پر پانی بہانا تو پاک ہو جائے گی۔

٧٤٥- عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى فِي هَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ فَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ

۷۴۵- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے کہ ام سلمہ نے کیا کہا کہ میں اپنی چوٹی کو غسل حیض اور غسل جنابت کے لیے

(۷۴۴) ☆ نوویؒ نے کہا ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ چوٹی میں جب سب بالوں کو پانی پہنچ جائے اندر اور باہر تو اس کا کھولنا ضروری نہیں اور جو بن کھولے پانی نہ پہنچے تو کھولنا چاہیے اور نخعی سے منقول ہے کہ ہر حال میں کھولنا ضروری ہے اور حسن اور طاؤس سے مروی ہے کہ حیض کے غسل میں کھولنا چاہیے اور جنابت کے غسل میں ضروری نہیں اور ہماری دلیل ام سلمہؓ کی حدیث ہے اور اگر مرد کے سر پر چوٹی ہو تو اس کا بھی حکم عورت کا سا ہے۔ انتہی

فَقَالَ لَا ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

کھولوں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔

٧٤٦-عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَفَأَحُلُّهُ فَأَغْسِلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَيْضَةَ.

۷۴۶- مذکورہ بالا حدیث بھی ایک دو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اس سند سے بھی آئی ہے۔

٧٤٧- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ فَقَالَتْ يَا عَجَبًا لِابْنِ عَمْرٍو هَذَا يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوسَهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَلَا أَزِيدُ عَلَى أَنْ أُفْرِغَ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ

۷۴۷- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عورتوں کو غسل کے وقت سر کھولنے کا حکم دیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تعجب ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ سر کھولنے کا حکم کرتے ہیں غسل کے وقت تو سر منڈانے کا حکم کیوں نہیں دیتے۔ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل کرتے اور میں فقط اپنے سر پر تین چلو ڈال لیتی۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اسْتِعْمَالِ الْمُغْتَسِلَةِ مِنَ الْحَيْضِ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فِي مَوْضِعِ الدَّمِ

باب: جو عورت حیض کا غسل کرے وہ ایک ٹکڑا کپڑے یا روئی کا مشک لگا کر خون کے مقام پر استعمال کرے تو مستحب ہے

٧٤٨- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَتْ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضَتِهَا قَالَ فَذَكَرَتْ أَنَّهُ عَلَّمَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ ((**تَطَهَّرِي بِهَا سُبْحَانَ اللَّهِ**)) وَاسْتَتَرَ وَأَشَارَ لَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِيَدِهِ عَلَى وَجْهِهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ وَعَرَفْتُ مَا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۷۴۸- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حیض سے کیوں کر غسل کروں؟ آپ نے سکھایا اس کو غسل کرنا پھر فرمایا کہ مشک لگا ہوا ایک پھوہا لے اور اس سے پاکی کر وہ بولی کیونکر پاکی کروں؟ آپ نے فرمایا (سبحان اللہ تعجب ہے کہ ایسی ظاہر بات بھی نہیں سمجھتی) پاکی کر اس سے اور آڑ کر لی آپ نے۔ سفیان نے بتلایا ہم کو ہاتھ اپنا منہ پر رکھ کر (یعنی شرم سے آپ نے ایسا کیا)۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچا اور

---

(۷۴۷) ☆ نوویؒ نے کہا عبداللہ بن عمرؓ نے جو سر کھولنے کا حکم دیا یہ اس صورت میں ہے جب سارے بالوں میں پانی نہ پہنچ سکے یا ان کا مذہب یہی ہوگا کہ سر کھولنا چاہیے جیسے نخعی سے ہم نے نقل کیا اور ان کو ام سلمہؓ اور عائشہ کی حدیث نہ پہنچی ہوگی یا یہ حکم بطور استحباب اور احتیاط کے ہوگا۔

(۷۴۸) ☆ یہ حکم نظافت اور طہارت اور پاکیزگی کے لیے ہے نہ بطور وجوب کے اور نفاس کے بعد بھی ایسا ہی مستحب ہے۔ بعضوں نے کہا کہ مشک کے استعمال سے نطفہ جلدی ٹھہرتا ہے جب مشک نہ ملے تو اور کوئی خوشبو استعمال کرے اور یہ استعمال غسل کے بعد چاہیے۔ اگر ☜

فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ و قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا آثَارَ الدَّمِ.

رسول اللہؐ کا مطلب میں پہچان گئی تھی میں نے کہا اس پھوہے کو خون کے مقام پر لگا (یعنی شرمگاہ پر)۔

۷۴۹- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَغْتَسِلُ عِنْدَ الطُّهْرِ فَقَالَ ((خُذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِي بِهَا)) ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ سُفْيَانَ.

۷۴۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں پاکیزگی کا غسل کس طرح کروں تو آپ نے فرمایا تو خوشبودار روئی لے کر پاکیزگی حاصل کر۔

۷۵۰- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيضِ فَقَالَ ((تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيدًا حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَطَهَّرُ بِهَا)) فَقَالَتْ أَسْمَاءُ وَكَيْفَ تَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَ ((سُبْحَانَ اللَّهِ تَطَهَّرِينَ بِهَا)) فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَأَنَّهَا تُخْفِي ذَلِكَ تَتَبَّعِينَ أَثَرَ الدَّمِ وَسَأَلَتْهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ ((تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ أَوْ تُبْلِغُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا ثُمَّ تُفِيضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ)) فَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ.

۷۵۰- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ اسماء (شکل کی بیٹی یا یزید بن سکن کی بیٹی) نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے حیض کا غسل کیونکر کروں؟ آپ نے فرمایا کہ پہلے پانی بیری کے پتوں کے ساتھ لیوے اور اس سے اچھی طرح پاکی کرے (یعنی حیض کا خون جو لگا ہوا ہو دھووے اور صاف کرے) پھر سر پر پانی ڈالے اور خوب زور سے ملے یہاں تک کہ پانی مانگوں (بالوں کی جڑوں) میں پہنچ جائے پھر اپنے اوپر پانی ڈالے (یعنی سارے بدن پر) پھر ایک پھاہا (روئی یا کپڑے کا) مشک لگا ہوا لے کر اس سے پاکی کرے۔ اسماءؓ نے کہا کیونکر پاکی کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ پاکی کرے۔ حضرت عائشہؓ نے چپکے سے کہہ دیا کہ خون کے مقام پر لگادے۔ پھر اس نے جنابت کے غسل کو پوچھا آپ نے فرمایا پانی لے کر اچھی طرح طہارت کرے پھر سر پر پانی ڈالے اور ملے یہاں تک کہ پانی سب مانگوں میں پہنچ جائے پھر اپنے سارے بدن پر پانی ڈالے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا انصار کی عورتیں بھی کیا عمدہ عورتیں تھیں وہ دین کی بات پوچھنے میں شرم نہیں کرتی تھیں (اور یہی لازم ہے کیونکہ شرم گناہ اور معصیت میں ہے اور دین کی بات پوچھنا ثواب اور اجر ہے)۔

۷۵۱- عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ

۷۵۱- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی آئی ہے۔

ﷺ کوئی خوشبو نہ ملے تو صرف پانی سے پاک کرنا کافی ہے لیکن بکر کو فرج کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں اور ثیبہ کو اتنی دور تک پانی پہنچانا واجب ہے جس قدر حاجت کے لیے بیٹھنے میں کھلتا ہے۔

قَالَ ((سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِي بِهَا)) وَاسْتَتَرَ.

۷۵۲- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ شَكَلٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَغْتَسِلُ إِحْدَانَا إِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْحَيْضِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ.

۷۵۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ اسماء بنت شکل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ جب ہم میں سے کوئی عورت حیض سے پاک ہو تو کیسے غسل کرے؟ باقی حدیث گذر چکی ہے-اس حدیث میں غسل جنابت کا ذکر نہیں-

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ وَغُسْلِهَا وَصَلَاتِهَا[1]

باب: مستحاضہ کا بیان اور اس کے غسل اور نماز کا حال

[1] ☆ مستحاضہ اس عورت کو کہتے ہیں جو استحاضہ میں مبتلا ہو اور استحاضہ کہتے ہیں اس خون کو جو بے وقت عورت کی شرمگاہ سے جاری ہو اور یہ خون ایک رگ میں سے نکلتا ہے جس کو عادل کہتے ہیں اور حیض کا خون رحم کی قعر میں سے نکلتا ہے۔ مستحاضہ سے وطی درست ہے اگر یہ خون جاری ہو۔ ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہی ہے اور حضرت عائشہؓ سے اس کی ممانعت منقول ہے۔ نخعی اور حکم کا یہی قول ہے اور ابن سیرین کے نزدیک جماع مکروہ ہے اور احمد نے کہا کہ اس وقت جماع کرے جب خاوند کو زنا میں پڑ جانے کا ڈر ہو اور صحیح جمہور کا قول ہے اور دلیل اس کی وہ ہے جو عکرمہ نے روایت کیا حمنہ بنت جحش سے کہ وہ مستحاضہ تھیں اور ان کے خاوند ان سے جماع کرتے تھے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور بیہقی نے اور نماز اور روزے اور اعتکاف اور قرات اور مسح مصحف اور سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر میں اور ساری عبادات میں مثل پاک عورت کے ہے بالاتفاق لیکن جب نماز کا قصد کرے تو اپنی شرمگاہ کو دھولیوے اور فرج میں ایک کپڑا یا روئی رکھ لیوے۔ اگر خون بہت بہتا ہو اور یہ کپڑا کافی نہ ہو تو اوپر سے لنگوٹ باندھے پھر وضو کرے اسی وقت دیر نہ کرے یا تیمم کرے اگر پانی نہ ملے یا عذر ہو اور فرض پڑھنے کے بعد جتنے نفل چاہے پڑھے لیکن ہمارے نزدیک ایک وضو سے فرض ایک ہی پڑھے ادا ہو یا قضا اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر وقت پر نماز کے وضو کرے اور وقت کے اندر جتنی فرضیں چاہے پڑھے اور ربیعہ اور مالکؒ کے نزدیک استحاضہ کے خون سے وضو نہیں ٹوٹتا تو جب تک اور کسی قسم کا حدث نہ ہو جتنے فرض اور نفل چاہے پڑھے۔ اور وقت آنے سے پہلے مستحاضہ کا وضو اس نماز کے لیے ہمارے نزدیک درست نہیں اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست ہے اور مستحاضہ پر غسل واجب نہیں کسی نماز کے وقت پر اور جمہور علماء کا یہی قول ہے اور ابن زبیرؓ اور عطا بن ابی رباح سے منقول ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہر روز ایک بار غسل کرے اور مسیبؒ اور حسنؒ سے منقول ہے کہ ظہر کے وقت غسل کرے پھر دوسرے دن ظہر پر غسل کرے اور جمہور کا مذہب صحیح ہے کہ وہ کبھی غسل نہ کرے مگر جب حیض سے پاک ہو اور تکرار غسل میں جو حدیثیں آئی ہیں وہ ضعیف ہیں اور مستحاضہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو ایسا خون دیکھے جو حیض نہیں ہے جیسے ایک دن رات سے کم دوسرے جو کچھ حیض ہے کچھ نہیں ہے جیسے برابر خون دیکھا کرے یا حیض کی مدت سے زیادہ خون دیکھے اس دوسری قسم کی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ وہ عورت معتادہ نہ ہو یعنی شروع اس کو یہی آیا ہو تو اس کا حیض ایک دن ایک رات تک شمار ہوگا ہمارے نزدیک اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین دن تین رات اور باقی استحاضہ۔ دوسری یہ کہ معتادہ ہو تو جتنے دن حیض کی عادت ہوگی اتنا حیض گنا جاوے گا اور باقی استحاضہ۔ تیسری یہ کہ ممیزہ نہ ہو کہ کبھی خون قوی دیکھے کبھی ضعیف تو جب تک سیاہ خون دیکھے وہ حیض ہے بشرطیکہ ایک دن رات سے کم نہ ہو اور پندرہ دن سے زیادہ نہ ہو اور لال خون پندرہ دن سے کم نہ ہو۔ (نووی مع زیادہ و اختصار)

۷۵۳- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ ((لَا إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتْ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي)).

۷۵۳- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے فاطمہ بنت ابی حبیشؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے استحاضہ ہو گیا ہے میں پاک نہیں ہوتی کیا نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ خون ایک رگ کا ہے حیض نہیں ہے۔ جب حیض کے دن آویں تو نماز چھوڑ دے پھر حیض کے دن گزر جائیں تو خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔

۷۵۴- عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ وَإِسْنَادِهِ وَفِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ عَنْ جَرِيرٍ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَسَدٍ وَهِيَ امْرَأَةٌ مِنَّا قَالَ وَفِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ زِيَادَةُ حَرْفٍ تَرَكْنَا ذِكْرَهُ.

۷۵۴- اوپر والی حدیث اس سند سے بھی منقول ہے۔

۷۵۵- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ اسْتَفْتَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَقَالَ ((إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي ثُمَّ صَلِّي)) فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ لَمْ يَذْكُرْ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَلَكِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَتْهُ هِيَ وَ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَتِهِ ابْنَةُ جَحْشٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أُمَّ حَبِيبَةَ.

۷۵۵- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت جحشؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے استحاضہ ہے۔ آپ نے فرمایا یہ خون ایک رگ کا ہے تو غسل کر اور نماز پڑھ۔ پھر وہ غسل کرتی تھیں ہر نماز کے لئے۔ لیث نے کہا ابن شہابؒ نے یہ نہیں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم کیا ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا بلکہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خود ایسا کیا۔ ابن رمح کی روایت میں ام حبیبہؓ کا نام نہیں بلکہ صرف جحش کی بیٹی کا ذکر ہے۔

۷۵۶- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((إِنَّ هَذِهِ لَيْسَتْ

۷۵۶- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت جحشؓ کو جو سالی تھیں رسول اللہ ﷺ کی اور بی بی عبدالرحمن بن عوفؓ کی سات برس تک استحاضہ رہا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا یہ حیض نہیں ہے بلکہ ایک رگ کا خون ہے تو غسل کر اور نماز پڑھ حضرت عائشہؓ نے کہا وہ

(۷۵۳) ☆ نوویؒ نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ مستحاضہ نماز پڑھے مگر اس زمانہ میں جو حیض کا خون نہ ہو اور اس پر اتفاق ہے اور یہ بھی نکلتا ہے کہ حاجت کے وقت مسئلہ پوچھے اور عورت خود مسئلہ پوچھ سکتی ہے اور اس کی آواز حاجت کے وقت غیر سن سکتا ہے۔ (انتہی)

بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنَّ هَذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي ›› قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مِرْكَنٍ فِي حُجْرَةِ أُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حَتَّى تَعْلُوَ حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَحَدَّثْتُ بِذَلِكَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَقَالَ يَرْحَمُ اللَّهُ هِنْدًا لَوْ سَمِعَتْ بِهَذِهِ الْفُتْيَا وَاللَّهِ إِنْ كَانَتْ لَتَبْكِي لِأَنَّهَا كَانَتْ لَا تُصَلِّي.

ایک کوٹھڑی میں غسل کرتیں اپنی بہن زینب بنت جحشؓ کی کوٹھڑی میں تو خون کی سرخی پانی پر آجاتی (اس قدر خون بہا کرتا)۔ ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ حدیث ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے بیان کی انھوں نے کہا خدا رحم کرے ہندہ پر کاش وہ یہ فتویٰ سن لیتی۔ قسم خدا کی وہ روتی تھی نماز نہ پڑھنے سے (یعنی اس کو بھی استحاضہ تھا اور یہ مسئلہ معلوم نہ تھا تو نماز نہ پڑھتی اور نماز کے جانے پر رویا کرتی)۔

٧٥٧- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ إِلَى قَوْلِهِ تَعْلُو حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

٧٥٧- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئیں ان کو سات سال سے استحاضہ کا مرض تھا باقی حدیث وہی ہے۔

٧٥٨- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَةَ جَحْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ سَبْعَ سِنِينَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

٧٥٨- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنت جحش سات سال سے مستحاضہ تھیں۔

٧٥٩- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ‹‹ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي ››.

٧٥٩- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے ام حبیبہؓ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے استحاضہ کے خون کو حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے ان کے نہانے کا برتن دیکھا خون سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تو اتنے دنوں ٹھہری رہ جتنے دنوں حیض آیا کرتا تھا (یعنی عادت کے دنوں میں اس بیماری سے پہلے) پھر غسل کر اور نماز پڑھ۔

٧٦٠- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ شَكَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا ‹‹ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ

٧٦٠- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے نکاح میں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور شکایت کی خون بہنے کی آپ نے فرمایا اتنے دن ٹھہری رہ جتنے دنوں (اس بیماری سے پہلے) حیض آیا کرتا تھا پھر غسل کر ڈال تو وہ ہر نماز کے

(٧٦٠) ☆ جحش کی تین بیٹیاں تھیں ایک زینب جن سے پہلے زید بن حارثہؓ نے نکاح کیا تھا پھر انھوں نے طلاق دے دی تو رسول اللہؐ کے نکاح میں آئیں۔ دوسری ام حبیبہؓ جو اس حدیث میں مذکور ہیں یہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے نکاح میں تھیں۔ تیسری حمنہ جو طلحہ بن عبیداللہ کے

اغْتَسِلِي)) فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ.

لیے غسل کیا کرتیں۔

بَابُ وُجُوبِ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُونَ الصَّلَاةِ

باب: حائضہ عورت پر نماز کی قضا واجب نہیں اور روزے کی قضا واجب ہے۔

۷٦۱- عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَتَقْضِي إِحْدَانَا الصَّلَاةَ أَيَّامَ مَحِيضِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ

۷٦۱- معاذہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا عورت قضا کرے حیض کے دنوں کی نماز کو؟ انھوں نے کہا کیا تو حروری ہے؟ ہم میں سے جس کو حیض آتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کو نماز کی قضا کا حکم نہ ہوتا۔

۷٦۲- عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كُنَّ نِسَاءُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَحِضْنَ أَفَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَجْزِينَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ تَعْنِي يَقْضِينَ.

۷٦۲- معاذہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا حائضہ نماز کی قضا کرے؟ انھوں نے کہا کیا تو حروری ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں حائضہ ہوتیں پھر کیا آپ ان کو نماز کی قضا کا حکم کرتے۔

۷٦۳- عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ وَلَكِنِّي أَسْأَلُ قَالَتْ كَانَ يُصِيبُنَا ذَلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ.

۷٦۳- معاذہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا وجہ ہے جو حائضہ روزوں کی قضا کرتی ہے اور نماز کی قضا نہیں کرتی؟ انھوں نے کہا تو حروری تو نہیں؟ میں نے کہا نہیں میں تو پوچھتی ہوں انھوں نے کہا کہ ہم عورتوں کو حیض آتا پھر حکم ہوا روزوں کی قضا کرنے کا اور نماز کی قضا کا حکم نہ ہوتا۔

بَابُ تَسَتُّرِ الْمُغْتَسِلِ بِثَوْبٍ وَنَحْوِهِ

باب: غسل کرنے والا کپڑے کی آڑ کر لے۔

۷٦٤-عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

۷٦۴- ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب سے روایت ہے کہ

ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ بعضوں نے کہا کہ جحش کی تینوں بیٹیاں استحاضہ میں مبتلا تھیں اور بعضوں نے کہا کہ فقط ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیماری تھی۔ (نوویؒ)

(۷٦۱) ☆ حروری نسبت ہے حرورا کی طرف اور حرورا ایک گاؤں ہے کوفہ میں دو میل پر۔ پہلے پہل خارجی وہیں اکٹھے ہوئے تھے ان خارجیوں نے سارے اہل اسلام کے خلاف یہ بات اختیار کی ہے کہ حائضہ کو نماز کی قضا کرنی چاہیے۔ ان کے سوا تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ حائضہ پر نماز کی قضا واجب نہیں ہے پر روزوں کی قضا واجب ہے۔

(۷٦۳) ☆ یہ عنایت ہے پروردگار کی جو نماز کی قضا معاف کر دی ورنہ بڑا حرج ہوتا اس لیے کہ نماز ہر روز پانچ بار فرض ہے۔ سال بھر میں صدہا نمازوں کی قضا کرنی پڑتی اور رمضان تو ہر سال میں ایک بار آتا ہے چار پانچ روزوں کی قضا کچھ مشکل نہیں۔

سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی جس سال مکہ فتح ہوا آپ غسل کر رہے تھے اور فاطمہؓ آپ پر ایک کپڑے کی آڑ کئے ہوئے تھیں۔

٧٦٥- عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ لَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ بِأَعْلَى مَكَّةَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى غُسْلِهِ فَسَتَرَتْ عَلَيْهِ فَاطِمَةُ ثُمَّ أَخَذَ ثَوْبَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ سُبْحَةَ الضُّحَى.

٧٦٥- ام ہانیؓ بنت ابی طالب سے روایت ہے جس سال مکہ فتح ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں آپ مکہ کے بلند جانب میں تھے غسل کرنے کے لیے اٹھے تو حضرت فاطمہؓ نے ایک کپڑے کی آڑ آپ پر کی پھر آپ نے اپنا کپڑا لے کر لپیٹا پھر آٹھ رکعتیں چاشت کی پڑھیں۔

٧٦٦- عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَسَتَرَتْهُ ابْنَتُهُ فَاطِمَةُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا اغْتَسَلَ أَخَذَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانَ سَجَدَاتٍ وَذَلِكَ ضُحًى.

٧٦٦- حضرت ام ہانیؓ سے دوسری سند سے بھی روایت ہے کہ آپؐ کی بیٹی فاطمہؓ نے کپڑے کے ساتھ آپ ﷺ کے لئے پردہ کیا اور پھر آپ نے اپنے اوپر کپڑا اوڑھا پھر کھڑے ہوئے اور چاشت کی آٹھ رکعات ادا کیں۔

٧٦٧- عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً وَسَتَرْتُهُ فَاغْتَسَلَ.

٧٦٧- ام المومنین میمونہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے نبی کریمؐ کے لیے پانی رکھا اور آپ کو پردہ کیا تو آپ نے غسل فرمایا۔

بَابُ تَحْرِيمِ النَّظَرِ إِلَى الْعَوْرَاتِ

باب: دوسرے کے ستر کی طرف دیکھنا حرام ہے

٧٦٨- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا

٧٦٨- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مرد دوسرے مرد کے ستر کو (یعنی عورت کو جس کا چھپانا فرض ہے) نہ دیکھے اور نہ عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے اور مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ

(٧٦٥) ☆ نوویؒ نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ چاشت کی آٹھ رکعتیں ہیں اور یہ سنت ہیں۔

(٧٦٨) ☆ یعنی اس طرح کہ دونوں ننگے ہوں اور دونوں کے بدن میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ نوویؒ نے کہا کہ جیسے مرد کو مرد کا اور عورت کو عورت کا ستر دیکھنا حرام ہے اسی طرح مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا ستر دیکھنا حرام ہے بالاجماع۔ مگر اس میں سے خاوند اور لونڈی کا مالک مستثنیٰ ہیں خاوند کو اپنی بی بی کا اور بی بی کو خاوند کا تمام ستر دیکھنا درست ہے سوا شرمگاہ کے۔ اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ ہر ایک کو دوسرے کی شرمگاہ بغیر ضرورت کے دیکھنا مکروہ ہے اسی طرح عورت کی شرمگاہ کے اندر دیکھنا بھی مکروہ ہے اور لونڈی کا مالک اگر اس سے وطی کر سکتا ہے تو وہ دونوں مثل جورو اور خاوند کے ہیں اور اگر محرم ہیں جیسے بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ تو وہ آزاد عورت کے مثل ہے اور اگر لونڈی مجوسی ہے یا مرتد یا بت پرست یا معتدہ یا مکاتبہ تو وہ مثل غیر کی لونڈی کے ہے۔

تُفضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ))۔

عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے۔

٧٦٩- عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا مَكَانَ عَوْرَةِ عُرْيَةِ الرَّجُلِ وَعُرْيَةِ الْمَرْأَةِ

٧٦٩- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

بَابُ جَوَازِ الِاغْتِسَالِ عُرْيَانًا فِي الْخَلْوَةِ

باب: تنہائی میں ننگے نہانا درست ہے

٧٧٠- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى سَوْأَةِ بَعْضٍ وَكَانَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوا وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ قَالَ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى

٧٧٠- ہمام بن منبہ سے روایت ہے یہ وہ حدیثیں ہیں جو ابوہریرہؓ نے ہم سے بیان کیں محمدؐ سے سن کر پھر بیان کیں انہوں نے کئی حدیثیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بنی اسرائیل کے لوگ ننگے نہایا کرتے تھے ایک دوسرے کے ستر کو دیکھتا اور حضرت موسیٰ اکیلے میں نہاتے تھے۔ لوگوں نے کہا موسیٰ ہمارے ساتھ مل کر نہیں نہاتے انکو توفتق کی بیماری ہے (یعنی خصیے بڑھ جانے کی) ایک بار موسیٰ نہانے کو گئے اور کپڑے اتار کو پتھر پر رکھے وہ پتھر (خود بخود اللہ کے حکم سے) ان کے

ﷺ اب مرد کو اپنی محرم عورتوں کا دیکھنا ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے کے بدن کا درست ہے اور بعضوں نے کہا اتنے ہی بدن کا درست ہے جتنا کام کاج کرنے میں کھلتا ہے اب مرد کا ستر مرد سے اور عورت کا ستر عورت سے زیر ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنے اور ناف میں تین قول ہیں ایک یہ کہ وہ ستر نہیں ہے یہی صحیح ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ستر میں داخل ہے، تیسرے یہ کہ ناف ستر ہے اور گھٹنا ستر نہیں اور حنفیہ کے نزدیک ناف ستر نہیں پر گھٹنا ستر میں داخل ہے اور مرد کو غیر عورت کا دیکھنا اسی طرح عورت کا غیر مرد کا دیکھنا بالکل حرام ہے خواہ یہ نظر شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے اور بعضوں کے نزدیک عورت کو غیر مرد کا منہ دیکھنا بغیر شہوت کے درست ہے مگر یہ قول ضعیف ہے اور جب عورت اجنبی ہو تو کچھ فرق نہیں آتا اور حنفیہ کے نزدیک غیر لونڈی مثل محرم عورت کے ہے۔ اسی طرح حرام ہے مرد کو خوب صورت بے ریش لڑکے کا منہ دیکھنا خواہ یہ نظر شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے خواہ فتنہ کا ڈر ہو یا نہ ہو۔ صحیح اور مختار مذہب یہی ہے مگر یہ جتنی حرمت نظر کی اوپر بیان ہوئی اسی صورت میں ہے جب حاجت اور ضرورت نہ ہو ورنہ حاجت کے وقت نظر درست ہے جیسے بیچتے کھوچتے علاج گواہی کے وقت پر۔ شہوت سے اس وقت بھی حرام ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا کہ شہوت سے نظر کرنا تو ہر شخص پر حرام ہے سوا اپنی بی بی اور لونڈی کے یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی بیٹی یا ماں کو بھی شہوت سے دیکھے تو حرام ہے اور جو مرد کو مرد کے ساتھ اور عورت کو عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹنے کی ممانعت کی یہ ممانعت تحریمی ہے اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ دوسرے کے ستر کا چھونا بھی نادرست ہے اور لوگ حمام میں اکثر ایسی خرابیوں میں پڑ جاتے ہیں حالانکہ ان باتوں سے بچنا چاہیے اور جو کوئی ایسا کرے اس کو منع کرنا چاہیے اگرچہ ماننے کی امید نہ ہو اور تنہائی میں آدمی ننگا ہو سکتا ہے پر بلا ضرورت مکروہ بلکہ حرام ہے۔ (نووی)

(٧٧٠) ☆ ہمارے زمانہ کے بعض احمق لوگ ایسی باتوں کا انکار کرتے ہیں اور پتھر کا خود بخود چلنا خلاف عقل سمجھتے ہیں حالانکہ یہ خلاف عقل نہیں زمین اور چاند اور سورج اور تارے جو پتھر کی طرح بے جان ہیں رات دن حرکت کرتے ہیں پھر ایک پتھر کا چلنا کیا مشکل ہے۔ ﷺ

حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ قَالَ فَجَمَحَ مُوسَى بِإِثْرِهِ يَقُولُ ثَوْبِي حَجَرُ ثَوْبِي حَجَرُ حَتَّى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلَى سَوْأَةِ مُوسَى قَالُوا وَاللَّهِ مَا بِمُوسَى مِنْ بَأْسٍ فَقَامَ الْحَجَرُ حَتَّى نُظِرَ إِلَيْهِ قَالَ فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا)) قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللَّهِ إِنَّهُ بِالْحَجَرِ نَدَبٌ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبُ مُوسَى بِالْحَجَرِ.

کپڑے لے کر بھاگا۔ موسیٰ اس کے پیچھے دوڑے اور کہتے جاتے اے پتھر میرے کپڑے دے، اے پتھر میرے کپڑے دے یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے ان کا ستر دیکھ لیا اور کہنے لگے خدا کی قسم ان میں تو کوئی بیماری نہیں ہے۔ اس وقت پتھر کھڑا ہو گیا اور انہیں خوب دیکھا گیا۔ پھر انھوں نے اپنے کپڑے اٹھائے اور (غصے سے) پتھر کو مارنا شروع کیا۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں قسم خدا کی پتھر پر موسیٰ کی ماروں کا نشان ہے سات یا چھ ماروں کا۔

بَابُ الِاعْتِنَاءِ بِحِفْظِ الْعَوْرَةِ

باب: ستر چھپانے میں احتیاط

٧٧١- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَمَّا بُنِيَتْ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ حِجَارَةً فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ ﷺ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى عَاتِقِكَ مِنْ الْحِجَارَةِ فَفَعَلَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِزَارِي إِزَارِي فَشَدَّ عَلَيْهِ إِزَارَهُ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ فِي رِوَايَتِهِ عَلَى رَقَبَتِكَ وَلَمْ يَقُلْ عَلَى عَاتِقِكَ

۷۷۱- جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جب کعبہ بنایا گیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت عباسؓ پتھر ڈھونے لگے۔ عباسؓ نے کہا آپ سے تم اپنے تہہ بند کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لو پتھر اٹھانے کے لیے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اسی وقت زمین پر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان سے لگ گئیں پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا میری ازار میری ازار انھوں نے آپ کی ازار باندھ دی۔ ابن رافع کی روایت میں کندھے کی جگہ گردن کا ذکر ہے۔

٧٧٢- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمْ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ

۷۷۲- جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ پتھر ڈھو رہے تھے کعبہ بنانے کے لیے اور آپ تہہ بند

ﷺ نوویؒ نے کہا ہم بیان کر چکے ہیں کہ ضرورت کے وقت ستر کھولنا درست ہے تنہائی میں غسل کے وقت یا پیشاب کرتے وقت یا بی بی سے صحبت کرتے وقت اور لوگوں کے سامنے ستر کھولنا ہرگز درست نہیں لیکن علماء نے کہا کہ تنہائی میں بھی نہاتے وقت تہہ بند باندھنا مستحب ہے اور ننگے ہو کر نہانا بھی درست ہے۔ اس حدیث کے لانے سے بھی یہی غرض ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خلوت میں ننگے نہاتے تھے اور یہ حدیث ان لوگوں کے مذہب پر دلیل ہوگی جو کہتے ہیں کہ اگلے لوگوں کی شریعت ہمارے لیے بھی کافی ہے عمل کرنے کے لیے بشرطیکہ اس سے ممانعت نہ ہو اور بنی اسرائیل جو ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہو کر نہاتے تھے تو شاید یہ ان کی شریعت میں جائز ہو یا حرام ہو لیکن وہ اس کو کرتے ہوں جیسے ہماری شرع والے بھی بہت سے حرام کام کرتے ہیں۔ (انتہی)

(۷۷۱) ☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے محفوظ تھے بری عادتوں اور خصلتوں سے جو جاہلیت میں جاری تھیں اور پیغمبروں کی عصمت کا بیان ہو چکا ہے کتاب الایمان میں اور ایک روایت میں ہے کہ فرشتہ اترا اور اس نے آپ کی ازار باندھ دی۔ (نووی)

إِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَهُ عَلَى مَنْكِبِكَ دُونَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ قَالَ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمِ عُرْيَانًا.

باندھے تھے عباسؓ نے کہا جو آپ کے چچا تھے اے میرے بھتیجے! تم اپنی ازار اتار کو مونڈھے پر ڈال لو تو اچھا ہے آپ نے ازار کھولی اور مونڈھے پر ڈالی۔ اسی وقت غش کھا کر گرے پھر اس دن سے آپ کو ننگا نہیں دیکھا گیا۔

۷۷۳- عَنْ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ أَقْبَلْتُ بِحَجَرٍ أَحْمِلُهُ ثَقِيلٍ وَعَلَيَّ إِزَارٌ خَفِيفٌ قَالَ فَانْحَلَّ إِزَارِي وَمَعِيَ الْحَجَرُ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَضَعَهُ حَتَّى بَلَغْتُ بِهِ إِلَى مَوْضِعِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((ارْجِعْ إِلَى ثَوْبِكَ فَخُذْهُ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً)).

۷۷۳- مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھائے ہوئے آ رہا تھا اور ہلکی ازار پہنے تھا وہ کھل گئی اور میں پتھر کو زمین پر رکھ نہ سکا یہاں تک کہ اس کی جگہ پر لے گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا اور اپنا کپڑا اٹھا اور ننگے مت چلا کرو۔

بَابُ مَا يُسْتَتَرُ بِهِ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ

باب: پیشاب کرتے وقت ستر کو چھپانا

۷۷۴- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ فَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيثًا لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِنْ النَّاسِ وَكَانَ أَحَبُّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ قَالَ ابْنُ أَسْمَاءَ فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي حَائِطَ نَخْلٍ.

۷۷۴- عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا پھر میرے کان میں ایک بات کہی وہ بات کسی سے بیان نہ کروں گا اور آپ کو حاجت کے وقت ٹیلے کی یا کھجور کے درختوں کی آڑ پسند تھی تاکہ ستر کو کوئی نہ دیکھے۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّ الْجِمَاعِ كَانَ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ لَا يُوْجِبُ الْغُسْلَ اِلَّا اَنْ يَّنْزِلَ الْمَنِيُّ وَ بَيَانَ نَسْخِهِ وَ اَنَّ الْغُسْلَ يَجِبُ بِالْجِمَاعِ

باب: اوائل اسلام میں جماع سے غسل واجب نہ ہوتا تھا جب تک منی نہ نکلے لیکن وہ حکم منسوخ ہو گیا اور جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۷۷۵- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ إِلَى قُبَاءَ حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَنِي سَالِمٍ وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

۷۷۵- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں پیر کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا مسجد قبا کی طرف جب ہم بنی سالم کے محلے میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ عتبان بن مالکؓ کے دروازے

(۷۷۵)☆ نوویؒ نے کہا اب امت کا اجماع ہے اس پر کہ جماع سے غسل واجب ہوتا ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔ اسی طرح انزال سے غسل واجب ہوتا ہے اور صحابہ کی ایک جماعت کا یہ قول تھا کہ غسل بغیر انزال کے واجب نہیں ہوتا پھر بعضوں نے رجوع کیا اس قول سے اور اجماع ہو گیا جماع سے غسل واجب ہونے پر۔ اب یہ حدیث انما الماء من الماء کی منسوخ ہے یعنی اوائل اسلام میں ایسا حکم تھا کہ ☜

عَلَى بَابِ عِتْبَانَ فَصَرَخَ بِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ إِزَارَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((أَعْجَلْنَا الرَّجُلَ)) فَقَالَ عِتْبَانُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يُعْجَلُ عَنِ امْرَأَتِهِ وَلَمْ يُمْنِ مَاذَا عَلَيْهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ)).

پر کھڑے ہوئے اور اس کو آواز دی وہ اپنی ازار گھسیٹتا ہوا نکلا آپ نے فرمایا ہم نے اس کو جلدی میں ڈالا۔ عتبانؓ نے کہا یارسول اللہ! اگر کوئی شخص جلدی اپنی عورت سے الگ ہو جائے اور منی نہ نکلے تو اس کا کیا حکم ہے (یعنی غسل کرے یا نہیں)؟ آپ نے فرمایا پانی (یعنی نہانا) پانی سے (یعنی منی نکلنے سے) واجب ہوتا ہے۔

٧٧٦- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ ((إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ)).

٧٧٦- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانی سے پانی واجب ہوتا ہے۔

٧٧٧- عَنْ أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَخُ حَدِيثُهُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَمَا يَنْسَخُ الْقُرْآنُ بَعْضُهُ بَعْضًا.

٧٧٧- ابوالعلاء بن شخیرؒ نے کہا رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کو دوسری حدیث منسوخ کر دیتی ہے جیسے قرآن کی ایک آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو جاتی ہے۔

٧٧٨- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالَ ((لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ)) قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ((إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ أَقْحَطْتَ فَلَا غُسْلَ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ)) و قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ أُقْحِطْتَ.

٧٧٨- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے مکان پر گزرے اس کو بلایا وہ نکلا اور اس کے سر میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ہماری وجہ سے تم نے جلدی کی؟ اس نے کہا ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا جب تو جلدی کرے (بغیر انزال کے اٹھ کھڑا ہو) یا تجھے اساک ہو اور منی نہ نکلے تو تجھ پر غسل واجب نہیں ہے صرف وضو کر لے۔

٧٧٩- عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ ثُمَّ يُكْسِلُ فَقَالَ ((يَغْسِلُ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْمَرْأَةِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ

٧٧٩- ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اگر کوئی مرد اپنی عورت سے جماع کرے پھر انزال سے پہلے اٹھ کھڑا ہو آپ نے فرمایا دھو ڈالے اس کو جو لگا عورت سے (یعنی ذکر کی رطوبت وغیرہ کو جو فرج سے لگ گئی ہو) پھر وضو

ﷺ اگر جماع کرے اور انزال نہ ہو تو غسل واجب نہ ہوتا لیکن بعد کو غسل واجب کیا گیا اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ حدیث منسوخ نہیں ہے بلکہ مراد اس سے احتلام کی حالت ہے یعنی اگر کوئی خواب میں جماع کرے لیکن تری نہ دیکھے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

(٧٧٧) ☆ نوویؒ نے کہا امام مسلمؒ کی غرض اس حدیث کے یہاں لانے سے یہ ہے کہ انما الماء من الماء کی حدیث منسوخ ہے دوسری حدیثوں سے اور حدیث کا نسخ حدیث سے جائز ہے اور اس کی چار صورتیں ہیں ایک تو حدیث متواتر کا نسخ حدیث متواتر سے دوسری خبر واحد کا نسخ خبر واحد سے، تیسری خبر واحد کا نسخ متواتر سے، یہ تینوں صورتیں تو بالاتفاق جائز ہیں۔ چوتھی خبر متواتر کا نسخ خبر واحد سے اس میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک جائز نہیں اور بعض ظاہریہ کے نزدیک جائز ہے۔

وَيُصَلِّي))."

کرے اور نماز پڑھے۔

۷۸۰- عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي أَهْلَهُ ثُمَّ لَا يُنْزِلُ قَالَ ((يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ)).

۷۸۰- ابی بن کعبؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص بی بی سے جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو وہ اپنا ذکر دھو ڈالے اور وضو کرے۔

۷۸۱- عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا ((يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ)) قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

۷۸۱- زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر کوئی شخص اپنی بی بی سے صحبت کرے اور منی نہ نکلے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ وہ وضو کرے جیسے نماز کے لیے وضو کرتا ہے اور ذکر کو دھو ڈالے حضرت عثمانؓ نے کہا یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

۷۸۲- عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۷۸۲- ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

بَابُ نَسْخِ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَوُجُوبِ الْغُسْلِ بِالْتِقَاءِ الْخِتَانَيْنِ

باب: صرف منی سے غسل کے نسخ اور ختانین کے مل جانے سے غسل کے واجب ہونے کا بیان

۷۸۳- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ)) وَفِي حَدِيثِ مَطَرٍ ((وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ)) قَالَ زُهَيْرٌ مِنْ بَيْنِهِمْ ((بَيْنَ أَشْعُبِهَا الْأَرْبَعِ)).

۷۸۳- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مرد عورت کے چاروں کونوں میں بیٹھے (چاروں کونوں سے ہاتھ پاؤں مراد ہیں یا دونوں پاؤں اور دونوں رانیں یا شرمگاہ کے چاروں کونے) پھر لگے اس سے (یعنی دخول کرے) تو غسل واجب ہو گیا مرد پر۔ مطر کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔

(۷۸۳) ☆ نوویؒ نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ غسل کا وجوب منی نکلنے پر نہیں ہے بلکہ جب حشفہ (سپاری) فرج کے اندر چلا جاوے تو مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب ہو گا اور اس میں آج کے دن بالکل اختلاف نہیں ہے۔ پہلے البتہ چند صحابہ کا اس میں اختلاف تھا لیکن بعد کو اجماع ہو گیا۔ ہمارے اصحاب نے کہا کہ اگر حشفہ عورت کی دبر میں یا مرد کی دبر میں غائب ہو جائے یا کسی جانور کی فرج میں تب بھی غسل واجب ہو گا اگرچہ وہ عورت یا مرد یا جانور مردہ ہو یا کم سن ہو بھولے سے قصد از بردستی سے ہو یا اختیار سے اسی طرح اگر سو رہا ہو اور عورت اس کا ذکر اپنی فرج کے اندر رکھ لے خواہ ذکر کو انتشار ہو یا نہ ہو غسل واجب ہو گا خواہ ختنہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ان سب صورتوں میں فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہے مگر جب کوئی ان میں سے نابالغ ہو تو اس پر واجب نہیں لیکن وہ جنب ہو گا اور جو وہ تمیز دار ہو تو اس کے ولی پر لازم ہے کہ حکم کرے اس کو غسل کا جیسے حکم کرتا ہے وضو کا اگر وہ بغیر غسل کے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح نہ ہو گی اور دخول کے لیے صرف حشفہ کا غائب ہونا کافی ہے تمام ذکر کا غائب ہونا ضروری نہیں اور جو ذکر پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر دخول کرے تو اس میں تین قول ہیں صحیح یہ ہے کہ غسل واجب ہے دونوں پر۔ انتہی مختصراً۔

٧٨٤- عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ثُمَّ اجْتَهَدَ وَلَمْ يَقُلْ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ.

۷۸۴- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے مگر اس میں انزال کا ذکر نہیں۔

٧٨٥- عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ اخْتَلَفَ فِيْ ذَالِكَ رَهْطٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّوْنَ لَا يَجِبُ الْغُسْلُ إِلَّا مِنَ الدَّفْقِ أَوْ مِنَ الْمَاءِ وَ قَالَ الْمُهَاجِرُوْنَ بَلْ إِذَا خَالَطَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ قَالَ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى فَأَنَا أَشْفِيْكُمْ مِّنْ ذَالِكَ فَقُمْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَأَذِنَ لِيْ فَقُلْتُ لَهَا يَا أُمَّاهُ أَوْ يَآ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أَسْأَلَكِ عَنْ شَيْءٍ وَ إِنِّيْ أَسْتَحْيِيْكِ فَقَالَتْ لَا تَسْتَحْيِي أَنْ تَسْأَلَنِيْ عَمَّا كُنْتَ سَآئِلًا عَنْهُ أُمَّكَ الَّتِيْ وَ لَدَتْكَ فَإِنَّمَا أَنَا أُمُّكَ قُلْتُ فَمَا يُوْجِبُ الْغُسْلَ قَالَتْ عَلَى الْخَبِيْرِ سَقَطْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ وَ مَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ**)).

۷۸۵- ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ اختلاف کیا اس مسئلہ میں مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت نے انصار نے کہا غسل جب ہی واجب ہوتا ہے کہ منی کود کر نکلے اور انزال ہو اور مہاجرین نے کہا جب مرد عورت سے صحبت کرے تو غسل واجب ہے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہاری تسلی کئے دیتا ہوں ٹھہرو میں اٹھا اور حضرت عائشہؓ کے مکان پر جا کر ان سے اجازت مانگی انھوں نے اجازت دی میں نے کہا اے ماں یا مسلمانوں کی ماں! میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا مت شرم کر تو اس بات کے پوچھنے میں جو اپنی سگی ماں سے پوچھ سکتا ہے جس کے پیٹ سے تو پیدا ہوا میں بھی تو تیری ماں ہوں کیونکہ حضرت کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں میں نے کہا غسل کس سے واجب ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا تو نے اچھے واقف کار سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مرد عورت کے چاروں کونوں میں بیٹھے اور ختنہ ختنہ سے مل جائے (یعنی ذکر فرج میں داخل ہو جائے) تو غسل واجب ہو گیا۔

٧٨٦- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُجَامِعُ أَهْلَهُ ثُمَّ يُكْسِلُ هَلْ عَلَيْهِمَا الْغُسْلُ وَعَائِشَةُ جَالِسَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**إِنِّي لَأَفْعَلُ ذَلِكَ أَنَا وَهَذِهِ ثُمَّ نَغْتَسِلُ**)).

۷۸۶- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی مرد اپنی عورت سے جماع کرے پھر انزال سے پہلے ذکر کو نکال لے تو کیا دونوں پر غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا میں اور یہ (حضرت عائشہؓ کو فرمایا) ایسا کرتے ہیں پھر غسل کرتے ہیں۔

---

(۷۸۵) ☆ یعنی غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ نووی نے کہا ختنہ ختنہ سے ملنا مراد اس سے دخول ہے ورنہ عورت کا ختنہ اوپر ہوتا ہے جماع میں وہ نہیں لگتا اور اجماع کیا ہے علماء نے اس پر کہ اگر ذکر کو صرف فرج سے چھو دے اور داخل نہ کرے تو غسل واجب نہیں۔

(۷۸۶) ☆ نوویؒ نے کہا ایسی باتیں آدمی بی بی سے کر سکتا ہے اگر اس میں کوئی مصلحت ہو اور کسی کو رنج نہ ہو آپ نے یہ اس لئے

بَابُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ[ل]

باب: جو کھانا آگ سے پکا ہو اس کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

۷۸۷- عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ)).

۷۸۷- زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے وضو لازم آتا ہے اس کھانے سے جو آگ سے پکا ہو۔

۷۸۸- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ وَجَدَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ عَلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِنَّمَا أَتَوَضَّأُ مِنْ أَثْوَارِ أَقِطٍ أَكَلْتُهَا لِأَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ)).

۷۸۸- ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے سنا انھوں نے عبداللہ بن ابراہیم رضی اللہ عنہ سے انھوں نے ابوہریرہؓ کو مسجد میں وضو کرتے دیکھا انھوں نے کہا میں نے پنیر کے ٹکڑے کھائے ہیں اس لیے وضو کرتا ہوں۔ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے وضو کرو اس کھانے سے جو آگ پر پکا ہو۔

۷۸۹- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَأَنَا أُحَدِّثُهُ هَذَا الْحَدِيثَ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ عُرْوَةُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ)).

۷۸۹- ابن شہاب نے سعید بن خالد رضی اللہ عنہ سے سنا اور وہ ان سے یہ حدیث بیان کر رہے تھے سعید نے کہا میں نے عروہ بن زبیر سے پوچھا وضو کو آگ سے پکے ہوئے کھانے سے۔ انھوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کرو اس کھانے سے جو آگ سے پکا ہو۔

بَابُ نَسْخِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

باب: آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہ ٹوٹنے کا بیان

۷۹۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ ((صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ)).

۷۹۰- ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بکری کے دست کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

[ك] لیے فرمایا کہ اس شخص کو تشفی ہو جائے۔

[ل] ☆ نوویؒ نے کہا امام مسلمؒ نے اس باب میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن سے وضو کا لازم ہونا آگ کے پکے ہوئے کھانے سے ثابت ہوتا ہے پھر وہ حدیثیں بیان کیں جن سے وضو کا لازم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس سے یہ غرض ہے کہ پہلی حدیثیں منسوخ ہیں اور جمہور سلف اور خلف اور صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے کہ آگ کے پکے ہوئے کھانے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی مذہب ہے ائمہ اربعہؒ اور اسحاقؒ اور یحییٰؒ اور ابوثورؒ اور ابوخیثمہؒ کا اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہی منقول ہے عمر بن عبدالعزیز اور حسن بصری اور زہری اور ابوقلابہ اور ابومجلز سے۔ (نووی مختصراً)

٧٩١- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عَرْقًا أَوْ لَحْمًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً

۷۹۱- ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی پر لگا ہوا گوشت یا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا یا پانی نہیں چھوا۔

٧٩٢- عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفٍ يَأْكُلُ مِنْهَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۷۹۲- عمرو بن امیہ ضمریؓ سے روایت ہے انھوں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو ایک دست کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

٧٩٣- عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ وَطَرَحَ السِّكِّينَ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۷۹۳- عمرو بن امیہ ضمریؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ کو دیکھا ایک بکری کا دست چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے اتنے میں نماز کے لیے بلائے گئے آپ نے چھری ڈال دی اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

٧٩٤- عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ.

۷۹۴- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

٧٩٥- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۷۹۵- ابن عباسؓ سے اور ام المومنین میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس دست کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

٧٩٦- عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ.

۷۹۶- اس سند سے بھی مذکورہ بالا روایت آئی ہے۔

٧٩٧- عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ أَشْهَدُ لَكُنْتُ أَشْوِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۷۹۷- ابو رافعؓ سے روایت ہے میں گواہ ہوں میں خود رسول اللہ ﷺ کے لیے بکری کی اوجری بھونتا (آپ اس میں سے کھاتے) پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے۔

٧٩٨- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ دَسَمًا.

۷۹۸- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا پھر پانی منگوایا اور کلی کی اور فرمایا دودھ سے منہ چکنا ہو جاتا ہے۔

---

(۷۹۲) ☆ نوویؒ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گوشت کا چھری سے کاٹ کر کھانا درست ہے جب ضرورت ہو مثلاً گوشت سخت ہو یا بڑا سا ٹکڑا ہو اور بے ضرورت مکروہ ہے۔

(۷۹۸) ☆ تو کلی کرنا اس کے بعد مستحب ہے اسی طرح ہر ایک کھانے پینے کی چیز سے تاکہ نماز میں کچھ منہ میں نہ رہ جاوے جس کے لئے

۷۹۹- عَنْ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِ عُقَيْلٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ مِثْلَهُ.

۷۹۹-مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی آئی ہے۔

۸۰۰- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأُتِيَ بِهَدِيَّةٍ خُبْزٍ وَلَحْمٍ فَأَكَلَ ثَلَاثَ لُقَمٍ ثُمَّ صَلَّى بِالنَّاسِ وَمَا مَسَّ مَاءً.

۸۰۰- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کپڑے پہنے پھر نماز کو نکلے اس وقت ایک شخص آپکے پاس تحفہ لایا گوشت اور روٹی کا آپ نے تین لقمے کھالیے پھر نماز پڑھائی اور پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

۸۰۱- عَنْ عَطَاءٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ حَلْحَلَةَ وَفِيهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ شَهِدَ ذَلِكَ مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ صَلَّى وَلَمْ يَقُلْ بِالنَّاسِ.

۸۰۱- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث اس سند سے بھی منقول ہے اس میں یہ ہے کہ عباسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کی گواہی دی اور کہا کہ نماز پڑھی' لوگوں کو پڑھانے کا ذکر نہیں کیا۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ[1]

باب : اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کا بیان

۸۰۲- عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَأَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ قَالَ ((إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَوَضَّأْ)) قَالَ أَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ قَالَ ((نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ)) قَالَ أُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ ((نَعَمْ)) قَالَ أُصَلِّي فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ قَالَ ((لَا)).

۸۰۲- جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے کیا بکری کا گوشت کھا کر میں وضو کروں؟ آپ نے فرمایا چاہے کر چاہے نہ کر۔ پھر اس نے پوچھا اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ نے فرمایا وضو کر اونٹ کے گوشت سے۔اس نے کہا بکریوں کے تھان میں نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایاہاں۔اس نے کہااونٹوں کے تھان میں نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ﷺ نکلنے کی حاجت پڑے اور منہ صاف ہو جاوے اور اختلاف کیا ہے علماء نے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا مستحب ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مستحب ہے کھانے سے پہلے مگر جب ہاتھوں کی صفائی کا یقین ہو میل کچیل اور نجاست سے اسی طرح کھانے کے بعد مگر جب ہاتھ پر کھانے کا اثر نہ ہو مثلاً کھانا خشک ہو اور امام مالکؒ نے کہا کہ کھانے کے واسطے ہاتھ دھونا مستحب نہیں۔ مگر جب ہاتھ میں کوئی نجاست لگی ہو تو دھونا ضروری ہے۔ (نووی)

[1] ☆ نوویؒ نے کہا اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ اونٹ کا گوشت، کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اور یحییٰؒ اور ابن منذرؒ اور ابن خزیمہؒ اور اہل حدیث کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۸۰۲) ☆ کیونکہ اونٹ زبردست اور شریر ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ نماز میں کچھ صدمہ پہنچے اور بکریوں کے تھان میں اس کا ڈر نہیں۔ نوویؒ نے کہا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے۔

۸۰۳- عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي كَامِلٍ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ

۸۰۳- حضرت جابر بن سمرہؓ سے یہی حدیث دوسری اسناد سے بھی مروی ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ تَيَقَّنَ الطَّهَارَةَ ثُمَّ شَكَّ فِي الْحَدَثِ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِطَهَارَتِهِ تِلْكَ

باب: جس شخص کو طہارت کا یقین ہے پھر حدث میں شک ہو تو وہ اس طہارت سے نماز پڑھ سکتا ہے

۸۰۴- عَنْ سَعِيدٍ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ ((لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا)) قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ فِي رِوَايَتِهِمَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ.

۸۰۴- سعید اور عباد بن تمیم نے عباد کے چچا سے روایت کیا کہ شکایت کی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی آدمی کو معلوم ہوتا ہے نماز میں کہ اس کو حدث ہوا (یعنی گمان ہوتا ہے) آپ نے فرمایا وہ نماز نہ توڑے جب تک حدث کی آواز نہ سنے یا بو نہ سونگھے۔ ابو بکر اور زہیر نے اپنی روایتوں میں عباد کے چچا کا نام لیا یعنی عبداللہ بن زید۔

۸۰۵- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا)).

۸۰۵- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو اپنے پیٹ میں خلش معلوم ہو پھر اس کو شک ہو کہ پیٹ میں سے کچھ نکلا یا نہیں (یعنی ریح خارج ہوئی یا نہیں) تو مسجد سے نہ نکلے جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ سونگھے (یعنی یقین نہ ہو حدث ہونے کا)۔

بَابُ طَهَارَةِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ بِالدِّبَاغِ

باب: مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے

۸۰۶- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تُصُدِّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

۸۰۶- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میمونہؓ کی لونڈی کو کسی نے ایک بکری صدقہ میں دی وہ مر گئی رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑا

(۸۰۴) ☆ نووی نے کہا یہ حدیث ایک بڑا قاعدہ ہے اسلام کے قواعد میں سے۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ہر ایک چیز جس کے وجود کا یقین ہو وہ شک سے رفع نہیں ہو سکتی ہے جیسے طہارت جو یقینی تھی حدث کے گمان سے مٹ نہیں سکتی ہمارا اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور امام مالکؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں ایک تو یہ کہ وضو لازم ہے اگر شک نماز کے باہر ہو اور نماز کے اندر ہو تو لازم نہیں اور دوسری یہ کہ دونوں صورتوں میں پھر وضو کرنا چاہیے۔ (انتہی مختصراً)

(۸۰۶) ☆ نہ اس کی کھال سے فائدہ اٹھاتا، نوویؒ نے کہا اس باب میں علماء کے سات مذہب ہیں ایک شافعیؒ کا وہ یہ ہے کہ دباغت سے ہر ایک مردہ جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے اندر اور باہر سے اور تر اور خشک ہر ایک چیز سے اس کا استعمال درست ہے سوا کتے اور سور کے دوسرا یہ کہ کوئی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی احمدؒ اور مالکؒ سے یہی مروی ہے، تیسرا یہ کہ حلال جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے اور حرام کی پاک نہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ((هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا)).

ہوا دیکھا تو فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ لی دباغت کر کے کام میں لاتے؟ لوگوں نے کہا یارسول اللہ! وہ مردار تھی آپ نے فرمایا مردار کا کھانا حرام ہے۔

٨٠٧-عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ شَاةً مَيْتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا)).

٨٠٧- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردار بکری دیکھی جو میمونہ کی لونڈی کو صدقہ میں ملی تھی آپ نے فرمایا تم نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا؟ لوگوں نے کہا وہ مردار ہے آپ نے فرمایا مردار کا کھانا حرام ہے۔

٨٠٨- عَنْ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ بِنَحْوِ رِوَايَةِ يُونُسَ.

٨٠٨- اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

٨٠٩-عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَطْرُوحَةٍ أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَلَّا أَخَذُوا إِهَابَهَا فَدَبَغُوهُ فَانْتَفَعُوا بِهِ)).

٨٠٩- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک پڑی ہوئی بکری دیکھی جو میمونہؓ کی لونڈی کو صدقہ میں ملی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اس کی کھال کیوں نہ لی دباغت کر کے فائدہ اٹھاتے۔

٨١٠- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُونَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ دَاجِنَةً كَانَتْ لِبَعْضِ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَمَاتَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ)).

٨١٠- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میمونہؓ نے ان سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بی بیؓ کے گھر میں ایک جانور پلا تھا وہ مر گیا تو آپ نے فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ لی اس کو کام میں لاتے۔

٨١١- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ لِمَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ فَقَالَ ((أَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا)).

٨١١- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میمونہ کی لونڈی کی بکری کو دیکھا وہ مری پڑی تھی آپ ادھر سے نکلے تو فرمایا تم نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا؟

ﻠﮧ نہیں ہوتی۔ اوزاعیؒ اور ابن مبارکؒ اور ابو ثورؒ اور اسحاق کا یہی قول ہے، چوتھا سب مردار جانوروں کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے سوا سور کے۔ ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب ہے۔ پانچواں یہ کہ سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں مگر صرف باہر سے اور تر چیز میں اس کا استعمال درست نہیں۔ مالکؒ کا مشہور مذہب یہی ہے، چھٹا یہ کہ سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ کتے اور سور کی بھی اندر اور باہر سے اور یہی قول ہے داؤد ظاہریؒ اور ابو یوسف کا، ساتواں یہ کہ مردار جانور کی کھال سے فائدہ اٹھانا درست ہے اگر چہ اس کی دباغت نہ ہو زہیر کا یہی قول ہے۔ (انتہی مختصراً)

۸۱۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ)).

۸۱۲- عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جب کھال پر دباغت ہو گئی تو وہ پاک ہے۔

۸۱۳-عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ يَعْنِي حَدِيثَ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى.

۸۱۳- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

۸۱٤- عَنْ أَبِي الْخَيْرِ قَالَ رَأَيْتُ عَلَى ابْنِ وَعْلَةَ السَّبَإِيِّ فَرْوًا فَمَسِسْتُهُ فَقَالَ مَا لَكَ تَمَسُّهُ قَدْ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُونُ بِالْمَغْرِبِ وَمَعَنَا الْبَرْبَرُ وَالْمَجُوسُ نُؤْتَى بِالْكَبْشِ قَدْ ذَبَحُوهُ وَنَحْنُ لَا نَأْكُلُ ذَبَائِحَهُمْ وَيَأْتُونَا بِالسِّقَاءِ يَجْعَلُونَ فِيهِ الْوَدَكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ سَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ ((دِبَاغُهُ طَهُورُهُ)).

۸۱۴-ابوالخیر سے روایت ہے میں نے ابن وعلہ کو ایک پوستین پہنے دیکھا میں نے اس کو چھوا انھوں نے کہا کیوں چھوتے ہو (کیا اس کو نجس جانتے ہو)؟ میں نے عبداللہ سے کہا کہ ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں وہاں بربر کے کافر اور آتش پرست بہت ہیں وہ بکری لاتے ہیں ذبح کر کے ہم تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھاتے اور مشکیں لاتے ہیں ان میں چربی ڈال کر ابن عباسؓ نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو پوچھا آپ نے فرمایا دباغت سے پاک ہو جاتی ہے (یعنی چمڑے پر جب دباغت ہو گئی تو وہ پاک ہے اگرچہ کافر نے دباغت کی ہو)۔

۷۱۵- عَنِ ابْنِ وَعْلَةَ السَّبَإِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُونُ بِالْمَغْرِبِ فَيَأْتِينَا الْمَجُوسُ بِالْأَسْقِيَةِ فِيهَا الْمَاءُ وَالْوَدَكُ فَقَالَ اشْرَبْ فَقُلْتُ أَرَأْيٌ تَرَاهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((دِبَاغُهُ طَهُورُهُ)).

۷۱۵- ابن وعلہ سبائی سے روایت ہے میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں وہاں مجوسی (آتش پرست) مشکیں لے کر آتے ہیں پانی کی ان میں چربی پڑی ہوتی ہے تو انھوں نے کہا کھا پی لو۔ میں نے کہا کیا تم اپنی رائے سے کہتے ہو؟ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

(۸۱۴) ☆ نوویؒ نے کہا دباغت ہر ایک چیز سے درست ہے جو کھال کی رطوبت کو سکھا دے اور اس کی بدبو دور کرے اس طرح سے کہ پھر کھال سڑنے کے لائق نہ رہے جیسے انار کے چھلکے پھٹکری وغیرہ۔ دواؤں سے اور صرف دھوپ میں سکھانے سے دباغت نہیں ہوتی اور حنفیوں کے نزدیک ہو جاتی ہے اور جب کھال دباغت سے پاک ہو گئی تو اس کا بیچنا بھی جائز ہے اور اس کے کھانے میں تین قول ہیں صحیح یہ ہے کہ کھانا اس کا جائز نہیں۔

بَابُ التَّيَمُّمِ [1]

٨١٦- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالُوا أَلَا تَرَى إِلَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى

باب: تیمّم کا بیان

٨١٦- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں نکلے جب بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے (بیدا اور ذات الجیش یہ دونوں مقام کے نام ہیں خیبر اور مدینہ کے بیچ میں) تو میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر گیا اور رسول اللہ ﷺ اس کے ڈھونڈھنے کے لیے ٹھہر گئے لوگ بھی ٹھہر گئے۔ وہاں پانی نہ تھا اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا۔ لوگ ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے تم دیکھتے نہیں عائشہؓ نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کو ٹھہرایا ہے اور لوگوں کو بھی جہاں پانی نہیں نہ ان کے ساتھ پانی ہے۔ یہ سن کر ابوبکرؓ آئے اور رسول اللہ ﷺ اپنا سر میری ران پر رکھے ہوئے سو گئے تھے۔ انھوں نے کہا تو نے روک رکھا ہے رسول اللہ ﷺ کو اور لوگوں کو یہاں نہ پانی ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے اور

---

[1] ☆ تیمم ثابت ہے کتاب اور اجماع امت سے اور وہ فقط منہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا ہے خواہ حدث سے ہو یا جنابت سے اور علماء نے اختلاف کیا ہے اس کی کیفیت میں۔ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ تیمم میں دو ماریں ضروری ہیں ایک مار منہ کے لیے ایک اور مار دونوں ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک اور یہی مروی ہے علیؓ بن ابی طالب سے اور عبداللہؓ بن عمر اور حسن بصری اور شعبی اور سالمؒ اور سفیان ثوریؒ اور مالکؒ اور ابو حنیفہؒ اور اصحاب الرائے سے۔ اور علماء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے کہ تیمم میں ایک مار کافی ہے مسح کرے اس سے منہ اور دونوں ہتھیلیوں پر اور یہی قول ہے عطا اور مکحولؒ اور اوزاعیؒ اور احمدؒ اور اسحاقؒ اور ابن منذرؒ اور اکثر اہل حدیث کا اور یہی صحیح اور مختار ہے محققین کے نزدیک اور زہریؒ سے منقول ہے کہ ہاتھوں کا مسح بغلوں تک ضروری ہے اور ابن سیرینؒ سے منقول ہے کہ تین ماریں چاہئیں ایک منہ کے لیے دوسری دو ہتھیلیوں کے لیے تیسری ہاتھوں کے لیے اور حدث اصغر یعنی وضو کے بدلے تو تیمم سب کے نزدیک درست ہے اسی طرح حدث اکبر یعنی جنابت سے بھی اور اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ تیمم جنابت سے درست نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن مسعود نے اس قول سے رجوع کیا اور احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے تیمم جنابت سے درست ہے اور جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے پھر پانی پائے تو اس پر غسل واجب ہے باتفاق علماء اور مسافر کو سفر میں جہاں پانی نہ ہو اور صرف تیمم سے نماز پڑھ لیوے تو بھی درست ہے اور اگر بے وضو کے کسی عضو پر نجاست ہو اور وہ اس کے بدلے تیمم کرنا چاہے تو درست نہیں ہے اور امام احمد کے نزدیک جائز ہے اور ثوریؒ اور اوزاعی اور ابو ثورؒ نے کہا کہ اس مقام پر مٹی سے مسح کر لیوے اور جب تیمم سے نماز پڑھی پھر پانی ملے تو نماز کا لوٹانا ضروری نہیں اور شافعیؒ اور احمدؒ اور ابن منذرؒ اور داؤد ظاہریؒ کے نزدیک تیمم کے لیے پاک مٹی کا ہونا جس پر غبار ہو ضروری ہے اور ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک جو چیز زمین کی قسم سے ہے اس پر تیمم درست ہے اگرچہ غبار نہ ہو جیسے صاف پتھر دھویا ہوا چونا وغیرہ اور مالکی لوگوں نے لکڑی پر بھی جائز رکھا ہے اسی طرح برف پر۔ واللہ اعلم (انتہی مختصراً)۔

فَخِذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

انھوں نے غصہ کیا اور جو اللہ نے چاہا وہ کہہ ڈالا اور میری کوکھ میں ہاتھ سے کونچے دینے لگے میں ضروری ہلتی مگر حضرت کا سر میری ران پر تھا اس وجہ سے میں ہل نہ سکی پھر آپ سوتے رہے یہاں تک صبح ہو گئی اور پانی بالکل نہ تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری۔ اسید بن حضیرؓ نے کہا اور وہ نقیبوں میں سے تھے (آپ نے عقبہ کی رات کو انصار کے بارہ آدمیوں کو نقیب مقرر کیا تھا یعنی اپنی قوم کا نگہبان تاکہ ان کو اسلام کی باتیں سکھائیں اور دین کے احکام بتلائیں) اے ابو بکرؓ کی اولاد! یہ کچھ پہلی برکت نہیں ہے تمہاری (یعنی تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مسلمانوں کو فائدہ دیا ہے یہ بھی ایک نعمت تمہارے سبب سے ملی)۔ حضرت عائشہؓ نے کہا پھر ہم نے اس وقت اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی ہار اس کے نیچے سے نکلا۔

٨١٧- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ شَكَوْا ذَلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللَّهُ خَيْرًا فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً.

٨١٧- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے انھوں نے اسماءؓ سے ایک ہار مانگ کر لیا تھا وہ جاتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں چند لوگوں کو اس کے ڈھونڈنے کے لیے بھیجا وہاں نماز کا وقت آ گیا (اور پانی نہ ملا) تو انھوں نے بے وضو نماز پڑھ لی جب رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ کر آئے تو شکایت کی اس وقت تیمم کی آیت اتری۔ اسید بن حضیر نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ خدا تم کو اچھا بدلہ دیوے خدا کی قسم جب کوئی آفت تم پر آئی اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹال دیا اور مسلمانوں کا فائدہ کیا۔

---

(٨١٧) ☆ نووی نے کہا کہ اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ جس شخص کو پانی اور مٹی دونوں نہ ملیں وہ یوں ہی نماز پڑھ لیوے اور اس مسئلہ میں سلف اور خلف کا اختلاف ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں کہا کہ احمد اور شافعی اور اکثر اہل حدیث کا یہ قول ہے کہ نماز پڑھ لیوے لیکن پھر نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ اعادہ واجب ہے اور احمد اور مزنی اور سحنون اور ابن منذر کا قول یہ ہے کہ اعادہ واجب نہیں اور مالک اور ابو حنیفہ کے نزدیک ایسا شخص نماز پڑھے لیکن قضا اس نماز کی واجب ہے اور امام مالک کے نزدیک واجب نہیں یہ سب چار قول ہوئے اس مسئلہ میں اور ایک پانچواں قول بھی ہے کہ نماز پڑھ لینا مستحب ہے اور اعادہ واجب ہے۔

۸۱۸- عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا كَيْفَ يَصْنَعُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ بِهَذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هَذِهِ الْآيَةِ لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا بِالصَّعِيدِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدَيْكَ هَكَذَا)) ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً وَاحِدَةً ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيَمِينِ وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَوَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ.

۸۱۸- شقیق سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو موسیٰؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ابو موسیٰؓ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن (یہ کنیت ہے ابن مسعودؓ کی) اگر کسی شخص کو جنابت ہو اور ایک مہینے تک پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے نماز کو؟ عبداللہ نے کہا وہ تیمم نہ کرے اگرچہ ایک مہینے تک پانی نہ ملے۔ ابو موسیٰؓ نے کہا پھر سورۂ مائدہ میں یہ جو آیت ہے پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو عبداللہؓ نے کہا اگر اس آیت سے ان کو اجازت دی جائے جنابت میں تیمم کرنے کی تو وہ رفتہ رفتہ پانی ٹھنڈا ہونے کی صورت میں بھی تیمم کرنے لگ جائیں گے۔ ابو موسیٰؓ نے کہا تم نے عمارؓ کی حدیث نہیں سنی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک کام کو بھیجا وہاں میں جنبی ہو گیا اور پانی نہ ملا تو میں خاک میں اس طرح سے لیٹا جیسے جانور لیٹتا ہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ تجھے کافی تھا اس طرح دونوں ہاتھوں سے کرنا پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر ایک بار مارے اور بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ پر مارا پھر ہتھیلیوں کی پشت پر اور منہ پر مسح کیا۔ عبداللہؓ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ حضرت عمرؓ نے عمارؓ کی حدیث پر قناعت نہیں کی۔

۸۱۹- عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هَكَذَا)) وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ فَنَفَضَ يَدَيْهِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ.

۸۱۹- اوپر والی حدیث کی طرح یہ حدیث اس سند سے بھی آئی ہے سوائے اس کے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لیے اتنا ہی کافی تھا پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر اس سے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

(۸۱۸) ☆ عبداللہ نے جو یہ کہا کہ وہ یعنی جنبی تیمم نہ کرے اگرچہ ایک مہینہ تک پانی نہ ملے وہ اس وجہ سے کہا کہ جنبی کو ان کے نزدیک تیمم درست نہ تھا حضرت عمرؓ کا بھی یہی قول تھا لیکن اور صحابہ اور تابعین نے اس کے خلاف کیا ہے اور پھر مجتہدین کا اجماع ہو گیا کہ تیمم جنابت کے لیے درست ہے اور اوپر گزر چکا ہے کہ عمرؓ اور عبداللہ نے اس قول سے رجوع کیا۔ حضرت عمرؓ نے عمارؓ کی حدیث پر قناعت نہیں کی یعنی صرف عمارؓ کی روایت سے ان کو تسلی نہیں ہوئی نہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے عمارؓ کو جھوٹا سمجھا۔

۸۲۰- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عُمَرَ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ مَاءً فَقَالَ لَا تُصَلِّ فَقَالَ عَمَّارٌ أَمَا تَذْكُرُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَنَا وَأَنْتَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْنَا فَلَمْ نَجِدْ مَاءً فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ وَصَلَّيْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((**إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الْأَرْضَ ثُمَّ تَنْفُخَ ثُمَّ تَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ**)) فَقَالَ عُمَرُ اتَّقِ اللَّهَ يَا عَمَّارُ قَالَ إِنْ شِئْتَ لَمْ أُحَدِّثْ بِهِ قَالَ الْحَكَمُ وَحَدَّثَنِيهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ مِثْلَ حَدِيثِ ذَرٍّ قَالَ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ عَنْ ذَرٍّ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ الَّذِي ذَكَرَ الْحَكَمُ فَقَالَ عُمَرُ نُوَلِّيكَ مَا تَوَلَّيْتَ.

۸۲۰- عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے جنابت ہوئی اور پانی نہ ملا آپ نے فرمایا نماز نہ پڑھنا۔ عمارؓ نے کہا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ تم کو یاد نہیں جب میں اور آپ لشکر کے ایک ٹکڑے میں تھے پھر ہم کو جنابت ہوئی اور پانی نہ ملا آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں مٹی میں لوٹا اور نماز پڑھ لی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے کافی تھا اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارنا پھر ان کو پھونکنا پھر مسح کرنا منہ اور دونوں پہنچوں پر۔ حضرت عمرؓ نے کہا خدا سے ڈر، اے عمارؓ (یعنی سوچ سمجھ کر حدیث بیان کر)۔ عمارؓ نے کہا اگر آپ کہیں تو میں یہ حدیث بیان نہیں کروں گا (اگر اس کے چھپانے میں کچھ مصلحت ہو اس لیے کہ خلیفہ کی اطاعت واجب ہے)۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا تمہاری روایت کا بوجھ تمہارے ہی اوپر ہے۔

۸۲۱- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عُمَرَ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ مَاءً وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَ عَمَّارٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ شِئْتَ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ حَقِّكَ لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا وَلَمْ يَذْكُرْ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ عَنْ ذَرٍّ.

۸۲۱- عبدالرحمٰن بن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا مجھے جنابت ہوئی ہے اور پانی نہ ملا پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری اس میں اتنا زیادہ ہے کہ عمارؓ نے کہا اے امیر المومنین! خدا نے آپ کا حق مجھ پر کیا ہے (کہ آپ خلیفہ ہیں اور میں آپ کی رعیت ہوں) اگر آپ فرمائیں گے تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں گا۔

۸۲۲- عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ

۸۲۲- عمیر سے روایت ہے جو مولیٰ تھے ابن عباسؓ کے میں

(۸۲۰) ☆ نووی نے کہا اس حدیث سے دلیل لائے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں تیمم پتھر پر درست ہے اور اس چیز پر جس پر غبار نہیں ہے اس لیے کہ اگر غبار کا ہونا ضروری ہوتا تو آپ اپنے ہاتھ نہ جھٹکتے اسکا جواب یہ ہے کہ جھٹکنے سے یہاں یہ غرض نہ تھی کہ بالکل غبار ہاتھوں سے نکل جاوے بلکہ بہت غبار لگ گیا ہوگا اس واسطے آپ نے ہاتھوں کو جھاڑ کر غبار کم کیا اور یہ مستحب ہے۔

(۸۲۲) ☆ نوویؒ نے کہا اس وقت رسول اللہؐ کو پانی نہ ملا ہوگا کیونکہ پانی ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں اگرچہ نماز کا وقت تنگ ہو یا نماز جنازہ کی ہو یا عید کی ہو اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور ابو حنیفہ نے کہا پانی ہوتے تیمم درست ہے جنازہ اور عید کی نماز کے لیے اگر فوت ہو لللہ

يَقُولُ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجُهَيْمِ أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

اور عبدالرحمٰن بن یسار ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے مولیٰ ابوالجہم بن حارث کے پاس گئے ابوالجہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیر جمل (مدینہ کے قریب ایک مقام ہے) کی طرف سے آئے راہ میں ایک شخص ملا اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے جواب نہیں دیا یہاں تک کہ ایک دیوار کے پاس آئے اور مسح کیا منہ اور دونوں ہاتھوں پر پھر سلام کا جواب دیا۔

٨٢٣- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا مَرَّ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبُولُ فَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ.

۸۲۳-ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے اس نے آپکو سلام کیا آپ نے جواب نہیں دیا۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

باب: مسلمان نجس نہیں ہوتا

٨٢٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ لَقِيَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْسَلَّ فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ فَتَفَقَّدَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا جَاءَهُ قَالَ ((أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ)) قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقِيتَنِي وَأَنَا جُنُبٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ)).

۸۲۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ملے مدینہ کی ایک راہ میں اور جنبی تھے تو کھسک گئے اور غسل کرنے کو چلے گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ڈھونڈا جب وہ آئے تو پوچھا کہاں تھے؟ انھوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! جس وقت آپ مجھ سے ملے میں جنبی تھا میں نے برا جانا آپ کے پاس بیٹھنا جب تک غسل نہ کرلوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ مومن کہیں نجس ہوتا ہے۔

ﷺ جانے کا ڈر ہو اور بغوی نے نقل کیا ہے کہ اگر فرض نماز کا بھی وقت تنگ رہ جائے تو تیمم کر کے پڑھ لے پھر وضو کر کے قضا پڑھے اور تیمم دیوار پر درست ہے اور نوافل اور سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر اور مس مصحف کے لیے بھی درست ہے۔ (انتہی مختصراً)

(۸۲۳) ☆ اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب کرتے وقت سلام کا جواب نہ دینا چاہیے اور سلام کرنا بھی ایسی حالت میں مکروہ ہے اور جو شخص حاجت کے لیے بیٹھے اس کو اللہ کا ذکر کرنا مکروہ ہے نہ وہ تسبیح کہے نہ تہلیل نہ سلام کا جواب دے نہ چھینکنے والے کا نہ خود الحمد للہ کہے چھینکنے کے بعد نہ اذان کا جواب دے۔ اسی طرح حاجت کے وقت باتیں کرنا بھی مکروہ ہے البتہ اگر ضرورت پڑے تو درست ہے اور ابراہیم نخعی اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ بات کرنے میں کچھ قباحت نہیں۔ (نوویؒ)

(۸۲۴) ☆ مومن خواہ زندہ ہو یا مردہ جنابت نجاست حکمی ہے نہ حقیقی اور کافر بھی مثل مسلمان کے ہے جمہور علماء کے نزدیک طہارت ظاہری میں لیکن وہ نجس ہے باطناً بوجہ نجاست اعتقاد کے اور بعض علماء کے نزدیک کافر کی نجاست ظاہری ہے اور یہی قول ہے شیعہ کا۔ اب مسلمان پاک ہوا تو اس کا پسینہ اور لعاب اور آنسو سب پاک ہیں خواہ بے وضو ہو یا جنبی یا حائضہ یا نفساء ہو اور اس پر اجماع ہے مسلمانوں کا۔ اسی ﷺ

٨٢٥- عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ فَحَادَ عَنْهُ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ كُنْتُ جُنُبًا قَالَ ((إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ)).

٨٢٥- حذیفہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ان کو ملے اور وہ جنبی تھے تو وہ الگ سر کے پھر غسل کیا اور آئے اور کہا کہ میں جنبی تھا آپ نے فرمایا مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى فِي حَالِ الْجَنَابَةِ وَغَيْرِهَا

باب: جنابت کی حالت میں اللہ کا ذکر کرنا

٨٢٦- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

٨٢٦- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی یاد ہر وقت کرتے تھے۔

بَابُ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامَ وَأَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ فِي ذَلِكَ وَأَنَّ الْوُضُوءَ لَيْسَ عَلَى الْفَوْرِ

باب: بے وضو کھانا درست ہے اور وضو فی الفور واجب نہیں ہے

٨٢٧- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَذَكَرُوا لَهُ الْوُضُوءَ فَقَالَ ((أُرِيدُ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَتَوَضَّأَ)).

٨٢٧- ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ پاخانہ سے نکلے اور کھانا لایا گیا لوگوں نے آپ کو وضو یاد دلایا آپ نے فرمایا کیا میں نماز پڑھتا ہوں جو وضو کروں۔

٨٢٨- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَ مِنَ الْغَائِطِ وَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَقِيلَ لَهُ أَلَا تَوَضَّأُ فَقَالَ ((لِمَ أَأُصَلِّي فَأَتَوَضَّأَ)).

٨٢٨- ابن عباسؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے آپ پاخانہ سے نکلے کھانا لایا گیا لوگوں نے عرض کیا آپ وضو نہیں کرتے آپ نے فرمایا کیوں کیا نماز پڑھنا ہے جو وضو کروں۔

٨٢٩- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَائِطِ فَلَمَّا جَاءَ قُدِّمَ لَهُ طَعَامٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَوَضَّأُ قَالَ ((لِمَ أَلِلصَّلَاةِ)).

٨٢٩- ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ پائخانے کو تشریف لے گئے جب لوٹ کر آئے تو کھانا لایا گیا لوگوں نے کہا یارسول اللہؐ! آپ وضو کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا کیوں کیا نماز پڑھنا ہے۔

٨٣٠- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ

٨٣٠- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اسی طرح بچے بھی پاک ہیں۔ (نوویؒ)

(٨٢٦) ☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنابت کی حالت میں تسبیح، تہلیل، تکبیر، ذکر الٰہی درست ہے اس پر اجماع ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ قرآن کا پڑھنا جنبی اور حائضہ کو درست ہے یا نہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے اگرچہ ایک آیت یا اس سے بھی کم ہو۔

(٨٢٧) ☆ نوویؒ نے کہا محدث یعنی بے وضو کو کھانا پینا، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن سب درست ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

قضى حَاجَتَهُ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَأَكَلَ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً قَالَ وَزَادَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قِيلَ لَهُ إِنَّكَ لَمْ تَوَضَّأْ قَالَ ((مَا أَرَدْتُ صَلَاةً فَأَتَوَضَّأَ)) وَزَعَمَ عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ.

اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے فارغ ہوئے اس وقت کھانا لایا گیا آپ نے کھایا اور پانی کو ہاتھ نہ لگایا۔ دوسری روایت میں یوں ہے لوگوں نے کہا آپ نے وضو نہیں کیا آپ نے فرمایا میں نماز تھوڑی پڑھنا چاہتا تھا جو وضو کرتا۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أَرَادَ دُخُولَ الْخَلَاءِ

باب: پاخانہ جاتے وقت کیا کہے

۸۳۱- عَنْ أَنَسٍ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَفِي حَدِيثِ هُشَيْمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ قَالَ ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)).

۸۳۱- انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پاخانہ میں جاتے تو فرماتے اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث یعنی یا اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تیری شیطانوں اور شیطانیوں سے یا پلیدی یا نجاستوں سے یا شیاطین اور معاصی سے۔ ایک روایت میں ہے جب آپ کنیف میں جاتے یعنی پاخانہ کی مقررہ جگہ۔

۸۳۲- عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ((أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)).

۸۳۲- اس سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے سوائے اس کے کہ اوپر والی حدیث "اللھم انی" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ نَوْمَ الْجَالِسِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ

باب: بیٹھے بیٹھے سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

۸۳۳- عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَجِيٌّ لِرَجُلٍ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَنَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي الرَّجُلَ فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ.

۸۳۳- انسؓ روایت کرتے ہیں کہ اقامت کہہ دی گئی اور نبی اکرم ﷺ ایک آدمی سے گفتگو میں مصروف تھے اور عبدالوارث کی حدیث کے الفاظ ہیں کہ نبی اکرمؐ ایک آدمی سے سرگوشی کر رہے تھے آپ نماز کی طرف نہ آئے یہاں تک کہ لوگ سو گئے۔

۸۳۴- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي رَجُلًا فَلَمْ يَزَلْ يُنَاجِيهِ حَتَّى نَامَ أَصْحَابُهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى بِهِمْ.

۸۳۴- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کھڑی ہوئی اور رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے کان میں باتیں کر رہے تھے پھر باتیں کرتے رہے اس سے یہاں تک کہ صحابہؓ سو گئے پھر آئے اور نماز پڑھی ساتھ ان کے۔

۸۳۵- عَنْ أَنَسٍ يَقُولُ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُونَ ثُمَّ يُصَلُّونَ

۸۳۵- قتادہؓ نے کہا میں نے انسؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ سوتے تھے پھر نماز پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

وْنَ يَتَوَضَّئُونَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ
ىْ وَاللهِ.

شعبہ نے کہا میں نے قتادہؓ سے پوچھا تم نے یہ انسؓ سے سنا؟ انھوں نے کہاہاں قسم اللہ کی۔

٨٣٦- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ
ُقِيمَتْ صَلَاةُ الْعِشَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ لِي حَاجَةٌ فَقَامَ
لنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِيهِ حَتَّى نَامَ
لْقَوْمُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ ثُمَّ صَلَّوْا.

٨٣٦- انسؓ سے روایت ہے کہ عشاء کی نماز کی تکبیر ہوئی تو ایک شخص بولا کہ مجھے کچھ کہنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سے کھڑے ہو کر کان میں باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ سب لوگ یا بعض لوگ سوگئے پھر انھوں نے نماز پڑھی۔

☆ ☆ ☆

تَـــمَّــتْ

الحمد للہ کہ پہلی جلد خدا کی مہربانی سے بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ دوسری جلد بھی جلد طلب فرمایئے جو کتاب الصلوٰۃ سے شروع ہوگی یعنی نماز کے بیان سے اس کی ابتداء ہوگی۔

(٨٣٦) ☆ کان میں باتیں کرنا اس وقت مکروہ ہے جب ایک شخص جدا ہو اور جماعت کے سامنے منع نہیں اور نماز گو تیار تھی مگر یہ باتیں ضروری ہونگی جو نماز پر بھی مقدم سمجھیں اب سونا مطلقاً ناقض وضو نہیں اور بعضوں کے نزدیک مطلقاً ناقض وضو ہے اور بعضوں کے نزدیک کثیر ناقض ہے قلیل نہیں اور بعضوں کے نزدیک بیٹھے اور کھڑے یا رکوع اور سجدہ میں ناقض نہیں اور کروٹ اور چت ناقض ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر مقعد زمین سے لگا ہے تو ناقض نہیں ورنہ ناقض ہے۔ (نوویؒ مختصراً) اور اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

شرعی احکام کا دلنشین، دل آویز اور دلکش مجموعہ

ازقلم: ابوضیاء محمود احمد غضنفر

زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ گیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منقول متفق علیہ احادیث پر مشتمل یہ کتاب اُردو دان طبقے کی سہولت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل دلرُبا، دلفریب اور دلکش انداز میں مرتب کی گئی ہے۔

- سب سے پہلے حدیث کا متن مع اعراب، پھر اس حدیث کا ترجمہ، پھر حدیث میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی، پھر حدیث کا آسان انداز میں مفہوم اور آخر میں حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل ترتیب وار بیان کر دیئے گئے ہیں۔
- ہر حدیث کا تفصیلی حوالہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔
- کاغذ، طباعت اور جلد ہر لحاظ سے اعلیٰ، عمدہ اور نفیس ہیں۔
- اہل نظر، اہل ذوق اور اہل دل کے لیے خوش نما گلدستہ احادیث کا ایک انمول تحفہ۔
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر لائبریری کی زینت۔
- خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی رغبت دلائیں۔

باذوق قارئین کیلئے | لاجواب کتب | بہترین معیار کیساتھ

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور